مختصر القدوری کی جامع وجدید شرح، جس میں مشکل الفاظ کے معانی، کتب فقہ سے ہر مسئلہ کا حوالہ
اور ہر باب سے ماقبل ربط ومناسبت

انوار القدوری

شرح اردو

مختصر القدوری

شارح
حضرت مولانا مفتی وسیم احمد قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند
استاذ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

مختصر القدوری کی جامع و جدید شرح، جس میں مشکل الفاظ کے معانی، کتب فقہ سے ہر مسئلہ کا حوالہ اور ہر باب سے ماقبل ربط و مناسبت

شرح اردو

جلد ثالث

از کتاب الجنایات تا کتاب الفرائض

شارح

حضرت مولانا مفتی وسیم احمد قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

دار الاشاعت
اردو بازار، ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 32213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : جنوری ۲۰۱۱ء علمی گرافکس

ضخامت : 1344 صفحات 3 جلدیں

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

...........ملنے کے پتے...........

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین

کتاب السرقہ وقطاع الطریق

حرز کا بیان

کتاب الاشربۃ

کتاب الصید والذبائح

کتاب الاضحیۃ

کتاب الایمان

کتاب الدعویٰ

کتاب الحظر والاباحۃ

کتاب الوصایا

کتاب الفرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجنایات

(یہ کتاب جنایات کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: امام قدوریؒ کتاب العتاق اور اس کے متعلقات سے فراغت کے بعد کتاب الجنایات کو بیان فرمارہے ہیں کیوں کہ عتاق میں زندہ کرنا ہے اور جنایت میں ہلاک کرنا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں، نیز جنایت میں قصاص ہے اور قصاص میں زندگی ہے اللہ کا فرمان ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے لہٰذا دونوں کتابوں میں مناسبت ہے۔ رقم الحاشیہ (۵)

جنایات کی لغوی تحقیق: جنایات جنایت کی جمع ہے جو اصل میں مصدر ہے اور اسم مفعول کے معنی میں مستعمل ہے لغت میں جنایت کہتے ہیں ہر برا کام کرنے کو یہ جنی یجنی سے مشتق ہے۔

اصطلاحی تعریف: اس فعل حرام کو کہتے ہیں جس کا اثر جان یا مال پر پڑے۔

نوٹ: اگر جان کے بدلہ جان لے تو اس کو قصاص یا قود کہتے ہیں اور جان یا عضو کے بدلہ رقم لے تو اس کو دیت کہتے ہیں۔

(۱/۲۲۰۴) اَلْقَتْلُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ عَمَدٌ وَ شِبْهُ عَمَدٍ وَ خَطَأٌ وَمَا اُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ وَالْقَتْلُ بِسَبَبٍ.

حل لغات: عمد: قصد وارادہ، ما اُجری مَجری الْخَطأ جو خطا کے قائم مقام ہو۔

ترجمہ: قتل پانچ قسموں پر ہے، قتل عمد قتل شبہ عمد قتل خطا، قتل قائم مقام خطاء اور قتل بالسبب۔

تشریح: قتل کے اقسام تو بہت ہیں مگر یہاں صاحب کتاب نے وہ قسمیں بیان کی ہیں جن سے یہ احکام متعلق ہوتے ہیں 'قصاص' 'دیت' کفارہ، میراث سے محروم ہونا اور یہ قتل پانچ ہیں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۲/۲۲۰۵) فَالْعَمَدُ مَاتَعَمَّدَ ضَرْبَهُ بِسِلَاحٍ اَوْ مَا اُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ فِي تَفْرِيقِ الْاَجْزَاءِ كَالْمُحَدَّدِ مِنَ الْخَشَبِ وَالْحَجَرِ وَالنَّارِ وَمُوْجَبُ ذَالِكَ الْمَاثَمُ وَالْقَوْدُ اِلَّا اَنْ يَّعْفُوَ الْاَوْلِيَاءُ وَلَا كَفَّارَةَ فِيْهِ.

حل لغات: سلاح: ہتھیار جمع اَسلِحَۃ۔ تفریق الاجزاء: ٹکڑے کردینا۔ محدد: تیز دھار دار۔ خشب: لکڑی۔ ماثم: گناہ واحد مَاثَمَۃ۔ قود: قصاص۔

ترجمہ: قتل عمد یہ ہے کہ مارنے کا ارادہ کرے ہتھیار سے یا اس چیز سے جو ہتھیار کے قائم مقام ہو اجزاء کے ٹکڑے ٹکڑے کردینے میں جیسے دھاردار لکڑی اور دھاردار پتھر اور آگ سے اس کی سزا گناہ ہے اور قصاص مگر یہ کہ معاف کردیں مقتول کے اولیاء اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: ماقبل میں مصنفؒ نے قتل کی پانچ قسمیں بیان فرمائیں یہاں سے قتل عمد کا تفصیلی بیان ہے چنانچہ فرمایا کہ جب کسی انسان کو مارنے کا ارادہ ہو اور اس کے لئے ایسا ہتھیار استعمال کیا جائے جو قتل کرنے والا ہے تو یہ قتل عمد ہے جیسے تلوار ریوالور بندوق، توپ، وغیرہ اور جیسے دھاردار لکڑی، دھاردار پتھر اور جیسے آگ لیکن اگر وزنی چیز سے کسی کو قتل کردیا گیا مثلاً بڑا پتھر یا بڑی لاٹھی تو یہ قتل عمد نہیں ہوگا بلکہ قتل شبہ عمد ہوگا لہٰذا اس میں قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت واجب ہوگی یہ امام صاحبؒ کا مشہور مذہب ہے۔

امام صاحب کا صحیح مذہب: لیکن امام صاحبؒ کے اس مذہب کو سمجھنے میں اکثر غلطی ہوجاتی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قتل عمد کا تعلق انسان کے اپنے دل کے ارادے سے ہے اور دل کا ارادہ ایسی چیز ہے جو پوشیدہ ہے اس لئے ہم اس آلہ کے ذریعہ استدلال کریں گے جو آلہ اس نے استعمال کیا لہٰذا اگر اس شخص نے قتل کرنے کے لئے تلوار چھری وغیرہ استعمال کی تو ہم یہی سمجھیں گے کہ اس نے جان بوجھ کر قتل کیا اس لئے کہ یہ آلات قتل ہی کے لئے استعمال ہوتے ہیں تادیب کے لئے استعمال نہیں ہوتے لہٰذا ان آلات کے استعمال میں قتل کے علاوہ کوئی اور احتمال نہیں ہے اس لئے ہم کہیں گے کہ یہ قتل عمد ہوا برخلاف لاٹھی اور پتھر کے کہ یہ اصلاً قتل کرنے کے لئے وضع نہیں ہوئے بلکہ یہ آلات تادیب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تو ان آلات میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ قتل کرنا مقصود ہو یا صرف چوٹ مارنی مقصود ہو اس لئے شبہ پیدا ہوگیا اس شبہ کی وجہ سے قتل عمد ثابت نہ ہوگا یہ اس وقت ہے جب قاتل خود اس بات کا اقرار نہ کرے کہ میرا قتل کا ارادہ تھا لیکن اگر وہ اقرار کرلے اور پھر اس نے قتل میں لاٹھی یا پتھر استعمال کیا ہو تو اس صورت میں امام کے نزدیک بھی قتل عمد ہوگا آگے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ یہ تین چیزوں کو واجب کرتا ہے (۱) گناہ کبیرہ (۲) قصاص (۳) میراث سے محروم ہونا۔ اور قتل عمد میں کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ قتل عمد کے تذکرہ کے وقت قرآن میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح قتل خطاء میں کفارہ لازم ہوتا ہے ایسے ہی قتل عمد میں بھی کفارہ ہوگا کیوں کہ قتل عمد قتل خطاء سے بڑا ہے۔

قتل عمد سے گناہ ہوگا اس کا ثبوت اس آیت میں ہے ومن یقتل مومنا متعمداً الخ جس نے مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کا بدلہ دوزخ ہے اور قتل عمد کا بدلہ قصاص ہے اللہ نے فرمایا: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اور قاتل کے وراثت سے محروم ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اگر قتل کے باوجود میراث کا حقدار باقی رہتا تو بہت سے وارثین اپنے مورثین کو قبل الوقت قتل کرکے وراثت حاصل کرلیتے اس لئے ہر اس قتل کی وجہ سے محرومیت ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہو، اور قتل عمد میں ولی قصاص کو معاف کرنے کا بھی حق ہے

اور معاف کرنا افضل ہے اور اس پر اجر کا وعدہ ہے۔

(۳/۲۲۰۶)وَشِبْهُ الْعَمَدِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنْ یَتَعَمَّدَ الضَّرْبَ بِمَا لَیْسَ بِسِلَاحٍ وَلَا مَا اُجْرِیَ مَجْرَاهُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اِذَا ضَرَبَهُ بِحَجَرٍ عَظِیْمٍ اَوْ بِخَشَبَةٍ عَظِیْمَةٍ فَهُوَ عَمَدٌ وَشِبْهُ الْعَمَدِ اَنْ یَتَعَمَّدَ ضَرْبَهُ بِمَا لَایَقْتُلُ بِهٖ غَالِباً وَ مُوْجَبُ ذَالِكَ عَلَی الْقَوْلَیْنِ الْمَاْثَمُ وَالْكَفَّارَةُ وَلَا قَوْدَ فِیْهِ وَفِیْهِ دِیَةٌ مُغَلَّظَةٌ عَلَی الْعَاقِلَةِ.

حل لغات: دیة: جمع دیات خون بہا، دیة میں تا واؤ کے عوض میں ہے کیوں کہ یہ ودی سے مشتق ہے۔

عاقله: خاندان کے لوگ، باپ کی طرف سے رشتہ دار۔

ترجمه: اور شبہ عمد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ ارادہ کرے مارنے کا ایسی چیز سے جو نہ ہتھیار ہو اور نہ قائم مقام ہتھیار ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مارے آدمی کو بھاری پتھر یا بڑی لکڑی سے تو وہ عمد ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ ارادہ کرے مارنے کا ایسی چیز سے جس سے عموماً آدمی نہیں مرتا اور اسکی سزا دونوں قولوں پر گناہ ہے اور کفارہ اور اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت مغلظہ ہے عاقلہ پر۔

تشریح: یہاں سے قتل شبہ عمد کا بیان ہے قتل عمد اور شبہ عمد سے متعلق امام صاحب کے نزدیک تفصیل ماقبل میں آچکی ہے جمہور فقہاء، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جس چیز سے عموماً قتل نہ کیا جاتا ہو اس سے قصداً مارنے سے شبہ عمد ہوگا ورنہ اگر چہ ہتھیار نہ ہو لیکن اس کے استعمال سے موت واقع ہو جاتی ہو تو ایسی چیز سے مارنے سے قتل عمد ہوگا لہذا لاٹھی وغیرہ سے اگر مارا تو بھی قتل عمد ہوگا اور بھاری پتھر سے اگر مارا تب بھی قتل عمد ہوگا البتہ اگر چھڑی سے مارا تو شبہ عمد ہے پھر آگے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جس انداز سے بھی قتل شبہ عمد ثابت ہو جائے چار چیزوں کو واجب کرتا ہے۔

(۱) گناہ کبیرہ (۲) کفارہ (۳) دیت مغلظہ (۴) میراث سے محروم ہونا۔

دیت کی تفصیل تو آگے کتاب الدیات میں آرہی ہے مختصراً اتنا ذہن نشین فرمالیں کہ دیت کی تعداد ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم یا دو سو گائیں یا ایک سو اونٹ ۲۵ ایک سال کے ہوں ۲۵ دو سال کے ۲۵ تین سال کے ۲۵ چار سال کے۔

موجودہ دور میں صاحبین کے قول پر فتوی مناسب ہے:

اگر چہ امام صاحبؒ کا اصل مذہب یہی ہے کہ بھاری چیز سے قتل کرنے میں قصاص نہیں ہوتا لیکن جمہور کا مذہب بھی مضبوط اور قوی ہے اور جس طرح ہمارے زمانہ میں قتل اور غارت گری کا بازار گرم ہے اس میں مجرموں کی حوصلہ شکنی اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اگر جمہور فقہاء کا مذہب اختیار کیا جائے تو مناسب ہے، چناں چہ متأخرین حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو زہر پلا کر ہلاک کر دے تو امام صاحب کے اصل مذہب میں قصاص نہیں ہے

کیوں کہ قاتل نے زہر پلایا ہے دھاردار آلہ استعمال نہیں کیا اس لئے قتل عمد نہیں ہے بلکہ شبہ عمد ہے لیکن متاخرین حنفیہ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے کہا کہ موجودہ زمانہ میں جرائم کا قلع قمع کرنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے اور زہر پلانے والے آدمی سے بھی قصاص لیا جائے لہٰذا جس طرح زہر کے مسئلہ میں متاخرین حنفیہ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہے اس طرح اگر ہمارے زمانہ میں مطلقاً انہیں کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے یہ کہا جائے کہ اگر کوئی شخص جب بھی کوئی ایسا آلہ استعمال کرے گا جس سے ہلاکت غالب ہو تو اس کو قتل عمد ہی قرار دیا جائے گا تو ایسا کرنا مناسب ہوگا تا کہ صحیح معنی میں مجرموں کی سرکوبی ہو سکے۔ (ماخوذ درس ترمذی ۵/۱۴۱)

(۴/۲۲۰۷)**وَالْخطأُ عَلٰى وَجْهَيْنِ خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ وَهِيَ اَنْ يَرْمِيَ شَخْصًا يَظُنُّهُ صَيْداً فَاِذَا هُوَ اٰدَمِيٌّ وَخَطأٌ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ اَنْ يَرْمِيَ غَرَضاً فَيُصِيْبَ اٰدَمِيّاً وَمُوْجَبُ ذَالِكَ الْكَفَّارَةُ وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَا مَأْثَمَ فِيْهِ.**

حل لغات: یَرْمِي: مضارع رمیاً تیر مارنا۔ صید: شکار۔

ترجمہ: اور قتل خطا دو قسم پر ہے (۱) غلطی ارادے میں اور وہ یہ کہ تیر مار دے کسی آدمی کو شکار سمجھ کر اور ہو وہ آدمی (۲) غلطی فعل میں اور وہ یہ ہے کہ تیر مارے نشانہ پر اور وہ لگ جائے آدمی کے اور اسکی سزا کفارہ ہے اور دیت ہے عاقلہ پر اور اس میں گناہ نہیں ہے۔

تشریح: تیسری قسم قتل خطاء ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک ارادہ کی خطاء دوسرے فعل کی خطاء اول کی مثال جیسے مار رہا تھا ہرن کو مگر وہ آدمی نکلا یہ ارادہ کی خطاء ہے، ثانی کی مثال جیسے کسی نشانہ پر تیر مارا مگر وہاں نہیں لگا بلکہ کسی آدمی کو لگ گیا یہ فعل کی خطاء ہے بہر حال حکم دونوں کا ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ قتل خطاء تین چیزوں کو واجب کرتا ہے (۱) کفارہ (۲) دیت مغلظہ (۳) حرمان المیراث اس قتل خطاء میں گناہ نہیں ملے گا کیوں کہ جان کر قتل نہیں کیا بلکہ غلطی سے قتل ہوا۔

(۵/۲۲۰۸)**وَمَا اُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطأِ مِثْلُ النَّائِمِ يَنْقَلِبُ عَلٰى رَجُلٍ فَيَقْتُلُهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْخَطأِ.**

ترجمہ: اور جو قتل خطاء کے قائم مقام ہے مثلاً سونے والا کسی شخص پر پلٹ جائے اور اس کو مار ڈالے اس کا حکم قتل خطا کا حکم ہے۔

تشریح: قتل کی چوتھی قسم قائم مقام خطا ہے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے مصنفؒ نے فرمایا کہ جیسے آدمی سو رہا تھا اس نے کروٹ لی اس کے نیچے ایک آدمی دب گیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا اس کا حکم قتل خطاء کی طرح ہے یعنی اس میں کفارہ لازم ہوگا اور دیت خطا لازم ہوگی اور قاتل میراث سے محروم ہوگا۔

(۶/۲۲۰۹)**وَاَمَّا الْقَتْلُ بِسَبَبٍ كَحَافِرِ الْبِئْرِ وَوَاضِعِ الْحَجَرِ فِيْ غَيْرِ مِلْكِهٖ وَمُوْجَبُهٗ اِذَا تَلِفَ فِيْهِ**

آدمِيٌّ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلاَ كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

حل لغات: حافر: اسم فاعل باب (ض) حفر اکھودنا۔ بئر: کنواں جمع ابار۔

ترجمہ: اور بہر حال قتل سبب کے ذریعہ جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا دوسرے کی ملکیت میں اور اس کی سزا جب کہ مرجائے اس میں کوئی آدمی دیت ہے عاقلہ پر اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: پانچویں قسم قتل سبب ہے یعنی خود قتل نہیں کیا بلکہ ایسا سبب اختیار کیا جس سے آدمی گر کر مرجائے جیسے کسی نے ایسی زمین میں کنواں کھودا جو اس کی ملک نہیں ہے اس میں آدمی گر کر مر گیا ایسے ہی دوسرے کی زمین میں بڑا سا پتھر رکھ دیا جس سے ٹھوکر کھا کر آدمی مر گیا تو یہ قتل سبب ہوا، دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودے تو جرم ہے اور اپنی ملکیت میں مناسب جگہ پر کنواں کھودا اور اس میں آدمی گر کر مر گیا تو یہ جرم نہیں ہے اس کے کھودنے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی، اس کے بعد صاحب قدوریؒ نے قتل سبب کا حکم بیان کیا ہے وہ یہ کہ قتل سبب صرف دیت مغلظہ کو واجب کرتا ہے۔

(۲۲۱۰/۷) وَالْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُوْنِ الدَّمِ عَلَى التَّابِيْدِ إِذَا قُتِلَ عَمَداً.

ترجمہ: اور قصاص واجب ہوتا ہے ہر اس شخص کے قتل سے جس کا خون ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جب کہ وہ جان بوجھ کر قتل کیا جائے۔

تشریح: قتل عمد سے قصاص اس وقت واجب ہوگا جب کہ مقتول ایسا شخص ہو جس کا خون ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جیسے مسلمان یا ذمی ان کو کوئی جان بوجھ کر قتل کرے تو ان کے قتل کرنے پر قصاص واجب ہوتا ہے۔

محقون الدم کی قید سے وہ نکل گیا جس کا خون محفوظ نہ ہو جیسے کافر حربی مرتد باغی زانی۔

تابید کی قید سے مستأمن نکل گیا کیوں کہ اس کا خون اس وقت تک محفوظ ہے جب تک دار الاسلام میں ہے۔

(۲۲۱۱/۸) وَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْحُرُّ بِالْعَبْدِ.

ترجمہ: اور قتل کیا جائے گا آزاد کو آزاد کے بدلہ اور آزاد کو غلام کے بدلہ۔

ان لوگوں کا بیان جن سے قصاص لیا جاتا ہے یا نہیں لیا جاتا

تشریح: قاتل کو مقتول کے بدلہ قتل کیا جائے گا، مقتول خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک آزاد کو آزاد کے بدلہ، آزاد کو غلام کے بدلہ، غلام کو آزاد کے بدلہ اور غلام کے بدلہ غلام کو قتل کیا جائے گا شوافع کے نزدیک آزاد کو غلام کے بدلہ قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا باقی تین صورتوں میں شوافع کا مذہب بھی احناف کے مذہب کے مطابق ہے، مختلف فیہ مسئلہ میں ہماری دلیل ان دلائل کا عموم ہے جیسے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتول کے بارے میں اور جیسے وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس۔

(۹/۲۲۱۲) وَالْمُسْلِمِ بِالذِّمِّيِّ.

ترجمہ: اور (قتل کیا جائے گا) مسلمان ذمی کے بدلہ۔

تشریح: اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کو کافر حربی کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر مسلمان نے کافر ذمی کو قتل کر دیا تو ذمی کے بدلہ میں قصاصاً مسلمان کو قتل کیا جائیگا یا نہیں؟ اس بارے میں دو مذہب ہیں۔

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کو قتل کر دے تو مسلمان کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک کافر ذمی کو قتل کرنا بھی دنیاوی احکام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے جیسے مسلمان کو قتل کرنا لہٰذا جس طرح مسلمان کے قتل سے قصاص لازم آتا ہے ایسے ہی کافر ذمی کو قتل کرنے سے بھی قصاص لازم آجائے گا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: حدیث پاک ہے لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ (بخاری ج۲ ص:۱۰۲۱) کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، اس حدیث میں حربی اور ذمی کی کوئی تخصیص نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک ہوگا کہ نہ کافر حربی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا اور نہ کافر ذمی کے بدلہ میں۔

جواب: یہ الفاظ حضورؐ نے فتح مکہ کے دن جو خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمائے تھے اور فتح مکہ تک ذمی کافر ہوتے ہی نہ تھے صرف حربی کافر ہوتے تھے ذمی کافروں کا سلسلہ تو فتح مکہ کے بعد شروع ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث میں کافر سے حربی مراد ہے، ذمی کافر مراد نہیں ہے اور حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو حربی کافر کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

حنفیہ کی دلیل: حنفیہ کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ. اس آیت میں مسلمان یا کافر کی کوئی قید نہیں ہے نیز جب اسلامی حکومت نے ان کے جان و مال کی مسلمانوں کے جان و مال کی طرح ذمہ داری لے لی تو اب ان کی جان و مال میں دنیاوی احکام کے لحاظ سے کوئی فرق باقی نہ رہا تو مسلمان اور ذمی دونوں اس حکم میں برابر ہو گئے اس لئے دونوں کا ایک دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔

(۱۰/۲۲۱۳) وَلَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْمُسْتَأْمِنِ.

ترجمہ: اور مسلمان کو مستامن کے بدلہ قتل نہیں کیا جاوے گا۔

تشریح: کوئی کافر دار الکفر سے امن لے کر دار الاسلام میں آیا ہے اور اس کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا تو اس مستامن کے بدلہ مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر اس کے ملک سے عہد و پیمان ہے تو اس کی دیت دی جائے گی نیز اس کا خون ہمیشہ کے لئے محفوظ نہیں ہے اس لئے بھی مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔

(۱۱/۲۲۱۴) وَيُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ وَالْكَبِيرُ بِالصَّغِيرِ وَالصَّحِيحُ بِالْاَعْمٰى وَالزَّمِنِ.

ترجمہ: اور قتل کیا جائے گا مرد کو عورت کے بدلہ اور بڑا قتل کیا جائے گا چھوٹے کے بدلہ اور تندرست کو اندھے

کے بدلہ اور اپاہج کے بدلہ۔

تشریح: جب مساوات کا مدار اسلام اور دارالاسلام پر رکھا ہے تو جب یہ مدار پایا جائے وہیں قصاص لیا جائے گا خواہ مرد نے عورت کو قتل کیا ہو یا اس کے برعکس خواہ بالغ نے بچہ کو قتل کیا ہو اور خواہ تندرست آدمی نے اندھے اور اپاہج کو قتل کیا ہو۔

(۱۲/۲۲۱۵)　وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِابْنِهِ وَلَا بِعَبْدِهِ وَلَا بِمُدَبَّرِهِ وَلَا بِمُكَاتَبِهِ وَلَا بِعَبْدِ وَلَدِهِ.

ترجمہ: اور مرد اپنے بیٹے کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اپنے غلام کے بدلہ اور نہ اپنے مدبر کے بدلہ اور نہ اپنے مکاتب کے بدلہ اور نہ اپنے بیٹے کے غلام کے بدلہ۔

تشریح: اگر باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت لازم کی جائے گی یا آقا نے اپنے غلام کو قتل کر دیا تو غلام کے بدلہ آقا کو قتل نہیں کیا جائے گا البتہ دیت لازم ہوگی اور تعزیر کی جائے گی اور مدبر اور مکاتب کا بھی یہی حکم ہے کیوں کہ قصاص کا وارث بھی آقا ہے اور لیا بھی جارہا ہے آقا سے اور یہ باطل ہے اور اگر اپنے لڑکے کا غلام قتل کیا ہو تو بھی قصاص نہ ہوگا کیوں کہ بیٹا بھی باپ پر قصاص کا مستحق نہیں ہوسکتا حضرت سراقہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ باپ کو اس کے بیٹے سے قصاص دلواتے تھے لیکن بیٹے کو اس کے باپ سے قصاص نہیں دلواتے تھے یعنی اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا لیکن اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۱۳/۲۲۱۶)　وَمَنْ وَرِثَ قِصَاصاً عَلٰى اَبِيْهِ سَقَطَ.

حل لغت: قصاص: قاف کے کسرہ کے ساتھ مصدر ہے مقاصہ سے برابری یا 'قصاص' فعال کے وزن پر 'قص الاثر' سے ماخوذ ہے آہستہ آہستہ پیروی کرنا۔

ترجمہ: اور جو شخص وارث ہو جائے قصاص کا باپ پر تو وہ ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: اگر لڑکے کو حق قصاص میراث میں ملا تب بھی باپ سے قصاص نہ لیا جائے گا مثلاً ایک آدمی نے اپنے خسر کو قتل کر دیا اور قاتل کی بیوی کے علاوہ خسر کا کوئی وارث نہیں ہے اتفاق سے یہ بھی مرگئی تو ایسی صورت میں اس عورت کا لڑکا جو قاتل کے نطفہ سے ہے اس قصاص کا وارث ہوگا مگر یہ قصاص ساقط ہو جائے گا کیوں کہ والد کی عزت واحترام اس کو مانع ہے اور اگر بیٹے کے ساتھ دوسرے لوگ بھی وارث تھے تب بھی قتل ساقط ہو جائے گا کیوں کہ بعض اولیاء کی جانب سے قتل ساقط ہو جانے سے پورے کی جانب سے ساقط ہو جائے گا۔

(۱۴/۲۲۱۷)　وَلَا يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ اِلَّا بِالسَّيْفِ.

حل لغت: یستوفی وصول کرنا۔

ترجمه: اور نہیں لیا جائے گا قصاص مگر تلوار سے۔

تشریح: اس عبارت میں صاحب کتاب یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قاتل سے کس طرح قصاص لیا جائے اس بارے میں دو مذہب ہیں۔

(۱) حنفیہ کے نزدیک صرف ہتھیار سے قصاص لیا جائے گا خواہ تلوار ہو یا بندوق۔

(۲) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ قاتل کو بھی اسی طریقہ سے قتل کیا جائے گا جس طریقہ سے اس نے مقتول کو قتل کیا تھا مثلاً اگر قاتل نے خنجر سے قتل کیا تھا تو قاتل کو بھی خنجر ہی سے قتل کیا جائے گا گویا کہ جو فعل قاتل نے کیا تو قاتل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے گا مگر یہ کہ وہ فعل غیر مشروع ہو تو اس صورت میں قصاص بالمثل نہیں لیا جائے گا بلکہ تلوار سے لیا جائے گا مثلاً کوئی شخص دوسرے کو لواطت کے ذریعہ یا زنا کر کے یا سرین میں لاٹھی یا نیزہ گھسا کر یا عورت کی شرمگاہ میں نیزہ گھسا کر مار دے تو ان صورتوں میں ائمہ ثلاثہ بھی مساوات کے قائل نہیں ہیں۔

دلیل: حدیث میں ہے کہ ایک باندی کو یہودی نے پتھر سے کچل کر مارا تھا تو حضور نے یہودی کو پتھر سے کچل کر قصاص لیا۔　　(بخاری ج ۲، ص ۱۰۱۶، باب من اقاد بالحجر)

جواب: اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیراً اور سیاستاً اسی طرح قتل کرنے کو مناسب سمجھا کیوں کہ اس بچی کے ساتھ بڑی سخت زیادتی ہوئی تھی اس لئے لوگوں کو عبرت دلانے کے لئے تعزیراً اس کا سر کچلنے کا حکم دیا ورنہ اصل حکم یہ نہیں تھا۔

حنفیه کی دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **لاقود الا بالسیف** کہ قصاص تلوار یعنی ہتھیار سے لیا جائے۔

(۲۲۱۸/۱۵)　وَاِذَا قُتِلَ الْمُکَاتَبُ عَمَداً وَلَیْسَ لَهٗ وَارِثٌ اِلَّا الْمَوْلٰی فَلَهُ الْقِصَاصُ اِنْ لَّمْ یَتْرُكْ وَفَاءً.

ترجمه: اور جب قتل کر دیا گیا مکاتب جان بوجھ کر اور اس کا کوئی وارث نہیں آقا کے علاوہ تو اس کے لئے قصاص لینے کا حق ہے اگر نہ چھوڑے مکاتب مال۔

مسئلہ قتل مکاتب

تشریح: مکاتب کو کسی نے جان بوجھ کر قتل کر دیا اور آقا کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو اور مکاتب کے پاس اتنا مال بھی نہیں تھا کہ پورا بدل کتابت ادا کر سکے اور آزاد ہو کر مر سکے تو ایسی صورت میں آقا کو قصاص لینے کا حق ہے کیوں کہ

جب مکاتب بدل کتابت چھوڑے بغیر مر گیا تو کتابت فسخ ہوگئی اور وہ غلامی کی حالت میں مرا اور آقا کے علاوہ کوئی وارث بھی نہیں ہے اس لئے صرف آقا کو قصاص لینے کا حق ہوگا۔

(۱۶/۲۲۱۹) وَاِنْ تَرَکَ وَفَاءً وَ وَارِثُهٗ غَیْرَ الْمَوْلٰی فَلَا قِصَاصَ لَهُمْ وَاِنِ اجْتَمَعُوْا مَعَ الْمَوْلٰی.

ترجمہ: اور اگر مال چھوڑے اور اس کا وارث ہے آقا کے علاوہ تو ان کے لئے قصاص کا حق نہیں ہے اگرچہ ورثاء آقا کے ساتھ جمع ہو جائیں۔

تشریح: مکاتب کو کسی نے جان کر قتل کیا اور اس نے مال کتابت ادا کرنے کے لئے پورا مال چھوڑا تھا اور آقا کے علاوہ دوسرے لوگ ورثاء موجود تھے تو اس صورت میں نہ آقا قصاص لے سکے گا اور نہ ورثاء قصاص لے سکیں گے بالاتفاق قصاص ساقط ہو کر دیت لازم ہوگی کیوں کہ اس مکاتب کے آزاد یا غلام ہو کر مرنے میں صحابہ کا اختلاف ہے اس لئے قصاص ختم کر دیا گیا۔

(۱۷/۲۲۲۰) وَاِذَا قُتِلَ عَبْدُ الرَّهْنِ لَا یَجِبُ الْقِصَاصُ حَتّٰی یَجْتَمِعَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ.

ترجمہ: اور جب قتل کر دیا گیا مرہون غلام تو نہیں واجب ہوگا قصاص یہاں تک کہ جمع ہو جائیں راہن اور مرتہن۔

مسئلہ عبدِ مرہون

تشریح: اگر غلام مرہون جان بوجھ کر مرتہن کے قبضہ میں قتل کر دیا گیا تو تنہا راہن کو یا تنہا مرتہن کو قصاص لینے کا حق نہ ہوگا بلکہ دونوں کا جمع ہونا شرط ہے تنہا مرتہن اس سے قصاص نہیں لے سکتا کہ اس کا غلام نہیں ہے غلام تو راہن کا ہے اور تنہا راہن اس لئے نہیں لے سکتا کہ اس سے مرتہن کا حق ضائع ہوگا، اس لئے مرتہن اس بات پر راضی ہو کہ میں اپنا حق ساقط کرتا ہوں آپ قصاص لے لیں تب راہن قصاص لے سکتا ہے اس لئے راہن اور مرتہن دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔

(۱۸/۲۲۲۱) وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا عَمَدًا فَلَمْ یَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰی مَاتَ فَعَلَیْهِ الْقِصَاصُ.

ترجمہ: کسی نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر زخمی کر دیا اور وہ مسلسل صاحب فراش رہا یہاں تک کہ مر گیا تو اس پر قصاص ہے۔

تشریح: زید نے عمر کو زخمی کر دیا اور اس زخم کی وجہ سے عمر ایک ماہ مثلاً صاحب فراش ہو گیا اور موت تک اسی حال میں رہا پھر مر گیا تو زید سے قصاص لیا جائے گا کیوں کہ زخمی کرنے کے بعد ٹھیک نہیں ہوا اسی حال میں مر گیا تو زخم ہی

مرنے کا سبب بنا اس لئے قصاص لیا جائے گا۔

(۱۹/۲۲۲۲) وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ عَمَدًا مِنَ الْمِفْصَلِ قُطِعَتْ يَدُهُ وَكَذَالِكَ الرِّجْلُ وَ مَارِنُ الْاَنْفِ وَالْاُذُن.

حل لغات: المفصل: جوڑ، مارن: ناک کا نرم حصہ۔

ترجمه: جس کسی نے ہاتھ کاٹا جان بوجھ کر جوڑ سے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور ایسے ہی پاؤں اور ناک کا نرم حصہ اور کان۔

جان کے علاوہ کے قصاص کا بیان

تشریح: اگر کسی نے دوسرے کا کوئی عضو کاٹا تو بعض صورتوں میں قصاص ہوتا ہے اور بعض میں نہیں اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس صورت میں برابری ممکن ہو وہاں قصاص ہوگا اور جہاں ممکن نہ ہو وہاں قصاص نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی، مثلاً ہاتھ گٹے سے کاٹا ہو یا کہنی سے یا پیر ٹخنہ سے یا گھٹنے سے تو دوسرے کا بھی اتنا ہی کاٹا جا سکتا ہے اسی طرح کان میں اور ناک کے نرم حصہ میں مماثلت ہو سکتی ہے لہٰذا ان میں قصاص ہوگا۔

(۲۰/۲۲۲۳) وَمَنْ ضَرَبَ عَيْنَ رَجُلٍ فَقَلَعَهَا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ فَاِنْ كَانَتْ قَائِمَةً وَذَهَبَ ضَوْءُهَا فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ تُحْمٰى لَهُ الْمِرْاٰةُ وَيُجْعَلُ عَلٰى وَجْهِهٖ قُطْنٌ رَطْبٌ وَ تُقَابَلُ عَيْنُهُ بِالْمِرْاٰةِ حَتّٰى يَذْهَبَ ضَوْءُهَا.

حل لغات: تحمٰی: گرم کیا جائے حمی یحمی سے مشتق ہے۔ المراۃ: آئینہ شیشہ۔ ضوء: روشنی۔

ترجمه: اور جس نے مارا کسی کی آنکھ پر اور اس کو باہر نکال دیا تو اس پر قصاص نہ ہوگا اگر آنکھ قائم ہو اور اس کی روشنی چلی گئی تو اس پر قصاص ہوگا (اس طرح) کہ گرم کیا جائے اس کے لئے آئینہ اور رکھدی جائے اس کے چہرہ پر گیلی روئی اور اس کی آنکھ کے سامنے آئینہ کیا جائے تو اس کی بینائی ختم ہو جائے گی۔

تشریح: ماقبل میں یہ قاعدہ آچکا ہے کہ جہاں مماثلت ممکن ہوگی وہاں قصاص ہوگا اور جہاں مماثلت ممکن نہ ہوگی تو وہاں قصاص واجب نہ ہوگا لہٰذا اگر کسی نے کسی کی آنکھ پر مارا جس کی وجہ سے اس کی آنکھ باہر نکل گئی تو یہاں مماثلت ممکن نہیں ہے اس لئے قصاص نہ ہوگا اور اگر آنکھ موجود ہے صرف اس کی روشنی ختم ہوگئی ہے تو یہاں مماثلت ممکن ہے اور وہ یہ کہ جونسی آنکھ سے قصاص نہیں لینا اس کو باندھ دیا جائے اور چہرہ پر بھیگی ہوئی روئی لپیٹ دی جائے اور گرم صاف آئینہ اس کی اس آنکھ کے سامنے کیا جائے جس کی بینائی ختم کرنی ہے اس طریقہ سے بینائی ختم ہو جائے گی اور چہرہ اور دوسری آنکھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

(۲۱/۲۲۲۴) وَفِي السِّنِّ الْقِصَاصُ وَ فِي كُلِّ شَجَّةٍ يُمْكِنُ فِيهَا الْمُمَاثَلَةُ الْقِصَاصُ وَلَا قِصَاصَ فِي عَظْمٍ اِلَّا فِي السِّنِّ.

ترجمه: دانت میں قصاص ہے اور ہراس زخم میں جس میں برابری ممکن ہو قصاص ہے ہڈی میں قصاص نہیں سوائے دانت کے۔

تشریح: اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تو اس میں قصاص ہوگا قرآن میں صاف حکم موجود ہے، 'السن بالسن' کہ دانت کے بدلہ میں دانت ہے اور جن زخموں میں برابری ممکن ہو ان میں قصاص لیا جائے گا آگے فرماتے ہیں کہ کسی بھی ہڈی میں دانت کے علاوہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(۲۲/۲۲۲۵) وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ شِبْهُ عَمَدٍ وَاِنَّمَا هُوَ عَمَدٌ اَوْ خَطَأٌ.

ترجمه: اور جان کے علاوہ (ہاتھ پاؤں وغیرہ) میں شبہ عمد نہیں ہے وہ تو عمداً ہے یا خطاء۔

تشریح: جان سے مارنے میں شبہ عمد کا وقوع ہوتا ہے کیوں کہ آدمی کو دھار دار چیز سے نہ مارے بلکہ غیر دھار دار سے مارے تو شبہ عمد ہوگا لیکن جان کے علاوہ جتنے زخم ہیں ان میں دھار دار کے علاوہ سے بھی زخمی کرے گا تو شبہ عمد نہیں ہوگا بلکہ زخم عمد ہوگا یا زخم خطاء ہوگا کیوں کہ اگر جان کر زخمی کیا تو زخم عمد اور غلطی سے زخمی کیا تو زخم خطاء ہوگا۔

(۲۳/۲۲۲۶) وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ وَلَا بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ وَلَا بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ.

ترجمه: اور قصاص نہیں ہے مرد اور عورت کے درمیان نفس کے علاوہ میں اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان۔

تشریح: مرد نے عورت کو قتل کر دیا تو مرد سے قصاص لیا جائے گا ایسے ہی آزاد نے غلام کو مار دیا یا ایک غلام نے دوسرے غلام کو مار دیا لیکن اگر کوئی مرد عورت کا ہاتھ پاؤں یا ناک کاٹ دے یا آزاد آدمی غلام کا یا ایک غلام دوسرے غلام کا تو ان میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت لازم ہوگی کیوں کہ اعضاء کے ساتھ اموال کا سا برتاؤ ہوتا ہے اس لئے مماثلت شرط ہے اور مذکورین کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہے مثلاً مرد کے ہاتھ کی قیمت شریعت نے ۵۰۰ دینار مقرر کی ہے اور عورت کے ہاتھ کی قیمت ۲۵۰ دینار مقرر کی ہے بہر حال جب تفاوت ہے تو مذکورہ تمام صورتوں میں قصاص نہ ہوگا۔

(۲۴/۲۲۲۷) وَيَجِبُ الْقِصَاصُ فِي الْاَطْرَافِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ.

ترجمه: اور قصاص واجب ہے اعضاء میں مسلمان اور کافر کے درمیان۔

تشریح: عبارت میں کافر سے مراد ذمی ہے مسلمان اور ذمی کے ہاتھ کی قیمت شریعت نے ایک رکھی ہے لہٰذا

مساوات کی وجہ سے قصاص واجب ہوگا۔

(۲۲۲۸/۲۵) وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ اَوْجَرَحَهُ جَائِفَةً فَبَرأَ مِنْهَا فَلاَقِصَاصَ عَلَيْهِ.

حل لغات: جَائِفَةٌ: پیٹ کے اندر پہنچا ہوا زخم۔ فبرأ: ٹھیک ہوگیا۔

ترجمہ: جس نے کسی کا ہاتھ کاٹا آدھے بازو سے یا زخم لگایا پیٹ کے اندر تک پھر وہ اس سے اچھا ہوگیا تو اس پر قصاص نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے دو مسئلے بیان کئے ہیں (۱) اگر کسی نے کسی کی نصف کلائی کاٹ دی تو یہاں قصاص نہ ہوگا بلکہ اس کی دیت لازم ہوگی اسی طرح پیٹ میں گہرا زخم لگایا پھر وہ زخم ٹھیک ہوگیا تو قصاص کے طور پر پیٹ میں گہرا زخم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس کی دیت لازم ہوگی۔

دلیل: ہاتھ کٹنے کے بعد ٹھیک ہونا ضروری نہیں ہے اب اس قسم کا قصاص کہ کلائی سے ہاتھ کاٹے پھر وہ ٹھیک بھی ہو جائے یہ ممکن نہیں ہے اور قصاص میں برابری ضروری ہے یہی حال پیٹ کے زخم کا ہے۔

(۲۲۲۹/۲۶) وَاِذَا كَانَ يَدُ الْمَقْطُوْعِ صَحِيْحَةً وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ اَوْنَاقِصَةَ الْاَصَابِعِ فَالْمَقْطُوْعُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَطَعَ الْيَدَ الْمَعِيْبَةَ وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهَا وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الْاَرْشَ كَامِلاً.

حل لغات: شلاء: خشک شدہ لنجا۔ المعیبة: عیب دار۔ الارش: جان کے علاوہ اعضاء واطراف میں جنایت کی وجہ سے جو لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور جب کہ کاٹا ہوا ہاتھ صحیح ہو اور کاٹنے والے کا ہاتھ لنجا ہو یا انگلی ناقص ہو تو جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اسے اختیار ہے اگر چاہے تو عیب دار ہاتھ کو کاٹ دے اور اس کے لئے اس عیب دار ہاتھ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اگر چاہے پوری دیت لے لے۔

قصاص کے باقی احکام

تشریح: زید کا ہاتھ صحیح سالم تھا اور خالد کا ہاتھ لنجا ہے یا اس کی انگلی خراب ہے صورت یہ ہوئی کہ خالد نے زید کا ہاتھ کاٹ دیا تو اب زید کیا کرے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ زید کو دو اختیار ہیں (۱) اگر زید چاہے تو خالد کا ہاتھ جیسا بھی ہے اسی کو کاٹ دے اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس کا حق ادا ہوگیا اس لئے اس کو دیت نہیں ملے گی یا عیب دار ہاتھ کی کچھ رقم نہیں ملے گی (۲) زید کو اختیار ہے کہ شل ہاتھ کو نہ کاٹے بلکہ اپنے ہاتھ کی پوری دیت وصول کرلے۔

(۲۲۳۰/۲۷) وَمَنْ شَجَّ رَجُلاً فَاسْتَوْعَبَ الشَّجَّةُ مَابَيْنَ قَرْنَيْهِ وَهِيَ لَاتَسْتَوْعِبُ مَابَيْنَ قَرْنَيِ

الشَّاجِّ فَالْمَشْجُوْجُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اقْتَصَّ بِمِقْدَارِ شَجَّتِهٖ يَبْتَدِئُ مِنْ اَيِّ الْجَانِبَيْنِ شَاءَ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الْاَرْشَ كَامِلًا.

حل لغات: شج: ماضی باب (ن، ض) شجاً: زخمی کرنا، توڑنا پھوڑنا۔ الشجة: سر کا زخم۔ قرنیه: قرن کا تثنیہ ہے انسان کے سر کا وہ حصہ جہاں پر جانور کو سینگ نکلتا ہے۔ تستوعب: مضارع باب استفعال گھیرنا۔ شاج: سر کو زخمی کرنے والا۔ مشجوج: جس کا سر زخمی کیا گیا ہے۔

ترجمه: جس نے کسی شخص کا سر پھوڑ دیا پس زخم نے سر کی دونوں جانبوں کو گھیر لیا اور یہ زخم پھوڑنے والے کی دونوں جانبوں کو نہیں گھیرتا تو زخمی شدہ آدمی کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قصاص لے لے اپنے زخم کی مقدار اور شروع کرے جس جانب سے چاہے اور اگر چاہے تو پوری دیت لے لے۔

تشریح: زید کا سر چھوٹا ہے مثلاً چوڑائی میں داہنی جانب سے بائیں جانب تک کل پانچ انچ ہے اور عمر کا آٹھ انچ اب عمر نے زید کا سر پھوڑا اور اتنا زخمی کر دیا کہ پورے پانچ انچ کو محیط ہو گیا اب زید قصاص لینا چاہتا ہے تو عمر کے سر میں سے پانچ انچ زخمی کرے تاکہ برابر ہو جائے اور چاہے دائیں جانب سے شروع کرے یا بائیں جانب سے اور اگر زخمی نہیں کرنا چاہتا تو پوری دیت لے لے۔

(۲۲۳۱/۲۸) وَلَاقِصَاصَ فِي اللِّسَانِ وَلَا فِي الذَّكَرِ اِلَّا اَنْ يَقْطَعَ الْحَشْفَةَ.

ترجمه: اور نہیں ہے قصاص زبان میں اور نہ عضو تناسل میں مگر یہ کہ کاٹ دے حشفہ۔

تشریح: زبان اور ذکر لمبے ہوتے ہیں اور سکڑتے ہیں اس لئے ان کو برابر سرابر کاٹنا ممکن نہیں ہے اس لئے ان میں قصاص نہ ہوگا بلکہ دیت ہے ہاں اگر کسی نے کسی کا حشفہ کاٹ دیا تو یہ جگہ جانی پہچانی ہے لہٰذا قصاص لیا جائے گا۔

(۲۲۳۲/۲۹) وَاِذَا اصْطَلَحَ الْقَاتِلُ اَوْلِيَاءَ الْمَقْتُوْلِ عَلٰى مَالٍ سَقَطَ الْقِصَاصُ وَوَجَبَ الْمَالُ قَلِيْلًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا.

حل لغات: اصطلح: ماضی صلح کرلی۔

ترجمه: اور جب صلح کر لے قاتل مقتول کے اولیاء سے کسی مال پر تو ساقط ہو جائے گا، قصاص اور واجب ہوگا مال کم ہو یا زیادہ ہو۔

تشریح: قاتل نے جان کر کسی کو قتل کیا تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم تھا لیکن قاتل نے مقتول کے اولیاء سے مال پر صلح کر لی تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور قاتل پر وہ مال لازم ہوگا جو صلح میں طے ہوا وہ مال دیت کاملہ سے کم ہو یا زیادہ ہو۔

(۲۲۳۳/۳۰) فَاِنْ عَفَا اَحَدُ الشُّرَكَاءِ مِنَ الدَّمِ اَوْ صَالَحَ مِنْ نَصِيْبِهٖ عَلٰى عِوَضٍ سَقَطَ حَقُّ

الْبَاقِيْنَ مِنَ الْقِصَاصِ وَكَانَ لَهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِنَ الدِّيَةِ.

ترجمہ: پھر اگر معاف کردے کوئی شریک خون یا صلح کرلے اپنے حصہ کی طرف سے کسی عوض پر تو ساقط ہوجائے گا باقی لوگوں کا حق قصاص سے اور ہوگا ان کا حصہ دیت سے۔

تشریح: مقتول کے ورثاء میں سے کسی ایک نے اپنا حصہ معاف کردیا یا اپنے حصہ کے بدلہ قاتل سے صلح کرلی تو سب کا حق قصاص ساقط ہوجائے گا اور باقی ورثاء کا حق مال دیت کی طرف منتقل ہوجائے گا اب جن ورثاء نے نہ قصاص معاف کیا نہ صلح کی تو وہ اپنا حصہ دیت سے پائیں گے، قصاص چوں کہ اولیاء کا حق ہے جس کی وجہ سے اولیاء کو حق ہے کہ اپنا حق مفت میں معاف کردیں یا کچھ عوض لے کر معاف کردیں۔

(۳۱/۲۲۳۴) وَاِذَا قَتَلَ جَمَاعَةٌ وَاحِداً عَمَداً اُقْتُصَّ مِنْ جَمِيْعِهِمْ.

ترجمہ: اگر قتل کردے ایک جماعت ایک آدمی کو جان بوجھ کر تو قصاص لیا جائے گا ان سب سے۔

تشریح: مقتول ایک ہے اور قاتل متعدد ہیں تو سب کو قصاص میں قتل کردیا جائے گا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر سارے آسمان والے اور سارے زمین والے کسی ایک مومن کے خون کرنے میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں گرادے گا۔ (ترمذی باب الحکم فی الدماء) مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے قتل میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہوں اور ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اس قتل کی وجہ سے جہنم کا عذاب دیگا معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کے قتل میں کئی افراد شریک ہوں تو سب سے قصاص لیا جائے گا۔

(۳۲/۲۲۳۵) وَاِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً فَحَضَرَ اَوْلِيَاءُ الْمَقْتُوْلِيْنَ قُتِلَ لِجَمَاعَتِهِمْ وَلَا شَئَ لَهُمْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قُتِلَ لَهُ وَسَقَطَ حَقُّ الْبَاقِيْنَ.

ترجمہ: اگر قتل کیا ایک آدمی نے ایک جماعت کو پس حاضر ہوگئے مقتولین کے اولیا، تو قتل کیا جائے گا اس کو پوری جماعت کے لئے اور کچھ نہیں ہے ان کے لئے اس کے علاوہ اور اگر ان میں سے کوئی ایک حاضر ہوا تو قتل کیا جائے گا اس کے لئے اور باقی لوگوں کا حق ساقط ہوجائے گا۔

تشریح: ایک آدمی نے بیس آدمیوں کو قتل کردیا اس لئے قصاص کا ذمہ دار وہی ہے تو اگر تمام اولیاء جمع ہوجائیں تب بھی قصاص میں یہی ایک قاتل سب کے لئے ہوگا اور اس کے قتل سے سب کا قصاص ادا ہوجائے گا، اور چوں کہ اس میں دیت بھی نہیں ہے، اس لئے باقی لوگوں کو دیت بھی نہیں ملے گی اور اگر ان میں سے کوئی ایک حاضر ہوا اور قصاص لے لیا گیا تو بھی باقی لوگوں کا حق ساقط ہوجائے گا، اب باقی مقتولین کے ورثاء کو کچھ نہ ملے گا، اور نہ وہ کسی کو قتل کرسکیں گے۔

(۳۳/۲۲۳۶) وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ فَمَاتَ سَقَطَ عَنْهُ الْقِصَاصُ.

ترجمہ: جس پر قصاص واجب تھا وہ مر گیا تو اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: جس قاتل پر قصاص واجب تھا اور دیت دینا طے نہیں ہوا تھا تو اگر وہ قاتل مر جائے تو قصاص بھی ساقط ہو جائے گا کیوں کہ جب قاتل ہی نہیں رہا تو قصاص کس سے لیا جائے؟

(۳۴/۲۲۳۷) وَاِذَا قَطَعَ رَجُلَانِ يَدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَلَا قِصَاصَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَعَلَيْهِمَا نِصْفُ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور جب کہ کاٹ دیا دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ تو ان دونوں میں سے کسی پر قصاص نہیں ہے بلکہ ان دونوں پر آدھی دیت ہوگی۔

تشریح: دو آمیوں نے چھری لے کر ایک شخص کے ہاتھ پر چلائی اور اس کا ہاتھ کٹ گیا تو ہمارے یہاں ان میں سے کسی ایک پر بھی قصاص نہ ہوگا البتہ دونوں پر ہاتھ کی دیت کا تاوان ہوگا، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے جیسے دو آدمی مل کر کسی ایک کو قتل کر دیں تو دونوں سے قصاص لیا جاتا ہے ایسے ہی یہاں بھی دونوں سے ہاتھ کا قصاص لیا جائے گا، ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر ایک نے کچھ ہاتھ کاٹا ہے کیوں کہ چھری پر دونوں کا ہاتھ ہے اور جب ہر ایک نے کچھ ہاتھ کاٹا ہے اور ان دونوں کو سزا یہ ملے کہ ان کا پورا پورا ہاتھ کٹے تو مماثلت ختم ہوگئی حالانکہ قصاص میں برابری ضروری ہے۔

(۳۵/۲۲۳۸) وَاِنْ قَطَعَ وَاحِدٌ يَمِيْنَیْ رَجُلَيْنِ فَحَضَرَا فَلَهُمَا اَنْ يَقْطَعَا يَدَهٗ وَيَاخُذَا مِنْهُ نِصْفَ الدِّيَةِ يَقْتَسِمَانِهَا نِصْفَيْنِ فَاِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا فَقَطَعَ يَدَهٗ فَلِلْآخَرِ عَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور اگر کاٹ دے ایک آدمی دو آدمیوں کے داہنے ہاتھ پھر وہ دونوں حاضر ہو گئے تو ان دونوں کو حق ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹیں اور اس سے آدھی دیت لے لیں جس کو وہ دونوں آدھی آدھی تقسیم کر لیں اور اگر ان میں سے ایک آیا اور اس کا ہاتھ کاٹ لیا تو دوسرے کے لئے اس پر آدھی دیت ہے۔

تشریح: ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دائیں ہاتھ کاٹ ڈالے اب کاٹنے والے کے پاس دو دائیں ہاتھ نہیں ہیں کہ ان کو کاٹا جائے اس لئے دونوں کو یہ حق ہوگا کہ کاٹنے والے کا دایاں ہاتھ کاٹ لے جس سے دونوں کا نصف نصف حق وصول ہو جائے گا اور باقی آدھے آدھے حق کے لئے کاٹنے والے سے ایک ہاتھ کی دیت جو آدھی دیت ہوتی ہے وہ لے لے اور آپس میں آدھی آدھی تقسیم کر لیں، اور اگر ایک نے آکر قصاص کے طور پر قاطع کا ہاتھ کاٹ لیا بعد میں دوسرا آیا تو اس کے لئے آدھی دیت ہوگی۔

(۲۲۳۹/۳۶) وَاِذَا اَقَرَّ الْعَبْدُ بِقَتْلِ الْعَمَدِ لَزِمَهُ الْقَوَدُ.

ترجمہ: اور جب اقرار کرلے غلام قتل عمد کا تو لازم ہوگا اس پر قصاص۔

تشریح: غلام قتل عمد کا اقرار کرتا ہے تو اس کا اقرار معتبر ہوگا یا نہیں اس میں امام زفر کا قول یہ ہے کہ اگر اس کا اقرار معتبر ہو جائے تو غلام کو قصاص میں قتل کردیا جائے گا اور آقا کا حق باطل ہو جائے گا اور جس اقرار میں آقا کا حق باطل ہوتا ہو وہاں اس کا اقرار معتبر نہیں ہوتا، ہمارا مذہب یہ ہے کہ اقرار صحیح ہے، اور غلام سے قصاص لیا جائے گا رہا آقا کے حق کا باطل ہونا تو وہ ضمنی چیز ہے، مقصود اصلی نہیں ہے۔

(۲۲۴۰/۳۷) وَمَنْ رَمٰى رَجُلاً عَمَداً فَنَفَذَ السَّهْمُ مِنْهُ اِلٰى آخَرَ فَمَاتَا فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ لِلْاَوَّلِ وَالدِّيَةُ لِلثَّانِيْ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ.

حل لغات: نفذ: آر پار ہوگیا۔ السهم: تیر۔

ترجمہ: کسی نے کسی شخص کو جان بوجھ کر تیر مارا وہ اس سے پار ہو کر دوسرے کے جا لگا اور دونوں مر گئے تو اس پر اول کے لئے قصاص اور دوسرے کے لئے اس کی برادری پر دیت ہے۔

تشریح: خالد نے ایک آدمی کو تیر مارا اس کو وہ تیر لگا اور اس کے بدن سے پار ہو کر دوسرے کو بھی لگا اور وہ بھی مر گیا اور اول بھی اب کیا حکم ہے؟

فرمایا پہلا قتل عمد ہے جان بوجھ کر تیر مارا ہے اس لئے اس کی وجہ سے قاتل پر قصاص لازم ہے اور دوسرا قتل خطاء ہے کیوں کہ اس کو مارنے کی نیت نہیں تھی اور قتل خطاء میں دیت واجب ہوتی ہے لہٰذا قتل اول کی وجہ سے قصاص واجب ہوگا اور قتل ثانی کی وجہ سے اس کی برادری پر دیت واجب ہوگی۔

كِتَابُ الدِّيَات

(یہ کتاب دیتوں کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: اولاً قصاص کو بیان فرمایا ہے پھر دیت کو کیوں کہ قصاص اصل ہے اس میں زندگی اور جان کی حفاظت ہے اور دیت خلیفہ کے مثل ہے قصاص کے اقوی ہونے کی وجہ سے اس کو مقدم کیا ہے۔ (رقم الحاشیہ (۱)

دیت کی لغوی تحقیق: دیت جمع دیات، خون بہا دینا، دیت میں تا واو کے عوض میں ہے کیوں کہ یہ ودی سے مشتق ہے۔

اصطلاحی تعریف: شریعت میں اس مال کو کہتے ہیں جو نفس کا بدل قرار دیا گیا ہے اور ارش اس مال کو کہتے ہیں جو نفس سے کم میں واجب ہوتا ہے۔

پھر دیات انواع کے اعتبار سے جمع لایا گیا چنانچہ دیت کبھی نفس کی ہوتی ہے اور کبھی اعضاء کی، پھر دیت دو قسم پر ہے: (۱) دیت مغلظہ (۲) مخففہ۔

دیت مغلظہ: صرف اونٹ میں ہوتی ہے یعنی چار قسم کے اونٹ ملا کر ایک سو اونٹ دیت مغلظہ ہے۔

دیت مخففہ: وہ ہے کہ جو سونے و چاندی سے دی جائے۔ (بیان آگے آرہا ہے)

دیت کا ثبوت: ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله. (آیت ۹۲ سورۃ النساء)۔

جس نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور دیت اس کے اہل کو دینا ہے آیت کے اس ٹکڑے سے دیت کا ثبوت ہے۔

(۱/۲۲۴۱) اِذَا قَتَلَ رَجُلٌ رَجُلاً شِبْهَ عَمَدٍ فَعَلٰی عَاقِلَتِهٖ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ.

ترجمہ: اگر قتل کردے کوئی آدمی کسی کو شبہ عمد سے تو اس کے کنبے کے لوگوں پر دیت مغلظہ ہے اور قاتل پر کفارہ۔

تشریح: قتل شبہ عمد کی دیت قاتل کے خاندان پر لازم ہوگی اور خود قاتل پر کفارہ لازم ہوگا کفارہ یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو مومن غلام آزاد کرے اور اگر غلام نہ ملے تو پھر دو ماہ کے پے درپے روزے رکھے۔

(۲/۲۲۴۲) وَدِيَةُ شِبْهِ الْعَمَدِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِائَةٌ مِنَ الْاِبِلِ اَرْبَاعاً خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ حِقَّةٌ وَخَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ جَذَعَةٌ وَلَايَثْبُتُ التَّغْلِيْظُ اِلَّا فِی الْاِبِلِ خَاصَّةً فَاِنْ قُضِیَ بِالدِّيَةِ مِنْ غَيْرِ الْاِبِلِ لَمْ تَتَغَلَّظْ.

حل لغات: بنت مخاض: ایک سالہ اونٹنی۔ بنت لبون: دوسالہ اونٹنی۔ حقة: تین سالہ اونٹنی۔ جذعة: چار سالہ اونٹنی۔

ترجمہ: اور شبہ عمد کی دیت شیخین کے نزدیک سو اونٹ ہیں چار طرح کے پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور نہیں ثابت ہوگی تغلیظ مگر صرف اونٹ میں اگر ادا کردی گئی دیت اونٹ کے علاوہ سے تو وہ مغلظہ نہیں ہوگی۔

قتل شبہ عمد کی دیت کی مقدار

تشریح: شبہ عمد کی دیت میں سو اونٹ واجب ہوں گے جس میں حسب مذکور چار قسمیں ہوں گی اور شیخین کا مذہب یہ ہے کہ پچیس بنت مخاض پچیس بنت لبون پچیس حقے پچیس جذعے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ شبہ عمد کی دیت میں تغلیظ ہے حضرات شیخین نے چار قسم پر منقسم کرنے کو تغلیظ سمجھا امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت مغلظہ اس طرح ہے تیس حقے تیس جذعے اور چالیس حاملہ اونٹنیاں، اگر شافعیہ کے قول کے مطابق چالیس اونٹنیاں ایسی دی جائیں جن کے پیٹ میں بچے ہوں تو اس صورت میں دیت سو اونٹ نہیں رہے گی بلکہ ایک سو چالیس اونٹ ہو جائے گی حالانکہ دیت سو اونٹ ہیں۔

(۳/۲۲۴۳) وَفِي قَتْلِ الْخَطَأِ تَجِبُ بِهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَالْكَفَّارَةُ عَلَى الْقَاتِلِ.

ترجمہ: اور قتل خطاء میں دیت عاقلہ پر واجب ہے اور کفارہ قاتل پر ہے۔

تشریح: آیت میں صراحۃً مذکور ہے کہ قتل خطاء میں دیت اور کفارہ واجب ہے لیکن کفارہ قاتل پر ہے اور دیت عاقلہ پر۔

(۴/۲۲۴۴) وَالدِّيَةُ فِي الْخَطَأِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَخْمَاساً عِشْرُوْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ ابْنُ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ حِقَّةٌ وَعِشْرُوْنَ جَذَعَةٌ وَمِنَ الْعَيْنِ أَلْفُ دِيْنَارٍ وَمِنَ الْوَرَقِ عَشَرَةُ الْآفِ دِرْهَمٍ.

حل لغات: عین: سونا۔ ورق: چاندی۔

ترجمہ: اور دیت قتل خطاء میں سو اونٹ ہیں پانچ طرح کے بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقے اور بیس جذعے اور سونے سے ایک ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درہم۔

قتل خطاء کی دیت کی مقدار

تشریح: قتل خطاء کی دیت اگر اونٹ سے ادا کرنی ہو تو اس کی مقدار سو اونٹ ہے جس کے اندر یہ پانچ قسم کے اونٹ ہوں گے جو یہاں مذکور ہیں اور اگر قتل خطاء کی دیت سونے سے ادا کرنا چاہیں تو ایک ہزار دینار اس کی مقدار ہے اور اگر چاندی سے ادا کریں تو اس کی مقدار دس ہزار درہم ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بارہ ہزار درہم ہیں اور سونے سے ایک ہزار دینار۔

(۵/۲۲۴۵) وَلَا يَثْبُتُ الدِّيَةُ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَنْوَاعِ الثَّلٰثَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

وَقَالاَ رَحِمَهُمَا اللّٰه تَعالٰی مِنْهَا وَمِنَ الْبَقَرِ مَائتَا بَقَرَةٍ وَمِنَ الْغَنَمِ اَلْفَا شَاةٍ وَمِنَ الْحُلَلِ مِائتَا حُلَّةٍ كُلُّ حُلَّةٍ ثَوْبَان.

حل لغات: بقر: گائے، غنم: شاة، بکری، حلل: واحد حلة ایک قسم کی چادر اور لنگی ہو تو اس لباس کو حلہ کہتے ہیں اس میں دو کپڑے ہوتے ہیں۔

ترجمہ: اور نہیں ثابت ہوگی دیت مگر انہیں تین قسموں سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا ان سے بھی دیت ہے اور گائے سے دو سو گائیں اور بکری سے دو ہزار بکریاں اور جوڑوں میں سے دو سو جوڑے ہر جوڑا دو کپڑوں کا۔

دیت کن چیزوں سے ادا کرے

تشریح: جب قاتل دیت ادا کرے تو اس کو تین چیزوں میں اختیار ہے اونٹ سے دیت ادا کرے یا دینار سے یا دراہم سے اور ان تین چیزوں کے علاوہ سے دیت ادا نہ کرے گا اور یہ امام صاحبؒ کا مذہب ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ مذکورہ تینوں سے بھی مقرر مقدار کے مطابق دیت ادا کر سکتا ہے اور اگر گائے سے ادا کرے تو دو سو ہوں گی اور اگر بکریوں سے ادا کرے تو دو ہزار ہوں گی اور اگر جوڑے دے تو دو سو جوڑے ہوں گے جس میں ہر جوڑے میں دو کپڑے ہوں گے جو ہمارے عرف کے مطابق اس زمانہ میں ایک قمیص اور ایک ازار ہوگی۔

سوال: سوال یہ ہے کہ یہ صرف قتل خطاء کی دیت کا ذکر ہے یا شبہ عمد اور خطاء دونوں کی؟ تو اس بارے میں تحقیقی قول یہ ہے کہ دونوں کا ذکر ہے۔

یعنی امام صاحب کے نزدیک شبہ عمد اور خطاء دونوں کی دیت انواع ثلثہ سے ادا کی جاسکتی ہے اور صاحبین کے نزدیک دیگر ان چیزوں سے جو یہاں مذکور ہیں۔

سوال: مسئلہ (۲۲۲۴) (۲)۔ میں تو آیا تھا کہ شبہ عمد میں دیت مغلظہ واجب ہوگی اور تغلیظ صرف اونٹ میں ہوگی پھر یہ کیا ہوا؟

جواب: اس کا مطلب یہ تھا کہ تغلیظ کا تحقق صرف اونٹوں میں ہوگا کہ سو اونٹوں کو مذکورہ چار قسموں پر منقسم کیا جائے اور اگر دیت اونٹ کے علاوہ سے ادا ہو تو وہاں تغلیظ نہ ہو سکے گی بلکہ پھر شبہ عمد اور قتل خطاء کی دیت میں کچھ فرق نہ ہوگا کیوں کہ تغلیظ کا طریقہ صرف اونٹ میں منقول ہے، لہٰذا اگر قاضی نے اونٹ کے غیر میں تغلیظ کا فیصلہ کر دیا تو منقول نہ ہونے کی وجہ سے تغلیظ ثابت نہ ہوگی اور قاضی کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا وہاں مصنف کی عبارت وَلایثبت التغليظ اِلٰی آخرہٖ کا یہی مطلب ہے خوب سمجھ لیں۔

(۲۲۴۶/۶) وَدِيَةُ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ سَوَاءٌ.

ترجمہ: مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔

ذمی کی دیت کتنی ہے

تشریح: جو کافر دارالاسلام میں ٹیکس دے کر رہتا ہے اس کو ذمی کہتے ہیں اس کو اگر کوئی غلطی سے قتل کر دے تو اس کی دیت مسلمان ہی کی طرح سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہیں، یہی جمہور علماء کا مذہب ہے دلیل قرآن کریم کی آیت ہے وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیة مسلمة الی اھلہ. یعنی اگر ایسی قوم میں مقتول ہو کہ جس قوم کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کی دیت اس کے خاندان والوں کے سپرد کردی جائے گی اس آیت میں دیت کا لفظ مطلق ہے اور مسلمان کی دیت اور ذمی کی دیت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، بعض روایات میں ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے یا تو نصف قرار دیا گیا ہے یا ثلث اور بعض فقہاء نے ان کو اختیار کیا ہے، لیکن وہ تمام روایات اس آیت قرآنی کے مقابلہ میں مرجوح ہیں۔ (درس ترمذی ۵/۴۷)

(۲۲۴۷/۷) وَفِي النَّفْسِ الدِّيَةُ وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَ فِي الْعَقْلِ إِذَا ضَرَبَ رَأْسَهُ فَذَهَبَ عَقْلُهُ الدِّيَةُ.

حل ترکیب: فی النفس: جار مجرور محل رفع میں ہے خبر ہونے کی وجہ سے اور 'الدیۃ' مبتدا موخر ہے تمام جملوں کی ترکیب اسی طرح ہے۔

ترجمہ: جان میں پوری دیت ہے اور ناک کے نرم حصہ میں پوری دیت ہے اور زبان میں پوری دیت ہے اور عضو تناسل میں پوری دیت ہے اور عقل میں جب کسی کے سر پر مارے اور عقل ختم ہو جائے تو پوری دیت ہے۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی انسان کے عضو کے کٹنے سے اس عضو کی مکمل منفعت ختم ہو جائے یا اس سے جو خوبصورتی مقصود تھی وہ ختم ہو جائے تو پوری دیت لازم ہوگی جیسے ناک کاٹ دی تو خوبصورتی ختم ہونے کی وجہ سے گویا کہ انسان نہیں رہا یا زبان کاٹ دی یا ذکر کاٹ دیا تو ان کے کٹنے سے آدمی زندہ تو ہے لیکن بولنے کی منفعت یا صحبت کرنے کی منفعت ختم ہوگئی یا سر پر چوٹ ماری اور عقل ختم ہوگئی تو پوری دیت واجب ہوگی کیوں کہ عقل ہی کیوجہ سے آدمی اپنے نفس کو دنیوی اور اخروی ضروریات میں لگاتا ہے لہٰذا پوری دیت لازم ہوگی۔

(۲۲۴۸/۸) وَفِي اللِّحْيَةِ إِذَا حُلِقَتْ فَلَمْ تَنْبُتِ الدِّيَةُ وَفِي شَعْرِ الرَّأْسِ الدِّيَةُ وَفِي الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ.

حل لغات: اللحیة: ڈاڑھی جمع لُحیً۔ تنبت: مضارع باب (ن) نبتاً اگنا۔ شعر: بال۔ حاجبین: حاجب کا تثنیہ ہے بھوں ابرو۔

ترجمہ: اور ڈاڑھی میں جب کہ وہ مونڈ دی جائے پھر نہ اگے دیت ہے اور سر کے بال میں دیت ہے اور دونوں بھوؤں میں دیت ہے۔

تشریح: اگر کسی نے کسی کی ڈاڑھی یا سر کے بال یا بھوؤں اس طرح مونڈ دیئے کہ دوبارہ نہیں اُگے تو حنفیہ کے نزدیک مونڈنے والے پر پوری دیت لازم ہوگی کیوں کہ خوبصورتی ختم ہونے کی وجہ سے گویا کہ انسان نہیں رہا۔

(۹/۲۲۴۹) وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْيَدَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْأُذُنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْأُنْثَيَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي ثَدْيَي الْمَرْأَةِ الدِّيَةُ.

حل لغات: اذن: کان، شفتين: واحد شفة ہونٹ، انثيين: انثية کا تثنیہ ہے، خصیہ۔ ثدي: تثنیہ اصل میں ثَدْيَيْنِ تھا واحد ثَدْيٌ پستان۔

ترجمہ: اور دونوں آنکھوں میں دیت ہے دونوں ہاتھوں میں دیت ہے دونوں پاؤں میں دیت ہے، دونوں کانوں میں دیت ہے دونوں ہونٹوں میں دیت ہے دونوں خصیوں میں دیت ہے اور عورت کی دونوں پستانوں میں دیت ہے۔

تشریح: یہ اعضاء دونوں ختم ہو جائیں تو انسان کی منفعت ختم ہو جاتی ہے اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔

(۱۰/۲۲۵۰) وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ نِصْفُ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور ان میں سے ہر ایک میں آدھی دیت ہے۔

تشریح: انسان کے جو اعضاء مفرد ہیں جیسے ناک زبان عضو تناسل ان میں پوری دیت ہے اور جو دو دو ہیں جیسے آنکھ ہاتھ پاؤں پستان بھوں وغیرہ تو دونوں کے کاٹنے میں پوری دیت ہے اور ایک کے کاٹنے میں آدھی دیت ہے۔

(۱۱/۲۲۵۱) وَفِي أَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي أَحَدِهِمَا رُبُعُ الدِّيَةِ.

حل لغات: اشفار: واحد شُفرۃ شین کے ضمہ اور فتحہ دونوں طرح مستعمل ہے، پلک کی جڑ یعنی جہاں پلکیں اُگتی ہیں اور پلکیں بھی مراد ہو سکتی ہیں دونوں کا حکم ایک ہے۔

ترجمہ: دونوں آنکھوں کی پلکوں میں پوری دیت ہے اور ان میں سے ایک میں چوتھائی ہے۔

تشریح: اگر کسی نے پوری پلکیں کاٹ دیں اور پھر نہ اُگے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک کاٹی تو پوری دیت کا ¼ واجب ہوگی تمام پلکوں کے کاٹنے سے پوری دیت اس لئے لازم ہوگی کہ جنس منفعت بھی فوت ہوگئی اور خوبصورتی بھی ختم ہوگئی پلکوں کی منفعت یہ ہے کہ ان کے ذریعہ تکلیف دہ چیز مثلاً گرد وغبار سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے، اور اگر پلکیں اور جڑیں دونوں کاٹ دیں تو اب بھی ایک ہی دیت واجب ہوگی۔

(۱۲/۲۲۵۲) وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ عُشْرُ الدِّيَةِ وَالْأَصَابِعُ كُلُّهَا سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور دونوں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور تمام انگلیاں برابر ہیں۔

تشریح: ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں اور دو میں دس اور اسی طرح دونوں پیروں میں دس اور دونوں ہاتھوں میں یا ان کی دسوں انگلیوں میں پوری دیت واجب ہوتی ہے اور ہر انگلی تمام انگلیوں کا دسواں ہیں لہٰذا ہر انگلی میں پوری دیت کا عشر ۱/۱۰ یعنی دس اونٹ ہوں گے اور تمام انگلیاں حکماً برابر ہیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔

(۱۳/۲۲۵۳) وَفِیْ کُلِّ اِصْبَعٍ فِیْهَا ثَلَاثَةُ مَفَاصِلَ فَفِیْ اَحَدِهَا ثُلُثُ دِیَةِ الْاِصْبَعِ وَمَا فِیْهَا مِفْصَلَانِ فَفِیْ اَحَدِهِمَا نِصْفُ دِیَةِ الْاِصْبَعِ.

حل لغت: مفاصل: واحد مفصل گرہ، جوڑ۔

ترجمہ: اور ہر اس انگلی میں جس میں تین جوڑ ہوں تو ایک جوڑ میں انگلی کی دیت کا تہائی ہے اور وہ انگلی جس میں دو جوڑ ہوں تو ایک جوڑ میں انگلی کی دیت کا آدھا ہوگا۔

تشریح: جن انگلیوں میں تین گرہیں ہیں اگر ان میں سے ایک گرہ کٹ جائے تو ایک انگلی کی دیت جو دس اونٹ ہیں اس کی تہائی دیت یعنی تین اونٹ اور ایک اونٹ کی تہائی لازم ہوں گے اور جس انگلی میں صرف دو جوڑ ہیں جیسے انگوٹھا تو ایک جوڑ کٹنے سے ایک انگلی کی آدھی دیت یعنی پانچ اونٹ یا ۵۰ دینار یا ۵۰۰ سو درہم لازم ہوں گے۔

(۱۴/۲۲۵۴) وَفِیْ کُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ وَالْاَسْنَانُ وَالْاَضْرَاسُ کُلُّهَا سَوَاءٌ.

حل لغات: سِنٌّ: دانت جمع اسنان۔ اضراس: واحد ضِرْسٌ ڈاڑھ۔

ترجمہ: اور ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں، دانت اور ڈاڑھیں سب برابر ہیں۔

تشریح: اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تو ہر دانت میں پانچ اونٹ یا یا پچاس دینار یا ۵۰۰ سو درہم لازم ہوں گے پھر دانت سب برابر ہیں خواہ انیاب (نوک دار) ہوں یا اضراس (ڈاڑھ)

(۱۵/۲۲۵۵) وَمَنْ ضَرَبَ عُضْوًا فَاَذْهَبَ مَنْفَعَتَهٗ فَفِیْهِ دِیَةٌ کَامِلَةٌ کَمَا لَوْ قَطَعَهٗ کَالْیَدِ اِذَا شَلَّتْ وَالْعَیْنِ اِذَا ذَهَبَ ضَوْؤُهَا.

حل لغات: شلت: ماضی باب (ن) شلاً خشک ہونا لنجا ہونا۔ ضوء: روشنی۔

ترجمہ: جس نے کسی کے عضو پر مارا اور اس کی منفعت کو ختم کر دیا تو اس میں مکمل دیت ہے جیسے اس کے کاٹ دینے میں ہے جیسے ہاتھ جب شل ہو جائے اور جیسے آنکھ جب اس کی روشنی جاتی رہے۔

تشریح: کسی نے کسی کے عضو پر مار کر اس کی منفعت کو ختم کر دیا ہے مثلاً ہاتھ پر مارا جس کی وجہ سے ہاتھ تو

باقی رہا لیکن ہاتھ شل ہوگیا اور کسی کام کا نہیں رہا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ہاتھ کٹ گیا اس ہاتھ کی پوری دیت لازم ہوگی یا آنکھ پر مارا اور آنکھ موجود ہے لیکن بینائی ختم ہوگئی تو ایک آنکھ کی پوری دیت پچاس اونٹ لازم ہوں گے۔

(۱۶/۲۲۵۶) وَالشِّجَاجُ عَشَرَةٌ الْحَارِصَةُ وَالدَّامِعَةُ وَالدَّامِيَةُ وَالْبَاضِعَةُ وَالْمُتَلَاحِمَةُ وَالسِّمْحَاقُ وَالْمُوْضِحَةُ وَالْهَاشِمَةُ وَالْمُنَقِّلَةُ وَالْآمَّةُ.

ترجمہ: اور زخم دس ہیں حارصہ، دامعہ، دامیہ باضعہ، متلاحمہ، سمحاق، موضحہ، ہاشمہ، منقلہ، آمہ۔

زخموں کی دیت کے احکام

تشریح: ان زخموں کی تشریح اس طرح ہے، جو زخم سر اور چہرہ پر ہو اس کو شجہ کہتے ہیں اس کی جمع شجاج ہے اور جو زخم سر اور چہرہ کے علاوہ ہو اس کو جراحت کہتے ہیں۔

حارصه: جس میں کھال چھل جائے۔ دامعة: دمع سے مشتق ہے آنسو، جس زخم میں آنسو کے مانند خون ظاہر ہو جائے مگر بہے نہیں، دامیه، دم: سے مشتق ہے جس زخم میں خون بہہ جائے۔ باضعه: بضع سے مشتق ہے چیرنا کاٹنا جس میں کھال کٹ جائے۔ متلاحمة: جس میں گوشت کٹ جائے، سمحاق: سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان باریک سی جھلی ہوتی ہے اس کو سمحاق کہتے ہیں وہ زخم جو اس جھلی تک پہنچ جائے۔ موضحه: وضح سے مشتق ہے، وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے۔ هاشمه: هشم کا ترجمہ ہے چورا چورا کرنا وہ زخم جو ہڈی توڑ دے۔ منقله: نقل سے مشتق ہے جو ہڈی کو اس کی جگہ سے سرکا دے۔ آمه: دماغ یا ہڈی کے اندر وہ پردہ جس کے اندر دماغ ہوتا ہے وہ زخم جو اس پردہ تک پہنچ جائے جس کے اندر دماغ ہوتا ہے۔

(۱۷/۲۲۵۷) فَفِي الْمُوْضِحَةِ الْقِصَاصُ اِنْ كَانَتْ عَمَدًا وَلَاقِصَاصَ فِيْ بَقِيَّةِ الشِّجَاجِ.

ترجمہ: موضحہ میں قصاص ہے اگر جان بوجھ کر ہو اور قصاص نہیں باقی زخموں میں۔

تشریح: اقسام عشرہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان میں سے ساتواں موضحہ ہے اگر یہ زخم عمداً ہو تو اس میں قصاص واجب ہوگا کیوں کہ موضحہ ایسا زخم ہے کہ اس کا قصاص برابر سرابر ہو سکتا ہے موضحہ کے علاوہ باقی نو میں قصاص نہیں ہے بلکہ حاکم کا فیصلہ ہے، موضحہ کے بعد جو تین زخم مذکور ہیں ان میں تو بالاتفاق قصاص نہیں ہے اور جو زخم موضح سے پہلے ہیں ان میں امام صاحب کی ایک روایت یہ ہے کہ ان میں بھی قصاص نہ ہوگا اسی روایت کو صاحب کتاب نے یہاں اختیار کیا ہے مگر ظاہر الروایت میں قصاص واجب ہوگا اور اصح یہی ہے، زیلعی ج ٦ ص ١٣٣۔

مگر سمحاق میں بالاتفاق قصاص نہ ہوگا جیسے موضحہ سے بعد والے تین میں بالاجماع قصاص نہیں ہے، فتامل.

(۱۸/۲۲۵۸) وَفِيْ مَادُوْنَ الْمُوْضِحَةِ فَفِيْهِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ.

ترجمہ: اور موضحہ سے کم زخم میں عادل آدمی کا فیصلہ ہے۔

تشریح: جس روایت کے مطابق مادون الموضحہ میں قصاص واجب نہیں ہوا تو اس میں ایک عادل شخص کا فیصلہ ہے۔

(۱۹/۲۲۵۹) وَفِي الْمُوْضِحَةِ اِنْ كَانَتْ خَطَأً نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور موضحہ میں اگر وہ خطاء ہو دیت کے عشر کا نصف (بیسواں حصہ) ہے۔

تشریح: ماقبل میں آچکا ہے کہ موضحہ زخم اگر جان بوجھ کر کرے تو قصاص لازم ہے اور اگر غلطی سے ہو جائے تو پھر پوری دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ لازم ہوں گے۔

(۲۰/۲۲۶۰) وَفِي الْهَاشِمَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ ہے۔

تشریح: پوری دیت کا دسواں حصہ دس اونٹ ہوتے ہیں اس لئے ہاشمہ میں دس اونٹ لازم ہوں گے۔

(۲۱/۲۲۶۱) وَفِي الْمُنَقِّلَةِ عُشْرٌ وَنِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور دسویں حصہ کا آدھا ہے۔

تشریح: پوری دیت کا دسواں حصہ دس اونٹ اور دس کا آدھا پانچ تو منقلہ میں پندرہ[۱۵] اونٹ دیت ہوگی۔

(۲۲/۲۲۶۲) وَفِي الْآمَّةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور آمہ میں دیت کا تہائی ہے۔

تشریح: پوری دیت سو اونٹ ہیں اس کی تہائی تینتیس[۳۳] اونٹ اور ایک اونٹ کی تہائی ہوگی۔

(۲۳/۲۲۶۳) وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَاِنْ نَفَذَتْ فَهِيَ جَائِفَتَانِ فَفِيْهِمَا ثُلُثَا الدِّيَةِ.

حل لغات: جائفه: جوف سے مشتق ہے پیٹ کے اندر تک پہنچ جانا ایسا زخم جو پیٹ یا پیٹھ یا سینہ کی جانب سے پیٹ کے اندر تک یا گردن کی طرف سے اس جگہ تک پہنچ جائے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

نفذت: آر پار ہو گیا۔

ترجمہ: اور جائفہ میں تہائی دیت ہے پھر اگر آر پار ہو جائے تو وہ دو جائفے ہیں ان میں دو تہائی دیت ہوگی۔

تشریح: **سوال:** یہاں تو شجاج کا ذکر چل رہا ہے تو جائفہ کا ذکر کیوں آ گیا؟

جواب: صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ یہ ذکر یہاں اتفاقاً آ گیا ہے ورنہ شجاج صرف اس زخم کو کہتے ہیں جو سر اور

چہرہ میں ہوتا ہے، خیر جائفہ میں تہائی دیت واجب ہوگی جب کہ زخم پار نہ ہوا ہو ورنہ اگر دوسری جانب پار ہوگیا تو پھر دیت کے دوثلث یعنی ۶۶ اونٹ اور ایک اونٹ کی دو تہائی لازم ہوگی۔

(۲۲۶۴/۲۴) وَفِيْ اَصَابِعِ الْيَدِ نِصْفُ الدِّيَةِ فَاِنْ قَطَعَهَا مَعَ الْكَفِّ فَفِيْهَا نِصْفُ الدِّيَةِ.

حل لغات: کف: ہتھیلی مع انگلیوں کے جمع کُفُوْف.

ترجمہ: ایک ہاتھ کی ساری انگلیوں میں آدھی دیت ہے پھر اگر کاٹیں انگلیاں مع ہتھیلی کے تو اس میں بھی آدھی دیت ہے۔

قطعِ اعضاء کے مختلف مسائل

تشریح: ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں اس لئے پانچ انگلیوں کی دیت پچاس اونٹ ہوئے اور پچاس اونٹ ایک ہاتھ کی دیت ہے اور اگر کسی نے ایک ہاتھ کی ساری انگلیاں مع ہتھیلی کے کاٹ دیں تو اس میں بھی آدھی دیت ہے کیوں کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے۔

(۲۲۶۵/۲۵) وَاِنْ قَطَعَهَا مَعَ نِصْفِ السَّاعِدِ فَفِيْ الْكَفِّ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِيْ الزِّيَادَةِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ.

ترجمہ: اور اگر کاٹا انگلیوں کو آدھی کلائی کے ساتھ تو ہتھیلی میں آدھی دیت ہے، اور اس سے زیادہ میں حاکم کا فیصلہ۔

تشریح: کسی نے کسی کی ایک ہاتھ کی پانچوں انگلیاں کاٹ دیں اور ہتھیلی بھی کاٹی اور آدھی کلائی بھی کاٹی تو اس میں طرفین کا مذہب یہ ہے کہ انگلیاں اور ہتھیلی کی وجہ سے تو آدھی دیت واجب کردی جائے گی اور جو آدھی کلائی کاٹی ہے اس میں عادل شخص جو فیصلہ کرے گا وہ معتبر ہوگا۔

(۲۲۶۶/۲۶) وَفِيْ الْاِصْبَعِ الزَّائِدَةِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ.

ترجمہ: اور زائد انگلی میں ایک عادل کا فیصلہ ہے۔

تشریح: پانچ انگلیوں کے علاوہ چھٹی انگلی بھی ہے تو اس کو کاٹنے سے حاکم جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی کیوں کہ اس انگلی میں نہ زینت ہے اور نہ اس میں نفع ہے لیکن آدمی کا جز ہے اس لئے کچھ نہ کچھ لازم ہوگا۔

(۲۲۶۷/۲۷) وَفِيْ عَيْنِ الصَّبِيِّ وَلِسَانِهٖ وَذَكَرِهٖ اِذَا لَمْ يُعْلَمْ صِحَّتُهٗ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ.

ترجمہ: بچہ کی آنکھ اس کی زبان اور اس کے ذکر میں جب کہ ان کی صحت کا علم نہ ہو ایک عادل کا فیصلہ ہے۔

تشریح: جب بچہ کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ دیکھتا ہے اور گفتگو کرتا ہے اور اس کا ذکر حرکت کرتا ہے تو یہ ان اعضاء کی تندرستی کی علامت ہے لہٰذا ایسی صورت میں بالاتفاق دیت کاملہ واجب ہوگی لیکن اگر ابھی ان اعضاء کی تندرستی معلوم نہیں ہوئی تھی کہ کسی نے ان کو کاٹ دیا تو ان کے کاٹنے سے ایک عادل شخص جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی۔

(۲۲۶۸/۲۸) وَمَنْ شَجَّ رَجُلاً مُوْضِحَةً فَذَهَبَ عَقْلُهُ اَوْ شَعْرُ رَأْسِهٖ دَخَلَ اَرْشُ الْمُوْضِحَةِ فِي الدِّيَةِ.

ترجمہ: کسی نے کسی کے سر پر زخم لگایا جس کی وجہ سے اس کی عقل چلی گئی یا اس کے سر کے بال اڑ گئے تو موضحہ کا تاوان دیت میں داخل ہو جائے گا۔

تشریح: سر پھوڑنے سے اگر عقل زائل ہوگئی تو پوری دیت واجب ہے اور جب پوری دیت واجب ہوگئی تو موضحہ کا ارش کچھ نہ ہوگا اسی طرح اگر سر زخمی کیا جس کی وجہ سے پورے بال ختم ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی اب موضحہ کا ارش کچھ نہ ہوگا۔

وارش الموضحه: یہاں موضحہ سے مراد اصطلاحی موضحہ (جس میں ہڈی کھل جائے) نہیں ہوسکتا ورنہ اس کے تاوان کا مدار بالوں پر نہیں ہے اور اسی طرح بال اُگنے سے یا زخم سے یا زخم بھر جانے سے اس کا ارش ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ یہاں ضروری ہے کہ موضحہ سے مراد ان بالوں کا ختم ہونا لیا جائے جو کچھ ختم ہوں، اور نہ اُگے جس میں حکومت عدل واجب ہے اور اگر اُگ جائیں تو کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور دیت سے پورے بالوں کی دیت ہے اب مسئلہ یہ نکلا کہ زخم کیوجہ سے فوراً کچھ بال ختم ہو گئے پھر اس کے اثر سے سارے بال ختم ہو گئے تو اب اس پر پوری دیت واجب ہے اور پہلے بال ختم ہونے کی وجہ سے جو حکومت عدل واجب تھی وہ چوں کہ قلیل ہے لہٰذا وہ کثیر میں داخل ہو جائے گی۔

(۲۲۶۹/۲۹) وَاِنْ ذَهَبَ سَمْعُهُ اَوْ بَصَرُهُ اَوْ كَلاَمُهُ فَعَلَيْهِ اَرْشُ الْمُوْضِحَةِ مَعَ الدِّيَةِ.

ترجمہ: اور اگر (مارنے سے) اس کے سننے یا دیکھنے یا بولنے کی قوت جاتی رہی تو اس پر موضحہ کا ارش ہے دیت کے ساتھ ساتھ۔

تشریح: سر پر اس طرح مارا کہ سننے یا دیکھنے یا بولنے کی قوت ختم ہوگئی تو اب کیا حکم ہے؟ تداخل ہوگا یا نہیں تو اس بارے میں فرماتے ہیں کہ موضحہ کا تاوان الگ لازم ہوگا اور یہ اعضاء جو ضائع ہوئے ہیں ان کی الگ الگ پوری دیت لازم ہوگی اس لئے کئی دیات لازم ہوں گی۔

(۲۲۷۰/۳۰) وَمَنْ قَطَعَ اِصْبَعَ رَجُلٍ فَشَلَّتْ اُخْرىٰ اِلَى جَنْبِهَا فَفِيْهِمَا الْاَرْشُ وَلاَقِصَاصَ فِيْهِ

عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی .

حل لغات: شلت: سوکھ گئی۔ جنب: پہلو برابر۔

ترجمہ: کسی نے کاٹ دی ایک شخص کی انگلی پھر سوکھ گئی دوسری انگلی اس کے برابر کی تو ان میں ارش ہے اور قصاص نہیں ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح: ایک انگلی کاٹی برابر میں دوسری بھی سوکھ گئی تو قاعدے کے اعتبار سے پہلی انگلی کا تعمد ہے اور دوسری کا سوکھ جانا خطاء کے درجہ میں ہے اس لئے اول میں قصاص اور ثانی میں دیت ہونی چاہئے مگر امام صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی انگلی میں بھی قصاص نہ ہوگا بلکہ دونوں میں ارش ہوگا کیوں کہ قصاص میں برابری ضروری ہے اور یہاں ایسا ہونا ناممکن ہے کہ قصاص میں ایک انگلی کاٹے تو دوسری انگلی سوکھ جائے چوں کہ ایسی برابری ممکن نہیں اس لئے قصاص بھی نہیں ہے بلکہ تاوان ہوگا۔

(۲۲۷۱/۳۱) وَمَنْ قَطَعَ سِنَّ رَجُلٍ فَنَبَتَتْ مَکَانَہَا اُخْرٰی سَقَطَ الْاَرْشُ.

ترجمہ: کسی نے ایک کا دانت اکھاڑ دیا پھر اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو ارش ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: چھوٹے بچوں کے دانت گر کر دوسرے جمتے ہیں لیکن بڑوں کے نہیں جمتے لہٰذا اگر کسی نے بچہ کا دانت توڑا اور دوسرا دانت جم گیا تو اس میں نہ زینت ختم ہوئی اور نہ منفعت اس لئے اس میں تاوان واجب نہ ہوگا اور اگر کسی بڑے آدمی کا دانت توڑا ہو اور اس کی جگہ دوسرا دانت جم گیا ہو تو اس میں اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک تاوان نہ ہوگا کیوں کہ جب دوسرا جم گیا تو جنایت کے معنی ختم ہو گئے اور صاحبین کے نزدیک مکمل تاوان واجب ہوگا کیوں کہ مجرم کی طرف سے تو کامل جنایت ہے اور اس عمر میں دانت کا جمنا وہ اللہ کی جدید نعمت ہے لہٰذا مجرم پر پانچ اونٹ لازم ہوں گے ورنہ ہر آدمی دوسرے کا دانت توڑے گا اور ظلم بڑھے گا۔

(۲۲۷۲/۳۲) وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَالْتَحَمَتِ الْجِرَاحَۃُ وَلَمْ یَبْقَ لَہَا اَثَرٌ وَنَبَتَ الشَّعْرُ سَقَطَ الْاَرْشُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَرْشُ الْاَلَمِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ اُجْرَۃُ الطَّبِیْبِ.

حل لغات: التحمت: لحم سے مشتق ہے گوشت آ گیا زخم بھر گیا۔ جراحۃ :زخم۔ اثر: نشان۔ نبت: اگ گیا۔ الالم :تکلیف۔ طبیب: ڈاکٹر جمع اطباء۔

ترجمہ: کسی نے کسی کا سر پھوڑ دیا پھر زخم بھر گیا اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا اور بال جم گئے تو ارش ساقط ہو جائے گا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا اس پر درد کا تاوان واجب ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس

پر ڈاکٹر کی اجرت ہوگی۔

تشریح: ایک آدمی نے دوسرے کے سر میں کوئی زخم لگایا اور وہ بالکل اچھا ہو گیا یہاں تک کہ اس کا کوئی نشان بھی نہیں رہا تو امام صاحب کے نزدیک کوئی تاوان واجب نہ ہوگا کیوں کہ جس عیب کی وجہ سے تاوان ہوتا ہے وہ عیب ہی ختم ہو گیا ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر چہ عیب وغیرہ سب ختم ہو گیا لیکن اس تکلیف کی وجہ سے جو اس کو ہوئی تھی اور اس کی جو صحت متاثر ہوئی تھی اس کا بدل ایک عادل کا فیصلہ ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مارنے والے کے اوپر ڈاکٹر کی فیس اور دوا کا خرچ ہوگا کیوں کہ یہ سب نقصان اس کے مارنے سے ہوا ہے۔

(۲۲۷۳/۳۳) وَمَنْ جَرَحَ رَجُلاً جَرَاحَةً لَمْ يُقْتَصَّ مِنْهُ حَتّٰى يَبْرَأَ.

ترجمہ: کسی نے کسی کو زخمی کیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔

تشریح: اگر جان بوجھ کر قتل کر دیا تب تو فوری طور پر قصاص لیا جائے گا لیکن اگر ایسا زخم لگایا کہ اس کا قصاص لیا جا سکتا ہے تو قصاص کے لئے زخم ٹھیک ہونے تک انتظار کیا جائے گا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اچھا ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ موت تک نوبت پہنچ جائے اس لئے فی الحال قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ جب وہ اچھا ہو جائے تب قصاص لیا جائے گا۔

(۲۲۷۴/۳۴) وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ خَطَأً ثُمَّ قَتَلَهُ خَطَأً قَبْلَ الْبُرْءِ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ وَسَقَطَ اَرْشُ الْيَدِ وَاِنْ بَرَءَ ثُمَّ قَتَلَهُ فَعَلَيْهِ دِيَتَانِ دِيَةُ نَفْسٍ وَدِيَةُ الْيَدِ.

ترجمہ: کسی نے ایک کا ہاتھ خطاً کاٹا پھر اس کو خطاً قتل کر دیا اچھا ہونے سے پہلے تو اس پر دیت ہوگی اور ہاتھ کا تاوان ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ اچھا ہو گیا پھر قتل کیا تو اس پر دو دیتیں ہوں گی دیت نفس اور دیت ید۔

تشریح: زید نے عمرو کا ہاتھ غلطی سے کاٹ دیا پھر وہ اچھا بھی نہیں ہوا تھا کہ پھر غلطی سے اس کو قتل کر دیا تو اب ہاتھ کی دیت (پچاس اونٹ) ساقط ہو جائے گی اور نفس کی دیت یعنی سو اونٹ واجب ہوں گے، کیوں کہ دونوں جنایت خطاً ہونے کی وجہ سے جنس واحد ہیں اس لئے الگ سے ہاتھ کا تاوان لازم نہیں ہوگا، اور اگر ہاتھ اچھا ہو چکا تھا پھر خطاً قتل کر دیا تو ہاتھ کا تاوان (پچاس اونٹ) الگ لازم ہوگا اور جان کی دیت (سو اونٹ) الگ لازم ہوگی۔

(۲۲۷۵/۳۵) وَكُلُّ عَمَدٍ سَقَطَ فِيْهِ الْقِصَاصُ بِشُبْهَةٍ فَالدِّيَةُ فِيْ مَالِ الْقَاتِلِ وَكُلُّ اَرْشٍ وَجَبَ بِالصُّلْحِ وَالْاِقْرَارِ فَهُوَ فِيْ مَالِ الْقَاتِلِ.

ترجمہ: اور ہر قتل عمد جس میں ساقط ہو جائے قصاص شبہ کی وجہ سے تو دیت قاتل کے مال میں ہوگی اور ہر وہ

ارش جو واجب ہو صلح اور اقرار کی وجہ سے تو وہ بھی قاتل کے مال میں ہوگی۔

قاتل پر اور عاقلہ پر دیت واجب ہونے کی صورتوں کا بیان

تشریح: اس عبارت میں ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جہاں قتل عمد میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے جیسے اگر باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا ہو تو ایسی دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی یہ دیت عاقلہ اور خاندان پر لازم نہیں ہوگی عاقلہ پر تو وہ دیت لازم ہوتی ہے جو قتل خطاء شبہ خطاء یا قتل شبہ عمد کی وجہ سے واجب ہو یہ دیت تین سال میں ادا کی جائے گی اسی طرح کسی مال پر قاتل نے صلح کر لی تو وہ مال عاقلہ پر لازم نہیں ہوگا بلکہ خود قاتل پر لازم ہوگا یا قاتل نے کسی مال کا اقرار کیا تو یہ مال بھی عاقلہ پر نہیں بلکہ قاتل پر لازم ہوگا، اور فی الفور ادا کرنا ہوگا کیوں کہ جو مال عقد کی وجہ سے واجب ہو اس میں اصل یہی ہے کہ وہ فی الفور ہو اور عاقد پر ہو۔

(۲۲۷۶/۳۶) وَإِذَا قَتَلَ الْاَبُ اِبْنَهٗ عَمَدًا فَالدِّيَةُ فِيْ مَالِهٖ فِيْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ وَكُلُّ جِنَايَةٍ اِعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِيْ فَهِيَ فِيْ مَالِهٖ وَلَا يُصَدَّقُ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ.

لغت: جانی: جرم کرنے والا۔

ترجمہ: اور جب قتل کر دیا باپ نے اپنے بیٹے کو جان بوجھ کر تو دیت اس کے مال میں ہوگی تین سال میں اور ہر وہ جنایت جس کا اقرار کرے قصوروار تو وہ اس کے مال میں ہوگی اور نہیں تصدیق کی جائے گی اس کے عاقلہ پر۔

تشریح: باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا تو قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے پھر ہمارا مذہب یہ ہے کہ یہ دیت مؤجل ہے جس کی ادائیگی تین سال میں کرنی پڑے گی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دیت فوراً دینی ہوگی کیونکہ یہ قتل عمد کی دیت ہے قتل خطاء کی دیت نہیں ہے۔ تین سال کی مہلت قتل خطاء میں ملتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر مجرم نے خود جنایت کا اقرار کیا ہو تو اس کا اقرار عاقلہ کے خلاف حجت نہ ہوگا یہ جرمانہ مقر اپنے مال سے ادا کرے گا۔

(۲۲۷۷/۳۷) وَعَمَدُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ خَطَأٌ وَفِيْهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ.

ترجمہ: بچہ اور مجنون کا عمد بھی خطاء ہے اور اس میں دیت عاقلہ پر ہے۔

تشریح: قتل عمد میں اگر شبہ ہو جائے تو جو دیت واجب ہوگی وہ قاتل کے مال میں ہوگی جیسا کہ مسئلہ (۳۵) میں گذرا ہے لیکن اگر بچہ یا مجنون نے جان بوجھ کر کسی کو قتل کر دیا تو قصاص نہیں ہے کیوں کہ بچے اور مجنوں میں عقل نہیں ہوتی وہ غیر مکلف ہیں اور اگر خطاء قتل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ دیت بچہ اور مجنون کے مال میں ہوگی یا عاقلہ پر؟ ہمارے نزدیک اس کا وجوب عاقلہ پر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا وجوب قاتل کے مال میں ہے، ہم نے ان کے عمد کو خطأً قرار دیا ہے اور خطاء کی دیت عاقلہ پر ہے لہٰذا یہاں بھی دیت عاقلہ پر واجب ہوگی۔

(۲۲۷۸/۳۸) وَمَنْ حَفَرَ بِيْرًا فِيْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ وَضَعَ حَجَرًا فَتَلَفَ بِذَالِكَ اِنْسَانٌ فَدِيَتُهٗ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ وَاِنْ اَتْلَفَ بِهٖ بَهِيْمَةٌ فَضَمَانُهَا فِيْ مَالِهٖ.

حل لغات: حفر: ماضی مصدر حفراً کھودنا۔ بهيمة: چوپایہ۔

ترجمہ: اور جس نے کنواں کھودا مسلمانوں کے راستہ میں یا کوئی پتھر رکھا اور اس کی وجہ سے کوئی انسان ہلاک ہوگیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے اور اگر اس کی وجہ سے کوئی جانور ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان کھودنے والے کے مال میں ہے۔

تشریح: اگر کسی نے مسلمانوں کی زمین میں کنواں کھودا یا پتھر رکھ دیا جس میں کوئی انسان یا کوئی چوپایہ گر کر یا ٹھوکر لگ کر مر گیا تو دونوں صورتوں میں ضمان واجب ہوگا کیوں کہ یہ اس کی زیادتی ہے کہ اس نے راستہ میں یہ حرکت کی ہے لیکن آدمی کی دیت عاقلہ پر ہوگی اور چوپایہ کی قیمت خود کھودنے والے یا پتھر رکھنے والے کے مال میں لازم ہوگی۔

(۲۲۷۹/۳۹) وَاِنْ اَشْرَعَ فِي الطَّرِيْقِ رُوْشَناً اَوْمِيْزَاباً فَسَقَطَ عَلٰى اِنْسَانٍ فَعَطِبَ فَالدِّيَةُ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ.

حل لغات: اشرع بابه: دروازہ نکالنا۔ روشنا: جنگلہ۔ میزاب: پرنالہ۔ عطب: ہلاک ہوگیا۔

ترجمہ: اور اگر نکالا راستہ کی طرف جنگلہ یا پرنالہ پھر وہ گر گیا کسی آدمی پر اور ہلاک ہوگیا تو دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

تشریح: راستہ کی طرف روشندان نکالا یا پرنالہ نکالا وہ کسی انسان پر گر گیا اور وہ مر گیا تو یہ براہ راست نہیں مارا بلکہ ایک سبب اختیار کیا جس سے انسان مر گیا اس لئے قتل خطاء کی طرح دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

تنبیہ: روشن: کی تفسیر بعض نے روشندان سے کی ہے بعض نے زینہ سے اور بعض نے اس لینٹر سے جو راستہ پر ڈال دیا جائے تا کہ اس مکان سے دوسرے مکان میں جا سکے بہر حال جو بھی تفسیر ہو حکم ایک ہی ہے۔

(۲۲۸۰/۴۰) وَلَا كَفَّارَةَ عَلٰى حَافِرِ الْبِيْرِ وَوَاضِعِ الْحَجَرِ.

ترجمہ: اور کنواں کھودنے والے اور پتھر رکھنے والے پر کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: کفارہ قتل خطاء میں ہے اور کنواں کھودنے یا پتھر رکھنے سے جو آدمی مر گیا یہ قتل بالسبب ہے اس لئے اس میں کفارہ نہیں ہے۔

(۲۲۸۱/۴۱) وَمَنْ حَفَرَ بِيْرًا فِيْ مِلْكِهٖ فَعَطِبَ بِهَا اِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ.

ترجمہ: اور جس نے کنواں کھودا اپنی ملک میں اور ہلاک ہوگیا اس سے کوئی انسان تو ضامن نہ ہوگا۔

تشریح: اگر کسی نے اپنی ملکیت میں کنواں کھودا اور اس میں گر کر کوئی شخص مر گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں ہے کیوں کہ اس کی جانب سے کوئی زیادتی نہیں ہے۔

(۴۲/۲۲۸۲) وَالرَّاكِبُ ضَامِنٌ لِمَا اَوْطَأَتِ الدَّابَّةُ وَمَا اَصَابَتْهُ بِيَدِهَا اَوْ كَدَمَتْ وَلَا يَضْمَنُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا اَوْ ذَنَبِهَا.

حل لغات: الراکب: اسم فاعل باب (س) سوار ہونے والا۔ اوطأت: ماضی ایطاءً (م) روندنا، کدمت: ماضی باب (ن،ض) کدماً: دانت کے اگلے حصہ سے کاٹنا، نفحت: ماضی باب (ف) نفحاً کھر سے مارنا، لات مارنا ذنبٌ: دم جمع اذناب.

ترجمه: اور سوار ہونے والا ضامن ہے اس کا جس کو چوپایہ نے روندا ہو یا ہاتھ مار دے یا منہ سے کاٹ لے اور ضامن نہیں ہوگا اس کا جس کو وہ لات مار دے یا اپنی دم سے مار دے۔

چوپائے کی جنایت کا بیان

تشریح: اگر سواری نے چلتے ہوئے کسی کو روند دیا یا دانتوں سے کاٹ کھایا یا اگلے پاؤں سے مار دیا تو ان تمام صورتوں میں سوار ضامن ہوگا اور اگر سواری نے چلتے چلتے کسی کے لات یا دم مار دی تو سوار ضامن نہ ہوگا کیوں کہ چلنے کی حالت میں اس سے حفاظت کرنا ممکن نہیں تھا۔

(۴۳/۲۲۸۳) فَاِنْ رَاثَتْ اَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيْقِ فَعَطَبَ بِهٖ اِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ.

حل لغات: راثت: ماضی باب (ن) روثاً لید کرنا، بالت: ماضی باب (ن) بولاً پیشاب کرنا۔

ترجمه: اگر جانور لید کردے یا پیشاب کردے راستہ میں اور ہلاک ہو جائے اس سے کوئی آدمی تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

تشریح: اگر سواری نے چلتے چلتے راستہ میں لید کر دی یا پیشاب کر دیا اور اس میں پھسل کر کوئی شخص مر جائے تو سوار پر ضمان نہ ہوگا کیوں کہ جانور کے پیشاب پاخانہ پر کنٹرول مشکل ہے اس میں سوار کی کوئی غلطی نہیں ہے اس لئے وہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر کسی نے لید کرنے یا پیشاب کرنے کے لئے ہی راستہ میں کھڑا کر لیا تب بھی ضامن نہ ہوگا کیوں کہ کچھ جانور ایسے ہوتے ہیں جو کھڑے ہو کر ہی پیشاب پاخانہ کرتے ہیں تو چوں کہ اس کے کھڑا کرنے میں ضرورت تھی اس لئے اب بھی ضمان واجب نہ ہوگا، ہاں اگر کسی اور ضرورت کے لئے کھڑا کیا اور پھر یہ امور پیش آ گئے تو ضامن ہوگا کیوں کہ یہ کھڑا کرنا بے ضرورت ہے اس لئے اس میں وہ متعدی ہو گیا۔

(۴۴/۲۲۸۴) وَالسَّائِقُ ضَامِنٌ لِمَا اَصَابَتْ بِيَدِهَا اَوْ رِجْلِهَا.

لغت: سائق: جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا۔
ترجمہ: اور پیچھے سے ہانکنے والا ضامن ہے اس کا جس کو لگ جائے جانور کا ہاتھ یا پاؤں۔
تشریح: اگر سائق جانور کو ہانکے جارہا ہے تو اگلے پاؤں سے روندنا اور پچھلے سے روندنا برابر ہے ہر صورت میں سائق پر ضمان ہوگا، کیوں کہ جب پیچھے سے ہانک رہا تھا تو جانور کی ہر چیز اس کی نظروں کے سامنے ہے اس لئے احتراز ممکن ہے۔

(۲۲۸۵/۴۵) وَالْقَائِدُ ضَامِنٌ لِمَا اَصَابَتْ بِيَدِهَا دُوْنَ رِجْلِهَا.

حل لغت: قائد: چوپایہ کو آگے سے کھینچنے والا۔
ترجمہ: اور آگے سے کھینچنے والا ضامن ہے اس کا جس کو لگ جائے سواری کا ہاتھ نہ کہ پاؤں۔
تشریح: اگر قائد ہے تو وہ پچھلے پاؤں کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ صرف اگلے پاؤں کا ذمہ دار ہے اس لئے کہ سائق کے سامنے دونوں پاؤں ہیں تو وہ اس سے احتراز کرسکتا ہے اور چوں کہ قائد کی نظر پچھلے پاؤں پر نہیں ہے تو اس کے لئے اس سے احتراز بھی ممکن نہیں اس لئے وہ پچھلے پاؤں کا ضامن نہ ہوگا۔

گاڑی سے حادثہ ہونے کی صورت میں ضمان

ہمارے موجودہ زمانہ میں جو سواریاں رائج ہیں مثلاً سائیکل، موٹر سائیکل، رکشہ گاڑی، کار، بس، ٹرک وغیرہ ان سب کا حکم راکب دابہ کا ہے لہٰذا ان سواریوں کے ذریعہ کسی کو نقصان پہنچے تو راکب ضامن ہوگا البتہ ان سواریوں میں آگے اور پیچھے کے نقصان میں کوئی تفریق نہیں ہے کیوں کہ گاڑی کی ہر حرکت راکب کی طرف منسوب ہوگی لہٰذا وہ ہر صورت میں ضامن ہوگا۔

(۲۲۸۶/۴۶) وَمَنْ قَادَ قِطَاراً فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا اَوْطَأَ فَاِنْ كَانَ مَعَهُ سَائِقٌ فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمَا.

حل لغات: قاد: ماضی باب (ن) قوداً جانور کو آگے سے کھینچا، اوطأ: ماضی ایطاء مصدر ہے روندنا۔
ترجمہ: جو کھینچے اونٹوں کی قطار تو وہ ضامن ہے اس کا جس کو وہ کچل ڈالے پھر اگر اس کے ساتھ ہانکنے والا بھی ہو تو ضمان دونوں پر ہے۔
تشریح: اونٹوں کی قطار چل رہی ہے اور ایک شخص اگلے اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل رہا ہے باقی سب اس کے پیچھے چل رہے ہیں تو اس کو قائد کہتے ہیں اور اونٹ بلا تکلف اس طرح چلتے ہیں اب اگر کسی اونٹ نے کسی انسان کو ہلاک کردیا تو ضمان واجب ہوگا، کیوں کہ قائد پر قطار کی حفاظت ضروری ہے اگر اس کے ساتھ سائق (جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا) بھی ہے تو اب ضمان دونوں پر ہوگا کیوں کہ ان میں سے ہر ایک قائد بھی ہے اور سائق بھی۔

(۲۲۸۷/۴۷) وَاِذَا جَنَى الْعَبْدُ جِنَايَةً خَطَاءً قِيْلَ لِمَوْلَاهُ اِمَّا اَنْ تَدْفَعَهُ بِهَا اَوْ تَفْدِيَهُ فَاِنْ دَفَعَهُ مَلَكَهُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ وَاِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِاَرْشِهَا.

حل لغات: جنی: ماضی باب (ض) جناية گناہ کرنا قصور کرنا، تفدیہ فداء: مال دے کر چھڑانا۔

ترجمہ: اگر جنایت کرے غلام خطأً تو کہا جائے گا اس کے آقا سے یا تو دے دے غلام اس کے عوض میں یا اس کے بدلہ میں تاوان دے پھر اگر وہ غلام دے تو مالک ہو جائے گا اس کا ولی جنایت اور اگر فدیہ دے تو فدیہ دے گا تاوان کا۔

غلام کی جنایتوں کے احکام

تشریح: اگر ایک شخص کے غلام نے کسی کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس صورت میں جرم کا اصل جرمانہ آقا پر ہوگا لیکن تخفیفاً آقا کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ اگر چاہے تو غلام کو ولی جنایت کے حوالہ کر دے اور اگر چاہے تو غلام کا جتنا تاوان ہے وہ ادا کر دے اور غلام کو رکھ لے۔

دلیل: اگر خطأً جنایت صادر ہو جانے کی صورت میں اس کا جرمانہ مجرم ہی کے اوپر واجب کر دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا لہٰذا اس کی مددگار برادری ہوئی اور غلام کا مددگار اس کا آقا ہے کیوں کہ آقا سے غلام مدد مانگ سکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ جب آقا نے غلام کو ولی جنایت کے حوالہ کر دیا تو ولی جنایت غلام کا مالک ہو جائے گا اور اگر آقا فدیہ دینا منظور کرے تو فدیہ اتنا دے گا جو جنایت کے ارش کے بقدر ہوگا۔

(۲۲۸۸/۴۸) فَاِنْ عَادَ فَجَنٰى كَانَ حُكْمُ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ حُكْمَ الْاُوْلٰى.

ترجمہ: اگر غلام پھر جنایت کرے تو دوسری جنایت کا حکم پہلی جنایت کی طرح ہوگا۔

تشریح: اگر آقا غلام کا فدیہ ادا کر چکا ہے لیکن غلام نے دوسری مرتبہ پھر جنایت کی تو اب بھی وہی حکم ہوگا یعنی آقا کو دوسری مرتبہ زخم خطا کا تاوان دینا ہوگا تب غلام آقا کے پاس رہے گا ورنہ غلام کو ولی جنایت کے حوالہ کرنا ہوگا۔

(۲۲۸۹/۴۹) فَاِنْ جَنٰى جِنَايَتَيْنِ قِيْلَ لِمَوْلَاهُ اِمَّا اَنْ تَدْفَعَهُ اِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ يَقْتَسِمَانِهِ عَلٰى قَدْرِ حُقُوْقِهِمَا وَاِمَّا اَنْ تَفْدِيَهُ بِاَرْشِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا.

ترجمہ: اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو کہا جائے گا اس کے آقا سے کہ یا تو غلام کو دونوں جنایتوں کے ولی کے حوالہ کر دے جس کو وہ دونوں اپنے حقوق کی مقدار تقسیم کر لیں گے اور یا غلام کا فدیہ دے دے ان دونوں میں سے ہر ایک کے ارش کے بقدر۔

تشریح: غلام نے مثلاً دو جنایتیں کیں ایک آدمی کو قتل کر دیا دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو آقا کو اختیار ہے اگر

چاہے تو دونوں مقتول کے اولیاء کو اپنا مجرم غلام سپرد کر دے وہ دونوں غلام کو بیچ کر اپنا اپنا حصہ وصول کر لیں گے اور تاوان دینا چاہے تو ان دونوں کی دیت دے دے اور غلام کو رکھ لے مصنف کی عبارت **علی قدر حقوقھا**، کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے تاوان میں جو تناسب ہے اس تناسب سے غلام کی قیمت میں سے لیں گے مثلاً ایک کا کان کاٹ لیا اور دوسرے کو قتل کر دیا تو غلام کی قیمت کے تین حصے ہوں گے ان میں سے دو ولی نفس کو اور ایک اس کو جس کا کان کاٹا ہے دیا جائے گا۔

(۲۲۹۰/۵۰) وَاِنْ اَعْتَقَهُ الْمَوْلٰی وَهُوَ لَايَعْلَمُ بِالْجِنَايَةِ ضَمِنَ الْمَوْلٰی الْاَقَلَّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنْ اَرْشِهَا.

ترجمہ: اور اگر آزاد کر دے اس کو آقا اور اسے علم نہ تھا جنایت کا تو غلام کی قیمت اور اس کے تاوان سے جو کم ہو اس کا ضامن ہوگا۔

تشریح: آقا نے غلام کو آزاد کر دیا تو اب یہ دیکھیں گے کہ آقا کو غلام کی جنایت کا علم تھا یا نہیں؟ اگر علم نہیں تھا تو ایسی صورت میں غلام کی قیمت اور جنایت کے ارش میں سے جو بھی کم ہو وہی آقا پر واجب ہے مثلاً غلام کی قیمت ایک ہزار ہو اور دیت پندرہ سو روپے ہو تو غلام کی قیمت لازم ہوگی کیوں کہ آقا کو جنایت کا علم نہیں تھا اس لئے وہ معذور ہے۔

(۲۲۹۱/۵۱) وَاِنْ بَاعَهُ اَوْ اَعْتَقَهُ بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْجِنَايَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْاَرْشُ.

ترجمہ: اور اگر بیچ دے اس کو یا آزاد کر دے جنایت معلوم ہونے کے بعد تو واجب ہوگی آقا پر دیت۔

تشریح: آقا کو معلوم تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے پھر بھی غلام کو بیچ دیا یا آزاد کر دیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آقا پوری دیت دینے پر راضی ہے اس لئے آقا کو پوری دیت دینی ہوگی چاہے غلام کی قیمت سے زیادہ ہو۔

(۲۲۹۲/۵۲) وَاِذَا جَنَى الْمُدَبَّرُ اَوْ اُمُّ الْوَلَدِ جِنَايَةً ضَمِنَ الْمَوْلٰی الْاَقَلَّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنْ اَرْشِهَا.

ترجمہ: اگر جنایت کی مدبر نے یا ام ولد نے کوئی جنایت تو ضامن ہوگا، آقا اسکی قیمت اور ارش میں سے کم کا۔

تشریح: مدبر اور ام ولد کی جنایت ہر حال میں ان کے آقا پر لازم ہوتی ہے تو اگر مدبر یا ام ولد کسی کو غلطی سے قتل کر دے تو ان کی قیمت اور تاوان میں سے جو کم ہو وہ دے دی جائے اقل اس لئے واجب ہے کہ ولی جنایت کا حق اکثر سے زیادہ نہیں ہے اور قیمت سے زیادہ دینے کو آقا نے نہیں روکا اس لئے ان میں سے جو کم ہو وہی دے گا۔

(۲۲۹۳/۵۳) فَاِنْ جَنٰی جِنَايَةً اُخْرٰی وَقَدْ دَفَعَ الْمَوْلٰی قِيْمَتَهٗ اِلَى الْوَلِيِّ الْاَوَّلِ بِقَضَاءٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَيَتْبَعُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْاُوْلٰی فَيُشَارِكُهٗ فِيْمَا اَخَذَ.

حل لغت: یتبع: پیچھا کرے یعنی مطالبہ کرے۔

ترجمہ: پھر اگر جنایت کرے دوسری بار حالانکہ دے چکا آقا اس کی قیمت پہلے ولی جنایت کو قاضی کے فیصلہ سے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور پیچھے لگے دوسری جنایت کا ولی پہلی جنایت کے ولی کے اور شریک ہو جائے اس میں جو کچھ اس نے لیا ہے۔

تشریح: مدبر یا ام ولد نے ایک مرتبہ جنایت کی اور آقا نے قاضی کے فیصلہ سے پہلی جنایت والے کو تاوان دے دیا پھر دوبارہ مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو اب آقا پر کوئی تاوان نہ ہوگا بلکہ دوسری جنایت کا ولی پہلی جنایت کے ولی کے پاس جائے اور جو کچھ اس کو آقا نے دیا تھا اس میں شریک ہو جائے۔

(۵۴/۲۲۹۴) وَإِنْ كَانَ الْمَوْلٰى دَفَعَ الْقِيْمَةَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الْمَوْلٰى وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى.

ترجمہ: اور اگر آقا نے دی ہو قیمت بغیر قاضی کے فیصلہ کے تو ولی کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو آقا کے پیچھے پڑے اور اگر چاہے پہلی جنایت والے کے پیچھے پڑے۔

تشریح: اگر آقا نے بغیر قاضی کے فیصلہ کے قیمت ادا کر دی پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری مرتبہ جنایت کر دی تو اب کیا حکم ہے؟ تو فرمایا کہ اس صورت میں دوسری جنایت والے کے لئے دو اختیار ہیں یا تو آقا سے اپنی جنایت وصول کرے یا پہلی جنایت کے ولی سے اپنی جنایت وصول کرے، آقا سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ بغیر قاضی کے فیصلہ کے اس کے دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا ہے دوستی کی بنیاد پر دی ہو اور پہلی جنایت والے سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ گویا کہ اس نے دوسری جنایت والے کی آدھی دیت پر قبضہ کیا ہے آقا پر تو ایک ہی مرتبہ دیت لازم تھی جو وہ ادا کر چکا ہے۔

(۵۵/۲۲۹۵) وَإِذَا مَالَ الْحَائِطُ إِلٰى طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ فَطُوْلِبَ صَاحِبُهُ بِنَقْضِهِ وَأُشْهِدَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَنْقُضْهُ فِيْ مُدَّةٍ يَقْدِرُ عَلٰى نَقْضِهِ حَتّٰى سَقَطَ ضَمِنَ مَا تَلَفَ بِهِ مِنْ نَفْسٍ أَوْ مَالٍ وَيَسْتَوِيْ أَنْ يُطَالِبَهُ بِنَقْضِهِ مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ.

ترجمہ: اور اگر جھک جائے دیوار مسلمانوں کے راستہ کی جانب اور مطالبہ کیا گیا اس کے مالک سے اس کے توڑنے کا اور اس پر گواہ بنائے گئے پھر بھی نہیں توڑا اس کو اتنی مدت میں کہ وہ قادر تھا اس کے توڑنے پر یہاں تک کہ وہ گر گئی تو ضامن ہوگا اس کا جو ضائع ہو جان یا مال میں سے اور برابر ہے کہ اس کے توڑنے کا مطالبہ مسلمان کرے یا ذمی۔

جھکی ہوئی دیوار اور موجب قتل عبد کے احکام

تشریح: کسی کی دیوار مسلمانوں کے راستہ کی جانب جھک گئی جس کی وجہ سے اس کے گرنے کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اگر اس کو کسی نے کچھ نہیں کہا اور دیوار گر گئی اور کوئی ہلاک ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کو ان لوگوں میں سے کسی نے کہا جن کو اس راستہ میں گزرنے کا حق ہے اور کہنا بھی حکم کے طریقہ پر ہو بطور مشورہ کے نہ ہو اور وہ پھر بھی دیوار نہ توڑے حالانکہ اس کو اتنی مدت ملی کہ توڑ سکتا تھا لیکن اس نے نہیں توڑی یہاں تک کہ دیوار گرنے سے کوئی آدمی مر گیا یا کسی کا مال تلف ہو گیا تو اس کا ضمان دینا ہوگا دیوار گرانے کا مطالبہ مسلمان نے کیا ہو یا ذمی نے دونوں کا حق برابر ہے اب رہ گیا یہ سوال کہ ضمان کون ادا کرے؟ جواب یہ ہے کہ اگر دیوار گرنے سے کوئی آدمی ہلاک ہوا ہو تو اس کی دیت عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر ہلاک ہونے والا کوئی مال واسباب ہو تو اس کا تاوان اسی مالک دیوار پر ہوگا، مصنف کی عبارت: اشهد عليه کا مطلب یہ ہے کہ حکم کرنے والا کہے کہ اے لوگو! تم گواہ رہو میں اس کو کہہ چکا ہوں کہ اس دیوار کو توڑ دیہ بات بھی یاد رہے کہ اشہاد ضروری نہیں ہے اصل تو مالک دیوار کو اس کے توڑنے کا حکم کر دینا ہے اور گواہ بنانا بر بنائے احتیاط ہے کہ کہیں قاضی کے سامنے حکم کا انکار کرنے لگے تو گواہ تو پیش کر دیئے جائیں۔

(۵٦/۲۲۹٦) وَاِنْ مَالَ اِلٰی دَارِ رَجُلٍ فَالْمُطَالَبَةُ لِمَالِكِ الدَّارِ خَاصَّةً.

ترجمہ: اور اگر دیوار جھک گئی کسی آدمی کے گھر کی طرف تو مطالبہ کا حق مالک مکان کیلئے ہے خاص طور پر۔

تشریح: کسی آدمی کے مکان کی دیوار مسلمانوں کے راستہ کے بجائے کسی خاص آدمی کے گھر کی طرف جھک گئی تو اب دیوار گرانے کا مطالبہ وہی کرے جسکے گھر کی طرف دیوار جھکی ہوئی ہے کیوں کہ اسی کا گھر ہے اور اسی کا حق ہے۔

(۵۷/۲۲۹۷) فَاِذَا اصْطَدَمَ فَارِسَانِ فَمَاتَا فَعَلٰی عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا دِيَةُ الْآخَرِ.

حل لغات: اصطدم: ماضی باب افتعال مصدر اصطدام مادہ صَدْمٌ ٹکرا جانا۔ فَارِسًا: گھوڑسوار۔

ترجمہ: جب ٹکرا کر مر جائیں دو گھوڑے سوار تو دونوں میں سے ہر ایک کی عاقلہ پر دیت ہے دوسرے کی۔

تشریح: دو آدمی گھوڑے پر سوار ہیں دونوں کی ٹکر ہو گئی جس کیوجہ سے دونوں مر گئے یا دونوں پیدل تھے دونوں کی ٹکر ہو گئی اور دونوں مر گئے اور یہ ٹکر خطأً ہوئی تو اب حکم یہ ہے کہ دونوں کے ورثاء ہر ایک سے پوری دیت وصول کریں گے اور وصول کرنے کی ضرورت نہیں ہے مقاصہ ہو جائے گا یہ حنفیہ کا مذہب ہے، کیوں کہ دونوں کی غلطیاں ہیں اس لئے دونوں کے خاندان پر دیت ہوگی۔

(۵۸/۲۲۹۸) وَاِذَا قَتَلَ رَجُلٌ عَبْدًا خَطَأً فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ وَلَاتُزَادُ عَلٰی عَشَرَةِ الآفِ دِرْهَمٍ فَاِنْ

كَانَتْ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ الآفِ دِرْهَمٍ اَوْ اَكْثَرَ قُضِيَ عَلَيْهِ بِعَشَرَةِ الآفٍ اِلَّا عَشَرَةً.

ترجمہ: اگر قتل کردیا کسی آدمی نے غلام کو غلطی سے تو اس پر غلام کی قیمت ہے جو دس ہزار درہم سے زائد نہ ہوگی پھر اگر ہو اس کی قیمت دس ہزار درہم یا اس سے زائد ہو تو حکم کیا جائے گا قاتل پر دس درہم کم دس ہزار کا۔

تشریح: قتل خطاء میں آزاد آدمی کی دیت دس ہزار درہم ہے لیکن غلام کی دیت آزاد آدمی کی دیت سے دس درہم کم کر کے نو ہزار نو سو نوے درہم ہی لازم کریں گے تا کہ غلام اور آزاد میں تھوڑا سا فرق رہے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی غلام غلطی سے قتل ہو جائے تو اس کی قیمت واجب ہوگی اب اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت یعنی دس ہزار درہم کے برابر ہو یا زیادہ ہو، تو پوری دیت میں سے دس درہم کم کر دیئے جائیں گے تا کہ آزاد اور غلام کی دیت میں دس درہم کا فرق ہو جائے۔

(۲۲۹۹/۵۹) وَفِي الْاَمَةِ اِذَا زَادَتْ قِيمَتُهَا عَلَى الدِّيَةِ يَجِبُ خَمْسَةُ الآفٍ اِلَّا عَشَرَةً.

ترجمہ: اور باندی میں جب کہ زائد ہو اس کی قیمت دیت سے واجب ہوں گے دس درہم کم پانچ ہزار۔

تشریح: اگر باندی خطاء قتل ہو جائے تو قاتل پر اس کی قیمت لازم ہوگی اگر اس کی قیمت پانچ ہزار درہم سے زیادہ ہو تب بھی چار ہزار نو سو نوے درہم ہی لازم ہوں گے تا کہ مملوک کے رتبہ کا انحطاط ظاہر ہو جائے۔

(۲۳۰۰/۶۰) وَفِي يَدِ الْعَبْدِ نِصْفُ قِيمَتِهٖ لَايُزَادُ عَلٰى خَمْسَةِ آلَافٍ اِلَّا خَمْسَةً.

ترجمہ: اور غلام کے ہاتھ میں اس کی آدھی قیمت ہے جو زائد نہ ہوگی پانچ درہم کم پانچ ہزار سے۔

تشریح: آزاد آدمی کے دونوں ہاتھ غلطی سے کٹ جائیں تو پوری دیت دس ہزار درہم ہے اور ایک ہاتھ کٹ جائے تو آدھی دیت پانچ ہزار درہم ہے اس قاعدہ کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ غلام کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں تو اس کی پوری قیمت لازم ہوگی مثلاً غلام کی پوری قیمت چار ہزار درہم تھی تو چار ہزار درہم لازم ہوں گے لیکن اگر ایک ہاتھ کاٹا تو غلام کی آدھی قیمت دو ہزار درہم ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت بارہ ہزار درہم ہو اس حساب سے ایک ہاتھ کی دیت چھ ہزار درہم ہوتی ہے پھر بھی آزاد کے ایک ہاتھ کٹنے کی دیت پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہیں کریں گے بلکہ اس سے پانچ درہم کم کر کے چار ہزار نو سو پچانوے درہم ہی دیت دلوائی جائے گی تا کہ غلام کے ہاتھ کی دیت آزاد کے ہاتھ سے زیادہ نہ ہو جائے کیوں کہ غلام کا درجہ آزاد سے کم ہے۔

(۲۳۰۱/۶۱) وَكُلُّ مَا يُقَدَّرُ مِنْ دِيَةِ الْحُرِّ فَهُوَ مُقَدَّرٌ مِنْ قِيمَةِ الْعَبْدِ.

ترجمہ: جو مقدار مقرر ہے آزاد کی دیت سے وہ مقرر ہوگی غلام کی قیمت سے۔

تشریح: ایک آزاد شخص کی دیت کا جو اندازہ ہے وہی غلام کی دیت مقرر ہوگی جو اس کی قیمت کی شکل میں دی

جاتی ہے مثلاً آزاد کی انگلی کاٹے تو پوری دیت کا دسواں حصہ ایک ہزار لازم ہوتے ہیں اسی طرح مذکورہ غلام کی انگلی کاٹے تو اس کی پوری قیمت چار ہزار درہم کا دسواں حصہ چار سو درہم لازم ہوں گے اور آزاد کے دانت توڑنے میں پوری دیت کا بیسواں حصہ پانچ سو درہم لازم ہوتے ہیں تو اسی پر قیاس کر کے مذکورہ غلام کی پوری قیمت چار ہزار کا بیسواں حصہ یعنی دو سو درہم لازم ہوں گے۔

(۶۲/۲۳۰۲) وَاِذَا ضَرَبَ رَجُلٌ بَطْنَ اِمْرَأةٍ فَاَلْقَتْ جَنِيناً مَيِّتاً فَعَلَيْهِ غُرَّةٌ وَالْغُرَّةُ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ

حل لغات: جنین: جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے ج، ن، اس مادہ میں اخفاء کے معنی ہیں اور بچہ پوشیدہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو جنین کہتے ہیں۔

غرۃ: غلام یا باندی کو کہتے ہیں یا پانچسو درہم۔

ترجمہ: اگر مارا کسی نے عورت کے پیٹ پر اس نے ڈالا مردہ بچہ تو اس پر غرہ واجب ہے اور غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہے۔

پیٹ کے بچہ کو ضائع کردینے کے احکام

تشریح: اگر کسی نے آزاد عورت کے پیٹ پر یا کسی اور عضو پر لات وغیرہ ماردی جس سے اس کا حمل ساقط ہوگیا (بچہ گرگیا) تو یہاں دیت واجب ہوگی یعنی غلام یا باندی اس عورت کو دی جائے گی جس کا جنین گرایا گیا اور جہاں غلام باندی نہ ہو جیسے آج کل موجود نہیں ہیں تو اس صورت میں پوری دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچسو درہم دینے ہوں گے۔

(۶۳/۲۳۰۳) فَاِنْ اَلْقَتْهُ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ.

ترجمہ: پھر اگر ڈالا عورت نے جنین کو زندہ پھر وہ مر گیا تو اس میں پوری دیت ہے۔

تشریح: اگر جنین زندہ باہر آیا ہو اور پھر مرا ہو تو اس صورت میں پوری دیت واجب ہوگی کیوں کہ بچہ کا مرنا پہلی چوٹ ہی کے اثر سے ہے، گویا زندہ آدمی کا قتل خطاء ہوا اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔

(۶۴/۲۳۰۴) وَاِنْ اَلْقَتْهُ مَيِّتاً ثُمَّ مَاتَتِ الْاُمُّ فَعَلَيْهِ دِيَةٌ وَغُرَّةٌ.

ترجمہ: اور اگر عورت نے مردہ بچہ ڈالا پھر ماں مرگئی تو اس پر دیت ہے اور غرہ ہے۔

تشریح: عورت کے پیٹ پر مارا جنین میت باہر آگیا اور پھر عورت بھی مرگئی تو ماں کی پوری دیت لازم ہوگی

اور بچہ کے بدلہ میں غلام یا باندی دے تو گویا دو دیتیں ہو گئیں۔

(۲۳۰۵/۶۵) وَاِنْ مَاتَتْ ثُمَّ اَلْقَتْهُ مَيِّتًا فَلَاشَيْءَ فِي الْجَنِيْنِ.

ترجمہ: اور اگر ماں مرگئی پھر اس نے ڈالا مردہ بچہ تو بچہ میں کچھ نہیں۔

تشریح: ماں پہلے مری بعد میں مردہ بچہ نکلا تو یہ صورت اختلافی ہے، ہمارے نزدیک صورت مذکورہ میں صرف ماں کی دیت واجب ہوگی اور بچہ کا کچھ واجب نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ماں کی دیت اور بچہ میں غرہ واجب ہوگا ہماری دلیل یہ ہے کہ بچہ کے مرنے کے دو سبب ہیں (۱) مارنے کی وجہ سے مرا ہو (۲) ماں کے مرنے کی وجہ سے دم گھٹ کر مر گیا ہو اب یہاں شک ہو گیا کہ کس وجہ سے مرا ہے لہٰذا بچہ کا ضمان واجب نہ ہوگا۔

(۲۳۰۶/۶۶) وَمَا يَجِبُ فِي الْجَنِيْنِ مَوْرُوْثٌ عَنْهُ.

ترجمہ: اور جو کچھ واجب ہو جنین میں وہ اس کی جانب سے میراث میں تقسیم کیا جائے گا۔

تشریح: جنین کی تمام صورتوں میں مارنے والے پر جو مال واجب کیا گیا ہے اس کو جنین کے ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا کیوں کہ وہ نفس کا بدل ہے اور بدل عن المقتول وارثین کا ہوتا ہے لیکن اگر مارنے والا بھی اس کا وارث ہو تو وہ میراث سے محروم رہے گا۔

(۲۳۰۷/۶۷) وَفِيْ جَنِيْنِ الْاَمَةِ اِذَا كَانَ ذَكَرًا نِصْفُ عُشْرِ قِيْمَتِهٖ لَوْكَانَ حَيًّا وَعُشْرُ قِيْمَتِهٖ اِنْ كَانَ اُنْثٰى.

ترجمہ: اور باندی کے بچہ میں جب کہ ہو وہ لڑکا اس کی قیمت کا بیسواں حصہ ہے اگر زندہ ہو اور اس کی قیمت کا دسواں حصہ ہے اگر لڑکی ہو۔

تشریح: اب تک اس جنین کی تفصیل تھی جو آزاد عورت سے گرا ہے اگر باندی سے گرا ہو تو وہ باندی کے آقا کا غلام ہوگا اس لئے اس کا حکم کچھ اور ہے لہٰذا باندی کا جنین اگر زندہ ہوتا تو اس کی قیمت ہوتی اس کے بعد پھر دیکھا جائے کہ جنین لڑکا ہے یا لڑکی اگر لڑکا ہے تو اس قیمت کا بیسواں حصہ واجب کیا جائے گا اور اگر لڑکی ہے تو دسواں حصہ واجب کیا جائے یہ حنفیہ کا مذہب ہے مثلاً بچہ کی قیمت چار ہزار درہم ہو تو دو سو درہم لازم ہوں گے اور بچہ مؤنث ہو تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ یعنی چار سو درہم لازم ہوں گے۔

(۲۳۰۸/۶۸) وَلَا كَفَّارَةَ فِي الْجَنِيْنِ.

ترجمہ: اور بچہ کے گرانے میں کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: عورت کے پیٹ پر مارا اور مردہ بچہ نکل پڑا تو اس پر غرہ تو ہے جیسا کہ ماقبل میں آچکا ہے لیکن اس کے لئے کفارہ نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں دیت کا تذکرہ ہے کفارہ کا تذکرہ نہیں ہے ہاں اگر احتیاطاً کفارہ دے دے تو بہتر ہے تاکہ باعث تقرب ہو سکے اور جنین کو ہلاک کرنے کا جو جرم اس نے کیا ہے اس سے استغفار ہو سکے۔

(۲۳۰۹/۶۹) وَالْكَفَّارَةُ فِيْ شِبْهِ الْعَمَدِ وَالْخَطَاُ عِتْقُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ وَلَا يُجْزِئُ فِيْهِ الْاِطْعَامُ.

ترجمہ: اور کفارہ قتل شبہ عمد و قتل خطا میں ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے اگر نہ پائے تو لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں اور اس میں کھانا کھلانا کافی نہ ہوگا۔

تشریح: آیت میں ہے کہ قتل خطاء میں مومن غلام کا آزاد کرنا ہے اور قتل شبہ عمد قتل خطاء سے اہم ہے اس لئے اس میں بھی کفارہ لازم ہوگا چوں کہ آیت میں کھانا کھلانے کا ذکر نہیں ہے اس لئے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا کافی نہ ہوگا، آیت یہ ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ آگے فرمایا فَمَنْ لم يجد فصيام شهرين متتابعين.

بَابُ الْقَسَامَةِ

(یہ باب قسامت کے احکام کے بیان میں ہے)

قسامت کی لغوی تحقیق: قسامت لغت کے اعتبار سے مصدر ہے قسم کے معنی میں۔

اصطلاحی تعریف: اللہ کے نام کی قسم کھانا ہے جس کا سبب مخصوص ہو عدد مخصوص ہو مخصوص طریقہ پر ہو، سبب مخصوص سے مراد مقتول کا محلہ میں پایا جانا ہے، عدد مخصوص پچاس ہیں مخصوص طریقہ یعنی پچاس مرد ہوں اور ان سے پچاس قسم ہوں اور افراد پورے نہ ہوں تو یمین کا تکرار ہو۔

ماقبل سے مناسبت: مقتول کے اندر بعض صورتوں میں قسامت کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے اس کو علیحدہ باب میں دیات کے آخر میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ: قسامت اس وقت شروع ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی جگہ مقتول پایا جائے اور اس کے قتل کے واقعہ کو کسی نے نہ دیکھا ہو اب حنفیہ کے نزدیک قسامت کا طریقہ کار یہ ہے کہ قسامت اِس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی ایسی جگہ پر مقتول پایا جائے جو جگہ یا تو کسی فرد واحد کی ملکیت میں ہے یا کچھ افراد کی مشترک ملکیت میں ہے مثلاً کوئی مقتول کسی شخص کے گھر میں پایا گیا تو بھی قسامت واجب ہوگی یا مقتول محلے میں ایسی جگہ پر پایا گیا جو پورے محلہ کی مشترک ملکیت سمجھی جاتی ہے اس وقت بھی قسامت واجب ہوگی لیکن اگر وہ جگہ اہل محلہ کی مشترک ملکیت نہیں ہے

مثلاً شارع عام ہے اور اس پر کوئی مقتول پایا گیا تو اب قسامت واجب نہیں ہوگی۔

(۱/۲۳۱۰) وَاِذَا وُجِدَ الْقَتِيْلُ فِيْ مَحَلَّةٍ لَا يُعْلَمُ مَنْ قَتَلَهُ اسْتُحْلِفَ خَمْسُوْنَ رَجُلًا مِنْهُمْ يَتَخَيَّرُهُمُ الْوَلِيُّ بِاللّٰهِ مَاقَتَلْنَاهُ وَلَاعَلِمْنَالَهُ قَاتِلًا فَإِذَا حَلَفُوْا قُضِيَ عَلٰى اَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِالدِّيَةِ.

ترجمہ: اور جب پایا گیا مقتول کسی محلہ میں اور معلوم نہیں کہ کس نے قتل کیا ہے تو قسم لی جائے گی ان میں سے پچاس آدمیوں سے کہ منتخب کرے ان کو ولی (قسم کے الفاظ یہ ہوں گے) خدا کی قسم نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں پھر جب قسم کھالیں تو فیصلہ کردیا جائے اہل محلہ پر دیت کا۔

قسامت کب ہوگی اور اس کے طریقہ کا بیان

تشریح: اس عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قسامتکب ہوگی اور اس کا طریقہ کیا ہوگا چناں چہ فرمایا گیا اگر کسی محلہ میں مقتول پایا گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے اور اولیاء مقتول یہ کہیں کہ ہمارا غالب گمان تو یہی ہے کہ جس محلہ میں لاش ملی ہے اس محلہ کے لوگوں نے قتل کیا ہے یا کم از کم ان اہل محلہ کو قاتل کا پتہ ہے تو اس صورت میں قاضی اولیاء مقتول سے کہے گا کہ تم اہل محلہ میں سے پچاس آدمی منتخب کرو جن پر تمہیں شبہ ہے چناں چہ اولیاء مقتول اہل محلہ میں پچاس آدمی منتخب کریں گے پھر قاضی ان پچاس آدمیوں سے یہ کہے گا کہ تم سب ان الفاظ کے ساتھ قسم کھاؤ "بالله ماقتلنا ولا علمناه له قاتلاً" یعنی ہم قسم کھاتے ہیں کہ نہ تو ہم نے اس مقتول کو قتل کیا ہے اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا پتہ ہے، کہ کس نے قتل کیا ہے اگر وہ لوگ قسم کھانے سے انکار کریں تو ان کو قید میں رکھا جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جائے گا جب تک کہ ان میں سے کوئی قتل کا اقرار نہ کرے یا قاتل کا پتہ بتادے کہ فلاں نے قتل کیا ہے یا قسم کھانے پر راضی ہوجائیں اور اگر وہ پچاس افراد مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ قسم کھالیں تو اس کے نتیجہ میں پورے اہل محلہ پر اس مقتول کی دیت واجب کردی جائے گی یہ طریقہ حنفیہ کے نزدیک ہے نیز قسامت کی مشروعیت کے لئے معین افراد کے خلاف دعویٰ ضروری نہیں البتہ اتنا ضروری ہے کہ اولیاء مقتول اہل محلہ کو اجمالاً متہم کریں مثلاً یہ کہیں کہ ہمیں تو شبہ ہے کہ اسی محلہ کے افراد میں سے کسی نے مارا ہے قسامت کا معاملہ حقیقت میں کسی کے خلاف کسی دعوی کے ثابت ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اجتماعی ذمہ داری کا اصول متعین کرنا ہے کہ اہل محلہ پر نصرت اور حفاظت کا جو فریضہ عائد ہوتا تھا وہ انہوں نے پوری طرح ادا نہیں کیا۔

(۲/۲۳۱۱) وَلَا يُسْتَحْلَفُ الْوَلِيُّ وَلَايُقْضٰى عَلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ وَاِنْ حَلَفَ.

ترجمہ: اور قسم نہیں لی جائے گی ولی سے اور نہ فیصلہ کیا جائے گا اس پر جنایت کا اگرچہ قسم کھالے۔

قسمیں کون کھائے گا؟

تشریح: اس عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قسمیں کون کھائے گا؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اہل محلہ کو قسمیں دی جائیں گی اگر وہ قسمیں کھالیں گے تو ان پر دیت بھی واجب کی جائے گی مقتول کے ولی سے قسم نہیں لی جائے گی اور وہ قسم کھا بھی لے تب بھی اس پر جنایت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس بات کی کوئی علامت ہو کہ محلہ والوں نے قتل کیا ہے مثلاً ان کے ساتھ مقتول کی پرانی عداوت چلی آرہی تھی تو خود مقتول کے اولیاء پچاس مرتبہ قسمیں کھائیں کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہی شخص یا یہ لوگ قاتل ہیں اگر اولیاء مقتول نے قسم کھالی تو اہل محلہ پر دیت واجب ہوگی اگر اولیاء مقتول قسم کھانے سے انکار کردیں تو اہل محلہ سے قسمیں لی جائیں گی اگر قسمیں کھالیں تو اہل محلہ بری ہوجائیں گے اور اب ان سے دیت کا مطالبہ نہیں ہوگا اور اگر انکار کردیں تو پھر اولیائے مقتول کو قسم دی جائے گی اگر وہ قسم کھالیں تو اہل محلہ پر دیت واجب ہوجائے گی اور اگر انکار کردیں تو پھر دیت واجب نہیں ہوگی بلکہ وہ بری ہوجائیں گے۔

(۲۳۱۲/۳) وَاِنْ اَبٰی وَاحِدٌ مِنْهُمْ حُبِسَ حَتّٰی یَحْلِفَ.

ترجمہ: اور اگر انکار کرے اہل محلہ میں سے کوئی قسم کھانے سے تو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ قسم کھائے۔

تشریح: محلہ میں قتل ہونے کی وجہ سے مقتول کے وارثین کا حق ہوگیا کہ اہل محلہ کو قسم کھلائیں اس لئے اگر کوئی قسم کھانے سے انکار کرتا ہے تو اس کو قید کیا جائے گا جب تک وہ قسم نہ کھائے۔

(۲۳۱۳/۴) وَاِنْ لَمْ یَکْمُلْ اَهْلُ الْمَحَلَّةِ کُرِّرَتِ الْاَیْمَانُ عَلَیْهِمْ حَتّٰی یَتِمَّ خَمْسِیْنَ یَمِیْنًا.

ترجمہ: اور اگر پوری نہ ہو اہل محلہ کی تعداد تو مکرر کی جائیں گی ان پر قسمیں یہاں تک کہ پچاس پوری ہوجائیں۔

تشریح: ماقبل میں آچکا ہے کہ اہل محلہ میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی اگر اتفاق سے پچاس کی تعداد پوری نہ ہوسکے تو موجودہ افراد سے مکرر قسم لیجائے تاکہ پچاس کی تعداد پوری ہوسکے۔

(۲۳۱۴/۵) وَلَایَدْخُلُ فِی الْقَسَامَةِ صَبِیٌّ وَلَامَجْنُوْنٌ وَلَاامْرَاَةٌ وَلَاعَبْدٌ.

ترجمہ: اور نہیں داخل ہوگا قسم میں بچہ نہ دیوانہ نہ عورت اور نہ غلام۔

تشریح: بچے اور مجنون میں تو عقل ہی نہیں ہے عورت کما نہیں سکتی کہ وہ دیت ادا کرے اور غلام کے پاس تو مال ہی نہیں ہے جو کچھ ہے وہ آقا کا ہے۔

(۲۳۱۵/۶)　وَاِنْ وُجِدَ مَيِّتٌ لَا اَثَرَ بِهٖ فَلَاقَسَامَةَ وَلَادِيَةَ.

ترجمہ: اگر پایا گیا کوئی مردہ جس پر کوئی نشان نہیں تو نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے۔

تشریح: اگر محلہ میں کوئی مرا ہوا انسان ملا لیکن اس پر قتل کا کوئی نشان نہیں ہے نہ کوئی زخم ہے تو پھر نہ قسامت ہے اور نہ محلہ والوں پر دیت ہے۔

(۲۳۱۶/۷)　وَكَذٰلِكَ اِنْ كَانَ الدَّمُ يَسِيْلُ مِنْ اَنْفِهٖ اَوْ دُبُرِهٖ اَوْ فَمِهٖ فَاِنْ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ اَوْ اُذُنَيْهِ فَهُوَ قَتِيْلٌ

ترجمہ: اور ایسے ہی اگر خون بہہ رہا ہو اس کی ناک اس کی سرین یا اس کے منہ سے اور اگر نکل رہا ہو اس کی آنکھوں سے یا کانوں سے تو وہ مقتول ہے۔

تشریح: اگر محلہ میں کوئی ایسا مردہ پایا گیا جس کی ناک یا پاخانہ کے راستہ سے خون جاری ہو تو اس میں نہ قسامت ہے نہ دیت کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ نکسیر یا بواسیر کی وجہ سے مرا ہو ہاں اگر خون آنکھوں یا کانوں سے جاری ہو تو وہ مقتول سمجھا جائے گا، کیوں کہ ان جگہوں سے عموماً مارنے کی وجہ سے ہی خون نکلتا ہے اس لئے وہ مقتول شمار ہوگا، اور قسامت لازم ہوگی۔

(۲۳۱۷/۸)　وَاِذَا وُجِدَ الْقَتِيْلُ عَلٰى دَابَّةٍ يَسُوْقُهَا رَجُلٌ فَالدِّيَةُعَلٰى عَاقِلَتِهٖ دُوْنَ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ.

ترجمہ: اور جب پایا گیا مقتول سواری پر جس کو ہانک رہا تھا ایک آدمی تو دیت اس کے عاقلہ پر ہے نہ کہ اہل محلہ پر۔

تشریح: ایک جانور کو کوئی شخص لے جا رہا ہے اور اس پر کوئی مقتول ہے تو ظاہری علامت یہی ہے کہ یہی اس کا قاتل ہے اسلئے جانور والے پر ہی دیت ہوگی پھر وہ شخص پیچھے سے ہانکے یا آگے سے کھینچے یا اس پر سوار ہو سب برابر ہے۔

(۲۳۱۸/۹)　وَاِنْ وُجِدَ الْقَتِيْلُ فِيْ دَارِ اِنْسَانٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَيْهِ وَالدِّيَةُ عَلٰى عَاقِلَتِهٖ.

ترجمہ: اور اگر پایا گیا مقتول کسی انسان کے گھر میں تو قسامت گھر والے پر ہے اور دیت اس کے عاقلہ پر۔

تشریح: جب اس کے گھر میں لاش ملی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اسی نے قتل کیا ہے اس لئے اسی پر قسامت ہوگی اور چوں کہ یہ قتل خطاء کے درجہ میں ہے اس لئے دیت برادری پر ہوگی۔

(۲۳۱۹/۱۰)　وَلَا يَدْخُلُ السُّكَّانُ فِي الْقَسَامَةِ مَعَ الْمُلَّاكِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهِيَ عَلٰى اَهْلِ الْخِطَّةِ دُوْنَ الْمُشْتَرِيْنَ وَلَوْبَقِيَ مِنْهُمْ وَاحِدٌ.

حل لغات: سکان: ساکن کی جمع ہے کرایہ دار، ملاك: مالك کی جمع ہے زمین کے اصل مالک، اهل خطه: زمین والے۔

ترجمه: اور داخل نہیں ہوں گے قسامت میں کرایہ دار مالکوں کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے نزدیک اور وہ اہل خطہ پر ہے نہ کہ خریداروں پر اگر چہ ان میں سے ایک ہی باقی ہو۔

تشریح: کسی محلہ کے باشندے کچھ تو وہ ہیں جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں اور یہاں کی زمینوں کے مالک ہیں اور کچھ وہ ہیں جو بغیر ملکیت کے کرایہ وغیرہ پر رہتے ہیں تو قسامت کن لوگوں پر ہوگی اس بارے میں طرفین تو یہ فرماتے ہیں کہ قسامت صرف مالکوں پر ہوگی کرایہ داروں پر نہ ہوگی، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قسامت دونوں پر ہوگی آگے فرماتے ہیں یہ اہل محلہ جن پر قسامت واجب ہوتی ہے ان میں کچھ لوگ تو وہ ہوں گے جن کو یہ علاقہ فتح ہونے کے وقت میں امام نے کچھ زمین دے دی تھی وہ تو اہل خطہ ہیں یا ان کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی اولا د اہل خطہ ہوگی اور دوسرا فریق وہ ہے کہ جنہوں نے اس کو خریدا ہے اور اس میں سکونت اختیار کی ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اہل خطہ اور خریدار دونوں پر قسامت ہوگی اور طرفین کے یہاں فقط اہل خطہ پر ہوگی پھر صاحب کتاب نے فرمایا کہ اگر وہاں محلہ کے اندر اہل خطہ میں سے صرف ایک آدمی رہ گیا ہے تو اسی پر قسامت و دیت ہے۔

(۱۱/۲۳۲۰) وَاِنْ وُجِدَ الْقَتِيْلُ فِيْ سَفِيْنَةٍ فَالْقَسَامَةُ عَلٰى مَنْ فِيْهَا مِنَ الرُّكَّابِ وَالْمَلَّاحِيْنَ.

حل لغات: الرکاب: جمع ہے واحد راکب سوار، الملاحین: حالت جری میں ہے واحد ملاح کشتی چلانے والا۔

ترجمه: اور اگر پایا گیا مقتول کشتی میں تو قسامت ان پر ہے جو کشتی میں ہیں یعنی سواریاں اور جہاز راں۔

تشریح: اگر مقتول کشتی کے اندر پایا گیا تو جو لوگ کشتی کے اندر ہیں انہیں پر قسامت و دیت واجب ہے خواہ سوار ہوں خواہ مالک اور خواہ ملاح لوگ ہوں سب کو تاوان دینا ہوگا بسوں اور بیل گاڑیوں کا بھی یہی حال ہوگا۔

(۱۲/۲۳۲۱) وَاِنْ وُجِدَ فِيْ مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ فَالْقَسَامَةُ عَلٰى اَهْلِهَا.

ترجمه: اور اگر پایا جائے مقتول محلہ کی مسجد میں تو قسامت اہل محلہ پر ہے۔

تشریح: محلہ کی مسجد میں مقتول پایا گیا تو ظاہر یہی ہے کہ اسی محلہ والوں نے مار کر مسجد میں ڈال دیا ہے اسلئے قسامت و دیت اہل محلہ پر ہوگی۔

(۱۳/۲۳۲۲) وَاِنْ وُجِدَ فِي الْجَامِعِ وَالشَّارِعِ الْاَعْظَمِ فَلَاقَسَامَةَ فِيْهِ وَالدِّيَةُ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ.

ترجمه: اور اگر مقتول پایا جائے جامع مسجد میں یا سڑک پر تو اس میں قسامت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر ہے۔

تشریح: اگر کسی جامع مسجد یا عام سڑک کے اوپر مقتول ہے تو اس صورت میں قسامت نہیں ہے کیوں کہ جامع مسجد پورے شہر والوں کی ہے ایسے ہی سڑک پورے شہر والوں کی ہے اب کیا معلوم؟ کہ کس نے مار کر ڈالدیا اس لئے کوئی ایک محلہ والا اس کا مجرم نہیں ہے اس وجہ سے کسی پر قسامت نہ ہوگی اور تا کہ اسکا خون رائیگاں نہ جائے اسلئے اس کی دیت بیت المال پر ہوگی اور اس زمانہ میں جب بیت المال نہیں ہے تو عامۃ المسلمین سے چندہ کر کے دیت پوری کی جائے گی۔

(۱۴/۲۳۲۳) وَاِنْ وُجِدَ فِيْ بَرِيَّةٍ لَيْسَ بِقُرْبِهَا عِمَارَةٌ فَهُوَ هَدْرٌ.

حل لغات: بریة: جنگل، جس جگہ آبادی سے چلانے کی آواز وہاں تک نہ پہنچ سکے تو وہ جنگل کے درجے میں ہے، هدر: بیکار، جس کی دیت نہ ہو۔

ترجمه: اور اگر لاش کسی جنگل میں ملی جس کے قریب آبادی نہ ہو تو وہ رائیگاں ہے۔

تشریح: اگر مقتول کسی ایسے جنگل میں ملے جو کسی کا مملوک نہ ہو اور اس جنگل کے پاس کوئی آبادی نہ ہو تو کسی پر قسامت و دیت نہیں ہے۔

(۱۵/۲۳۲۴) وَاِنْ وُجِدَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ كَانَ عَلٰى اَقْرَبِهِمَا.

ترجمه: اور اگر مقتول دو گاؤں کے درمیان پایا جائے تو دونوں گاؤں کے قریب والوں پر دیت ہوگی۔

تشریح: مقتول دو گاؤں کے درمیان ملا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ وہ کس گاؤں سے زیادہ قریب ہے جس سے زیادہ قریب ہوگا انہیں گاؤں والوں پر قسامت اور دیت ہوگی۔

(۱۶/۲۳۲۵) وَاِنْ وُجِدَ فِيْ وَسْطِ الْفُرَاتِ يَمُرُّ بِهَا الْمَاءُ فَهُوَ هَدْرٌ.

ترجمه: اور اگر پایا گیا دریائے فرات کے بیچ میں جس کو پانی بہائے لے جاتا ہے تو وہ خون رائیگاں ہے۔

تشریح: اگر مقتول دریائے فرات کے بیچ میں ملے جس کو پانی کی دھار بہا کر لے جا رہی ہے تو اس کی دیت کسی پر بھی واجب نہ ہوگی اس لئے کہ معلوم نہیں کہ لاش کہاں سے آ رہی ہے اس لئے اس کا خون معاف ہے۔

(۱۷/۲۳۲۶) وَاِنْ كَانَ مُحْتَبِساً بِالشَّاطِئِ فَهُوَ عَلٰى اَقْرَبِ الْقُرىٰ مِنْ ذَالِكَ الْمَكَانِ.

حل لغات: محتبساً باب افتعال مصدر احتباس رک جانا، شاطی: اس کی جمع شواطی کنارہ۔

ترجمه: اور اگر رکا ہوا ہو کنارے پر تو قسامت قریب والے گاؤں پر ہوگی اس جگہ سے۔

تشریح: لاش دریائے فرات کے کنارے پر رکی ہوئی ہے تو جو بستی اس جگہ کے قریب ہے انہیں پر دیت واجب ہوگی [illegible] اس لئے قریب کے گاؤں والوں پر دیت ہوگی۔

(۱۸/۲۳۲۷) وَاِنِ ادَّعَى الْوَلِيُّ عَلٰى وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِعَيْنِهٖ لَمْ تَسْقُطِ الْقَسَامَةُ عَنْهُمْ.

ترجمہ: اوراگر دعویٰ کیاولی نے محلہ والوں میں سے کسی ایک متعین شخص پرتو قسامت ساقط نہ ہوگی ان سے۔

تشریح: مقتول کے ولی نے دعویٰ کیا کہ محلہ کے فلاں آدمی نے اس کوقتل کیا ہے لیکن اس دعویٰ پر کوئی گواہ نہیں ہے صرف غالب گمان ہے اب اگر اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو اس کا خون رائیگاں جاتا ہے اس وجہ سے محلہ والوں سے قسمیں لے کران پر دیت لازم ہوگی۔

(۱۹/۲۳۲۸) وَاِنِ ادَّعٰى عَلٰى وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِهِمْ سَقَطَتْ عَنْهُمْ.

ترجمہ: اوراگر دعویٰ کرے کسی غیر محلہ والے پرتو ساقط ہو جائے گی اہل محلہ سے۔

تشریح: جب محلہ کے علاوہ دوسرے آدمی پر قتل کا دعویٰ ہے تو ظاہر ہے کہ اہل محلہ کا اس قتل میں ہاتھ نہیں ہے اس لئے ان سے قسامت ساقط ہو جائے گی۔

(۲۰/۲۳۲۹) وَاِذَا قَالَ الْمُسْتَحْلَفُ قَتَلَهٗ فُلَانٌ اُسْتُحْلِفَ بِاللّٰهِ مَاقَتَلْتُ وَلَاعَلِمْتُ لَهٗ قَاتِلًا غَيْرَ فُلَانٍ.

ترجمہ: جب کہا مستحلف (جس سے قسم لی جارہی ہے) نے کہ اس کوفلاں نے قتل کیا ہے تو اس کو یوں قسم دلائی جائے کہ خدا کی قسم میں نے قتل نہیں کیا اور نہ پہچانتا ہوں اس کا کوئی قاتل فلاں کے علاوہ۔

تشریح: جس آدمی سے قسم لی جارہی ہے وہ کہہ رہا ہے کہ اس کو تو فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو ابھی یہ قسم پوری نہیں ہوئی کیوں کہ ممکن ہے کہ فلاں نے قتل تو کیا ہو مگر اس کے ساتھ یہ خود بھی شامل ہو تو قسم کی تکمیل کے لئے اس کو اب یوں قسم دی جائے گی کہ نہ تو میں نے قتل کیا ہے اور نہ فلاں کے علاوہ اس کا کوئی قاتل پہچانتا ہوں۔

(۲۱/۲۳۳۰) وَاِذَا شَهِدَ اِثْنَانِ مِنْ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ عَلٰى رَجُلٍ مِنْ غَيْرِهِمْ اَنَّهٗ قَتَلَهٗ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا.

ترجمہ: اور جب گواہی دیں دوآدمی محلہ والوں میں سے ایسے شخص کے خلاف جو ان میں سے نہیں ہے کہ اس نے اس مقتول کو قتل کیا ہے تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح: محلہ کے دوآدمیوں نے ایسے آدمی کے بارے میں جو اس محلہ کا نہیں ہے گواہی دی کہ اس نے اس مقتول کو قتل کیا ہے تو صاحبین کے نزدیک یہ گواہی قبول کی جائے گی اور امام صاحب کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی کیوں کہ اس محلہ میں قتل ہونے کی وجہ سے یہ اپنی جان چھڑانے کے لئے گواہی دے کر دوسرے محلہ والوں پر بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں گویا کہ یہ متہم ہوگئے اس لئے ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

كِتَابُ الْمَعَاقِلِ

(یہ کتاب اہل معاقل کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: اب تک دیت کا بیان تھا اب ان لوگوں کا بیان کیا جائے گا جن پر دیت واجب ہوئی ہے۔

معاقل کی لغوی واصطلاحی تعریف: مَعَاقِل مفاعل کے وزن پر ہے مَعْقُلَۃٌ کی جمع ہے بمعنی دیت، یہاں دیات کا بیان مقصود نہیں ہے اس کے لئے تو کتاب الدیات گذر چکی یہاں تو ان لوگوں کا بیان مقصود ہے کہ جن پر دیت واجب ہوتی ہے جن کو عاقلہ کہتے ہیں، اس لئے یہاں اصل عبارت یوں ہے کتاب اھل المعاقل.

(۱/۲۳۳۱) الدِّيَةُ فِي شِبْهِ الْعَمَدِ وَالْخَطَأ وَ كُلُّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْقَتْلِ عَلَى الْعَاقِلَةِ.

ترجمه: دیت شبہ عمد اور قتل خطاء کی اور ہر وہ دیت جو واجب ہو نفس قتل سے وہ عاقلہ پر ہے۔

تشریح: ہر وہ دیت جو نفس قتل کی وجہ سے واجب ہوتی ہے مصالحت کی وجہ سے نہیں اور باپ ہونے کی وجہ سے نہیں یعنی اس قتل کا موجب ہی دیت ہو خواہ قتل شبہ عمد ہو یا قتل خطاء ہو تو ایسی دیت خود قاتل پر واجب نہ ہوگی بلکہ اس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی۔

(۲/۲۳۳۲) وَالْعَاقِلَةُ اَهْلُ الدِّيْوَانِ اِنْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ اَهْلِ الدِّيْوَانِ.

لغت: دیوان: حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فوجیوں کا نام رجسٹر اور دفتر میں لکھا گیا تھا اس وقت سے اہل دیوان بنے۔

ترجمه: اور عاقلہ اہل دفتر ہیں اگر قاتل دفتر والوں میں سے ہو۔

عاقلہ کون ہوں گے؟

تشریح: قتل خطاء اور قتل شبہ عمد کی دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اب سوال یہ ہے کہ عاقلہ کون ہوں گے؟ خاص طور پر ہمارے زمانہ میں یہ مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گیا ہے جب قبائلی زندگی تھی اس وقت تو عاقلہ کا تعین آسان تھا کہ قبیلے کے لوگ قریب قریب رہتے تھے لیکن موجودہ زمانہ میں اور خاص طور پر شہری زندگی میں عاقلہ کس کو قرار دیا جائے؟ بات یہ ہے کہ عاقلہ ہونے کا دارومدار آپس میں تعاون پر ہے لہٰذا جن لوگوں کے درمیان آپس میں تعاون ہے وہ اس کی عاقلہ ہے جہاں کوئی قبیلہ ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس کا قبیلہ فلاں ہے تو وہ قبیلہ اس کی عاقلہ ہے، اور اگر قبیلہ نہیں ہے لیکن منظم

برادری ہے تو وہ دیت ادا کرے اور اگر برادری بھی نہیں ہے تو پھر جیسے آج کل ٹریڈ یونین ہوتی ہے اور ان کے درمیان تعاون ہوتا ہے تو وہ اس کی عاقلہ ہوسکتی ہے اور جہاں یہ پتہ نہ چل سکے کہ اس کی عاقلہ کون ہے تو اس صورت میں دیت خود قاتل کے مال میں واجب ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اہل دیوان کو عاقلہ مقرر کیا تھا اہل دیوان کا مطلب یہ ہے کہ ایک رجسٹر میں جن لوگوں کے نام درج ہیں مثلاً وہ ایک محکمے کے ملازم ہیں یا ایک فوجی یونٹ کے سپاہی ہیں ان سب کو آپس میں ایک دوسرے کی عاقلہ قرار دے دیا تھا چاہے قبیلے کے لحاظ سے وہ آپس میں متحد ہوں یا نہ ہوں۔

(۳/۲۳۳۳) يُؤْخَذُ مِنْ عَطَايَاهُمْ فِيْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ فَاِنْ خَرَجَتِ الْعَطَايَا فِيْ اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ اَوْ اَقَلَّ اُخِذَ مِنْهَا.

لغت: عطایا: واحد عطاء وظائف۔

ترجمہ: (یہ دیت) لی جائے گی ان کے وظائف سے تین سال میں پھر اگر نکلے عطایا تین سالوں سے زیادہ میں یا کم میں تو دیت اسی سے لی جائے گی۔

دیت کی ادائیگی کتنے سالوں میں ہوگی؟

تشریح: صاحب قدروی فرماتے ہیں کہ دیت کی ادائیگی تین سالوں میں ہوگی کیوں کہ حضورؐ اور حضرت عمرؓ سے اسی طرح منقول ہے عام طور سے ایسا ہوتا تھا کہ ماہانہ تنخواہ کے علاوہ فوج کو جو سالانہ انعام دیا جاتا تھا وہ ایک سال میں ایک مرتبہ دیا جاتا تھا لہٰذا اس میں سے ہر سال کے عطایا میں سے دیت کا تہائی وصول کرلیا جاتا تاکہ تین سال میں پوری دیت ادا ہو جائے لیکن اگر وہ عطیات تین سالوں کے بجائے چھ سالوں میں وصول ہوں تو پھر چھ سالوں میں دیت وصول کی جائے گی یعنی سالانہ ۱/۶ وصول کی جائے گی اور اگر اتفاق سے تین سالوں کے عطایا ایک ہی سال میں دیدیئے جائیں تو پوری دیت انہیں ایک سال کے عطایا سے وصول کرلی جائے گی۔

(۴/۲۳۳۴) وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الدِّيْوَانِ فَعَاقِلَتُهٗ قَبِيْلَتُهٗ.

ترجمہ: اور جو دفتر والوں میں سے نہ ہو تو اس کا عاقلہ اس کا قبیلہ ہے۔

تشریح: اگر کوئی اہل دیوان میں سے نہ ہو تو اس کا عاقلہ اس کا خاندان ہوگا اس لئے کہ اس کا مددگار اس کا خاندان ہوتا ہے۔

(۵/۲۳۳۵) تُقَسَّطُ عَلَيْهِمْ فِيْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ لَايُزَادُ الْوَاحِدُ عَلٰى اَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ وَيُنْقَصُ مِنْهَا.

حل لغات: تقسط: قسط وار دیا جائے گا۔ دانقان: درہم کے چھٹے حصہ کا ایک سکہ جمع دوانق.

ترجمہ: قسط وار کر دی جائے گی ان لوگوں پر تین سالوں میں ایک آدمی پر چار درہم سے زیادہ نہیں کئے جائیں گے ہر سال میں ایک درہم اور دو دانق چار سے کم بھی ہو سکتے ہیں۔

تشریح: جب قبیلہ والوں پر دیت تقسیم کی جائے تو اس میں یہ خیال رہے گا کہ پوری دیت ان سے تین سال میں قسط وار وصول ہوگی اور سالانہ ہر ایک سے ایک درہم لیا جائے تا کہ مجموعہ تین ہو جائے یا ہر ایک سے ایک درہم اور درہم کا تہائی لیا جائے تا کہ مجموعہ چار دراہم ہو جائے کیوں کہ کسی سے چار سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے اگر چہ کم کر دینے کی گنجائش ہے صاحب قدوری کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین سال میں ہر ایک سے چار درہموں سے زیادہ لیا جاسکتا ہے مگر اصح وہی ہے جو تشریح کے تحت صورت مسئلہ ذکر کی گئی ہے۔

(۶/۲۳۳۶) فَإِنْ لَمْ تَتَّسِعِ الْقَبِيلَةُ لِذٰلِكَ ضُمَّ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ الْقَبَائِلِ إِلَيْهِمْ.

ترجمہ: پھر اگر قبیلہ میں اس کی گنجائش نہ ہو تو ان کے ساتھ ملائے جائیں گے قریبی قبیلے والے۔

تشریح: جس قبیلہ کو اس کا عاقلہ شمار کیا گیا تھا وہ اداء دیت کے لئے ناکافی ہے تو رشتہ داری میں اس قبیلے سے جو زیادہ قریب ہو تو اس قبیلہ کو دیت میں شامل کیا جائے گا تا کہ آسانی سے دیت ادا ہو سکے کیوں کہ ہر آدمی سے چار درہم ہی لینے کی اجازت ہے۔

(۷/۲۳۳۷) وَيَدْخُلُ الْقَاتِلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ فَيَكُونُ فِيمَا يُؤَدِّي كَأَحَدِهِمْ.

ترجمہ: اور داخل ہوگا قاتل عاقلہ کے ساتھ چناں چہ ہوگا وہ دیت ادا کرنے میں ایک عاقلہ کے مانند۔

تشریح: جہاں عاقلہ پر دیت واجب ہوگی وہاں قاتل بھی دیت ادا کرنے میں عاقلہ کے ساتھ شریک ہوگا امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل پر کچھ واجب نہیں کیوں کہ وہ غلطی کرنے کی وجہ سے معذور ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ قاتل جرم کرے اور پھنسے کوئی اور یہ کہاں کا انصاف ہے اس لئے قاتل بھی عاقلہ کا شریک ہوگا۔

(۸/۲۳۳۸) وَعَاقِلَةُ الْمُعْتَقِ قَبِيلَةُ مَوْلَاهُ وَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ يَعْقِلُ عَنْهُ مَوْلَاهُ وَقَبِيلَتُهُ.

ترجمہ: اور آزاد شدہ کا عاقلہ اس کے آقا کا قبیلہ ہے اور مولی الموالاۃ کی طرف سے دیت دے گا اس کا آقا اور اس کا قبیلہ۔

آزاد شدہ کا عاقلہ کون ہے؟

تشریح: جو غلام آزاد ہو گیا صرف آزاد کرنے والا آقا اور اس کا خاندان ہے تو اس آزاد شدہ غلام کا عاقلہ آقا

اور آقا کا قبیلہ ہوگا یہی لوگ اس کے قتل خطاء کی دیت ادا کریں گے ایسے ہی اگر دو شخصوں میں عقد موالاۃ قائم ہوا اور اس سے کوئی غلطی صادر ہوئی تو اس کا مولی الموالاۃ اور مولی کا خاندان اس کی دیت ادا کرے گا۔

(۲۳۳۹/۹) وَلَاتَتَحَمَّلُ الْعَاقِلَةُ اَقَلَّ مِنْ نِصْفِ عُشْرِ الدِّيَةِ وَتَتَحَمَّلُ نِصْفَ الْعُشْرِ فَصَاعِداً وَمَا نَقَصَ مِنْ ذَالِكَ فَهُوَ فِيْ مَالِ الْجَانِيْ.

حل لغات: تتحمل: مضارع مصدر تَحَمُّلاً برداشت کرنا، نصف عشر: پوری دیت کا بیسواں حصہ، جانی: قصور کرنے والا۔

ترجمہ: اور نہیں برداشت کریں گے عاقلہ دیت کے بیسویں حصے سے کم کو اور برداشت کریں گے بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ کو اور جو اس سے کم ہو وہ قصوروار کے مال میں ہوتی ہے۔

تشریح: اگر پوری دیت کے بیسویں حصہ سے کم دیت واجب ہو تو اس کو عاقلہ ادا نہیں کریں گے بلکہ اس کو قاتل ادا کریگا ہاں اگر بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ مقدار دیت کی واجب ہو تو اس کو کثیر شمار کیا جائے گا اور دیت عاقلہ پر واجب ہوگی مثلاً موضحہ میں پوری دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ لازم ہوں گے معلوم ہوا کہ اس سے کم کے عاقلہ متحمل نہیں ہوں گے بلکہ قاتل کے مال میں ہوگی۔

(۲۳۴۰/۱۰) وَلَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ جِنَايَةَ الْعَبْدِ.

ترجمہ: اور عاقلہ غلام کی جنایت کی دیت ادا نہیں کریں گے۔

تشریح: غلام نے کسی کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس کی دیت غلام کی قیمت کے حساب سے ہوگی اور خود آقا کو اختیار ہوگا کہ غلام کو ولی جنایت کے حوالہ کرے یا آقا اس کی دیت دے کر غلام رکھ لے آقا یا آقا کے خاندان والے اس کی دیت ادا نہیں کریں گے غلام اگر آزاد ہو جائے تب آقا کے خاندان والے اس کی دیت ادا کریں گے۔

(۲۳۴۱/۱۱) وَلَاتَعْقِلُ الْجِنَايَةَ الَّتِيْ اِعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِيْ اِلَّا اَنْ يُصَدِّقُوْهُ .

ترجمہ: اور خاندان نہیں دیت دے گا اس جرم کی جس کا اقرار کرلے قصوروار مگر یہ کہ وہ اسکی تصدیق کردیں۔

تشریح: قاتل یوں کہتا ہے کہ مقتول کا اتنا مال میرے ذمہ ہے تو یہ مال قاتل کا قبیلہ ادا نہیں کرے گا ہاں اگر عاقلہ اسکی تصدیق کردیں کہ واقعتاً مقتول کا مال تمہارے ذمہ ہے اور ہم لوگ بخوشی اس کو ادا کریں گے تو ادا کر سکتے ہیں۔

(۲۳۴۲/۱۲) وَلَا يَعْقِلُ مَالَزِمَ بِالصُّلْحِ.

ترجمہ: اور نہیں دیت دیں گے اس کی جو لازم ہو صلح کی وجہ سے۔

تشریح: ایک آدمی نے کسی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اب قصاصاً اسے مارا جانا تھا مگر اس نے مال دے کر صلح کر لی تو یہ صلح کا مال خود قاتل کے مال میں لازم ہوگا عاقلہ پر لازم نہیں ہے۔

(۱۳/۲۳۴۳) وَاِذَا جَنَي الْحُرُّ عَلَي الْعَبْدِ جِنَايَةً خَطَأً كَانَتْ عَلٰي عَاقِلَتِهٖ .

ترجمہ: اور جب جنایت کرے آزاد آدمی غلام پر غلطی سے تو دیت آزاد کے عاقلہ پر ہوگی۔

تشریح: اگر کسی آزاد آدمی نے غلام کو قتل کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک دیت کے بجائے قاتل کے عاقلہ پر غلام کی قیمت ہوگی کیوں کہ یہ قیمت جان کا بدل ہے جو خطأً قتل کیوجہ سے واجب ہو رہی ہے اور بدل نفس کا وجوب عاقلہ پر ہوتا ہے۔

كِتَابُ الْحُدُوْدِ

(یہ کتاب حدود کے احکام کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: گذشتہ ابواب سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ گذشتہ ابواب میں نفس انسانی کی حفاظت کی خاطر احکام مشروع ہوئے اور اس باب میں ایسے احکامات بیان کر رہے ہیں جن کا اجراء عزت و آبرو وغیرہ کی بنیاد پر ہوا، نیز ماقبل میں جنایت علی الغیر کا بیان تھا اور اس کتاب میں جنایت علی نفسہ کا بیان ہے اور جب کہ اول اہم ہے اس لئے اسے مقدم کیا۔

حدود کی لغوی تعریف: حدود یہ حد کی جمع ہے روکنا حد لگنے سے آدمی گناہوں سے رکتا ہے اس لئے اس کو حد کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: جو سزا شارع کی جانب سے مقرر شدہ ہو اور اس کا اجراء بطور حق اللہ کے ہوتا ہو۔

(۱/۲۳۴۴) اَلزِّنَا يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْاِقْرَارِ .

ترجمہ: زنا ثابت ہوتا ہے گواہی اور اقرار سے۔

تشریح: زنا کی تعریف: شرمگاہ کا غیر محل میں داخل کرنا۔ یہ باب حد زنا ہے اس لئے اس کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ خود چار مرتبہ زنا کا اقرار کرے یا چار آدمی گواہی دیں گے کہ فلاں نے زنا کیا ہے تب جا کر اس پر حد جاری ہوگی۔

(۲/۲۳۴۵) فَالْبَيِّنَةُ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُوْدِ عَلٰي رَجُلٍ اَوْ اِمْرَأَةٍ بِالزِّنَا .

ترجمہ: اور گواہی کی شکل یہ ہے کہ گواہی دیں چار گواہ مرد پر یا عورت پر زنا کی۔

تشریح: زنا کا ثبوت چار مردوں کی گواہی سے ہوگا اللہ کا فرمان ہے فاشتشهدوا علیهن اربعة منکم، سوتم لوگ ان عورتوں (کے اس فعل) پر چار آدمی اپنوں میں سے (مسلمان آزاد عاقل بالغ مذکر) گواہ کرلو (تا کہ ان کی گواہی پر احکام سزا آئندہ جاری کریں) پھر گواہی میں صرف وطی کی شہادت کافی نہیں بلکہ صراحۃً لفظ زنا کے ساتھ گواہی دینا ضروری ہے کیوں کہ وطی و جماع میں ملک یا شبہ ملک کا احتمال ہے۔

(۳/۲۳۴۶) فَسَأَلَهُمُ الْإِمَامُ عَنِ الزِّنَا مَاهُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنٰى وَمَتٰى زَنٰى وَبِمَنْ زَنٰى.

ترجمہ: پھر پوچھے ان سے امام زنا کے بارے میں کہ زنا کیا ہے؟ کس طرح ہوتا ہے؟ زنا کہاں کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ کس کے ساتھ کیا ہے۔

امام گواہوں سے کس طرح تحقیق کرے؟

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جب گواہ زنا کی گواہی دے دیں تو امام گواہوں سے پوری تحقیق کرے تا کہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ واقعی زنا ہوا ہے یا نہیں اب گواہوں سے زنا کے بارے میں پوچھے کہ زنا کیا ہے یعنی جو کام اپنی بیوی سے حلال طریقہ پر کرتا ہے وہی کام اجنبیہ عورت سے حرام طریقہ پر کرنے کو کہتے ہیں گواہ اس حقیقت کو جانتے ہوں پھر پوچھے کس طرح ہوا؟ بخوشی یا زبردستی کہاں ہوا؟ دارالاسلام میں یا دارالحرب میں کس وقت ہوا؟ قریبی زمانہ میں ہوا یا بہت پہلے کس کے ساتھ ہوا؟ یہ بھی احتمال ہے کہ مرد نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہو اور گواہ نہ پہچانتے ہوں اس لئے پوچھے کس کے ساتھ ہوا، ان سوالات کی ضرورت اس لئے ہے کہ ممکن ہے زنا زبردستی ہوا ہو یا وہ عورت مرد کے لئے حلال ہو اور یہ زنا کی گواہی دے رہے ہوں وغیرہ وغیرہ اسی لئے حاکم پوری تحقیق کرے۔

(۴/۲۳۴۷) فَإِذَا بَيَّنُوْا ذَالِكَ وَقَالُوْا رَأَيْنَاهُ وَطَأَهَا فِيْ فَرْجِهَا كَالْمِيْلِ فِي الْمُكْحَلَةِ.

حل لغات: میل سرمہ کی سلائی اَلْمُکْحَلَۃُ کحل سے مشتق ہے سرمہ مکحلۃ سرمہ رکھنے کی چیز سرمہ دانی۔

ترجمہ: جب وہ اس کو بیان کر دیں اور کہہ دیں کہ ہم نے اس کو شرمگاہ میں صحبت کرتے دیکھا ہے اس طرح جیسے سلائی ہوتی ہے سرمہ دانی میں۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ جب گواہ ساری بات بالتفصیل بیان کر دیں اور کہیں کہ جیسے سلائی سرمہ دانی میں ڈالی جاتی ہے اس طرح کرتے دیکھا ہے تو گواہی مقبول ہے اور اگر اشارہ کنایہ سے زنا کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے۔

(۵/۲۳۴۸) وَسَأَلَ الْقَاضِيْ عَنْهُمْ فَعُدِّلُوْا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ.

حل لغت: عدلو: ماضی مجہول باب تفعیل مصدر تعدیلاً گواہوں کے بارے میں پوچھنا کہ یہ اچھے لوگ

ہیں یا برے۔

ترجمہ: اور (جب) معلوم کیا قاضی نے ان کے بارے میں پھر ان کو عادل بتایا گیا پوشیدہ اور ظاہری طور پر تو فیصلہ کردے ان کی گواہی کے مطابق۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ گواہوں کی گواہی کے بغیر قاضی خفیہ اور علانیہ طور پر گواہوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے جب ہر طریقہ سے ان کے صلاح وتقویٰ کی گواہی ہو جائے تو قاضی ان کی گواہی پر زنا کا فیصلہ کردے۔

(۶/۲۳۴۹) وَالْإِقْرَارُ اَنْ يُقِرَّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِيْ اَرْبَعَةِ مَجَالِسَ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ كُلَّمَا اَقَرَّ رَدَّهُ الْقَاضِيْ.

ترجمہ: اور اقرار یہ ہے کہ اقرار کرے بالغ عاقل آدمی اپنی ذات پر زنا کا چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرنے والے کی مجلسوں سے وہ جب بھی اقرار کرے تو قاضی اس کو رد کردے۔

زانی کا اقرار کب معتبر ہوگا؟

تشریح: اوپر چار گواہوں کے ذریعہ زنا کے ثبوت کا طریقہ تھا اب یہ بیان کر رہے ہیں کہ اقرار کرنے والا خود اپنی ذات پر زنا کا اقرار کر رہا ہے تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرے اور ہر بار اقرار کرنے والے کی مجلس بدل جائے یعنی جب وہ اقرار کرے تو حاکم اس کو اپنے سامنے سے ہٹادے اور وہ پھر آکر اقرار کرے اسی طرح چار بار اقرار کرے اب اس پر سزا جاری ہوگی اگر ایک یا دو مرتبہ اقرار کرے تو یہ سزا جاری کرنے کے لئے کافی نہیں ہے یہ تفصیل حنفیہ کے نزدیک ہے حضرات شافعیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ بھی اقرار کرلے تو اس پر سزا جاری ہو جائے گی۔

دلیل: حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اقرار کیا تو اس کو رجم کیا گیا، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے: فان اعترفت فارجمها (بخاری شریف ص:۱۰۰۸ باب الاعتراف بالزنا)، اگر وہ اقرار کرلے تو اس کو رجم کردو اس حدیث میں حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا اعترفت اربع مرات بلکہ مطلق فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ کا اقرار کرلینا بھی کافی ہے۔

جواب: فان اعترفت کا مطلب یہ ہے کہ فان اعترفت بالطریق المعروف یعنی معروف ومشہور طریقہ کے مطابق اقرار کرلے تو رجم کردو اور معروف طریقہ یہ ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرلے۔

احناف کی دلیل: حدیث پاک میں ہے کہ حضرت ماعز اسلمیؓ نے چار مرتبہ اقرار کیا اور چار مجلسوں

میں کیا (بخاری ص:۱۰۰۸ باب سوال الامام المقر ہل احصنت).

(۲۳۵۰/۷) فَاِذَا تَمَّ اِقْرَارُهٗ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ سَأَلَهُ الْقَاضِیُ عَنِ الزِّنَا مَاهُوَ وَ كَيْفَ هُوَ وَاَيْنَ زَنٰى وَبِمَنْ زَنٰى فَاِذَا بَيَّنَ ذَالِكَ لَزِمَهُ الْحَدُّ.

ترجمہ: پھر جب اس کا اقرار پورا ہو جائے چار بار تو پوچھے اس سے قاضی کہ زنا کیا ہوتا ہے کیسے ہوتا ہے یہ بھی پوچھے کہ وہ کہاں ہوا کس کے ساتھ کیا جب وہ یہ بیان کردے تو اس پر حد لازم ہو جائے گی۔

تشریح: جب اقرار کرنے والا چار مرتبہ اقرار کرلے تو قاضی اقرار کرنے والے سے زنا کی حقیقت پوچھے یہ بھی پوچھے کیسے ہوتا ہے یہ بھی پوچھے کہ وہ کہاں ہوا کیوں کہ اس کے اختلاف سے حد ساقط ہو جائے گی کس کے ساتھ کیا کیوں کہ ممکن ہے کہ اقرار کرنے والا یہ سمجھے کہ فلاں کے ساتھ زنا کرنے سے حد لازم ہوگی حالانکہ بیٹے کی باندی سے زنا کرے تو حد لازم نہیں ہوتی بہر حال جب تمام باتوں کا صحیح صحیح جواب دے دے تو قاضی حد لگانے کا فیصلہ کردے گا۔

(۲۳۵۱/۸) فَاِنْ كَانَ الزَّانِیْ مُحْصَناً رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى يَمُوْتَ يُخْرِجُهٗ اِلٰى اَرْضٍ فَضَاءٍ تَبْتَدِئُ الشُّهُوْدُ بِرَجْمِهٖ ثُمَّ الْاِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ فَاِنِ امْتَنَعَ الشُّهُوْدُ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ سَقَطَ الْحَدُّ.

حل لغات: محصن: پاکدامن شادی شدہ، رجمه: ماضی باب (ن) رجماً پتھر مارنا، فضاء: کشادہ میدان۔

ترجمہ: پھر اگر زانی محصن ہے تو اس کو سنگسار کردے یہاں تک کہ مرجائے نکالے اس کو میدان کی طرف اور پہلے گواہ رجم کرنا شروع کرے پھر امام پھر لوگ پھر اگر رک جائیں گواہ شروع کرنے سے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

زانی کو کس طرح سنگسار کرے؟

تشریح: اگر زانی محصن ہو تو اس کو سو کوڑے نہیں لگیں گے بلکہ پتھر سے مار مار کر ہلاک کردیا جائے گا رجم کے لئے اس کو میدان میں لے جائیں اور پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام پتھر مارے پھر لوگ پتھر مار کر ہلاک کریں اور اگر گواہ پتھر مارنے سے انکار کردیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گواہی میں خامی ہے اس لئے رجم ساقط ہو جائے گا۔

(۲۳۵۲/۹) وَاِنْ كَانَ الزَّانِیْ مُقِرًّا اِبْتَدَأَ الْاِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ.

ترجمہ: اور اگر زنا کرنے والے نے اقرار کیا ہو تو شروع کرے امام پھر لوگ۔

تشریح: اگر زانی کا زنا اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو تو پہلے امام سنگسار کرے پھر عام لوگ کیوں کہ پہلے حضورؐ نے غامدیہ کو کنکری ماری پھر لوگوں کو مارنے کا حکم دیا۔

(۱۰/۲۳۵۳)　وَيُغَسَّلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور غسل دیا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

تشریح: زنا کے گناہ کی سزا پاچکا ہے تاہم وہ مومن ہو کر مرا ہے اس لئے عام مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور دفن بھی کیا جائے گا۔

(۱۱/۲۳۵۴)　وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْصَناً وَكَانَ حُرًّا فَحَدُّهُ مِائَةُ جَلْدَةٍ.

ترجمہ: اور اگر محصن نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

تشریح: آیت میں ہے الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة اس آیت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے لیکن حدیث کی بنا پر محصن اس سے الگ ہو گیا، اس لئے غیر محصن کو سو کوڑے لگیں گے۔

(۱۲/۲۳۵۵)　يَأْمُرُ الْاِمَامُ بِضَرْبِهٖ بِسَوْطٍ لَاثَمَرَةَ لَهُ ضَرْباً مُتَوَسِّطاً.

حل لغات: سوط: کوڑا جمع اسواط، ثمرة: گرہ۔

ترجمہ: حکم دے امام اس کے مارنے کا ایسے کوڑے سے جس میں گرہ نہ ہو درمیانی مار۔

تشریح: صاحب قدوریؒ فرماتے ہیں کہ حاکم وقت ایسے کوڑے سے مارنے کا حکم دے جو بہت سخت نہ ہو اور نہ بہت نرم ہو بلکہ درمیانی قسم کا ہو کہ تنبیہ بھی ہو جائے اور آدمی زیادہ زخمی بھی نہ ہو نہ بہت طاقت سے مارے اور نہ بہت آہستہ سے مارے۔

(۱۳/۲۳۵۶)　يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ

ترجمہ: اتار لئے جائیں اس کے کپڑے۔

تشریح: اگر مرد ہے تو ستر پر کپڑا رکھے باقی کپڑوں کو اتروا کر کوڑے مارے ستر نہ کھولے کیوں کہ ستر کا کھولنا حرام ہے کپڑے اس لئے اتارے کہ مناسب مار لگے خاص طور پر موٹے کپڑے اتروالے۔

(۱۴/۲۳۵۷)　وَيُفَرِّقُ الضَّرْبَ عَلٰى اَعْضَائِهٖ اِلَّا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَفَرْجَهُ.

ترجمہ: اور متفرق (مختلف اعضاء پر) کرے مار کو اس کے اعضاء پر سوائے اسکے سر اور چہرہ اور شرمگاہ کے۔

تشریح: ایک ہی جگہ پر تمام کوڑے نہ مارے بلکہ الگ الگ عضو پر مارے البتہ چہرہ شرمگاہ اور سر پر نہ مارے کیوں کہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

(۲۳۵۸/۱۵) وَاِنْ كَانَ عَبْداً جَلَدَهٗ خَمْسِيْنَ كَذٰلِكَ.

ترجمہ: اور اگر وہ غلام ہو تو اس کو پچاس کوڑے مارے اسی طرح۔

تشریح: آزاد زنا کرے تو سو کوڑے لگتے ہیں اور غلام یا باندی کرے تو پچاس کوڑے لگیں گے کیوں کہ آیت میں ہے فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام (زنا) کریں تو ان پر اس سزا سے آدھی سزا جاری ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے (اور اسی طرح غلاموں کی بھی) اس آیت سے معلوم ہوا کہ غلام باندی پر آدھی سزا ہے۔

(۲۳۵۹/۱۶) فَاِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ عَنْ اِقْرَارِهٖ قَبْلَ اِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ اَوْفِیْ وَسْطِهٖ قُبِلَ رُجُوْعُهٗ وَخُلِّیَ سَبِيْلُهٗ.

حل لغات: خلی: ماضی مجہول مصدر تخلیہ چھوڑنا، سبیل: راستہ۔

ترجمہ: پھر اگر پھر جائے اقرار کرنے والا اپنے اقرار سے اس (اپنے اوپر) پر حد قائم ہونے سے پہلے یا اس کے درمیان تو قبول کر لیا جائے گا اس کا رجوع کرنا اور چھوڑ دیا جائے گا اس کو۔

اقرار سے رجوع کا بیان

تشریح: اگر مقر اقرار کے بعد حد سے پہلے یا حد کے درمیان اقرار سے رجوع کرے تو چھوڑ دیا جائے گا کیوں کہ اس کا رجوع کرنا خبر ہے جس میں صدق کا بھی احتمال ہے اور کوئی مکذب موجود نہیں تو اقرار میں شبہ آ گیا اور حدود ادنیٰ شبہ سے ٹل جاتی ہیں۔

(۲۳۶۰/۱۷) وَيُسْتَحَبُّ لِلْاِمَامِ اَنْ يُلَقِّنَ الْمُقِرَّ الرُّجُوْعَ وَيَقُوْلُ لَهٗ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ اَوْ قَبَّلْتَ.

حل لغات: یلقن: مضارع مصدر تلقینا سمجھانا، رجوع کرنے کا اشارہ کرنا، قبلت: ماضی بوسہ لیا۔

ترجمہ: اور مستحب ہے امام کے لئے کہ اقرار کرنے والے کو رجوع کرنے کا اشارہ کرے اور اس سے کہے شاید تو نے چھویا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا۔

تشریح: جس وقت حضرت ماعزؓ زنا کا اقرار کرنے تشریف لائے تو حضورؐ نے ان کو رجوع کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا شاید تم نے بوسہ لیا ہوگا یا بھینچا ہوگا یا تم نے دیکھا ہوگا فرمایا نہیں یا رسول اللہ (بخاری شریف: ۱۰۰۸)

(۲۳۶۱/۱۸) وَالرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ فِیْ ذَالِكَ سَوَاءٌ غَيْرَ اَنَّ الْمَرْاَةَ لَاتُنْزَعُ عَنْهَا ثِيَابُهَا اِلَّا الْفَرْوَ وَالْحَشْوَ.

حل لغات: الفرو: پوستین جو بعض حیوانات کی کھال سے تیار کیا جاتا ہے جمع فِراءٌ، الحشو: روئی سے بھرا ہوا کپڑا، کوٹ وغیرہ۔

ترجمہ: مرد اور عورت حد کے بارے میں برابر ہیں علاوہ اس کے کہ اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں سوائے پوستین اور موٹے کپڑے کے۔

زانیہ کو سنگسار کرنے کا بیان

تشریح: حد لگانے میں اور رجوع کے قبول کرنے میں مرد اور عورت برابر ہیں ہاں اتنا فرق ہے کہ جب عورت پر حد جاری کی جائے گی تو اس کے کپڑوں میں سے پوستین اور صرف موٹے کپڑے اتارے جائیں گے باقی کپڑے جسم پر ہی رہیں گے تاکہ حد لگاتے وقت ستر نہ کھلے اور چوں کہ موٹے کپڑے پر ضرب نہ لگے گی اس لئے موٹے کپڑے اتار لئے جائیں۔

(۱۹/۲۳۶۲) وَاِنْ حَفَرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَازَ.

حل لغت: حفر: ماضی معروف حفراً مصدر ہے گڑھا کھودنا۔

ترجمہ: اور اگر گڑھا کھودے عورت کی سنگساری کے لئے تو جائز ہے۔

تشریح: اگر عورت کو سنگسار کرنے کے لئے کوئی گڑھا کھودا جائے تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے کیوں کہ اس میں عورت کے لئے پردہ زیادہ ہے یہ گڑھا سینہ تک گہرا کھودا جائے کیوں کہ حضورؐ نے حضرت غامدیہ کو رجم کرتے وقت سینہ تک گڑھا کھدوایا تھا لیکن مرد کیلئے گڑھا کھودنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ حضرت ماعز کیلئے گڑھا نہیں کھدوایا تھا۔

(۲۰/۲۳۶۳) وَلَا يُقِيْمُ الْمَوْلٰى الْحَدَّ عَلٰى عَبْدِهٖ وَاَمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِ الْاِمَامِ.

ترجمہ: اور نہیں قائم کر سکتا آقا حد اپنے غلام اور باندی پر مگر امام کی اجازت سے۔

تشریح: آقا حاکم کی اجازت کے بغیر اپنے غلام اور باندی پر حد قائم نہیں کر سکتا ہے البتہ سزا دے سکتا ہے کیوں کہ اگر ہر آدمی حد جاری کرے گا تو زیادتی کر سکتا ہے اس لئے امام سوچ سمجھ کر حد جاری کرے گا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کر سکتا ہے۔

دلیل: حضرت علیؓ نے فرمایا یَا اَيُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوْا الْحُدُوْدَ عَلٰى اَرِقَّائِكُمْ. (ترمذی باب ماجاء فی اقامۃ الحد) اے لوگو! اپنے غلاموں پر حدیں جاری کرو، لہٰذا آقا کو یہ حق ہے کہ وہ خود اپنے غلام پر حد جاری کردے۔

جواب: حضرت علیؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امام کو اس کے زنا کی اطلاع کرو اور شرعی شہادت کے ذریعہ اس جرم کو ثابت کرو اس کے بعد امام ہی اس پر حد جاری کرے گا یعنی یہ نہ کرو کہ چوں کہ وہ تمہارے غلام ہیں اس

لئے ان کو چھپالو اور ان پر حد جاری کرانے سے پرہیز کرو۔

(۲۱/۲۳۶۴) وَاِنْ رَجَعَ اَحَدُ الشُّهُوْدِ بَعْدَ الْحُكْمِ قَبْلَ الرَّجْمِ ضُرِبُوْا الْحَدَّ وَسَقَطَ الرَّجْمُ عَنِ الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ.

ترجمه: اور اگر رجوع کرلے کوئی گواہ فیصلہ کے بعد رجم سے پہلے تو حد لگائی جائے گی گواہوں کو اور ساقط ہوجائے گا رجم مشہود علیہ (زانی) سے۔

گواہی سے رجوع کرنے کا بیان

تشریح: چار گواہوں کی گواہی سے مشہود علیہ کو سنگ سار کرنے کا فیصلہ ہوگیا لیکن رجم نہیں کیا گیا تھا کہ ایک دو گواہ انکار کرگئے تو رجم ساقط ہوجائے گا اور تمام گواہوں پر حد قذف لگے گی، کیوں کہ اس کے حق میں گواہی مکمل نہ رہی۔

(۲۲/۲۳۶۵) وَاِنْ رَجَعَ بَعْدَ الرَّجْمِ حُدَّ الرَّاجِعُ وَضَمِنَ رُبْعَ الدِّيَةِ.

ترجمه: اور اگر پھر گیا رجم کے بعد تو حد لگائی جائے گی صرف رجوع کرنے والے کو اور ضامن ہوگا چوتھائی دیت کا۔

تشریح: چار گواہوں کی گواہی سے رجم کیا رجم کے بعد ایک گواہ پھر گیا تو جو پھرا ہے اس کو حد لگے گی اور اس پر چوتھائی دیت یعنی ڈھائی ہزار درہم لازم ہوں گے حد تو اس لئے لگے گی کہ رجم والے پر تہمت لگائی اور چوں کہ چار آدمیوں نے مل کر اس کی جان لی ہے اس لئے اس ایک آدمی پر چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

(۲۳/۲۳۶۶) وَاِنْ نَقَصَ عَدَدُ الشُّهُوْدِ عَنْ اَرْبَعَةٍ حُدُّوْا جَمِيْعاً.

ترجمه: اور اگر کم ہو گواہوں کی تعداد چار سے تو سب کو حد لگائی جائے گی۔

تشریح: زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے اگر حاکم کے پاس تین یا دو گواہ آئے تو جنہوں نے زنا کے ثبوت کی گواہی دی ہے ان کو حد قذف لگے گی تاکہ تہمت لگانے کا دروازہ بند ہوجائے۔

(۲۴/۲۳۶۷) وَاِحْصَانُ الرَّجْمِ اَنْ يَّكُوْنَ حُرًّا بَالِغًا عَاقِلاً مُسْلِماً قَدْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً نِكَاحًا صَحِيْحاً وَدَخَلَ بِهَا وَهُمَا عَلٰى صِفَةِ الْاِحْصَانِ.

ترجمه: اور رجم کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ آزاد ہو بالغ ہو عاقل ہو مسلمان ہو کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو اور اس سے صحبت کی ہو اس حال میں کہ وہ دونوں احصان کی صفت پر ہوں۔

تشریح: سنگسار کرنے کے لئے زانی کا محصن ہونا شرط ہے اگر محصن نہ ہو تو مجرم کو سو کوڑے لگیں گے اور اگر

غلام یا باندی ہے تو پچاس کوڑے لگیں گے اس لئے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ جب سات شرطیں پائی جائیں تب آدمی محصن ہوتا ہے:

(۱) آزاد ہو باندی اور غلام محصن نہیں ہیں (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا، بچہ اور مجنون میں سزا کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے محصن نہیں (۴) محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے لہٰذا اگر غیر مسلم شادی شدہ زنا کرے تو اس کی سزا رجم نہیں بلکہ سو کوڑے ہیں کیوں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس نے شرک کیا وہ محصن نہیں ہے (دار قطنی ج:۳ ص:۱۰۷) امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا اگر غیر مسلم زنا کریں اور شادی شدہ ہو تو ان پر بھی رجم کی سزا عائد ہوگی۔

دلیل: حضورؐ کے پاس یہودی اور یہودیہ لائے گئے دونوں نے زنا کیا تھا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں دونوں کو مقام بلاط کے پاس رجم کیا۔ (بخاری ص:۱۰۰۷)۔

جواب: رجم کا حکم ان پر حقیقت میں اسلام کے حکم سے ہی ہوا تھا لیکن اس زمانہ تک احصان رجم کے لئے اسلام کو شرط قرار نہیں دیا گیا تھا بعد میں اسلام کو احصان رجم کے لئے شرط قرار دیا گیا اسلئے یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔

(۵) کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو لہٰذا اگر بغیر گواہوں کے نکاح کیا ہو تو وہ محصن نہیں۔ (۶) وطی کا ہونا (۷) بوقت نکاح و وطی دونوں کا احصان کی صفت کے ساتھ متصف ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیہ نصرانیہ اور باندی سے شادی کرے تو محصن نہیں ہوگا آزاد مسلمان عورت سے شادی کرے تب محصن ہوگا ان سات شرطوں میں سے اگر ایک بھی ختم ہو جائے تو وہ محصن نہیں ہوگا اب اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

(۲۳۶۸/۲۵) وَلَا يُجْمَعُ فِي الْمُحْصَنِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالرَّجْمِ.

ترجمہ: اور جمع نہیں کیا جائے گا محصن میں کوڑے اور سنگساری کو۔

کیا محصن پر رجم سے قبل کوڑے لگائے جائیں گے؟

تشریح: آدمی محصن ہو تو اس پر رجم ہے اب رجم سے پہلے کوڑے لگائے جائیں یا نہیں؟ اس بارے میں دو مذہب ہیں۔

(۱) امام احمدؒ کے نزدیک شادی شدہ مرد و عورت کی حد رجم اور سو کوڑے ہیں۔

دلیل: حدیث میں ہے الثيب بالثيب جلد مائة ثم الرجم (ترمذی ص:۲۶۴) شادی شدہ مرد کو شادی شدہ عورت کے ساتھ سو کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا ہے۔

جواب: حضرت عبادہ بن صامتؓ کی مذکورہ حدیث حضرت ماعز اسلمی کے واقعہ سے منسوخ ہے کیوں کہ وہ بعد

کا واقعہ ہے۔

(۲) دوسرا مذہب: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شادی شدہ مرد وعورت کی سزا صرف رجم ہے۔

دلیل: حضرت ماعز اسلمیؓ اور حضرت غامدیہ کو صرف رجم کیا گیا اس سے پہلے کوڑے نہیں لگوائے معلوم ہوا کہ شادی شدہ مرد وعورت کی حد صرف رجم ہے۔

(۲۶/۲۳۶۹) وَلَایُجْمَعُ فِی الْبِکْرِ بَیْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْیِ اِلَّاأَنْ یَرَی الْاِمَامُ ذَالِكَ مَصْلَحَةً فَیُعَزِّرُ بِهٖ عَلٰی قَدْرِ مَایَرٰی.

حل لغات: النفی: جلاوطن کرنا، یُعزرُ: مضارع مصدر تعزیر اُسزا دینا۔

ترجمہ: اور جمع نہ کیا جائے گا کنوارے میں کوڑے اور جلاوطن کو مگر یہ کہ دیکھے امام اس میں کوئی مصلحت چناں چہ سزا دے اس کو اپنی رائے کے مطابق۔

تشریح: کنوارا آدمی جس پر کوڑے لگنا ہے اس کو کوڑے لگانے کے ساتھ جلاوطن نہ کرے البتہ امام مصلحت سمجھے تو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دنوں کے لئے جلاوطن کر دے۔

اختلاف الائمة

غیر شادی شدہ مرد وعورت کی حد زنا کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو جلاوطن بھی کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں تین مذاہب ہیں۔

(۱) امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک مرد وعورت دونوں کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

دلیل: حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ہے: البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة کنوارے مرد کو کنواری عورت کے ساتھ سو کوڑے مارنا اور ایک سال جلاوطن کرنا ہے۔

جواب: جلاوطنی کو حد کا جز کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ جلاوطنی امام کی صوابدید پر ہے اس کو حق ہے کہ وہ سیاستاً کر سکتا ہے دوسرے یہ کہ جس حدیث سے جلاوطنی ثابت ہوتی ہے وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہو سکتی۔

دوسرا مذہب: امام مالکؒ کے نزدیک مرد کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور عورت کی صرف سو کوڑے ہیں عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دلیل: امام مالک کی دلیل بھی وہی ہے جو اوپر گذری لیکن وہ عورت کے بارے میں جلاوطنی کے قائل نہیں ہیں کیوں کہ اگر اس کو تنہا جلاوطن کیا جائے گا تو اس میں اور فتنہ کا اندیشہ ہے اور اگر شوہر کے ساتھ جلاوطن کیا جائے گا تو شوہر

مجرم نہیں ہے اس کو بغیر کسی وجہ کے سزا دینا لازم آئے گا۔

تیسرا مذہب: امام اعظمؒ کے نزدیک غیر شادی شدہ مرد وعورت کی حد صرف سو کوڑے ہیں۔

دلیل: آیت کریمہ ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة اس آیت میں صرف سو کوڑوں کا ذکر ہے جلاوطنی کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے دونوں کی حد صرف سو کوڑے ہوں گی۔

(۲۳۷۰/۲۷) وَاِذَا زَنَى الْمَرِيْضُ وَحَدُّهُ الرَّجْمُ رُجِمَ وَاِنْ كَانَ حَدُّهُ الْجَلْدُ لَمْ يُجْلَدْ حَتّٰى يَبْرَأَ.

ترجمہ: بیمار نے زنا کیا اور اس کی حد رجم ہو تو رجم کیا جائے گا اور اگر اس کی حد کوڑے لگانا ہو تو کوڑے نہ مارے جائیں یہاں تک کہ اچھا ہو جائے۔

تشریح: بیمار نے زنا کیا اور اس کی حد رجم ہو تو فوراً ہی رجم کر دیا جائے گا کیوں کہ رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہے اس لئے بیمار ہو یا غیر بیمار اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر اس کی حد کوڑے مارنا ہو تو تا کہ اور زیادہ بیمار نہ ہو جائے اس لئے تندرست ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔

(۲۳۷۱/۲۸) فَاِذَا زَنَتِ الْحَامِلُ لَمْ تُحَدَّ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا وَاِنْ كَانَ حَدُّهَا الْجَلْدُ فَحَتّٰى تَتَعَلّٰى مِنْ نِفَاسِهَا.

حل لغات: تتعلا: بعض نسخوں میں تتعالی ہے یہ غلط ہے، بلند ہو جائے نفاس سے باہر ہو جائے۔

ترجمہ: اگر زنا کرایا حاملہ عورت نے تو حد نہیں لگائی جائے گی یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے اور اگر اس کی حد کوڑے ہوں تو یہاں تک کہ نفاس سے پاک ہو جائے۔

فاصلہ پر کب حد لگے گی؟

تشریح: زنا کرانے سے حاملہ ہوگئی یا حمل کی حالت میں زنا کرایا دونوں صورتوں میں جب بچہ پیدا ہو جائے اور بچہ کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب عورت رجم کی جائے گی کیوں کہ حضرت غامدیہ حاملہ تھی تو وضع حمل کے بعد جب بچہ کی پرورش کا انتظام ہو گیا تب اس کو رجم کیا اور اگر حاملہ عورت کو کوڑے لگنا ہو تو چوں کہ اس میں انسان کو مارنا نہیں ہے اس لئے بچہ کی پرورش تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب بچہ پیدا ہو جائے اور عورت نفاس سے پاک ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں۔

(۲۳۷۲/۲۹) وَاِذَا شَهِدَ الشُّهُوْدُ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ لَمْ يَمْنَعْهُمْ عَنْ اِقَامَتِهٖ بُعْدُهُمْ عَنِ الْاِمَامِ لَمْ تُقْبَلْ

شَهَادَتُهُمْ اِلَّا فِيْ حَدِّ الْقَذْفِ خاصَّةً.

ترجمہ: اور اگر گواہی دی گواہوں نے پرانی حد کی جس کو قائم کرنے سے مانع نہ تھا ان کا دور ہونا امام سے (بلکہ بلاوجہ تاخیر کی) تو قبول نہیں کی جائے گی ان کی گواہی مگر حد قذف میں خاص طور پر۔

تشریح: اگر گواہوں نے حد زنا حد سرقہ حد شرب کے متعلق ایک مدت گذرنے کے بعد گواہی دی حالانکہ ان کو کوئی عذر نہیں تھا مثلاً امام سے اتنی دور نہیں تھے کہ اتنی تاخیر کرنے کی ضرورت ہو پھر بھی گواہی دینے میں بہت تاخیر کی تو ان کی اس گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا اور حد قائم نہ ہوگی کیوں کہ یہاں تہمت کا امکان ہے اس طرح کہ شروع میں گواہی نہ دینے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مجرم کی پردہ پوشی کرنا چاہتا تھا بعد میں کسی حسد اور دشمنی کی بنیاد پر گواہی کے لئے تیار ہو گیا تو اب گواہی حسد کی بنیاد پر ہے حقوق اللہ کی بنیاد پر نہیں ہے اور اگر تاخیر پردہ پوشی کی وجہ سے نہ تھی تو تاخیر کی وجہ سے فاسق ہو گیا اور فاسق کی گواہی مقبول نہیں لیکن حد قذف اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ تاخیر کے ساتھ بھی مقبول ہوگی کیوں کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے اور اس میں دعویٰ کرنا شرط ہے چناں چہ یوں سمجھا جائے گا کہ گواہوں نے اس لئے تاخیر کی کہ صاحب حق کی جانب سے دعویٰ نہیں تھا۔ (اللباب ۳/۶۴)

(۳۰/۲۳۷۳) وَمَنْ وَطِئَ اِمْرَأَةً اَجْنَبِيَّةً فِيْ مَادُوْنَ الْفَرجِ عُزِّرَ.

ترجمہ: اور جس نے صحبت کی اجنبیہ سے شرمگاہ کے علاوہ میں تو سزا دی جائے گی۔

تشریح: اجنبیہ عورت کی شرمگاہ میں وطی نہیں کی بلکہ اور جگہ وطی کی تو حد تو نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی۔

(۳۱/۲۳۷۴) وَلَاحَدَّ عَلٰى مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهٖ اَوْوَلَدِ وَلَدِهٖ وَاِنْ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ.

ترجمہ: اور نہیں ہے حد اس شخص پر جو وطی کرے اپنے بیٹے کی باندی سے یا اپنے پوتے کی باندی سے اگر چہ وہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔

تشریح: اگر اپنے بیٹے یا پوتے کی باندی سے صحبت کر لی اور کہتا ہو کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ باندی مجھ پر حرام ہے پھر بھی اس میں حد نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں ہے کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہے پس بیٹے اور پوتے کی باندی کے ساتھ وطی کی حلت کا شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ فی المحل سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

(۳۲/۲۳۷۵) وَاِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ اَبِيْهِ اَوْ اُمِّهٖ اَوْ زَوْجَتِهٖ اَوْ وَطِئَ الْعَبْدُ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ وَقَالَ عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ وَاِنْ قَالَ ظَنَنْتُ اَنَّهَا تَحِلُّ لِيْ لَمْ يُحَدَّ.

ترجمہ: اور اگر کسی نے وطی کی اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنی بیوی کی باندی سے یا وطی کی غلام نے اپنے آقا کی

باندی سے اور یہ کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حد لگائی جائے گی اور اگر یہ کہا کہ میرا گمان تھا کہ وہ میرے لئے حلال ہے تو حد نہ لگائی جائے گی۔

تشریح: اگر والدین کی یا اپنی بیوی کی یا اپنے آقا کی باندی سے وطی کر لی اور مسئلہ معلوم تھا کہ ان لوگوں کی باندیاں میرے لئے حلال نہیں پھر بھی وطی کر لی تو حد لگے گی کیوں کہ حقیقت میں بھی حلال نہیں تھیں اور علم بھی تھا کہ حلال نہیں اس لئے حرمت میں کوئی شبہ نہیں رہا اور اگر وطی کرنے والے نے یہ سوچ کر کہ والدین وغیرہ کے ساتھ رات دن کھانا پینا ہوتا ہے تو ان کی باندی بھی میرے لئے حلال ہے اور حلال سمجھ کر وطی کر لی تو حد نہیں لگے گی۔

(۲۲۷۶/۳۳) وَمَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ اَخِيْهِ اَوْ عَمِّهٖ وَقَالَ ظَنَنْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَلَالٌ حُدَّ.

ترجمہ: کسی نے وطی کی اپنے بھائی یا اپنے چچا کی باندی سے اور کہا کہ میں نے گمان کیا کہ وہ میرے لئے حلال ہے تو حد لگائی جائے گی۔

تشریح: بھائی اور چچا کے ساتھ اتنا کھانا پینا نہیں ہوتا اور نہ آدمی ان کا مال اپنا مال سمجھتا ہے اس لئے اگر یہ گمان بھی ہو کہ ان کی باندیاں میرے لئے جائز ہیں تب بھی حد لگے گی۔

(۲۲۷۷/۳۴) وَمَنْ زُفَّتْ اِلَيْهِ غَيْرَ اِمْرَأَتِهٖ وَقَالَتِ النِّسَاءُ اِنَّهَا زَوْجَتُكَ فَوَطِئَهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ.

ترجمہ: بھیج دی گئی شب زفاف میں شوہر کے پاس کوئی غیر عورت اور کہہ دیا عورتوں نے کہ یہ تیری بیوی ہے اس نے صحبت کر لی تو اس پر حد نہیں ہے اور اس پر مہر ہے۔

تشریح: پہلی رات تھی عورتوں نے اصلی بیوی کے علاوہ کسی غیر عورت کو شوہر کے پاس بھیج دیا اور عورتوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تیری بیوی ہے اس نے اس سے وطی کر لی، بعد میں پتہ چلا کہ وہ اس کی بیوی نہیں ہے تو اس مرد پر حد نہیں لگے گی لیکن وطی بالشبہ کی ہے اس لئے عقر یعنی مہر لازم ہوگا۔

(۲۲۷۸/۳۵) وَمَنْ وَجَدَ اِمْرَأَةً عَلٰى فِرَاشِهٖ فَوَطِئَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ.

ترجمہ: کسی نے پائی کوئی عورت اپنے بستر پر اس سے وطی کر لی تو اس پر حد ہے۔

تشریح: بار بار ملنے سے تجربہ ہے کہ بیوی کون ہے اس کا اندازہ تو اندھیرے میں بھی ہو جاتا ہے اور اگر اندازہ نہیں ہوا تو معلوم کر لینا چاہئے اس کے باوجود نہ پوچھا نہ اندازے سے کام لیا اور صحبت کر لی تو حد لگے گی۔

(۲۲۷۹/۳۶) وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً لَايَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْحَدُّ.

ترجمہ: کسی نے ایسی عورت سے شادی کی جس سے شادی کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہے پھر اس سے

صحبت کرلی تو اس پر حد واجب نہیں۔

تشریح: خالہ سے نکاح کرلیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور وطی بھی کرلی تو امام صاحب کے نزدیک اس پر حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی، کیوں کہ نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی ہونے کا شبہ ہوگیا اس لئے حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر کی جائے گی اور تعزیر میں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۲۳۸۰/۳۷) وَمَنْ اَتٰى اِمْرَأَةً فِي الْمَوْضَعِ الْمَكْرُوْهِ اَوْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَلاَ حَدَّ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَيُعَزَّرُ وَقَالاَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ كَالزِّنَا فَيُحَدُّ.

حل لغت: الموضع المکروہ: اس سے مراد دبر ہے جو مکروہ جگہ ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے عورت سے مقام مکروہ میں وطی کی یا قوم لوط کا عمل کیا تو اس پر کوئی حد نہیں ہے امام صاحب کے نزدیک بلکہ سزا جاری کی جائے گی اور حضرات صاحبین نے فرمایا کہ یہ عمل زنا کی طرح ہے اس لئے حد لگائی جائے گی۔

لواطت کی حد کتنی ہے؟

تشریح: اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کی یا کسی مرد کے ساتھ لواطت کی تو لواطت کرنے والے کی حد کے متعلق اختلاف ہے۔

(۱) امام صاحب کے نزدیک لواطت پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں ہاں امام المسلمین جس قسم اور جس قدر مصلحت سمجھے بطور تعزیر جاری کرسکتا ہے۔

(۲) صاحبین اور امام شافعیؒ کے نزدیک لواطت زنا کی طرح ہے اس لئے لوطی کو حد لگے گی یعنی فاعل اگر محصن ہو تو رجم کیا جاوے اور اگر غیر محصن ہو تو سو کوڑے لگیں گے۔

(۳) امام مالک واحمد کے نزدیک لواطت کرنے والے کو رجم کیا جائے گا لوطی محصن ہو یا غیر محصن، اصل میں بات یہ ہے کہ لواطت کا معاملہ انسانی بلکہ حیوانی طبیعت کے بھی خلاف قانون معاملہ ہے اس پر قانونی حد کیسے جاری ہوگی فذالک قال ابوحنیفۃ لا حد فیہا (تنظیم الاشتات ۳/۴۷)

(۲۳۸۱/۳۸) وَمَنْ وَطِئَ بَهِيْمَةً فَلاَحَدَّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور جس نے وطی کی چوپایہ سے تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

تشریح: کیوں کہ زنا اس کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ مخصوص مقام میں کیا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے اس لئے زنا کی حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی، ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اسحٰق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ اگر لوطی کو پہلے

سے معلوم تھا کہ جانور کے ساتھ وطی کرنا ممنوع ہے پھر بھی کرلی تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

دلیل: عن ابن عباسؓ من اتی بھیمة فاقتلوہ. جواب: حدیث میں جو قتل کا حکم ہے یہ ڈانٹ ڈپٹ اور سختی پر محمول ہے۔

(۳۹/۲۳۸۲) وَمَنْ زَنٰى فِيْ دَارِ الْحَرْبِ اَوْ فِيْ دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا لَمْ يَقُمْ عَلَيْهِ الْحَدُّ.

ترجمہ: اور جس نے زنا کیا دار الحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں پھر ہمارے یہاں آگیا تو اس پر حد قائم نہ ہوگی۔

تشریح: دار الحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں حد قائم نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہاں بادشاہ اور امیر المؤمنین نہیں ہیں، تو گویا گناہ ابتداءً حد کو واجب کرنے والا نہیں ہوا اور وہاں سے دار الاسلام آنے کے بعد بھی حد قائم نہیں کر سکتے کیوں کہ جب شروع میں حد کا مُوجِب نہیں ہوا تو بعد میں حد کیسے قائم کریں گے۔

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ

(یہ باب شراب پینے کے احکام کے بیان میں ہے)

ضروری نوٹ: شراب یا نشہ آور چیزوں کے پینے کو شرب کہتے ہیں اس میں حد ہے اس باب میں اسی کے احکامات بیان کئے جائیں گے، چوں کہ شراب پینے کے مقابلہ میں زنا کرنے میں زیادہ قباحت ہے اور سزا بھی زنا میں زیادہ سخت ہے اس لئے اس کو مقدم کیا اور باب حد الشرب کو موخر کیا، شراب ام الخبائث ہے شراب کی دو قسمیں ہیں (۱) جو کہ قطعی حرام ہے جس کو خمر کہتے ہیں اس کا ایک قطرہ بھی موجب حد ہے یہ وہ ہے جو انگور کے پانی سے بنائی جائے۔ (۲) وہ اشربہ جن پر حد اس وقت ہوگی جب ان کو پی کر نشہ ہو جائے (تفصیل کتاب الاشربۃ میں آئے گی)

(۱/۲۳۸۳) وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاُخِذَ وَرِيْحُهَا مَوْجُوْدَةٌ فَشَهِدَ الشُّهُوْدُ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ اَوْ اَقَرَّ وَرِيْحُهَا مَوْجُوْدَةٌ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ.

ترجمہ: کسی نے شراب پی اور پکڑا گیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہے اور گواہوں نے گواہی دی یا شرابی نے خود اقرار کرلیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہو تو اس پر حد ہے۔

شرابی کو کب حد لگے گی اور کب نہیں؟

تشریح: اگر کسی نے شراب پی اور اس کو اس حالت میں گرفتار کیا گیا کہ اس کے منہ میں شراب کی بو موجود تھی یا

شراب کے علاوہ کسی دوسری نشہ آور چیز کے پینے سے مست ہو اور دو مرد پینے کی گواہی دیں کہ اس نے خوشی کی حالت میں پی ہے تو حد لگے گی دوسری صورت یہ ہے کہ پینے والا خود اقرار کرے کہ میں نے بخوشی شراب پی ہے اور اس وقت بھی منہ میں بدبو تھی تو بھی اس شرابی پر حد لگائی جائے گی اگر شراب بہت پہلے پی تھی یہاں تک کہ اس کے منہ سے بدبو ختم ہوگئی اس حال میں پکڑا گیا تو حد نہیں لگے گی۔

(۲/۲۳۸۴) وَاِنْ اَقَرَّ بَعْدَ ذِهَابِ رَائِحَتِهَا لَمْ يُحَدَّ.

ترجمہ: اور اگر اقرار کرے شراب کی بدبو ختم ہو جانے کے بعد تو حد نہیں لگائی جائے گی۔

تشریح: بدبو دور ہو جانے کے بعد شراب پینے کے اقرار سے امام ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگائی جائے گی امام شافعیؒ وامام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بو جانے کے بعد اگر زمانہ قریب میں پی ہو اور اقرار کیا ہو تب بھی حد لازم ہوگی اور زمانہ قریب کا مطلب یہ ہے کہ ایک ماہ کے اندر کو قریب کہتے ہیں اس لئے ایک ماہ کے اندر اندر شراب پی ہو اور اقرار کرے یا گواہی دے دے تو حد لگے گی۔

(۳/۲۳۸۵) وَمَنْ سَكِرَ مِنَ النَّبِيْذِ حُدَّ.

ترجمہ: اور جو نشہ میں ہو جائے نبیذ سے تو حد لگائی جائے گی۔

تشریح: نبیذ کی شکل یہ ہے کہ کھجور یا کشمش کے پانی کو تھوڑا سا پکایئے تو وہ حلال ہے بشرطیکہ نشہ نہ آیا ہو اور اگر نبیذ میں تیزی آجائے اور نشہ آجائے تو اس کا پینا حرام ہے اب پینے پر حد لگائی جائے گی۔

(۴/۲۳۸۶) ولاَ حَدَّ عَلٰى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ اَوْمَنْ تَقَيَّأَهَا.

ترجمہ: اور حد نہیں اس پر جس سے شراب کی بدبو آئے یا وہ شراب کی قے کرے۔

تشریح: کسی آدمی کے منہ سے شراب کی بدبو آئے اور نہ اس پر گواہ ہوں اور نہ وہ اقرار کرتا ہو تو صرف بو آنے سے یا شراب کی الٹی کرنے سے حد نہ لگے گی کیوں کہ ممکن ہے کہ کسی نے زبردستی پلا دی ہو اس لئے یہ معذور ہے۔

(۵/۲۳۸۷) ولاَيُحَدُّ السُّكْرَانُ حَتّٰى يُعْلَمَ اَنَّهُ سَكِرَ مِنَ النَّبِيْذِ وَشَرِبَهُ طَوْعاً.

ترجمہ: اور حد نہیں لگائی جائیگی نشہ والے کو یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ نشہ نبیذ سے ہوا ہے اور بخوشی پی ہے۔

تشریح: السکران: سکر کے مراتب مختلف ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ جس نشہ کی وجہ سے حد جاری ہوگی وہ یہ ہے کہ اس درجہ مست ہو جائے کہ وہ آسمان وزمین کو بالکل نہ پہچانتا ہو اور مرد وعورت کا امتیاز بھی ختم ہو جائے صاحبین نے فرمایا کہ جب وہ نشہ میں ہو کر بیہودہ کلام کرنے لگے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس کی چال میں فرق آجائے اور اس کے

اعضاء لڑکھڑانے لگیں تب کہیں گے کہ نشہ ہو چکا صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جب نشہ آور چیز مجبور کر کے پلائی ہو تو اس سے حد لازم نہ ہوگی اگر خوشی سے پی ہو اور نشہ ہو گیا تب حد لازم ہوگی۔

(۶/۲۳۸۸) وَلَا يُحَدُّ حَتَّى يَزُوْلَ عَنْهُ السُّكْرُ.

ترجمہ: اور حد نہیں لگائی جائے گی یہاں تک کہ نشہ اتر جائے۔

تشریح: حد لگانے کا مقصد اس کو تنبیہ کرنا ہے اور نشہ کی حالت میں مارنے سے اس کو کیا پتہ چلے گا کہ مجھ کو کیوں مارا جا رہا ہے اس وجہ سے نشہ اترنے کے بعد ہی حد لگے گی۔

(۷/۲۳۸۹) وَحَدُّ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُوْنَ سَوْطاً يُفَرَّقُ عَلٰى بَدَنِهٖ كَمَا ذَكَرْنَا فِي الزِّنَا فَاِنْ كَانَ عَبْداً فَحَدُّهٗ اَرْبَعُوْنَ.

ترجمہ: شراب اور نشہ کی حد آزاد کے لئے اسی کوڑے ہیں، لگائیں جائیں گے اس کے بدن پر متفرق جگہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا حد زنا میں اگر غلام ہو تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

شراب پینے کی سزا کیا ہے؟

تشریح: شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے پینے کی حد کے سلسلے میں اختلاف ہے اور اس بارے میں دو مذہب بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) امام اعظمؒ کے نزدیک شراب کی حد آزاد میں اسی کوڑے ہیں یہی مذہب امام مالکؒ و احمدؒ کا ہے۔

دلیل: اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے مبارک دور میں صحابہ کرام کا اجماع ہوا اتفق اجماع الصحابة فی زمن عمر علی الثمانین فی حد الخمر ولامخالف لهم کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسی کوڑے ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا اور کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی نیز بخاری میں حضرت عبیداللہ بن عدی سے منقول ہے کہ ان علیا جلده ثمانین معلوم ہوا کہ حد خمر اسی کوڑے ہیں۔

دوسرا مذہب: امام شافعیؒ کے نزدیک حد خمر چالیس کوڑے ہیں یہی ایک روایت امام احمد کی ہے اور مصلحۃً اسی کی اجازت ہے۔

دلیل: حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ شراب کی حد میں جوتی اور کھجور کی بغیر پتوں والی ٹہنی سے چالیس مرتبہ مارتے تھے نیز حضرت علیؓ نے جب ولید پر حد جاری کی تو چالیس کوڑے لگوائے، معلوم ہوا کہ اصل میں حد خمر چالیس ہی کوڑے ہیں۔

جواب: چوں کہ روایتوں میں دونوں طرح کی باتیں وارد ہوئی ہیں اس لئے تطبیق کی شکل یہ ہے کہ ایک دوسری

حدیث میں 'بجریدتین نحو اربعین' کے الفاظ ہیں کہ دو ٹہنی سے چالیس لگوائے چناں چہ مارنے کے اعتبار سے تو چالیس ہی رہے مگر آلہ کے اعتبار سے اسی ہو گئے۔

حضرت علیؓ کی روایت کے بارے میں امام طحاویؒ نے فرمایا کہ انہوں نے دو کناروں والے کوڑے سے پٹوایا تھا تو یہ بھی آلہ کے اعتبار سے اسی ہو گئے اور اصل جواب یہ ہے کہ حضورؐ اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں چالیس ہی پر عمل تھا مگر بعد میں جب عیش و عشرت عام ہوئی اور شراب کی کثرت ہونے لگی تو حضرت عمر کے دور میں صحابہ کے اجماع سے تعزیراً اسی کر دیئے گئے (ماخوذ تنظیم الاشتات ۳/۵۴)

(۲۳۹۰/ ۸) وَمَنْ اَقَرَّ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُحَدَّ.

ترجمہ: کسی نے اقرار کیا شراب اور نشہ پینے کا پھر اس سے پھر گیا تو حد نہ لگے گی۔

تشریح: اگر کسی نے اولاً شراب پینے یا نشہ آور چیزوں کے پینے کا اقرار کیا اس کے بعد اس سے رجوع کر لیا تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی لانہ خالص حق اللہ تعالی فیقبل فیہ الرجوع کما مر فی حد الزنا.

(۲۳۹۱/ ۹) وَيَثْبُتُ الشُّرْبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ اَوْ بِاِقْرَارِهٖ مَرَّةً وَاحِدَةً وَلَايُقْبَلُ فِيْهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ.

ترجمہ: اور ثابت ہو جاتا ہے شراب پینے کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی سے یا اس کے اقرار کرنے سے ایک بار اور نہیں قبول کی جائے گی اس میں عورتوں کی گواہی مردوں کے ساتھ۔

تشریح: زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت تھی لیکن حد شرب کی آیت میں چار گواہ کی شرط نہیں ہے اور عام حالات میں دو گواہوں سے کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے اس لئے دو گواہوں سے حد شرب ثابت ہو جائے گی یا شرابی خود ایک مرتبہ اقرار کر لے اور حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ اقرار کرے تب حد شرب ثابت ہو گی۔

باب حد القذف

(یہ باب تہمت لگانے کی حد کے بیان میں ہے)

حل لغت وتشریح: قذف باب ضرب سے پتھر پھینکنا تہمت لگانا، کسی پاکدامن مرد یا عورت پر تہمت لگائے کہ تم نے زنا کرایا ہے یا کیا ہے اور اس کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور جس پر تہمت لگائی ہے وہ حد کا مطالبہ کرے تو اس پر حد لگے گی۔

اصطلاحی الفاظ: قاذف: تہمت لگانے والا، مقذوف علیه: جس پر تہمت لگائی گئی ہو۔

(۱/۲۳۹۲) اِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ رَجُلاً مُحْصَناً اَوْ اِمْرَأَةً مُحْصَنَةً بِصَرِيْحِ الزِّنَا وَطَالَبَ الْمَقْذُوْفُ بِالْحَدِّ حَدَّهُ الْحَاكِمُ ثَمَانِيْنَ سَوْطاً اِنْ كَانَ حُرّاً يُفَرَّقُ عَلٰى اَعْضَائِهٖ وَلَايُجَرَّدُ مِنْ ثِيَابِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ يُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ وَاِنْ كَانَ عَبْداً جَلَدَهٗ اَرْبَعِيْنَ سَوْطاً.

حل لغات: قذف: ماضی باب (ض) پتھر پھینکنا تہمت لگانا، محصن: شادی شدہ، پاکدامن، مقذوف: اسم مفعول جس کو تہمت لگائی جائے، جلد: ماضی باب تفعیل مصدر تجلیداً کوڑے مارنا۔

ترجمہ: اگر تہمت لگائی کسی نے پاکدامن مرد یا پاکدامن عورت کو صریح زنا کی اور مطالبہ کرے مقذوف حد کا تو حد لگائے اس کو حاکم اسّی کوڑے اگر وہ آزاد ہو وہ کوڑے اس کے متفرق اعضاء پر لگائے جائیں گے اور ننگا نہ کیا جائے کپڑوں سے علاوہ یہ کہ اس سے پوستین اور روئی بھرا ہوا کپڑا اتارے اور اگر غلام ہو تو کوڑے مارے اس کو چالیس۔

تہمت کی حد کا طریقہ

تشریح: اگر کوئی شخص کسی پاکدامن مرد یا پاکدامن عورت پر صراحتاً زنا کی تہمت لگائے اور جس کو تہمت لگائی اس نے حد کا مطالبہ کیا تو اگر تہمت لگانے والا آزاد ہے تو حاکم اس کو اسی کوڑے لگوائے یہ اسی کوڑے بدن پر ایک جگہ نہ مارے بلکہ ہر عضو پر تھوڑے تھوڑے کر کے مارے سوائے سر چہرہ اور شرمگاہ کے اور کوڑے لگاتے وقت مجرم کے بدن سے کپڑے نہ اتارے البتہ موٹا کپڑا اور پوستین اتروالے تا کہ کوڑا لگ سکے اور اگر تہمت لگانے والا غلام ہے تو چوں کہ غلام کی سزا آزاد کی سزا سے آدھی ہے اس لئے غلام باندی کو چالیس کوڑے لگائے اصل اس مسئلہ میں یہ آیت ہے: والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة، جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر نہ لائیں چار مرد گواہ تو مارو ان کو اسی کوڑے اور آیت چوں کہ ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئی اس لئے انہیں کا ذکر فرما دیا ورنہ پاکدامن مردوں پر تہمت لگانے کا بھی یہی حکم ہے۔

(۲/۲۳۹۳) وَالْاِحْصَانُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَقْذُوْفُ حُرًّا بَالِغاً عَاقِلاً مُسْلِماً عَفِيْفاً عَنْ فِعْلِ الزِّنَا.

لغت: عفیف: پاکدامن۔

ترجمہ: اور محصن ہونا یہ ہے کہ ہو مقذوف آزاد بالغ عاقل مسلم زنا کے فعل سے پاکدامن۔

تشریح: قدوری کا قول 'عفیفاً عن فعل الزنا' زنا سے پاک دامن کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نہ تو کبھی زنا کیا ہو نہ وطی بالشبہ اور نہ نکاح فاسد کیا ہو جو آدمی ان میں سے ایک بھی کر چکا اس کو زنا کی تہمت لگانے سے عار نہیں ہوتی کیوں کہ وہ تو اس کام میں مبتلا ہے باقی عبارت کی تشریح کتاب الحدود مسئلہ (۴۷) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۳/۲۳۹۴) وَمَنْ نَفٰى نَسَبَ غَيْرِهٖ فَقَالَ لَسْتَ لِاَبِيْكَ اَوْ يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ وَاُمُّهٗ مُحْصَنَةٌ مَيْتَةٌ فَطَالَبَ الْاِبْنُ بِحَدِّهَا حُدَّ الْقَاذِفُ.

ترجمہ: جس نے کسی کے نسب کی نفی کی پس کہا تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا اے زانیہ کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ مر چکی ہو بیٹے نے اپنی ماں کی حد کا مطالبہ کیا تو تہمت لگانے والے کو حد لگائی جائے گی۔

تشریح: کسی نے کسی کے نسب کی نفی کی جس کی ایک صورت یہ ہے کہ کہے کہ تم اپنے باپ کے نہیں ہو یعنی تمہاری ماں نے زنا کرایا ہے اس سے تم پیدا ہوئے دوسری صورت یہ ہے کہ تم زانیہ کے بیٹے ہو گویا کہ ماں پر زنا کی تہمت لگائی اگر ماں زندہ ہوتی تو وہ حد کا مطالبہ کرتی تب حد لگتی لیکن ماں مر چکی ہے اور وہ بھی محصنہ تھی تو اب بیٹے کو حد کے مطالبہ کا حق ہوگا۔

(۴/۲۳۹۵) وَلَايُطَالِبُ بِحَدِّ الْقَذْفِ لِلْمَيِّتِ اِلَّامَنْ يَقَعُ الْقَدْحُ فِيْ نَسَبِهٖ بِقَذْفِهٖ.

حل لغت: القدح: عیب، عار۔

ترجمہ: اور مطالبہ نہیں کر سکتا حد قذف کا میت کیلئے مگر وہی جس کے نسب میں فرق آتا ہو تہمت لگانے سے۔

تشریح: مردہ کی جانب سے حد قذف کی درخواست وہی کر سکتا ہے جس کے نسب میں اس تہمت سے فرق پڑتا ہو اور یہ حق صرف بیٹے اور باپ کو ہے مثلاً کہا کہ تمہاری ماں زانیہ تھی اور ماں مر چکی ہے تو اس سے خود اس آدمی کے نسب میں فرق آتا ہے۔

(۵/۲۳۹۶) وَاِذَا كَانَ الْمَقْذُوْفُ مُحْصَناً جَازَ لِاِبْنِهِ الْكَافِرِ وَالْعَبْدِ اَنْ يُطَالِبَ بِالْحَدِّ.

ترجمہ: اگر مقذوف محصن ہو تو جائز ہے اس کے کافر بیٹے اور غلام کے لئے حد کا مطالبہ کرنا۔

تشریح: ماں محصنہ تھی اور انتقال کر گئی اس پر کسی نے تہمت لگائی تو اس کا بیٹا خواہ کافر ہو یا غلام پھر بھی ان کو حد قذف کے مطالبہ کا حق ہے بیٹا اگرچہ محصن نہیں ہے کیوں کہ وہ کافر یا غلام ہے لیکن یہاں زنا کی تہمت ماں پر ہے اور وہ محصنہ ہے اور بیٹا صرف حد کا مطالبہ کرنے والا ہے اس لئے اس کے مطالبہ پر حد لگے گی۔

(۶/۲۳۹۷) وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ اَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ بِقَذْفِ اُمِّهِ الْحُرَّةِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں غلام کے لئے کہ مطالبہ کرے اپنے آقا پر اپنی آزاد ماں کی تہمت کی حد کا۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام کی آزاد ماں پر زنا کی تہمت لگائی اور ماں محصنہ تھی اور مر چکی تھی تو غلام کے لئے آقا پر حد قذف کے مطالبہ کا حق نہیں ہے کیوں کہ غلام خود اپنے لئے حد قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیوں کہ آقا کا احترام مانع ہے فلا یملکه لامّه.

(۲۳۹۸/۷) وَاِنْ اَقَرَّ بِالْقَذْفِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْبَلْ رُجُوْعُهٗ.

ترجمه: اور اگر اقرار کرے تہمت کا پھر پھر گیا تو اس کا پھرنا قبول نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: ایک آدمی نے کہا کہ میں نے فلاں پر زنا کی تہمت لگائی ہے بعد میں پھر گیا تو اب اس کے انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی کیوں کہ یہ حد خالص اللہ کا حق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بندہ سے ہے جب بندہ کو معلوم ہوگا کہ مجھ پر زنا کی تہمت لگی ہے تو اب وہ حد کا مطالبہ کرے گا۔

(۲۳۹۹/۸) وَمَنْ قَالَ لِعَرَبِيٍّ يَا نَبَطِيُّ لَمْ يُحَدَّ.

لغت: نبطی: یہ ایک عجمی قوم تھی جو عراقین کے درمیان آباد تھی پھر عوام الناس پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔

ترجمه: کسی نے عربی کو کہا اے نبطی تو حد نہیں ہے۔

تشریح: عربی آدمی سے کہا اے نبطی اس کا مطلب یہ ہے کہ اشارۃً یوں کہا کہ تیری ماں زانیہ ہے اور نبطی سے زنا کروایا ہے جس سے تم پیدا ہوئے ہو پھر بھی اس جملہ کے کہنے والے کو حد نہیں لگے گی کیوں کہ یہاں بداخلاقی یا فصیح نہ ہونے میں تشبیہ دینا مقصود ہے تہمت مقصود نہیں ہے۔

(۲۴۰۰/۹) وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ يَاابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ.

ترجمه: جس نے کسی سے کہا اے آسمان کے پانی کے بیٹے تو وہ شخص تہمت لگانے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی نے دوسرے سے کہا اے آسمان کے پانی کے بیٹے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آسمان کے پانی میں سخاوت ہے کہ ہر ایک دوست و دشمن کو نوازتا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی سخاوت ہے کہ آسمان کے پانی کی طرح سخاوت کرتے ہو تو اس جملہ میں زنا کی تہمت نہیں ہے بلکہ تعریف ہے اس لئے حد نہ لگے گی۔

(۲۴۰۱/۱۰) وَاِذَا نَسَبَهٗ اِلٰى عَمِّهٖ اَوْ اِلٰى خَالِهٖ اَوْ اِلٰى زَوْجِ اُمِّهٖ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ.

ترجمه: اور جب منسوب کیا کسی کو اس کے چچا یا ماموں یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف تو وہ تہمت لگانے والا نہیں ہوا۔

تشریح: اگر کسی کو اس کے چچا یا ماموں یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف منسوب کیا تو یہ تہمت نہ ہوگی کیوں کہ ان میں سے ہر ایک پر باپ کا اطلاق ہوتا ہے قرآن کریم میں حضرت یعقوبؑ کو فرمایا تمہارے باپ، اسماعیلؑ حالانکہ وہ باپ نہیں چچا تھے (آیت ۱۳۳ سورۃ البقرۃ)

نیز حدیث میں ہے "الخال اب" اور ماں کے شوہر کو تربیت و پرورش کی وجہ سے عرفاً باپ سمجھا جاتا ہے (الجوہرۃ: ج۲، ۲۵۲، اللباب: ۳/۷۱)

(۱۱/۲۴۰۲) وَمَنْ وَطِئَ وَطْئاً حَرَاماً فِيْ غَيْرِ مِلْكِهٖ لَمْ يُحَدَّ قَاذِفُهٗ.

ترجمه: کسی نے وطی حرام کی دوسرے کی ملکیت میں تو اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: ایک شخص نے دوسرے کی معتدہ سے نکاح کیا اور پھر اس سے وطی کر لی تو یہ آدمی محصن نہیں رہا اس لئے اس کو کوئی آدمی زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

(۱۲/۲۴۰۳) وَالْمُلَاعِنَةُ بِوَلَدٍ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا.

ترجمه: اور بچہ کی وجہ سے لعان کرنے والی کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: اگر کوئی عورت بچہ کی وجہ سے لعان کر چکی ہو تو جو شخص اس پر تہمت زنا لگائے اس پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی کیوں کہ اس عورت کے اندر زنا کی علامت پہلے سے موجود ہے اور وہ بلا باپ کے بچہ کا ہونا ہے۔

(۱۳/۲۴۰۴) وَاِنْ كَانَتِ الْمُلَاعِنَةُ بِغَيْرِ وَلَدٍ حُدَّ قَاذِفُهَا.

ترجمه: اور اگر لعان کرنے والی بغیر بچہ کے ہو تو اس پر تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔

تشریح: چوں کہ اس کے پاس بچہ نہیں ہے اسلئے زنا کی کوئی علامت نہیں ہے اور لعان کر چکی ہے اس لئے مکمل محصنہ ہے۔

(۱۴/۲۴۰۵) وَمَنْ قَذَفَ اَمَةً اَوْ عَبْداً اَوْ كَافِراً بِالزِّنَا اَوْ قَذَفَ مُسْلِماً بِغَيْرِ الزِّنَا فَقَالَ يَافَاسِقُ اَوْيَاكَافِرُ اَوْ يَاخَبِيْثُ عُزِّرَ.

ترجمه: کسی نے تہمت لگائی باندی یا غلام یا کافر کو زنا کی یا تہمت لگائی مسلمان کو غیر زنا کی مثلاً کہا اے فاسق یا اے کافر یا اے خبیث تو تعزیر کی جائے گی۔

تعزیر کے احکام

تشریح: چوں کہ باندی غلام اور کافر محصن نہیں ہیں اس لئے ان پر زنا کی تہمت لگائے تو قاذف کو حد نہ لگے گی ایسے ہی اگر مسلمان کو زنا کی تہمت نہ لگائے بلکہ کہے اے فاسق اے کافر اے خبیث اے چور اے فاجر اے سود کھانے والے تو بھی قاذف کو حد نہ لگے گی بلکہ حاکم مناسب سمجھے تو تعزیر کرے۔

(۱۵/۲۴۰۶) وَاِنْ قَالَ يَاحِمَارُ اَوْ يَاخِنْزِيْرُ لَمْ يُعَزَّرْ.

ترجمه: اور اگر کہا اے گدھے اے خنزیر تو تعزیر نہیں ہو گی۔

تشریح: ہمارے عرف میں یہ الفاظ گالی نہیں سمجھے جاتے اس لئے تعزیر بھی نہ ہوگی لیکن جس جگہ یہ الفاظ گالی ہیں تو وہاں تعزیر ہوگی۔

(۱۶/۲۴۰۷) وَالتَّعْزِيْرُ اَكْثَرُهٗ تِسْعَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَوْطاً وَاَقَلُّهٗ ثَلَاثُ جَلْدَاتٍ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيْرِ خَمْسَةً وَّسَبْعِيْنَ سَوْطاً.

حل لغات: تعزیر: تفعیل کا مصدر ہے مطلق سزا دینا خواہ چہرہ سے ناراضگی کا اظہار کر کے ہو یا سخت گفتگو ہو گوشمالی کے ساتھ ہو یا مار پیٹ کے ساتھ دو چار ضربوں کے ساتھ ہو یا دس پانچ ضربوں کے ساتھ۔

ترجمہ: اور تعزیر کے زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہیں اور کم سے کم تین کوڑے ہیں اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تعزیر پچھتر کوڑوں تک ہوسکتی ہے۔

تشریح: تعزیر اس سزا اور تادیبی کارروائی کا نام ہے جو حد شرعی سے کم ہو یہ ماخوذ ہے عزر سے روکنا اور ٹوکنا تعزیر کی حد کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک دس کوڑے امام شافعیؒ کے نزدیک انیس کوڑے یا انتالیس کوڑے طرفین کے نزدیک انتالیس کوڑے امام مالک سے مروی ہے کہ تعزیر جرم کے اعتبار سے ہوتی ہے پس اگر اس کا جرم تہمت سے بھی بڑا ہو تو سو اور سو سے بھی زیادہ کوڑے لگائے جاسکتے ہیں امام ابو یوسف کے نزدیک ایک کم اسی (۷۹) یا پانچ کم اسی (۷۵)۔

(۱۷/۲۴۰۸) وَاِنْ رَاَى الْاِمَامُ اَنْ يَضُمَّ اِلَى الضَّرْبِ فِي التَّعْزِيْرِ الْحَبْسَ فَعَلَ.

ترجمہ: اور اگر مناسب سمجھے امام تعزیر میں مارنے کے ساتھ قید کرنا تو کرسکتا ہے۔

تشریح: اگر حاکم وقت تعزیر میں مار کے ساتھ جیل خانہ میں رکھنا مناسب سمجھے تو ایسا کرسکتا ہے۔

(۱۸/۲۴۰۹) وَاَشَدُّ الضَّرْبِ التَّعْزِيْرُ ثُمَّ حَدُّ الزِّنَا ثُمَّ حَدُّ الشُّرْبِ ثُمَّ حَدُّ الْقَذْفِ.

ترجمہ: سب سے سخت مار تعزیر کی ہے پھر حد زنا کی پھر حد شرب کی پھر حد قذف کی۔

تشریح: تعزیر میں مار سخت ماری جائے گی اس وجہ سے بدن کے مختلف اعضاء پر مارنے کی ڈھیل نہیں دی گئی ہے، پھر اس سے ہلکی زنا کی مار ہوگی پھر اس سے ہلکی حد شرب کی اور اس سے ہلکی حد قذف کی ہوگی کیوں کہ زنا کی حد کے بارے میں ہے کہ زانی کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوائے لنگی کے اور اگر شادی شدہ ہے تو رجم کی سزا ہے اور حد قذف وحد شرب میں ہے کہ صرف موٹا کپڑا اور پوستین اتاری جائے باقی قمیص وغیرہ اس کے بدن پر رہنے دیا جائے جس سے معلوم ہوا کہ زنا کی مار سخت ہے اور اس سے ہلکی حد شرب کی ہے کیوں کہ اس کا سبب یقینی ہے اس کے بعد حد قذف ہے کیوں کہ اس کا سبب محتمل ہے ہوسکتا ہے کہ وہ سچا ہو۔

(۱۹/۲۴۱۰) وَمَنْ حَدَّهُ الْإِمَامُ اَوْعَزَّرَهُ فَمَاتَ فَدَمُهُ هَدْرٌ.

حل لغت: ھدر: مصدر ہے باب فتح ضرب خون رائیگاں ہونا خون کا معاف ہونا۔

ترجمہ: اور جس کو حد لگائی امام نے یا سزا دی اور وہ مر گیا تو اس کا خون معاف ہے۔

تشریح: حد لگانے یا تعزیر کرنے کے بعد مر جائے تو اس کا خون معاف ہے حاکم و بیت المال پر لازم نہیں ہے کیوں کہ حاکم نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کا شرعاً مامور ہے اور مامور کا فعل سلامتی کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

(۲۰/۲۴۱۱) وَاِذَا حُدَّ الْمُسْلِمُ فِي الْقَذْفِ سَقَطَتْ شَهَادَتُهُ وَاِنْ تَابَ.

ترجمہ: اور جب حد لگائی مسلمان پر تہمت میں تو اس کی گواہی ساقط ہو گئی اگر چہ وہ توبہ کر لے۔

تشریح: مسلمان نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لا سکا اس لئے اس پر حد قذف لگ گئی اب اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ قذف سے توبہ کر چکا ہو کیوں کہ آیت میں اس کا تذکرہ ہے ولا تقبلوا لھم شھادۃً ابداً اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کریں۔

(۲۱/۲۴۱۲) وَاِنْ حُدَّ الْكَافِرُ فِي الْقَذْفِ ثُمَّ اَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

ترجمہ: اور اگر حد لگائی گئی کافر کو قذف میں پھر اسلام لے آیا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

تشریح: حالتِ کفر میں کسی پر زنا کی تہمت لگائی جس کی وجہ سے حد قذف لگی اب مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی کیوں کہ اسلام ماقبل کے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔

كِتَابُ السَّرْقَةِ وَقُطَّاعِ الطَّرِيْقِ

(یہ کتاب چوری کرنے اور ڈکیتی ڈالنے کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: کتاب السرقۃ کی کتاب الحدود سے مناسبت یہ ہے کہ حد سرقہ بھی دراصل منجملہ حدود کے ہی ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ حدود میں صرف سزا ہے ضمان نہیں حد سرقہ میں حد (قطع) بھی ہے اور ضمان بھی چور کو دینا لازم ہے دیگر سبھی ائمہ کے نزدیک تو ہے ہی اور ہمارے امام صاحب کی بھی حسن بن زیادؒ والی روایت کے بموجب اور باب کے بجائے کتاب کا عنوان اسلئے قائم کیا گیا کہ چوں کہ حد سرقہ ایسے ضمان پر بھی مشتمل ہے جو حدود سے علیحدہ چیز ہے اس لئے کہ سرقہ کلی طور سے من باب الحدود نہیں ہے اس لئے کتاب کے عنوان سے اس کی انفرادی حیثیت ظاہر کر دی گئی۔

سرقہ کی لغوی تعریف: سرقہ باب ضرب یضرب سے ہے لغۃً دوسرے کی چیز چھپا کر لینے کو

کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: عاقل بالغ شخص کا دوسرے کا ایسا مال جو محفوظ ہو چکپے سے لے لینا۔

قطاع الطریق: یعنی ڈاکہ زنی کی وجہ سے لوگوں کا راستہ کاٹ دینا۔

نوٹ: چوری تین شرطوں کے ساتھ کرے گا تو ہاتھ کٹے گا (۱) وہ چیز دس درہم یا اس سے زیادہ کی ہو (۲) محفوظ جگہ سے چوری کرے (۳) اس چیز میں چور کا کسی قسم کا حصہ نہ ہو۔

(۱/۲۴۱۳) اِذَا سَرَقَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ اَوْ مَا قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً كَانَتْ اَوْغَيْرَ مَضْرُوبَةٍ مِنْ حِرْزٍ لَاشُبْهَةَ فِيهِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَطْعُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فِيهِ سَوَاءٌ.

حل لغات: مضروبة: اسم مفعول، کہا جاتا ہے ضربُ الدرهم درہم پر ٹھپہ لگانا۔ حرز: بہت محفوظ مقام ہر وہ چیز جس میں اشیاء کی حفاظت ہو سکے جیسے صندوق وغیرہ ہر وہ چیز جو ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچائے جمع احرازٌ.

ترجمه: جب چرائے بالغ عاقل دس درہم یا وہ چیز جس کی قیمت دس درہم ہو سکہ دار ہو یا بے سکہ ایسی محفوظ جگہ سے جس میں کوئی شبہ نہیں تو ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور اس میں غلام اور آزاد دونوں برابر ہیں۔

مال کی کتنی مقدار میں قطع ید ہوگا؟

تشریح: چور کے ہاتھ کاٹنے پر تو اتفاق ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مال کی ہر مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے گا یا کسی معین مقدار میں معدودے چند علماء کے علاوہ تمام امت کا اجماع ہے کہ قطع ید کے لئے مال کی مقدار متعین ہے کہ جس سے کم مقدار چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چناں چہ اس بارے میں تین مذاہب نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جائے گا (۲) امام مالک واحمدؒ کے نزدیک تین درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا (۳) حنفیہ کے نزدیک دس درہم یا ایک دینار میں۔

امام شافعیؒ کی دلیل: حضورؐ ربع دینار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا کرتے تھے اس حدیث میں چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔

امام مالک واحمد کی دلیل: حضورؐ نے ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کی وجہ سے جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (بخاری شریف: ج ۲، ص: ۱۰۰۴)

حنفیه کی دلیل: حضورؐ نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

انمہ ثلاثہ کی دلیلوں کا جواب: اصل بات یہ ہے کہ حضورؐ نے اس مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا ہے جوڈھال کی قیمت کے برابر ہواب ڈھال کی قیمت کتنی تھی اس میں روایات مختلف ہیں بعض میں ربع دینار بعض میں تین درہم بعض میں دس درہم اس اختلاف کی وجہ سے حنفیہ نے اس روایت کو لے لیا جو حد کو دور کرنے والی اور ساقط کرنے والی تھی کیوں کہ اگر تین درہم کی روایت کو لیا جائے تو اس کی وجہ سے حد زیادہ اور جلدی نافذ ہوگی ایسے ہی چوتھائی دینار میں اور دس درہم والی روایت لینے کی صورت میں حد دیر سے نافذ ہوگی اور حدود کے باب میں احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ احتمال اختیار کیا جائے جس سے حد دور ہوتی ہو۔

صاحب کتاب کا قول : مضروبۃ کانت او غیر مضروبۃ: یعنی سکہ ہو یا سکہ نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ڈھال کی وجہ سے ہاتھ کاٹا ہے جو سکہ نہیں ہے ایسے ہی 'من حرز' کی قید لگائی ہے یعنی محفوظ جگہ سے چرانے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا اگر جگہ محفوظ نہ ہو اور وہاں سے کوئی چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۲/۲۴۱۴) وَيَجِبُ الْقَطْعُ بِاِقْرَارِهٖ مَرَّةً وَاحِدَةً اَوْ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ.

ترجمہ: اور ضروری ہے کاٹنا ایک مرتبہ اقرار کرنے سے یا دو گواہوں کی گواہی سے۔

تشریح: چور خود ایک مرتبہ چوری کا اقرار کرے یا دو مرد اس کی گواہی دیں تو چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے کیوں کہ چوری کے ثبوت میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے آیت میں ہے واستشهدوا شهيدين من رجالكم.

(۳/۲۴۱۵) وَاِذَا اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِىْ سَرِقَةٍ فَاَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ قُطِعَ وَاِنْ اَصَابَهُ اَقَلَّ مِنْ ذَالِكَ لَمْ يُقْطَعْ.

ترجمہ: اور اگر شریک ہو ایک جماعت چوری میں اور پہنچے ان میں سے ہر ایک کو دس درہم تو کاٹا جائے گا اور اگر اس سے کم پہنچے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: اگر چوری میں ایک گروہ شریک ہوا اور ہر ایک کے حصہ میں دس درہم آ گئے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے لیکن اگر اتنا مال چرایا کہ ہر ایک کو آٹھ آٹھ درہم ملے تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

(۴/۲۴۱۶) وَلَا يُقْطَعُ فِيْمَا يُوْجَدُ تَافِهاً مُبَاحاً فِىْ دَارِالْاِسْلَامِ كَالْخَشَبِ وَالْحَشِيْشِ وَالْقَصَبِ وَالسَّمَكِ وَالصَّيْدِ.

حل لغات: تافها: اسم فاعل باب (س) تَفِه يتفهُ تَفَهًا کم ہونا گھٹیا ہونا، الخشب موٹی لکڑی جمع خُشُبٌ، الحشيش: خشک گھاس واحد حشيشة، القصب: ہر وہ چیز جس میں پورو ے اور گرہیں ہوں جیسے بانس

اور نرکل۔

ترجمہ: اور نہیں کاٹا جائے گا ان چیزوں میں جو پائی جاتی ہیں معمولی اور مباح دارالاسلام میں جیسے لکڑی گھاس نرکل مچھلی اور شکار۔

کن چیزوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور کن چیزوں میں نہیں

تشریح: دارالاسلام میں جو چیزیں معمولی ہوں یا مباح ہوں کہ جو بھی ان کو لے لے اس کی ہو جائے تو ان چیزوں کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا جیسے خشک لکڑی گھاس، بانس مچھلی پرندہ شکار ہڑتال سرخ مٹی وغیرہ یہ سب معمولی چیزیں ہیں۔

(۵/۲۴۱۷) وَلَا فِيمَا يَسْرَعُ اِلَيْهِ الْفَسَادُ كَالْفَوَاكِهِ الرَّطَبَةِ وَاللَّبَنِ واللَّحْمِ وَالْبِطِّيْخِ وَالْفَاكِهَةِ عَلَى الشَّجَرِ وَالزَّرْعِ الَّذِىْ لَمْ يُحْصَدْ.

حل لغات: یسرع: فعل مضارع باب (س) جلدی کرنا، الفواکہ الرطبۃ: تازے میوے، اللبن: دودھ جمع البان، البطیخ: تربوز، الفاکھۃ علی الشجر: درخت پر لگے ہوئے پھل، لم یحصد: نفی جحد بلم، کھیتی کاٹی نہ گئی ہو، باب (ن، ض) مصدر حصداً درانتی سے کاٹنا۔

ترجمہ: اور ان چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جو جلدی خراب ہو جاتی ہیں جیسے تر میوے دودھ گوشت تربوز درخت پر لگے ہوئے پھل اور وہ کھیتی جو کاٹی نہ گئی ہو۔

تشریح: جو چیزیں جلدی خراب ہونے والی ہیں اور اتنی عمدہ بھی نہیں ہیں کہ جن کے چوری کرنے پر قابل عظمت ہاتھ کاٹا جائے جیسے تر میوے دودھ گوشت تربوز وغیرہ یا درخت پر لگے ہوئے پھل یا جو کھیتی ابھی کھیت میں ہے ان تمام چیزوں کے چرانے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

اختلاف الائمۃ

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام قسم کے پھل جو محفوظ جگہ میں ہیں ان کے چوری کرنے سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے کیوں کہ چوری کہتے ہیں مال محفوظ چپکے سے لینے کو تو جس پر چوری کا اطلاق ہوگا وہاں قطع ید بھی ہوگا حنفیہ فرماتے ہیں کہ مال مسروق کا محفوظ جگہ میں ہونا ضروری ہے چوں کہ پھل محفوظ جگہ نہیں ہے کیوں کہ کوئی شخص بھی آ کر ان کو توڑ سکتا ہے لہٰذا ان پر قطع ید نہ ہوگا اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ درخت ایسے باغ میں ہیں جس کی چار دیواری ہے اور اس کا دروازہ ہے اس پر تالا پڑا ہوا ہے تو کیا پھر بھی پھل کی چوری پر ہاتھ نہیں کٹے گا؟

جواب: حدیث میں درخت پر لٹکے ہوئے پھلوں کو غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے اور چار دیواری کے ذریعہ صرف درخت حفاظت میں آ گئے ہیں اس لئے اگر ظاہری طور پر حفاظت کا سامان کر بھی لیا گیا تب بھی قطع ید نہ ہوگا۔

(۲۴۱۸/۶) وَلَاقَطْعَ فِیْ الْاَشْرِبَةِ الْمُطْرِبَةِ وَلَا فِیْ الطَّنْبُوْرِ.

حل لغات: الاشربة المطربة: خوشی میں لانے والی چیز یہاں مراد نشہ میں لانے والی چیز، الطنبور: ستار، طنبورے کی قسم کا ایک باجہ شروع میں اس میں صرف تین تار ہوتے تھے اس لئے ستار (سہ تار) کہلایا، یہاں مراد باجے کی چیز جمع طنابیر.

ترجمه: اور کاٹنا نہیں ہے مستی آور شرابوں میں اور نہ باجوں میں۔

تشریح: پینے کی نشہ آور چیزیں چرا لے ایسے ہی باجے کی چیز جیسے ڈھول تاشا تو ان میں قطع ید نہیں ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا چرانا برباد کرنے اور بہانے کے لئے ہو اس لئے قطع ید نہ ہوگا۔

(۲۴۱۹/۷) وَلَا فِیْ سَرِقَةِ الْمُصْحَفِ وَاِنْ کَانَ عَلَیْهِ حِلْیَةٌ.

ترجمه: اور نہ قرآن کے چرانے میں اگر چہ اس پر سونے کا کام ہو۔

تشریح: قرآن کریم کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا اگر چہ اس پر سونے کا نقش ونگار ہو اور اس کی قیمت دس درہم سے زیادہ ہو تب بھی نہیں کٹے گا کیوں کہ وہ قرآن کے تابع ہے، قرآن کے چرانے میں ہاتھ نہ کٹنے کی وجہ یہ ہے کہ چور پڑھنے کے لئے لینے کی تاویل کرسکتا ہے۔

(۲۴۲۰/۸) وَلَا فِیْ الصَّلِیْبِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَاالشَّطْرَنْجِ وَلَا النَّرْدِ.

حل لغات: الصلیب: وہ لکڑی جس پر عیسائیوں کے گمان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی، اس شکل (+) کی لکڑی، عیسائیوں کا مقدس نشان۔

الشطرنج: ایک مشہور کھیل ہے، سنسکرت لفظ چترانگ کا معرب اس میں چھ قسم کے مہروں سے کھیلتے ہیں۔

النردُ: ایک قسم کا کھیل جس کو اردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا، یہ کھیل حرام ہے جس کی وجہ سے آدمی ائمہ اربعہ کے نزدیک مردود الشہادۃ ہوجاتا ہے اور یہی حکم شطرنج کا ہے۔

ترجمه: اور نہیں کاٹا جائے گا سونے اور چاندی کے صلیب میں اور نہ شطرنج اور نہ نرد میں۔

تشریح: صلیب نصاریٰ کے پوجنے کی چیز ہے، جو ناجائز ہے، اور غیر متقوم ہے، شطرنج اور نرد کھیل کود کی چیز ہے اس لئے ان کے چرانے میں بھی قطع ید نہ ہوگا۔

(۲۴۲۱/۹) وَلَاقَطْعَ عَلٰی سَارِقِ الصَّبِیِّ الْحُرِّ وَاِنْ کَانَ عَلَیْهِ حُلِیٌّ وَلَا سَارِقِ الْعَبْدِ الْکَبِیْرِ.

ترجمہ: اور قطع ید نہیں ہے، آزاد بچہ کو چرانے والے پر، اگر چہ اس پر زیور ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے پر۔

تشریح: آزاد بچہ کسی حال میں بھی مال نہیں ہے، اور اس پر جو زیور ہے وہ اس کے تابع ہے، اس لئے اس کو چرایا تو گویا کہ مال کو نہیں چرایا اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ تعزیر ہوگی اور بڑے غلام کے چرانے پر بھی ہاتھ نہ کٹے گا، کیوں کہ وہ اپنا دفعیہ کرسکتا ہے اور لوگوں سے کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو چرایا ہے، مگر پھر بھی نہیں کہہ رہا ہے تو گویا غلام جانے پر راضی ہے۔

(۱۰/۲۴۲۲)　وَيُقْطَعُ سَارِقُ الْعَبْدِ الصَّغِيْرِ.

ترجمہ: اور کاٹا جائے گا نابالغ غلام چرانے والے کا ہاتھ۔

تشریح: کیونکہ چھوٹا غلام مال بھی ہے اور وہ اپنا دفعیہ بھی نہیں کرسکتا، اس لئے اس کے چور پر قطع ید ہوگا۔

(۱۱/۲۴۲۳)　وَلَا قَطْعَ فِيْ الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا اِلَّا فِيْ دَفَاتِرِ الْحِسَاب.

حل لغت: دفاتر واحد دفتر رجسٹر۔

ترجمہ: اور ہاتھ کاٹنا نہیں ہے کسی دفتر کے چرانے میں سوائے حساب کے دفتر کے۔

تشریح: حساب کے رجسٹروں کے علاوہ اور کسی رجسٹر کی اہمیت زیادہ نہیں ہوتی کہ اس کو عمدہ مال کہا جائے حساب کا رجسٹر عمدہ سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ اس میں حساب ہے، اس لئے ان رجسٹروں کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱۲/۲۴۲۴)　وَلَا يُقْطَعُ سَارِقُ كَلْبٍ وَلَا فَهْدٍ وَلَا دُفٍّ وَلَا طَبْلٍ وَلَا مِزْمَارٍ.

حل لغات: فهد تیندوا، چیتا جمع فُهُوْدٌ. دف: (دال پر ضمہ اور فتحہ دونوں درست ہیں فاء پر تشدید) ایک قسم کے باجہ کا نام۔

طبل: (طاء پر فتحہ اور باء ساکن) ڈھول مزمار: سارنگی (ایک قسم کا ساز جس میں تار لگے ہوتے ہیں)

ترجمہ: اور نہیں کاٹا جائے گا کتے چیتے، دف ڈھول اور سارنگی چرانے والے کا ہاتھ۔

تشریح: کتا اور چیتا مباح الاصل ہیں اس لئے ان کے چرانے میں قطع ید نہ ہوگا، ایسے ہی دف ڈھول سارنگی کھیل کود کے سامان ہیں اور کھیل کود کی چیزوں کے بارے میں سخت وعید ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس کا چرانا ان چیزوں کو برباد کرنے کے لئے ہو۔

(۱۳/۲۴۲۵)　وَيُقْطَعُ فِي السَّاجِ وَالْقَنَاءِ وَالْآبْنُوْسِ وَالصَّنْدَلِ.

حل لغات: الساج: ساگون (ایک مضبوط لکڑی کا درخت) کی لکڑی۔ القناء: قناة کی جمع ہے نیزہ یا

نیزے کی لکڑی۔
اَلْآبَنُوْس: ایک مشہور درخت کا نام جس کی لکڑی سخت وزنی اور سیاہ ہوتی ہے۔
الصندل: ایک قسم کی خوشبودار لکڑی، چندن اس کی دو قسمیں ہیں سرخ اور سفید۔
ترجمہ: اور کاٹا جائے گا ساگون نیزے کی لکڑی آبنوس اور صندل کی لکڑی چرانے میں۔
تشریح: یہ تمام لکڑیاں قیمتی ہیں اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱۴/۲۴۲۶) وَاِذَا اتُّخِذَ مِنَ الْخَشَبِ اَوَانِی اَوْ اَبْوَابٌ قُطِعَ فِیْهَا.

حل لغات: اوانی: انیة کی جمع ہے، برتن۔ ابواب: جمع ہے باب کی دروازہ۔
ترجمہ: اور جب بنالئے گئے لکڑی سے برتن یا دروازے تو ان میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔
تشریح: عام لکڑی تھی جس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا لیکن اس سے صندوق یا پیالے بنالئے یا دروازے بنالئے تو اب چونکہ یہ چیزیں قیمتی ہوگئیں اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱۵/۲۴۲۷) وَلَا قَطْعَ عَلٰی خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ.

ترجمہ: اور قطع ید نہیں ہے خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت پر۔
تشریح: کسی کے پاس امانت کی رقم تھی اس نے اس میں خیانت کرلی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ تعزیر کی جائے گی کیوں کہ خیانت میں چوری کے معنی نہیں پائے جاتے اس لئے قطع ید نہ ہوگا۔

(۱۶/۲۴۲۸) وَلَا نَبَّاشٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ.

حل لغات: نباش: اسم مبالغہ، کفن چور باب (ن) نبشًا.
منتهب: اسم فاعل باب (افتعال) ماخوذ النهب سے کسی چیز کو قہر أعلانیہ طور پر چھین لینا۔
مختلس: اسم فاعل باب (افتعال) مصدر اختلاس ماخوذ خلس سے خاء پر فتحہ لام ساکن، فریب سے جھپٹا مارنا، اچکنا۔
ترجمہ: اور قطع ید نہیں ہے کفن چور پر نہ لٹیرے پر نہ اچکے پر۔
تشریح: جو آدمی کفن چراتا ہو طرفین کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ قبرستان مقام محفوظ نہیں ہے دوسری بات یہ ہے کہ مردہ پر کفن ڈال دینے کے بعد وہ معمولی اور گھٹیا قسم کی چیز سمجھی جاتی ہے، اس لئے کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس میں قطع ید ہے۔
آگے فرماتے ہیں کہ منتہب پر قطع ید نہیں ہے اس کے معنی ہیں وہ شخص جو کھلم کھلا ہتھیار کو استعمال کئے بغیر جسمانی

قوت استعمال کر کے زبردستی چھین کر لے جائے اگر ہتھیار استعمال کرے تو ڈاکہ زنی میں داخل ہوتا ہے اور مختلس وہ ہے جو قوت کا استعمال کئے بغیر اچک کر لے جائے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچک لے، ان دونوں پر قطع ید اس لئے نہیں ہے کہ سرقہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی چیز خفیہ طریقے پر لی جائے اور مسروق منہ کو پتہ نہ چلے جب کہ ان دونوں کے اندر مسروق منہ کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارا مال لے جایا جارہا ہے، لیکن وہ بیچارہ بے بس ہے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قطع ید کا حکم نہیں لگایا اس سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جہاں خفیۃً لینا متحقق نہ ہو وہاں قطع ید نہیں ہوگا لیکن قطع ید نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجرم کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایسے مجرم پر تعزیری سزا جاری کی جائے گی اور حاکم اپنی صوابدید کے مطابق اس پر سزا مقرر کرسکتا ہے۔

(۲۴۲۹/۱۷) وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَلَا مِنْ مَالٍ لِلسَّارِقِ فِيْهِ شِرْكَةٌ.

ترجمہ: اورنہیں کاٹا جائیگا بیت المال سے چرانے والے کا ہاتھ اور نہ اس مال سے جس میں چور کی شرکت ہے۔

تشریح: کوئی آدمی بیت المال سے چوری کرے یا کسی جگہ مال ہے اس میں چور کا بھی مال تھا اور دوسرے کا بھی اس میں سے چور نے چوری کرلی تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیوں کہ بیت المال تمام مسلمانوں کا ہے جن میں چور بھی داخل ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور چور کے مال میں ہاتھ نہ کٹنے کی وجہ یہ ہے کہ شرکت کے مال میں اس کا حصہ ہے تو بعض مال میں اس کی ملک ثابت ہونے میں شبہ ہے۔

(۲۴۳۰/۱۸) وَمَنْ سَرَقَ مِنْ اَبَوَيْهِ اَوْ وَلَدِهٖ اَوْ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يُقْطَعْ وَكَذٰلِكَ اِذَا سَرَقَ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنَ الْآخَرِ اَوِ الْعَبْدُ مِنْ سَيِّدِهٖ اَوْ مِنْ اِمْرَأَةِ سَيِّدِهٖ اَوْ مِنْ زَوْجِ سَيِّدَتِهٖ اَوِ الْمَوْلٰى مِنْ مُكَاتَبِهٖ وَكَذٰلِكَ السَّارِقُ مِنَ الْمَغْنَمِ.

ترجمہ: جس نے چرالی اپنے والدین یا اپنے بیٹے یا ذی رحم محرم کی کوئی چیز تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا، اور ایسے ہی اگر چرائے میاں بیوی میں سے کوئی دوسرے کی یا غلام اپنے آقا کی یا اپنے آقا کی بیوی یا اپنی سیدہ کے شوہر کی یا آقا اپنے مکاتب کی اور ایسے ہی غنیمت سے چرانے والا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے ماں باپ کی کوئی چیز دس درہم سے اوپر کی چرالی یا والدین نے بیٹے کی چرالی یا اپنے ذی رحم محرم کی چرالی یا بیوی نے شوہر کی یا شوہر نے بیوی کی چرالی یا غلام نے اپنے آقا کی وغیرہ وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں چور کا ہاتھ نہ کٹے گا کیوں کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے اتنے قریب رہتے ہیں کہ مسروق منہ کا گھر سارق کے لئے محفوظ نہ رہا نیز بیٹا سمجھتا ہے کہ باپ کے مال میں میرا حصہ ہے اور باپ بھی سمجھتا ہے کہ بیٹے کا مال میرے لئے مباح ہے یہی حال غلام اور آقا کے درمیان ہے اور یہی حال بیوی اور شوہر کے درمیان ہے ان تمام شکوک وشبہات کی وجہ سے قطع ید نہ ہوگا اسی طرح مال غنیمت میں چور کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہے اس لئے قطع ید نہ ہوگا۔

(۱۹/۲۴۳۱)　وَالْحِرْزُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ حِرْزٌ لِمَعْنًی فِیْهِ کَالدُّوْرِ وَالْبُیُوْتِ وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ.

ترجمہ: حرز کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وہ جگہ ہی حفاظت کی ہو جیسے گھر اور کمرہ اور ایک حرز محافظ کے ذریعہ۔

حرز کا بیان

تشریح: جس حرز سے چرانے سے ہاتھ کٹتا ہے وہ دو طرح سے ہوتی ہے ایک تو یہ کہ وہ مکان ہی حفاظت کے لئے ہو جیسے گھر یا کمرہ ہے کہ اگر اس میں کوئی آدمی نہ بھی ہو تو خود گھر اور کمرہ محافظ کے معنی میں ہے اب اگر ان کے اندر سے کوئی چرائے گا تو قطع ید ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ جس میں ہر شخص کو آنے کی اجازت ہے جیسے میدان یا مسجد ہے وہاں آدمی حفاظت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اس لئے حفاظت کی وجہ سے وہ جگہ حرز بن گئی اب اگر محافظ کے پاس سے کوئی چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۲۰/۲۴۳۲)　فَمَنْ سَرَقَ عَیْنًا مِنَ الْحِرْزِ اَوْ غَیْرِ حِرْزٍ وَصَاحِبُهٗ عِنْدَهٗ یَحْفَظُهٗ وَجَبَ عَلَیْهِ الْقَطْعُ.

ترجمہ: پھر جس شخص نے چرائی کوئی چیز حرز یا غیر حرز سے جب کہ مالک اس کے پاس حفاظت کر رہا تھا تو اس پر کاٹنا واجب ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں ماقبل کے قاعدہ پر تفریع بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ مقام محفوظ سے دس درہم کی کوئی چیز چرائی تب بھی ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر مقام محفوظ تو نہیں تھا لیکن وہاں مالک حفاظت کر رہا تھا تب بھی قطع ید ہوگا۔

(۲۱/۲۴۳۳)　وَلَا قَطْعَ عَلٰی مَنْ سَرَقَ مِنْ حَمَّامٍ اَوْ مِنْ بَیْتٍ اُذِنَ لِلنَّاسِ فِیْ دُخُوْلِهٖ.

ترجمہ: اور نہیں ہے کاٹنا اس پر جس نے چرایا غسل خانہ سے یا ایسے گھر سے جس میں اجازت دے دی گئی ہو لوگوں کو آنے کی۔

تشریح: اگر کسی نے غسل خانہ سے دس درہم کی کوئی چیز چرا لی تو قطع ید نہ ہوگا کیونکہ غسل خانہ میں ہر آدمی کو داخل ہونے کی اجازت ہے اسی طرح وہ جگہ جس میں ہر آدمی کو داخل ہونے کی عام اجازت ہو جیسے مسجد مسافر خانہ وغیرہ تو ان جگہوں سے چرانے میں بھی قطع ید نہ ہوگا۔

(۲۲/۲۴۳۴)　وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا وَصَاحِبُهٗ عِنْدَهٗ قُطِعَ.

ترجمہ: جس نے چرایا مسجد سے سامان حالانکہ اس کا مالک اس کے پاس تھا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا چادر سر کے نیچے تھی جس کی قیمت تیس درہم تھی

پس ایک آدمی آیا اور اس کو مجھ سے اچک لیا پس آدمی پکڑا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو حکم دیا ہاتھ کاٹنے کا۔ (ابوداؤد: ج۲، ص۶۰۳)

(۲۳/۲۴۳۵) وَلَا قَطْعَ عَلَى الضَّيْفِ إِذَا سَرَقَ مِمَّنْ أَضَافَهُ.

ترجمہ: اور قطع ید نہیں مہمان پر جب وہ چرائے میزبان کی کوئی چیز۔
تشریح: اگر مہمان میزبان کے گھر سے کوئی چیز چرالے تو قطع ید نہیں کیونکہ میزبان کی طرف سے مہمان کو اجازت ملنے کی وجہ سے مکان اس کے حق میں حرز نہیں رہا۔

(۲۴/۲۴۳۶) وَإِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ وَدَخَلَ فَأَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهُ آخَرَ خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ خَرَجَ فَأَخَذَهُ قُطِعَ.

حل لغات: نقب: ماضی باب (ن) نقباً دیوار میں سوراخ کر کے سامان نکالنا۔ اللص چور جمع لُصُوْصٌ.
ترجمہ: اگر نقب لگایا چور نے گھر میں اور داخل ہو کر مال اٹھایا اور وہ دے دیا دوسرے کو جو گھر سے باہر تھا تو کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے، اور اگر مال ڈال دیا راستہ میں پھر نکل کر اٹھالے گیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔
تشریح: اگر چور نے گھر میں نقب لگائی اور گھر میں گھس کر مال اٹھایا اور اس کو کسی دوسرے کو دیا جو باہر کھڑا تھا تو نہ گھر میں داخل ہونے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور نہ باہر سے لینے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیوں کہ چوری اس کو کہتے ہیں کہ گھر کے اندر جا کر خود مال ساتھ لے کر باہر آئے تو اندر والے سے اخراج نہیں پایا گیا اور باہر والا گھر کے اندر سے نہیں لایا بلکہ سڑک پر سے اٹھایا جو غیر محفوظ جگہ ہے۔

(۲۵/۲۴۳۷) وَكَذٰلِكَ إِذَا حَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ وَسَاقَهُ فَأَخْرَجَهُ.

ترجمہ: اور ایسے ہی ہاتھ کاٹا جائے گا اگر لادا سامان گدھے پر اور اس کو ہانکا اور باہر لے آیا۔
تشریح: چور گھر کے اندر گیا اور جانور بھی ساتھ لے گیا پھر سامان جانور پر لاد کر گھر سے باہر نکالا تب بھی ہاتھ کٹے گا کیوں کہ یہ بھی مال ساتھ ہی لے کر آنا ہے کیوں کہ بھاری اور وزنی سامان لوگ کندھوں پر اٹھانے کے بجائے سواری پر لاد کر لاتے ہیں۔

(۲۶/۲۴۳۸) وَإِذَا دَخَلَ الْحِرْزَ جَمَاعَةٌ فَتَوَلَّى بَعْضُهُمُ الْأَخْذَ قُطِعُوْا جَمِيْعًا.

حل لغات: حرز: محفوظ جگہ۔ تولی: ماضی، لے لیا۔
ترجمہ: اور اگر داخل ہوئی مکان محفوظ میں ایک جماعت اور مال لے لیا بعض نے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

تشریح: دس آدمیوں کی ایک جماعت مکان محفوظ میں داخل ہوئی ان میں سے سات نے مال لیا اور باقی تین آنے والوں کی نگرانی کرتے رہے کہ کوئی آکر پکڑ نہ لے اور اتنا مال چرالائے کہ ہر ایک کو دس دس درہم مل گئے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے کیونکہ چور ایسا ہی کرتے ہیں کہ کچھ تو سامان اٹھاتے ہیں اور باقی گھر والوں پر نظر رکھتے ہیں گویا کہ مکان محفوظ سے مال اٹھا کر ساتھ لانے میں سب شریک ہیں اس لئے سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

(۲۷/۲۴۳۹) وَمَنْ نَقَبَ الْبَيْتَ وَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَاَخَذَ شَيْئًا لَمْ يُقْطَعْ.

ترجمہ: کسی نے گھر میں نقب لگایا اور اس میں ہاتھ داخل کیا اور کوئی چیز اٹھالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: اگر کسی نے کسی کے گھر میں نقب لگایا اور اپنا ہاتھ اس گھر میں ڈال کر کوئی چیز نکال لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیوں کہ گھر خود حرز ہے اس میں آدمی داخل ہو اور سامان ساتھ لے کر آئے تب چوری ہوگی اور یہاں ایسا نہیں ہوا اس لئے ہاتھ نہ کٹے گا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کٹے گا۔

(۲۸/۲۴۴۰) وَاِنْ دَخَلَ يَدَهُ فِي صُنْدُوقِ الصَّيْرَفِيِّ اَوْ فِي كُمِّ غَيْرِهِ وَاَخَذَ الْمَالَ قُطِعَ.

حل لغات: صیرفی روپے پیسے کی تجارت کرنے والا، سنار، جمع صَيَارِفَةٌ.
كُمٌّ آستین، اہل عرب آستین میں جیب بناتے تھے اس لئے کم کہہ دیا یہاں مراد ہے آستین کے اندر کی جیب جو حرز ہے اور محفوظ ہے اس لئے کہ اگر آستین کے باہر جیب ہو اور اس کو کاٹ کر درہم لے لے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیوں کہ باہر کی جیب حرز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر ہاتھ ڈالا سنار کے صندوق میں یا دوسرے کی جیب میں اور مال نکال لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: صندوق یا جیب میں آدمی داخل نہیں ہو سکتا بلکہ ایک ہی طریقہ ہے کہ ہاتھ ڈال کر نکالے اب اگر اس نے ہاتھ ڈال کر مال نکالا اور وہ دس درہم کے بقدر ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۲۹/۲۴۴۱) وَيُقْطَعُ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ وَتُحْسَمُ.

حل لغات: الزند: گٹا، پہنچا۔ تحسم: مضارع مجہول باب (ض) حَسْمًا رگ کاٹ کر خون روکنے کے لئے داغ دینا۔

ترجمہ: اور کاٹا جائے گا چور کا داہنا ہاتھ گٹے سے اور داغ دیا جائے گا۔

ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کا بیان

تشریح: چور کا دایاں ہاتھ گٹے سے کاٹا جائے گا ہاتھ کاٹنے کی دلیل تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے

"فاقطعوا ایدیھما" اور داہنے ہاتھ کی تعیین حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت فَاقْطَعُوْا اَیْمَانَھُمَا سے ہے جو مشہور ہے اور گٹے سے کاٹنے کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ گٹے سے کاٹا اور کاٹنے کے بعد زخم کو داغ دیا جائے تاکہ زیادہ خون نہ نکل جائے اور چور مر نہ جائے کیونکہ ہاتھ کاٹنے سے شہ رگ بھی کٹ جاتی ہے البتہ داغنے کے علاوہ خون روکنے کا اگر اس ترقی یافتہ دور میں کوئی نیا طریقہ ہو تو وہ کیا جاسکتا ہے۔

داغنے کا طریقہ یہ ہے کہ گرم تیل میں چور کا ہاتھ ڈالا جائے پھر داغنے کی اجرت اور تیل کی قیمت چور کے ذمہ ہے لان منه سبب ذالك (الجوہرۃ ج ۲، ص ۲۶۳، اللباب ۳/۷۹)

(۲۴۴۲/۳۰) فَاِنْ سَرَقَ ثَانِیًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْیُسْریٰ فَاِنْ سَرَقَ ثَالِثًا لَمْ یُقْطَعْ وَخُلِّدَ فِی السِّجْنِ حَتّٰی یَتُوْبَ.

ترجمہ: پھر اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو کاٹا جائے گا اس کا بایاں پاؤں پھر اگر چوری کرے تیسری مرتبہ تو کاٹا نہ جائے گا بلکہ ڈال دیا جائے گا قید خانہ میں یہاں تک کہ توبہ کرلے۔

تشریح: احناف وحنابلہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چور دوسری مرتبہ چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا بایاں پاؤں کٹنے کے بعد اگر چور نے تیسری دفعہ چوری کی تو اس کا بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ توبہ کرے یا مر جائے۔

دلیل: دوسری بار چوری کرنے کی وجہ سے بائیں پاؤں کا کاٹنا اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ ابن الہمام نے فرمایا ہے۔ رقم الحاشیہ (۱۸)، نور الانوار: ص ۳۲۔

اور تیسری مرتبہ چوری کرنے کی وجہ سے قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا کیوں کہ اثر میں اس کا ثبوت ہے، حضرت علیؓ کے پاس تیسری مرتبہ چور لایا گیا تو قید میں ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ (دار قطنی ۳/۱۲۷) اسی طرح احناف کا استدلال آثار صحابہ سے ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں مجھے حیاء آتی ہے اللہ تعالیٰ سے اس بات سے کہ میں چوری کی سزا میں چور کا ہاتھ نہ چھوڑوں جس سے وہ کھائے اور استنجاء کرے اور نہ پاؤں چھوڑوں جن سے وہ چل پھر سکے یہی دلیل انہوں نے صحابہ کے سامنے پیش فرمائی جس کی وجہ سے وہ ان پر غالب آگئے ہیں، پس گویا اس پر اجماع منعقد ہوگیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ سزا (چاروں ہاتھ پیر کاٹ دینا) تو درحقیقت آدمی کو بالکل ہی ہلاک کردینا ہے جنس منفعت کے فوت ہوجانے کی وجہ سے حالانکہ حد سے مقصود زجر ہے نہ کہ تلف کرنا۔ (ہدایہ ۲/۵۴۷)

دوسرا مذہب: شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک تیسری مرتبہ میں بایاں ہاتھ اور چوتھی مرتبہ میں دایاں پاؤں کاٹا جائے گا اس کے بعد اگر کرے تو تعزیر اور حبس ہے۔

(۳۱/۲۴۴۳) وَاِنْ كَانَ السَّارِقُ اَشَلَّ الْيَدِ الْيُسْرىٰ اَوْ اَقْطَعَ اَوْ مَقْطُوْعَ الرِّجْلِ الْيُمْنىٰ لَمْ يُقْطَعْ.

حل لغت: اشل: بیکار ہاتھ والا ہونا۔

ترجمہ: اور اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہو یا کٹا ہوا ہو یا دایاں پاؤں کٹا ہوا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

تشریح: چور کا دایاں ہاتھ کٹنا تھا لیکن پہلے ہی سے بایاں کٹا ہوا ہے یا شل ہے اگر دایاں بھی کاٹ دیں تو دونوں سے محروم ہو جائے گا اور تا کہ دائیں ہاتھ سے وضو استنجاء کر سکے اس لئے دایاں نہ کاٹا جائے گا اور اگر پہلے سے دایاں پاؤں کٹا ہوا ہے اب اگر بایاں پیر بھی کاٹ دیں تو بالکل نہیں چل پائے گا اس لئے اب بایاں پیر نہیں کاٹا جائے گا البتہ توبہ کرنے تک قید میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳۲/۲۴۴۴) وَلَايُقْطَعُ السَّارِقُ اِلَّا اَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوْقُ مِنْهُ فَيُطَالِبَ بِالسَّرِقَةِ.

ترجمہ: اور نہیں کاٹا جائے گا چور کا ہاتھ مگر یہ کہ حاضر ہو وہ جس کا چرایا ہے اور وہ چوری کا دعویٰ کرے۔

چوری کرنے کے باقی احکام

تشریح: چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے شرط یہ ہے کہ جس شخص کا مال چوری ہوا ہے وہ خود آکر دعویٰ کرے کہ اس نے میرا مال چرایا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ مسروق منہ معاف کر دے تو قطع ید نہ ہوگا۔

(۳۳/۲۴۴۵) فَاِنْ وَهَبَهَا مِنَ السَّارِقِ اَوْبَاعَهَا مِنْهُ اَوْ نَقَصَتْ قِيْمَتُهَا عَنِ النِّصَابِ لَمْ يُقْطَعْ.

ترجمہ: اگر مسروق منہ نے وہ مال چور کو ہبہ کر دیا یا اس کے ہاتھ بیچ دیا یا کم ہو گئی اس کی قیمت نصاب سے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: چور کا ہاتھ کٹنے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ہاتھ کاٹنے سے پہلے مسروق منہ مال چور کو ہبہ کر دے یا چور کے ہاتھ بیچ دے یا اس مال کی قیمت دس درہم سے کم ہو گئی تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیوں کہ اس مال میں ملکیت کا شبہ پیدا ہو گیا امام شافعیؒ کا مذہب اور امام ابو یوسف کی ایک روایت یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کٹنے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد چور کو بیچ دے یا ہبہ کر دے یا قیمت کم ہو جائے تو پھر بھی ہاتھ کٹے گا کیوں کہ قاضی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

(۳۴/۲۴۴۶) وَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا فَقُطِعَ فِيْهَا وَرَدَّهَا ثُمَّ عَادَ فَسَرَقَهَا وَهِيَ بِحَالِهَا لَمْ يُقْطَعْ.

ترجمہ: کسی نے کوئی چیز چرائی پھر اس میں ہاتھ کاٹا گیا اور چیز واپس کر دی پھر اس نے دوبارہ چرالی اور وہ چیز اپنی پہلی حالت پر ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: کسی نے کوئی چیز چرائی چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر وہ چیز مالک کے پاس واپس ہوگئی اور ابھی وہ چیز جوں کی توں تھی کہ اس چور نے پھر چرالی تو اب قطع ید نہ ہوگا کیوں کہ ایک مرتبہ ہاتھ کٹنے سے محل کی حفاظت ساقط ہوگئی۔

(۲۴۴۷/۳۵) وَاِنْ تَغَيَّرَتْ عَنْ حَالِهَا مِثْلُ اِنْ كَانَتْ غَزْلاً فَسَرَقَهُ فَقُطِعَ فِيْهِ وَرَدَّهُ ثُمَّ نُسِجَ فَعَادَ وَسَرَقَهُ قُطِعَ.

حل لغات: غزلا: سوت، دھاگا۔ نسج ماضی مجہول باب (ن، ض) نسجًا بننا۔

ترجمہ: اور اگر وہ چیز اپنی حالت سے بدل گئی مثلاً یہ کہ سوت چرایا تھا اس میں ہاتھ کاٹا گیا اور واپس کر دیا پھر کپڑا بن لیا گیا پھر اس کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: اگر شئی مسروق کی ذات متغیر ہوگئی مثلاً پہلے سوت چرایا تھا جس کیوجہ سے ہاتھ کاٹا گیا چور نے سوت واپس کر دیا مالک نے اس سوت سے کپڑا بن لیا اب اس کا نام سوت نہیں رہا بلکہ کپڑا ہوگیا اب اسی چور نے پھر اسی کو چرالیا تو دوبارہ ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ چیز کی اصلیت بھی بدل گئی اور نام بھی بدل گیا تو گویا کہ اب اس چور نے دوسری چیز چرائی۔

(۲۴۴۸/۳۶) وَاِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ فِيْ يَدِهٖ رَدَّهَا وَاِنْ كَانَتْ هَالِكَةً لَمْ يَضْمَنْ.

ترجمہ: اور اگر کاٹ دیا گیا چور کا ہاتھ اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس ہے تو اس کو واپس کرے گا اور اگر ہلاک ہوچکی ہے تو ضامن نہ ہوگا۔

تشریح: اگر چور نے کسی شخص کا کوئی مال چوری کیا اور اس چوری کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پس اگر وہ مال چور کے پاس موجود ہو تو بالاتفاق اس کو مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا اسی طرح اگر چور نے اس کو فروخت کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو تو بھی چور مشتری یا موہوب لہ سے واپس لے کر اس کو مالک کی طرف لوٹائے گا اور اگر وہ مال چور کے پاس سے ضائع ہوگیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک چور پر مال مسروقہ کا تاوان واجب ہوگا خواہ وہ مال خود بخود ضائع ہوا ہو یا اس کو چور نے ضائع کیا ہو اور ظاہر الروایت کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بالکل تاوان واجب نہ ہوگا خواہ وہ مال خود بخود ضائع ہوا ہو خواہ چور نے اس کو ضائع کیا ہو کیونکہ نسائی کی روایت "**عن عبدالرحمن بن عوف لایغرم صاحب سرقة اذا اقیم علیه الحد**" اس پر شاہد ہے یعنی جب چور پر حد قائم کر دی گئی تو اس پر تاوان واجب نہیں کیا جاتا ہے یہ حدیث اپنے اطلاق کی وجہ سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ حد سرقہ قائم ہونے کے بعد چور مال کا ضامن نہ ہوگا۔

(۲۴۴۹/۳۷) وَاِذَا ادَّعَى السَّارِقُ اَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوْقَةَ مَلَكَهٗ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ وَاِنْ لَمْ يُقِمْ بَيِّنَةً.

ترجمہ: اگر دعویٰ کیا چور نے کہ مسروقہ چیز اس کی ملکیت ہے تو اس سے کاٹنا ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس پر گواہ قائم نہ کرے۔

تشریح: ایک شخص نے چوری کی چوری کے بعد کہنے لگا کہ یہ چیز میری ملکیت ہے تو اس دعویٰ کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے ملکیت پر گواہ بھی پیش نہ کئے ہوں کیونکہ یہاں ملکیت کے دعویٰ کے بعد حصہ کا شبہ ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

(۲۴۵۰/۳۸) وَاِذَا خَرَجَ جَمَاعَةٌ مُمْتَنِعِينَ اَوْ وَاحِدٌ يَقْدِرُ الْاِمْتِنَاعَ فَقَصَدُوْا قَطْعَ الطَّرِيْقِ فَاُخِذُوْا قَبْلَ اَنْ يَأْخُذُوْا مَالاً وَيَقْتُلُوْا نَفْسًا حَبَسَهُمُ الْاِمَامُ حَتّٰى يُحْدِثُوْا تَوْبَةً.

حل لغات: ممتنع: روکنے والا یعنی راستہ روک کر ڈاکہ زنی کرنے والا۔ قطع الطریق: راستہ کاٹنا یعنی لوگوں کو راستہ میں لوٹنا، ڈاکہ زنی کرنا۔ حبسھم: ان کو قید کردے۔

ترجمہ: اور اگر نکلی ایک جماعت راستہ روکنے والی یا ایک آدمی جو قادر ہے راستہ روکنے پر پس انہوں نے ارادہ کیا ڈاکہ زنی کا اور وہ پکڑ لئے گئے مال لینے اور قتل کرنے سے پہلے تو قید کردے ان کو امام یہاں تک کہ وہ توبہ ظاہر کریں۔

ڈاکہ زنی کے احکام

تشریح: ایک طاقتور جماعت یا ایک بہادر شخص جس کو راستہ روکنے پر قدرت حاصل ہے ڈکیتی کے ارادہ سے نکلے ابھی نہ تو کسی سے مال چھین سکے اور نہ کسی کو قتل کر سکے اس سے پہلے ہی پکڑ لئے گئے تو ایسی صورت میں حاکم ان کو اتنی مدت تک قید میں رکھے کہ توبہ کر لیں اور حرکات وسکنات سے محسوس ہو کہ انہوں نے ڈاکہ زنی سے توبہ کر لی ہے، اللہ کا فرمان ہے: "او ینفوا من الارض" یا زمین سے شہر بدر کر دیئے جائیں یعنی قید کر دیئے جائیں۔

(۲۴۵۱/۳۹) وَاِنْ اَخَذُوْا مَالَ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ وَالْمَاخُوْذُ اِذَا قُسِمَ عَلٰى جَمَاعَتِهِمْ اَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا اَوْ مَا تَبْلُغُ قِيْمَتُهُ ذٰلِكَ قَطَعَ الْاِمَامُ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ.

ترجمہ: اور اگر وہ لے چکے کسی مسلمان یا ذمی کا مال اور لیا ہوا مال جب تقسیم کیا جائے ان کی جماعت پر تو پہنچے ان میں سے ہر ایک کو دس درہم یا زیادہ یا ایسی چیز پہنچے کہ اس کی قیمت اتنی ہے تو کاٹے امام ان کے ہاتھ اور پاؤں خلاف جانب سے۔

تشریح: اگر ڈاکو ڈکیتی کے لئے نکلے اور مسلمان یا ذمی کا اتنا مال لے لیا کہ جماعت کے ہر فرد کو دس درہم یا دس

درہم سے زیادہ مل سکتا ہے یا لوٹا ہوا مال ہر ایک آدمی کو اتنا اتنا ملے گا کہ اس کی قیمت دس درہم ہوگی تو امام ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے گا۔

فوائد قیود: قولہ مسلم اوذمی: مسلمان یا ذمی کا مال لوٹنے سے اس لئے قطع ید ہوگا کہ وہ مال محفوظ ہے اس سے حربی کافر کا مال نکل گیا کہ اس کو لوٹنے سے ہاتھ نہ کٹے گا کیوں کہ اس کا مال غیر محفوظ ہے۔

قولہ قطع الامام الخ: دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں دونوں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ صرف چور نہیں بلکہ ڈکیت ہے اس سزا سے چور خارج ہوگیا۔

دلیل: مال لوٹنے کی سزا اس آیت میں ہے او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اس آیت میں ہے کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ اور پاؤں جانب مخالف سے کاٹے جائیں گے۔

(۲۴۵۲/۴۰) وَاِنْ قَتَلُوْا نَفْسًا وَلَمْ يَاْخُذُوْا مَالاً قَتَلَهُمُ الْاِمَامُ حَدًّا فَاِنْ عَفَا الْاَوْلِيَاءُ عَنْهُمْ لَمْ يَلْتَفِتْ اِلٰى عَفْوِهِمْ.

ترجمہ: اور اگر انہوں نے کسی کو قتل کردیا اور مال نہیں لیا تو قتل کرے ان کو امام حد کے طریقہ پر حتی کہ اگر معاف کردیں اولیاء تو متوجہ نہ ہو امام ان کی معافی کی طرف۔

تشریح: اگر ڈاکوؤں نے مال تو نہیں لیا مگر کسی کو قتل کردیا تو امام ان کو بطور حد قتل کرے گا نہ کہ قصاصاً حتی کہ اگر اولیائے مقتول ڈاکہ زنوں کو معاف کردیں تو بھی معافی نہ ہوگی بلکہ امام ان کو قتل ہی کرے کیونکہ یہ حق اللہ ہے اور حقوق اللہ وحدود کو معاف کرنا جائز نہیں ہے، نیز آیت محاربہ میں "اَوْ يُقَتَّلُوْا" ہے۔

(۲۴۵۳/۴۱) وَاِنْ قَتَلُوْا وَاَخَذُوْا مَالاً فَالْاِمَامُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَطَعَ اَيْدِيَهِمْ وَاَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ وَقَتَلَهُمْ اَوْ صَلَبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ قَتَلَهُمْ وَاِنْ شَاءَ صَلَبَهُمْ.

حل لغت: صلب: ماضی (م) تصلیباً سولی دینا۔

ترجمہ: اور اگر قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لیا ہو تو امام کو اختیار ہے چاہے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں خلاف جانب سے کاٹے اور ان کو قتل کردے یا سولی دے دے اور اگر چاہے قتل کردے اور اگر چاہے تو صرف سولی دے دے۔

تشریح: اور اگر انہوں نے کسی کو قتل بھی کیا اور مال بھی لیا تو امام کو اس صورت میں چند اختیارات ہیں۔ (۱) دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے کیونکہ انہوں نے مال لیا ہے اور ان کو قتل کردے کیونکہ انہوں نے قتل بھی کیا ہے، تو دو جرم ہوئے اس لئے دونوں کی سزا دے سکتا ہے۔ (۲) ابتداء ہی میں ان کو سولی دے دے (۳) صرف قتل کر ڈالے (۴) صرف سولی دے دے مذکورہ بالا حکم آیت محاربہ میں ہے۔ (آیت ۳۳ سورۃ المائدۃ)

(۲۴۵۴/۴۲) وَيُصَلَّبُ حَيًّا وَيُبْعَجُ بَطْنُهٗ بِرُمْحٍ اِلٰى اَنْ يَمُوْتَ وَلَا يُصَلَّبُ اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ.

حل لغات: حَيٌّ جمع احیاء زندہ۔ یبعج مضارع مجہول باب (ف) مصدر بعجًا پھاڑنا۔ رمح نیزہ۔
ترجمہ: اور سولی دی جائے زندہ کو اور پھاڑا جائے اس کا پیٹ نیزہ سے یہاں تک کہ مرجائے اور سولی پر نہ رکھا جائے تین دن سے زیادہ۔
تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ سولی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ زندہ آدمی کو تختہ پر لٹکا دیا جائے پھر نیزہ سے پیٹ پھاڑ دیا جائے یہاں تک کہ مرجائے۔
صاحب اللباب فرماتے ہیں کہ زمین میں ایک لکڑی گاڑ دی جائے اور مجرم کو اس پر کھڑا کیا جائے اور پھر اس پر ایک دوسری لکڑی لگا کر اس کے دونوں ہاتھ اس پر باندھ دیئے جائیں اور اس کی بائیں چھاتی کے نیچے نیزہ سے اس کے پیٹ پر چونکے لگائے جائیں اور اس کے پیٹ کو ہلایا جائے آگے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ تین دن میں لوگوں کو عبرت ہو جائے گی اور زیادہ رکھنے میں لاش سڑے گی اور بدبو پھیلے گی اس لئے تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔
امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سولی ہی پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس کا بدن ریزہ ریزہ ہو جائے، تا کہ لوگوں کو زیادہ عبرت ہو۔

(۴۳/۲۴۵۵) فَإِنْ كَانَ فِيهِمْ صَبِيٌّ أَوْ مَجْنُونٌ أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَقْطُوعِ عَلَيْهِ سَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْبَاقِينَ وَصَارَ الْقَتْلُ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ إِنْ شَاؤُا قَتَلُوا وَإِنْ شَاؤُا عَفَوْا.

ترجمہ: پھر اگر ڈکیتوں میں کوئی بچہ ہو یا مجنون ہو یا جس پر ڈاکہ ڈالا اس کا ذو رحم محرم ہو تو ساقط ہو جائے گی حد باقی لوگوں سے بھی اور ہو گا قتل کرنا اولیاء کے اختیار میں اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں معاف کریں۔
تشریح: اگر ڈاکوؤں کی جماعت میں کچھ غیر مکلف بھی ہوں مثلاً بچہ یا دیوانہ یا ڈاکہ ڈالنے والا اس آدمی کا قریبی رشتہ دار ہو جس پر ڈاکہ ڈالا گیا تو باقی لوگوں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی البتہ اگر قتل کیا ہے تو قصاصاً قتل کیا جائے گا جس کا اختیار مقتول کے ورثاء کو ہو گا چاہیں وہ قتل کریں یا معاف کریں چونکہ جب بعض لوگوں سے حد ساقط ہوگئی تو حد میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے سبھی سے ساقط ہو جائے گی باقی رہا قتل کے بدلہ قصاص لینا یا مال کے بدلہ مال لینا تو یہ مسئلہ دیت میں آتا ہے اور دیت کا دار و مدار اولیاء کے اختیار پر ہے چاہے وہ معاف کریں چاہے وہ صلح کریں۔

(۴۴/۲۴۵۶) وَإِنْ بَاشَرَ الْقَتْلَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ أُجْرِيَ الْقَتْلُ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ.

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ایک نے قتل کیا ہو تو قتل کا حکم سب پر ہی جاری ہو گا۔
تشریح: اگر تمام ڈاکوؤں نے قتل نہیں کیا بلکہ صرف ایک نے کیا تب بھی سب پر حد جاری ہو گی کیونکہ ڈاکہ زنی میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض قتل کرتے ہیں اور بعض ان کی مدد کرتے ہیں تو گویا وہ سب شریک ہیں۔

کِتَابُ الْاَشْرِبَةِ

(یہ کتاب شرابوں کے احکام کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: جب صاحب قدوریؒ مال کی چوری کرنے والے کے احکام کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب عقل کی چوری کرنے والے احکام بیان کرتے ہیں۔

اشربہ کی لغوی تحقیق: اشربة شراب کی جمع ہے، شراب اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو پی جائے جیسے پانی شربت شہد وغیرہ۔

اصطلاحی تعریف: شراب وہ ہے جو نشہ لائے، اور ست و بیہوش کردے اور اس کا پینا حرام ہے۔ (رقم حاشیۃ القدوری (۱)

(۱/۲۴۵۷) اَلْاَشْرِبَةُ الْمُحَرَّمَةُ اَرْبَعَةٌ اَلْخَمْرُ وَهِيَ عَصِيْرُ الْعِنَبِ اِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ.

حل لغات: عصیر: رس، شیرہ۔ العنب: انگور جمع اَعْنَاب، ایک دانے کو عِنَبَةٌ کہتے ہیں۔ غَلَا: ماخوذ ہے غلیان سے جوش مارنا باب (ن)۔ اشتد: تیز ہونا، اس سے مراد یہ ہے کہ جس میں نشہ کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔ قذف بالزبد: جھاگ پھینکنے لگے۔

ترجمہ: حرام شرابیں چار ہیں (۱) خمر اور وہ انگور کا رس ہے جب جوش مارے، اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے۔

شراب کی اقسام کا بیان

تشریح: صاحب قدوریؒ نے یہاں شرابوں کی چار اقسام کا ذکر فرمایا ہے اور یہ چاروں وہ ہیں جو حرام ہیں اول انگور کی کچی شراب جب کہ وہ جوش مارنے لگے اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے، تو اس کو اصلی خمر کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے، اور اگر پیا تو حد بھی جاری ہوگی خواہ کم پینے کی وجہ سے نشہ پیدا نہ ہوا ہو، پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ خمر کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں دو مذہب ہیں:

(۱) شیخین کے نزدیک انگور کا کچا پانی جب کہ وہ نشہ آور ہوجائے اس کو خمر کہتے ہیں اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے جو شراب بنائی جائے اس کو خمر نہیں کہا جائے گا۔

(۲) ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک شراب چاہے انگور سے بنائی جائے خواہ کھجور سے خواہ شہد سے خواہ غلوں سے نشہ آور ہونے کے بعد سب پر خمر کا ہی اطلاق ہوتا ہے، اور سب کا حکم یکساں ہے، کہ ان قسموں میں سے کسی میں سے ایک

قطرہ بھی پینا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ خواہ نشہ ہو یا نہ ہو یہی مذہب راجح ہے۔

(۲/۲۴۵۸) وَالْعَصِيْرُ اِذَا طُبِخَ حَتّٰى ذَهَبَ اَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ.

ترجمہ: اور شیرہ جب پکالیا جائے یہاں تک کہ دوتہائی سے کم جل جائے۔

تشریح: شراب کی دوسری صورت یہ ہے کہ انگور کا رس کچا نہ رہے بلکہ اتنا پکایا جائے کہ دوتہائی سے کم جل جائے اور تہائی سے کچھ زیادہ باقی رہ جائے اور تیز ہوکر نشہ آجائے اس کو طلاء بھی کہتے ہیں اگر پکانے سے آدھا جل جائے تو اس کو منصف کہتے ہیں اور اگر ادنیٰ درجہ پکایا ہے تو اس کو باذق کہتے ہیں ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ ان کا پینا مطلقاً حرام ہے لیکن حد اسی وقت جاری ہوگی جب اتنی مقدار پی ہو جس سے نشہ پیدا ہو جائے۔

(۳/۲۴۵۹) وَنَقِيْعُ التَّمْرِ.

حل لغات: نقیع: خشک انگور کی شراب جو پانی میں بھگوکر بنائی جمع اَنْقِعَةٌ، نقیع التمر. پختہ تر کھجور کا کچا رس جو جوش کھا کر گاڑھا اور نشہ آور ہو جائے۔

ترجمہ: اور کھجور کا نقیع۔

تشریح: کھجور کو پانی میں ڈال کر کچھ دن چھوڑ دیا جائے جس کی وجہ سے پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے اس کو نقیع تمر کہتے ہیں، یہ شراب کی تیسری قسم ہے۔

(۴/۲۴۶۰) وَنَقِيْعُ الزَّبِيْبِ اِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ.

ترجمہ: اور کشمش کی نقیع جب جوش مارے اور تیز ہو جائے۔

تشریح: کشمش کو پانی میں ڈال کر کچھ دن چھوڑ دے جس سے پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے یہ شراب کی چوتھی قسم ہے۔

حکم: عصیر، نقیع تمر، نقیع زبیب ان تینوں کی حرمت خمر کے مقابلہ میں کم ہے ان کے حلال جاننے والے کو کافر نہ کہا جائے گا اور ان کا پینا مطلقاً حرام ہے لیکن حد اسی وقت جاری ہوگی جب اتنی مقدار پی ہو جس سے نشہ پیدا ہو جائے۔

(۵/۲۴۶۱) وَنَبِيْذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ اِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَدْنٰى طَبْخَةٍ حَلَالٌ وَاِنِ اشْتَدَّ اِذَا شَرِبَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ لَايُسْكِرُهٗ مِنْ غَيْرِ لَهْوٍ وَّلَا طَرَبٍ.

حل لغات: نبیذ: انگور یا کھجور کی نچوڑی ہوئی شراب جمع اَنْبِذَةٌ. طبخ: ماضی مجہول باب (ن،ض) طبخا پکانا۔ لایسکرہ: نشہ نہیں لائے گی۔ لهو: کھیل کود وہ چیز جس سے انسان لذت حاصل کرے، عورت جس سے کھیل کود کیا جائے۔ طرب: مستی۔

ترجمہ: کھجور اور کشمش کی نبیذ جب پکالی جائے دونوں میں سے ہر ایک کو تھوڑا سا پکانا تو حلال ہے اگر چہ تیز ہو جائے جب کہ پئے اتنی کہ غالب گمان ہو کہ وہ نشہ نہیں لائے گی کھیل کود اور مستی کے بغیر۔

مباح مشروبات کا بیان

تشریح: کھجور کی یا کشمش کی نبیذ بنائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کھجور اور کشمش کے پانی کو تھوڑا سا پکائے تو وہ حلال ہے بشرطیکہ نشہ نہ آیا ہو البتہ مزے میں تھوڑی تیزی آ گئی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی اتنی مقدار جو نشہ نہ لائے نیک نیتی یعنی تقویت کی نیت سے پینا جائز ہے اور نشہ کے لئے یا مستی کے لئے پینا حرام ہے لیکن حد اسی وقت جاری ہوگی جب پینے والے پر نشہ چڑھ جائے۔

(۶/۲۴۶۲) وَلَا بَأْسَ بِالْخَلِيطَيْنِ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے خلیطین میں۔

تشریح: کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے کو خلیط کہتے ہیں، اگر چھوارے اور منقی کو الگ الگ تر کر کے دونوں کا پانی قدرے پکا لیا جائے اور اس میں نشہ نہ آئے تو جائز ہے ورنہ حرام، یہ حنفیہ کے نزدیک ہے. جمہور کے نزدیک خلیطین کا پینا ناجائز ہے خواہ نشہ آئے یا نہ آئے۔

(۷/۲۴۶۳) وَنَبِيذُ الْعَسَلِ وَالتِّينِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ حَلَالٌ وَإِنْ لَمْ يُطْبَخْ.

ترجمہ: شہد، انجیر گیہوں جو جوار کی نبیذ حلال ہے، اگر چہ پکائی نہ گئی ہو۔

تشریح: یہ سب مذکورہ نبیذیں شیخین کے نزدیک حلال ہیں خواہ ان کو پکایا گیا ہو یا نہ پکایا گیا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ بغیر کھیل کود و مستی کے قوت بدن کے لئے استعمال کرے ورنہ حرام ہے۔

(۸/۲۴۶۴) وَعَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ مِنْهُ ثُلُثَاهُ حَلَالٌ وَإِنِ اشْتَدَّ.

ترجمہ: اور انگور کا شیرہ جب اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے تو جائز ہے اگر چہ تیز ہو جائے۔

تشریح: انگور کا نچوڑا ہوا رس جب اس کو اتنا پکا دیا جائے کہ دو تہائی جل کر ختم ہو گیا اور صرف ایک تہائی باقی رہ گیا اور اس میں جوش و تیزی پیدا ہو گئی تو یہ حلال ہے اس کو مثلث عنبی بھی کہتے ہیں۔

(۹/۲۴۶۵) وَلَا بَأْسَ بِالْاِنْتِبَاذِ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ.

حل لغات: انتباذ: باب افتعال کا مصدر ہے، نبیذ بنانا۔ الدباء: (دال کا ضمہ باء کی تشدید اور مد کے ساتھ) واحد دُبَّاءة خشک کدو جس کے اندر سے گودا نکال لیتے ہیں اور پیالہ کی شکل میں ہو جاتا ہے اور اس کو کدو کی تونبی

کہتے ہیں۔ **الحنتم**: ہرے رنگ کی ٹھلیا کہ جس میں نبیذ بنایا کرتے تھے۔ **المزفت**: زفت سے ماخوذ ہے تارکول جیسی ایک چیز جس کو کشتی وغیرہ پر ملا کرتے تھے، چیڑ کا گوند، مزفت وہ برتن یا مٹکا جس پر تارکول ملا ہوا ہو اس میں شراب بناتے تھے **اَلنَّقِیْرُ**: نَقَرٌ سے ماخوذ ہے لکڑی کی جڑ جس کو کھود کر اس میں نبیذ بناتے ہیں اور اس کی نبیذ تیز وتند ہوتی ہے جمع اَنْقِرَۃٌ جیسے ہمارے یہاں لکڑی کا اوکھل ہوتا ہے دھان کو کوٹنے کے لئے۔

ترجمہ: اور کوئی حرج کی بات نہیں نبیذ بنانے میں کدو کی تونبی میں اور سبز ٹھلیا میں اور چیڑ کے گوند پھیرے ہوئے برتن میں اور کھدی ہوئی لکڑی میں۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں لوگ ان برتنوں میں شراب بناتے تھے ان برتنوں کی خصوصیت یہ ہے کہ شراب میں جلدی نشہ آتا ہے جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال کی مخالفت فرمادی تاکہ شراب کی نفرت دلوں میں جم جائے پھر کچھ عرصہ کے بعد جب مقصد حاصل ہو گیا تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت مل گئی اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

(۱۰/۲۴۶۶) وَاِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ صَارَتْ بِنَفْسِهَا خَلًّا اَوْ بِشَیْءٍ طُرِحَ فِیْهَا وَلَایُکْرَہُ تَخْلِیْلُهَا.

حل لغات: تخللت ماضی باب تفعل سے ہے سرکہ بننا۔ خلٌّ سرکہ۔

ترجمہ: اور اگر شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ڈالنے سے بنے اور شراب کو سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

تشریح: شراب کو سرکہ بنانے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے امام احمد کے نزدیک جائز نہیں حنفیہ کے نزدیک شراب کا سرکہ جائز ہے خواہ وہ بذات خود سرکہ بن گئی ہو یا اس میں کوئی چیز ڈالنے سے سرکہ بنی ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر شراب رکھی ہوئی خود بخود سرکہ بن جائے تب تو حلال ہے، ورنہ نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک شراب کو سرکہ بنانے کا فعل تو ناجائز ہے لیکن بنانے کے بعد اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ (عون المعبود عن نیل الاوطار)

كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ

(یہ کتاب شکار اور ذبائح کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: جس طرح شراب سے سرور حاصل ہوتا ہے اسی طرح شکار سے سرور وفرحت حاصل ہوتی ہے نیز شکار مطعومات میں سے ہے، جیسا کہ شراب مشروبات میں سے ہے، پھر اشربہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرمت کا غلبہ ہے اور صید میں حلت کا اور صید کے ذکر کے بعد ذبائح کی مناسبت ظاہر ہے۔ (رقم

الحاشیہ ۱)

کتاب الصید الخ: صید لغت میں مصدر ہے، اصطیاد شکار کرنا اور مجازاً مفعول پر بھی بولا جاتا ہے، صید ہر وہ متوحش جانور ہے جس کو حیلہ کے بغیر پکڑنا ممکن نہ ہو خواہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم ہو۔

الذبائح: یہ ذبیحة کی جمع ہے ذبیح اور ذبح اصل میں مذبوح جانور کو کہتے ہیں لیکن مجازاً اس جانور کو کہتے ہیں جو عنقریب ذبح کیا جائے گا۔

(۱/۲۴۶۷) یَجُوْزُ الْاِصْطِیَادُ بِالْکَلْبِ الْمُعَلَّمِ وَالْفَهْدِ وَالْبَازِیْ وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ الْمُعَلَّمَةِ.

حل لغات: الکلب المعلم: سکھایا ہوا کتا۔ الفهد: چیتا۔ البازی: باز، ایک قسم کا شکار کرنے والا پرندہ۔ الجوارح: جارحة سے مشتق ہے زخمی کرنے والا۔

ترجمہ: جائز ہے شکار کرنا سکھائے ہوئے کتے چیتے باز اور تمام سکھائے ہوئے زخمی کرنے والے جانوروں سے۔

تشریح: جس کو آپ نے دی خواہ وہ شکار کرنے والا درندہ ہو یا پرندہ ہو تو اس کا کیا ہوا شکار حلال ہے۔

(۲/۲۴۶۸) وَتَعْلِیْمُ الْکَلْبِ اَنْ یَتْرُكَ الْاَکْلَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَتَعْلِیْمُ الْبَازِیْ اَنْ یَرْجِعَ اِذَا دَعَوْتَهٗ.

ترجمہ: اور کتے کا تربیت یافتہ ہونا یہ ہے کہ کھانا چھوڑ دے تین بار اور باز کا تربیت یافتہ ہونا یہ ہے کہ واپس آجائے جب تو بلائے۔

کتے اور باز کا تربیت یافتہ ہونا کب سمجھا جائے گا

تشریح: شکار حلال ہونے کے لئے شکاری جانور کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے، اب کتے کا تربیت یافتہ ہونا یہ ہے کہ وہ شکار کرے اور اس کو نہ کھائے، بلکہ مالک کے لئے روک لے، اور یہ فعل اس سے تین مرتبہ صادر ہو چکا ہو، تمام پھاڑ کھانے والے جانوروں کے سکھانے کا طریقہ یہی ہے، اگر شکار کرکے خود ہی کھالیا تو ان کو معلم نہیں سمجھا جائے گا اور ان کا کیا ہوا شکار حلال نہیں ہوگا اور باز کی تربیت یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دے تو شکار کے لئے جائے اور روکے تو رک جائے تین بار ایسا کرنے سے شریعت کی نگاہ میں یہ پرندہ سکھایا ہوا ہے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ کتے کو سدھانا آسان ہے اور سدھانے کیلئے اس کو مارا بھی جا سکتا ہے بخلاف باز کے کہ اس کو سدھانا مشکل بھی ہے اور اسکو مارا بھی نہیں جا سکتا ہے۔

(۳/۲۴۶۹) فَاِنْ اَرْسَلَ کَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ اَوْ بَازِیَهٗ اَوْ صَقْرَهٗ عَلٰی صَیْدٍ وَذَکَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ عِنْدَ اِرْسَالِهٖ فَاَخَذَ الصَّیْدَ وَجَرَحَهٗ فَمَاتَ حَلَّ اَکْلُهٗ.

لغت: صقر: شکرہ، ایک شکاری پرندہ۔

ترجمہ: اگر چھوڑا اپنا تربیت یافتہ کتا یا باز یا شکرہ کسی شکار پر اور اللہ کا نام لیا اس پر اس کے چھوڑتے وقت پس اس نے شکار پکڑ کر زخمی کر دیا پھر وہ مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔

تشریح: جب شکاری نے اپنا معلم کتا یا باز یا شکرہ وغیرہ کو بسم اللہ پڑھ کر شکار کے لئے چھوڑ دیا اور ان جانوروں نے شکار پکڑ لیا اور اس کو زخمی کر دیا اور شکار مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔

(۲۲۷۰/۴) فَإِنْ اَكَلَ مِنْهُ الْكَلْبُ اَوِ الْفَهْدُ لَمْ يُؤْكَلْ وَإِنْ اَكَلَ مِنْهُ الْبَازِيْ اُكِلَ.

ترجمہ: پھر اگر کھالے اس سے کتا یا چیتا تو نہ کھایا جائے اور اگر کھالے اس سے باز تو کھالیا جائے۔

تشریح: اگر کتے یا چیتے نے شکار میں سے کھالیا تو اس شکار کو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر باز نے کھالیا تو اس کا کھانا جائز ہے، یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کتے سے مراد تمام شکاری جانور ہیں اور باز سے مراد تمام شکاری پرندے ہیں۔

(۲۲۷۱/۵) وَإِنْ اَدْرَكَ الْمُرْسِلُ الصَّيْدَ حَيًّا وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُذَكِّيَهُ فَإِنْ تَرَكَ تَذْكِيَتَهُ حَتّٰى مَاتَ لَمْ يُؤْكَلْ.

حل لغات: المرسل: اسم فاعل مصدر ارسال چھوڑنا، تذکیۃ: ذبح کرنا۔

ترجمہ: اور اگر پائے چھوڑنے والا شکار کو زندہ تو ضروری ہے اس پر ذبح کرنا اگر چھوڑ دے ذبح کرنے کو یہاں تک کہ وہ مر جائے تو نہ کھایا جائے۔

تشریح: شکاری نے شکار پر اپنا تربیت یافتہ کتا یا تربیت یافتہ باز چھوڑا یا تیر مارا جس سے شکار پکڑا گیا تو اب دیکھا جائے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اگر مر گیا ہو تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر زندہ ہو تو وہ جب حلال ہوگا جب کہ اس کو ذبح کر دیا جائے ورنہ اگر ذبح نہ کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو حلال نہ ہوگا۔

(۲۲۷۲/۶) وَإِنْ خَنَقَهُ الْكَلْبُ وَلَمْ يَجْرَحْهُ لَمْ يُؤْكَلْ.

لغت: خنق: ماضی باب (ن) خنقًا گلا گھونٹنا۔

ترجمہ: اور اگر گلا گھونٹا شکار کا کتے نے اور اس کو زخمی نہیں کیا تو کھایا نہیں جائے گا۔

تشریح: اگر کتے نے شکار کا گلا دبا کر مار دیا اور زخم نہیں لگایا تو وہ حلال نہ ہوگا کیونکہ ظاہر الروایت کے مطابق زخم لگانا شرط ہے۔

(۲۲۷۳/۷) وَإِنْ شَارَكَهُ كَلْبٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ اَوْ كَلْبُ مَجُوْسِيٍّ اَوْ كَلْبٌ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ لَمْ يُؤْكَلْ.

ترجمہ: اور اگر شریک ہو جائے اس کے کتے کے ساتھ غیر تربیت یافتہ کتا یا مجوسی کا کتا یا ایسا کتا جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے تو نہ کھایا جائے۔

تشریح: اگر مسلمان کے اس کتے کے ساتھ جس کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا کوئی اور کتا شریک ہو گیا جو یا تو غیر تربیت یافتہ ہے یا مجوسی کا ہے یا اس پر جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی ہے تو ان کا مارا ہوا شکار نہیں کھایا جائے گا کیونکہ کیا معلوم کہ کس کتے نے قتل کیا ہے اور جب حلال وحرام کا اجتماع ہوتا ہے تو غلبہ حرام کو حاصل ہوتا ہے۔

(۸/۲۴۷۴) وَاِذَا رَمَى الرَّجُلُ سَهْمًا اِلَى الصَّيْدِ فَسَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ الرَّمْىِ اُكِلَ مَا اَصَابَهٗ اِذَا جَرَحَهُ السَّهْمُ فَمَاتَ وَاِنْ اَدْرَكَهٗ حَيًّا ذَكَّاهُ وَاِنْ تَرَكَ تَذْكِيَتَهٗ لَمْ يُؤْكَلْ.

ترجمہ: اور اگر تیر چلایا کسی نے شکار کی طرف اور اللہ کا نام لیا تیر چلاتے وقت تو کھایا جائے گا وہ جس کو تیر لگے جب کہ زخمی کر دے اس کو تیر اور وہ مر جائے اور اگر پائے اس کو زندہ تو اس کو ذبح کرے اگر ذبح کرنا چھوڑ دیا تو نہیں کھایا جائے گا۔

بندوق کا کیا ہوا شکار کب حلال ہے؟

تشریح: تیر یا بندوق سے شکار کرنے کی تین شرطیں ہیں (۱) بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینکا ہو اگر بغیر بسم اللہ کے تیر چلایا تو شکار حلال نہیں ہے۔ (۲) شکار زخمی ہوا ہو تا کہ ذبح اضطراری ہو جائے (۳) ہاتھ میں آنے سے پہلے مر چکا ہو اگر ہاتھ میں آتے وقت زندہ تھا تو ذبح کرنا ہوگا اگر ذبح نہیں کیا اور مر گیا تو اب حلال نہیں ہے۔

(۹/۲۴۷۵) وَاِذَا وَقَعَ السَّهْمُ بِالصَّيْدِ فَتَحَامَلَ حَتّٰى غَابَ عَنْهُ وَلَمْ يَزَلْ فِىْ طَلَبِهٖ حَتّٰى اَصَابَهٗ مَيِّتًا اُكِلَ فَاِنْ قَعَدَ عَنْ طَلَبِهٖ ثُمَّ اَصَابَهٗ مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ.

حل لغات: سہم: تیر۔ تحامل: ماضی باب تفاعل مادہ حمل مشقت برداشت کرنا۔

ترجمہ: اور جب تیر لگا شکار کو (جس سے وہ گرا) اور وہ مشقت برداشت کر کے شکاری سے غائب ہو گیا اور وہ برابر اس کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ اس نے اس کو مردہ پایا تو وہ کھایا جائے گا اور اگر وہ اس کی تلاش سے بیٹھ رہا پھر اس کو مرا ہوا پایا تو نہیں کھایا جائے گا۔

تشریح: اگر کوئی شخص شکار پر تیر چلائے اور وہ اس کے لگ بھی جائے لیکن وہ اس وقت مشقت برداشت کر کے نظروں سے غائب ہو جائے پھر اگلے روز وہ کسی جگہ پڑا ہوا ملے تو اب کیا حکم ہے؟ فرماتے ہیں کہ اگر تیر مارنے والا برابر اس کی تلاش میں ہے اور وہ اسے مل گیا مگر اس وقت وہ مر چکا تھا تو اس کو کھا سکتا ہے اور اگر وہ تلاش کرنے سے بیٹھ رہا تو حلال نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ شکار کی موت تیر سے نہ ہوئی ہو بلکہ کسی اور وجہ سے شکار مرا ہو اسلئے جائز نہیں ہے۔

(۱۰/۲۴۷۶) وَاِنْ رَمٰى صَيْدًا فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ لَمْ يُؤْكَلْ.

ترجمہ: اور اگر شکار کو تیر مارے اور وہ پانی میں گر جائے تو نہ کھایا جائے۔

تشریح: کسی نے شکار کے تیر مارا وہ پانی میں گر کر مر گیا تو اب کیا حکم ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ کا مذہب اور امام احمدؒ کی مشہور روایت یہ ہے کہ جانور کا پانی میں گرنا بہر صورت نقصان دہ ہے خواہ وہ زخم جو شکار کو پہنچا ہے موجب ہلاکت ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ پانی اتنی مقدار میں ہو جو شکار کیلئے قاتل ہو، خلاصہ یہ کہ اس شکار کا کھانا حرام ہوگا۔

امام مالکؒ وشافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر زخم موجب ہلاکت ہو تو پانی میں گرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا شکار بدستور حلال رہے گا یہی ایک روایت امام احمد کی ہے۔

(۱۱/۲۴۷۷) وَكَذٰلِكَ اِنْ وَقَعَ عَلٰى سَطْحٍ اَوْ جَبَلٍ ثُمَّ تَرَدّٰى مِنْهُ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يُؤْكَلْ.

حل لغات: سطح چھت۔ جبل پہاڑ جمع جبَال۔ تردی: ماضی باب تفعل سے ہے اوپر سے نیچے گرنا۔

ترجمہ: اور ایسے ہی اگر گرا چھت پر یا پہاڑ پر پھر لڑھکا وہاں سے زمین پر تو نہیں کھایا جائے گا۔

تشریح: اگر شکار کو تیر مارا اور وہ کسی چھت یا پہاڑ پر گرا پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا زمین پر آیا اور وہ مرا ہوا ہے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ تیر سے مرا ہو اور احتمال ہے کہ اوپر سے لڑھکنے کی وجہ سے مرا ہو تو جب دو سبب جمع ہو گئے تو قاعدہ کے مطابق حرمت کے سبب کو ترجیح ہوگی۔

(۱۲/۲۴۷۸) وَاِنْ وَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِبْتِدَاءً اُكِلَ.

ترجمہ: اور اگر شکار شروع ہی میں زمین پر گرا تو کھایا جائے گا۔

تشریح: اگر شکار کو تیر لگ کر براہ راست وہ زمین پر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہے کیونکہ شکار زمین کے اوپر تو ضرور ہی گرے گا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، بالفاظ دیگر زمین پر گرنے سے احتراز ممکن نہیں، تو اس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور شکار کو حلال کہا گیا۔

(۱۳/۲۴۷۹) وَمَا اَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهٖ لَمْ يُؤْكَلْ وَاِنْ جَرَحَهٗ اُكِلَ.

حل لغات: معراض: بغیر پر کا تیر جس کا درمیانی حصہ موٹا ہو جمع مَعَارِيْض، عرض، چوڑائی، وسعت۔

ترجمہ: اور جس کو لگے بے پھل کا تیر چوڑائی کی جانب سے تو نہ کھایا جائے اور اگر اس کو زخمی کر دے تو کھایا جائے۔

تشریح: معراض بے پھل کا تیر یعنی جس کے دونوں کنارے باریک اور درمیانی حصہ موٹا ہو، عرض ڈنڈی جو دھار کے علاوہ ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ شکار کو تیر لگا، اور مر گیا لیکن اس کو تیر کا درمیانی حصہ لگا جس کو ڈنڈی سے تعبیر کیا گیا

ہے، تو یہ پھوڑنا اور توڑنا ہوگا کاٹنا نہ ہوگا اس لئے یہ شکار حلال نہ ہوگا البتہ اگر تیر نے اس کو زخمی کر دیا تو کھایا جائے گا۔

(۱۴/۲۴۸۰) وَلَا يُؤْكَلُ مَا اَصَابَهُ الْبُنْدُقَةُ اِذَا مَاتَ مِنْهَا.

لغت: البندقة: اس کی جمع بُنْدُقٌ ہے بندوق کی گولی۔

ترجمہ: اور نہ کھایا جائے وہ جس کو لگے غلہ جب کہ وہ اس سے مرجائے۔

غلیل سے کیا ہوا شکار کب حلال ہے؟

تشریح: غلیل سے کیا ہوا شکار حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو ذبح نہ کرلیا جائے کیونکہ غلیل کا غلہ زخمی نہیں کرتا اگر وہ غلہ کسی جانور کو لگ جائے اور اس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوجائے تو وہ ہلاکت چوٹ کی وجہ سے واقع ہوگی اور وہ جانور موقوذۃ (جو کسی ضرب سے مرجائے) کے حکم میں ہوگا اس لئے وہ جانور حلال نہیں ہوگا عربی زبان میں غلیل کو ''بندقہ'' کہا جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھ کر بندوق یا رائفل وغیرہ کی گولی چلائے اور وہ شکار ہلاک ہوجائے، تو وہ حلال ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں ہمارے علماء دیو بند کے بیشتر حضرات کا یہی فتویٰ ہے کہ گولی سے شکار کیا ہوا جانور حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو باقاعدہ ذبح نہ کرلیا جائے۔

نوٹ: نوکدار گولی کا حکم: اگر بندوق کی گولی ایسی بنائی گئی ہے جو نوکدار ہے تو اس صورت میں وہ جانور بالاتفاق حلال ہوجائے گا۔

(۱۵/۲۴۸۱) وَاِذَا رَمٰی صَيْدًا فَقَطَعَ عَضْوًا مِنْهُ اُكِلَ الصَّيْدُ وَلَمْ يُؤْكَلِ الْعَضْوُ.

ترجمہ: اور اگر شکار کو تیر مارا پس اس نے اس کا کوئی عضو کاٹ دیا تو شکار کھایا جائے اور عضو نہ کھایا جائے۔

تشریح: اگر شکار کو تیر مارا جس سے شکار کے بدن کا کوئی ٹکڑا کٹ کر گر گیا تو اب کیا حکم ہے؟ تو فرمایا کہ شکار تو بالاتفاق حلال ہے اب رہا مسئلہ اس ٹکڑے کا جو کٹ کر گرا ہے تو اس میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو کھانا حرام ہے ہاں اگر عضو کٹنے کے بعد جانور کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو تو عضو بھی کھایا جائے گا اور سر کے علاوہ باقی اعضاء میں زندہ رہنا ممکن ہے۔

(۱۶/۲۴۸۲) وَاِنْ قَطَعَهُ اَثْلَاثًا وَالْاَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الْعَجُزَ اُكِلَ الْجَمِيْعُ وَاِنْ كَانَ الْاَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الرَّأْسَ اُكِلَ الْاَكْثَرُ.

لغت: العجز: پچھلا حصہ، سرین۔ یلی: ملا ہوا ہو، ساتھ ہو۔

ترجمہ: اور اگر اس کو تین ٹکڑے کر دیا اور اکثر وہ ہے جو سرین سے متصل ہے تو سب کو کھایا جائے گا اور اگر اکثر سر سے متصل ہے تو اکثر کھایا جائے گا۔

تشریح: اور اگر شکار کو تین تہائی کر دیا اس طرح کہ ایک حصہ کم ہے اور دوسرا حصہ زیادہ ہے مثلاً ایک طرف ایک تہائی ہے اور دوسری طرف دو تہائی ہے، یعنی شکار کا ہاتھ پاؤں نہیں کٹا بلکہ جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے اب اگر سرین کی طرف دو تہائی جسم ہو اور سر کی طرف ایک تہائی جسم ہو تو سرین والا حصہ بھی حلال ہے اور سر والا حصہ بھی حلال ہے گویا کہ اس طرح ذبح کیا کہ سر کے ساتھ جسم کا بھی کچھ حصہ کٹ گیا اور جب جسم سے سر جدا ہوتا ہے تو جسم اور سر دونوں حلال ہوتے ہیں اور اگر سر کی طرف آدھے سے زیادہ کٹ کر چلا جائے اور سرین کی طرف آدھے سے کم رہ جائے تو یوں سمجھا جائے گا کہ یہ زندہ جانور سے ایک عضو کٹ کر الگ ہو گیا اور ماقبل کے مسئلہ میں گذر چکا ہے کہ اگر زندہ جانور سے کوئی عضو کاٹا جائے تو حلال نہیں اسی طرح سرین کا یہ حصہ بھی حلال نہیں ہے۔

(۲۴۸۳/۱۷) وَلَا يُؤْكَلُ صَيْدُ الْمَجُوسِيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَالْوَثَنِيِّ.

ترجمہ: اور نہ کھایا جائے مجوسی کا شکار اور نہ مرتد کا اور نہ بت پرست کا۔

تشریح: آتش پرست اور بت پرست ذبح کرنے کے اہل نہیں ہیں یعنی ان کا ذبیحہ حرام ہوتا ہے اسی طرح ان کا مارا ہوا شکار بھی حرام ہوگا۔

(۲۴۸۴/۱۸) وَمَنْ رَمٰى صَيْدًا فَأَصَابَهُ وَلَمْ يُثْخِنْهُ وَلَمْ يُخْرِجْهُ عَنْ حَيِّزِ الْإِمْتِنَاعِ فَرَمَاهُ آخَرُ فَقَتَلَهُ فَهُوَ لِلثَّانِيْ وَيُؤْكَلُ وَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ أَثْخَنَهُ فَرَمَاهُ الثَّانِيْ فَقَتَلَهُ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ وَلَمْ يُؤْكَلْ وَالثَّانِيْ ضَامِنٌ بِقِيْمَتِهِ لِلْأَوَّلِ غَيْرَ مَا نَقَصَتْهُ جِرَاحَتُهُ.

حل لغات: لم يثخنه: نفی جحد بلم باب افعال مصدر اثخان سست کرنا اور کمزور کرنا یعنی زخم کی وجہ سے حیوان کا سست ہو جانا۔

حيز الامتناع: یعنی ابھی اس میں بھاگنے اور دوڑنے کی طاقت ہے کہ وہ پکڑنے والے کے قابو میں نہیں آسکتا اس زخم نے اس کو رکاوٹ اور بچاؤ سے باہر نہیں نکالا۔

ترجمہ: کسی نے شکار کے تیر مارا اور وہ اس کے لگ گیا لیکن اس کو نڈھال نہیں کیا اور نہ نکالا اس کو اپنے بچاؤ سے پھر مارا اس کو دوسرے نے اور اس کو قتل کر دیا تو شکار دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائے گا اور اگر پہلے نے اس کو نڈھال کر دیا پھر دوسرے آدمی نے مارا اور قتل کر دیا تو شکار پہلے کا ہوگا اور کھایا نہ جائے گا اور دوسرا ضامن ہوگا پہلے کے لئے قیمت کا اس کے علاوہ جو نقصان کیا اس کے زخمی کرنے نے۔

تشریح: ایک شخص نے شکار کو تیر مارا وہ لگا تو ضرور لیکن وحشی جانور میں اپنے آپ کو بچانے کی جو قوت ہوتی ہے وہ اس میں موجود ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے اب دوسرے آدمی نے تیر مار کر ہلاک کر دیا اب یہاں دو باتیں سامنے آئیں۔ (۱) یہ حلال ہے یا نہیں؟ (۲) اس کا مالک کون ہوگا۔

تو فرمایا کہ شکار حلال ہے اور اس کا مالک دوسرا شخص ہے کیونکہ پکڑنے والا اور اس پر قبضہ کرنے والا دوسرا ہی شخص ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر پہلے آدمی کے تیر نے اس کو اتنا نڈھال کر دیا کہ وہ بھاگنے کے قابل نہ رہا بعد میں دوسرے شخص نے تیر مار کر اس کو ہلاک کر دیا تو اب حکم یہ ہے کہ شکار پہلے شخص کی ملکیت قرار پائے گا اور کھانا ناجائز ہوگا اور دوسرا شخص جس نے شکار کو تیر مار کر حرام کر دیا وہ پہلے شخص کو اس شکار کی قیمت کا ضمان دے گا کیونکہ شکار اول کی ملکیت میں آچکا تھا لیکن دوسرے شخص پر شکار کی پوری قیمت واجب نہ ہوگی بلکہ پہلا زخم لگنے کی وجہ سے جو اس کی قیمت گھٹتی ہے اس نقصان کو نکال کر باقی قیمت واجب ہوگی مثلاً اگر وہ جانور صحیح سالم ہوتا تو اس کی قیمت دو ہزار روپے تھی اور زخمی ہونے کے بعد ایک ہزار روپے رہ گئی تو دوسرے آدمی پر ایک ہزار روپے لازم ہوں گے۔

(۱۹/۲۴۸۵) وَيَجُوْزُ اصْطِيَادُ مَايُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنَ الْحَيَوَانِ وَمَا لَايُؤْكَلُ.

حل لغات: اصطیاد: باب افتعال سے مادہ صیدٌ شکار کرنا۔

ترجمہ: اور جائز ہے شکار کرنا ان جانوروں کا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

تشریح: صرف گوشت کھانے کے لئے ہی شکار نہیں کرتے بلکہ کھال، بال اور ہڈی کے لئے بھی شکار کرتے ہیں اس لئے غیر ماکول اللحم کا شکار بھی جائز ہے۔

(۲۰/۲۴۸۶) وَذَبِيْحَةُ الْمُسْلِمِ وَالْكِتَابِيِّ حَلَالٌ

ترجمہ: مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے۔

کس کا ذبیحہ حلال ہے اور کس کا حرام؟

تشریح: مسلمان بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو جانور حلال ہے اسی طرح اہل کتاب یعنی یہودی اور نصرانی بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ. اور اہل کتاب کا ذبیحہ بھی تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے۔

نوٹ: یورپ کے عیسائی عام طور پر دھریے ہوتے ہیں جو صرف نام کے عیسائی ہیں اس لئے ان کے ذبیحے سے احتیاط ضروری ہے۔

(۲۱/۲۴۸۷) وَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيْحَةُ الْمُرْتَدِّ وَالْمَجُوْسِيِّ وَالْوَثَنِيِّ وَالْمُحْرِمِ.

ترجمہ: اور نہیں کھایا جائے گا مرتد، مجوسی، بت پرست اور محرم کا ذبیحہ۔

تشریح: مرتد مجوسی اور بت پرست مسلمان نہیں ہیں اور نہ اہل کتاب ہیں بلکہ کافر ہیں اس لئے ان کا ذبیحہ

حلال نہیں ہے اور محرم کے لئے شکار کا پکڑنا جائز نہیں ہے اس لئے اس کا ذبح کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲۲/۲۴۸۸)　وَاِنْ تَرَكَ الذَّابِحُ التَّسْمِيَةَ عَمَدًا فَالذَّبِيْحَةُ مَيْتَةٌ لَاتُوْكَلُ وَاِنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا اُكِلَ.

ترجمه: اور اگر چھوڑ دے ذبح کرنے والا بسم اللہ جان بوجھ کر تو ذبیحہ مردہ ہے نہیں کھایا جائے گا اور اگر چھوڑ دے بھول کر تو کھایا جائے گا۔

تشریح: اگر کسی نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا تو وہ ذبیحہ مردار کہلائے گا اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول سے چھوٹ گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یہ مذہب حنفیہ کا ہے۔

شوافع کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ کو جان بوجھ کر چھوڑا ہو یا بھول سے چھوٹ گئی بہر صورت اس ذبیحہ کا کھانا حلال ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک خواہ ذبح کرنے والا بسم اللہ جان بوجھ کر چھوڑ دے یا بھول سے چھوٹ جائے دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال نہیں ہے۔

حنفیه کی دلیل: وَلَا تَاكُلُوْ مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (آیت ۱۲۱ سورۃ الانعام)

جب تک جانور پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو مت کھاؤ۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت متروک التسمیہ سہواً کو شامل نہیں ہے اور اس کے شامل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ناسی حکماً ذاکر ہوتا ہے کیونکہ نسیان ایک شرعی عذر ہے جس کو معاف کر دیا گیا ہے اور جب ناسی حکماً ذاکر ہے تو ناسی آیت کے افراد میں شامل نہ ہوگا۔

امام شافعیؒ کی دلیل: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر مسلمان نے ذبح کیا اور بسم اللہ نہیں پڑھی تو کھائے اس لئے کہ مسلمان کے دل میں اللہ کا نام ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل: ان کا استدلال آیت کے عموم سے ہے یعنی آیت کے الفاظ اس بات کے مقتضی ہیں کہ ترک تسمیہ قصداً ہو یا سہواً بہر دو صورت اس جانور کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(۲۳/۲۴۸۹)　وَالذَّبْحُ بَيْنَ الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ.

لغت: اللبة: سینہ کے اوپر کی ہڈی۔

ترجمه: اور ذبح کرنا حلق اور سینہ کی ہڈی کے درمیان ہوتا ہے۔

ذبح اور اس کا طریقہ

تشریح: ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ حلق اور سینہ کی ہڈی جو ہوتی ہے اسکے درمیان میں چھری سے ذبح کرتے ہیں۔

(۲۴/۲۴۹۰) وَالْعُرُوْقُ الَّتِیْ تُقْطَعُ فِی الذَّکَاۃِ اَرْبَعَۃٌ اَلْحَلْقُوْمُ وَالْمَرِیُٔ وَالْوَدَجَانِ فَاِنْ قَطَعَھَا حَلَّ الْاَکْلُ.

حل لغات: العروق: بدن کی رگ واحد عِرق. الحلقوم: (حاء کے فتحہ کے ساتھ اس کی اصل حَلْقٌ ہے) سانس کی نلی۔

المریٔ: مہموز ہے اس کی جمع مُرُؤٌ کھانے پینے کی نالی۔ الودجان: وَدْجٌ کا تثنیہ ہے، شہ رگ، جس سے دل کا خون دماغ تک جاتا ہے ان کو کاٹنے سے پورا خون نکلتا ہے۔

ترجمہ: اور وہ رگیں جو کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں حلقوم مری اور دو شہ رگیں اگر ان کو کاٹ دے تو کھانا حلال ہوگا۔

تشریح: اصل تو یہ ہے کہ جسم سے پورا خون نکل جائے شہ رگوں کے کٹ جانے سے خون نکل جاتا ہے، حلقوم اور مری کٹ جائے ... جان جلدی نکل جاتی ہے۔

(۲۵/۲۴۹۱) وَاِنْ قَطَعَ اَکْثَرَھَا فَکَذٰلِکَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَقَالَا لَابُدَّ مِنْ قَطْعِ الْحَلْقُوْمِ وَالْمَرِیِٔ وَاَحَدِ الْوَدَجَیْنِ.

ترجمہ: اور اگر اکثر کاٹ دیں تو اسی طرح ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور حضرات صاحبین نے فرمایا کہ ضروری ہے حلقوم مری اور شہ رگ میں سے ایک کو کاٹنا۔

تشریح: امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چار میں سے تین رگیں کاٹ دے تو ذبیحہ حلال ہے بقول صاحب قدوری حضرات صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ حلقوم مریٔ اور ایک شہ رگ کا کاٹنا ضروری ہے، جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے کہ یہ تنہا امام ابویوسف کا قول ہے امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ چار رگوں میں سے ہر ایک کا اکثر حصہ کٹنا ضروری ہے۔

(۲۶/۲۴۹۲) وَیَجُوْزُ الذَّبْحُ بِاللِّیْطَۃِ وَالْمَرْوَۃِ وَبِکُلِّ شَیْءٍ اَنْھَرَ الدَّمَ اِلَّا السِّنَّ الْقَائِمَ وَالظُّفُرَ الْقَائِمَ.

حل لغات: اللیطۃ: لام کے کسرہ اور یا کے سکون کے ساتھ بانس کا دھار دار چھلکا جمع الیاط. المروۃ: میم کے فتحہ کے ساتھ ایک سخت قسم کا دھار دار پتھر یعنی سفید پتھر جو کہ باریک ہوتا ہے مثل چھری کے کہ اس سے بھی ذبح کیا جاتا ہے۔ انھر: خون بہادے۔ السن القائم: لگا ہوا دانت۔ الظفر: ناخن۔

ترجمہ: اور جائز ہے ذبح کرنا بانس کی کھپچی سے اور تیز سفید پتھر سے اور ہر ایسی چیز سے جو خون بہادے سوائے دانت اور ناخن کے جو لگے ہوئے ہوں۔

تشریح: اگر جانور کو کھپچی یا تیز پتھر یا ہر وہ چیز جو دھار دار ہو جس سے رگیں کٹ کر خون بہنے لگے ذبح کیا جائے تو جائز ہے، لیکن اگر منہ میں لگے ہوئے دانت اور انگلی میں لگے ہوئے ناخن سے ذبح کیا تو ناجائز ہے کیونکہ لگے ہوئے

ہونے کی وجہ سے گلا دبا کر مارنے کی شکل ہو جائے گی کیونکہ لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے دانت اور ناخن سے دبائے گا، اور اس جانور کی موت دم گھٹنے کی وجہ سے ہوگی اس لئے وہ جانور حرام ہوگا۔ لیکن اگر اکھڑے ہوئے دانت اور ناخن سے ذبح کیا اور وہ بہت تیز ہیں تو ان سے حلال ہو جائے گا مگر مکروہ ہے کیونکہ اس میں جانور کو تکلیف دینا ہے۔

(۲۴۹۳/۲۷)　وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يَحُدَّ الذَّابِحُ شَفْرَتَهُ.

حل لغات: يَحُدُّ: مضارع باب (ن) حدا تیز کرنا، شَفْرَةٌ: شین کے فتحہ کے ساتھ لمبی چوڑی چھری تلوار کی دھار جمع شفارٌ.

ترجمہ: اور مستحب ہے یہ کہ تیز کرلے ذبح کرنے والا اپنی چھری۔

تشریح: جانور کو زمین پر لٹانے سے پہلے چھری کا تیز کرلینا ذبح کرنے والے کے لئے مستحب ہے تاکہ جانور کو بلاوجہ تکلیف نہ ہو۔

(۲۴۹۴/۲۸)　وَمَنْ بَلَغَ بِالسِّكِّيْنِ النُّخَاعَ اَوْ قَطَعَ الرَّأْسَ كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ وَتُؤْكَلُ ذَبِيْحَتُهُ.

لغت: السکین: چھری۔ النُّخَاعُ: نون پر فتحہ ضمہ کسرہ تینوں حرکات آسکتی ہیں حرام مغز یعنی وہ گودا جو ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور جو پہنچادے چھری حرام مغز تک یا الگ کردے سر کو تو یہ مکروہ ہے، اور کھایا جائے گا اس کا ذبیحہ۔

تشریح: جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا جانور کا پورا سر ہی بدن سے جدا کردے تو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ خواہ مخواہ جانور کو تکلیف میں مبتلا کرنا ہے البتہ ایسا کرنے سے چاروں رگیں کٹ جاتی ہیں اس لئے ذبیحہ حلال ہو گیا۔

(۲۴۹۵/۲۹)　وَاِنْ ذَبَحَ الشَّاةَ مِنْ قَفَاهُ فَاِنْ بَقِيَتْ حَيَّةً حَتّٰى قَطَعَ الْعُرُوْقَ جَازَ وَيُكْرَهُ وَاِنْ مَاتَتْ قَبْلَ قَطْعِ الْعُرُوْقِ لَمْ تُؤْكَلْ.

ترجمہ: اور اگر ذبح کردے بکری کو گدی کی طرف سے پھر اگر وہ زندہ رہی اتنی دیر کہ اس نے رگیں کاٹ دیں تو جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر مرگئی رگوں کو کاٹنے سے پہلے ہی تو نہ کھائی جائے۔

تشریح: اگر بکری کو گدی کی جانب سے ذبح کیا اور گلے کی ہڈی اور حرام مغز کٹ گیا اب اگر بکری کے مرنے سے پہلے باقی چار رگیں حلقوم مری اور ودجان بھی کٹ گئیں تو بکری حلال ہے البتہ مکروہ ہے، اور اگر رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مرگئی تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ ذبح اختیاری نہیں پایا گیا۔

(۲۴۹۶/۳۰)　وَمَا اسْتَأْنَسَ مِنَ الصَّيْدِ فَذَكَاتُهُ الذَّبْحُ وَمَا تَوَحَّشَ مِنَ النَّعَمِ فَذَكَاتُهُ الْعَقْرُ

وَالْجَرْحُ.

حل لغات: استانس: ماضی مصدر استیناس وحشت کا دور ہونا۔ توحش وحشی کے مانند ہونا لوگوں سے بدکنا۔ النعم: چوپائے۔ العقر: نیزہ مارنا۔ الجرح: زخمی کرنا۔

ترجمہ: اور جو شکار مانوس ہو تو اس کی ذکاۃ ذبح ہے، اور جو چوپائے وحشی ہوں تو ان کی ذکاۃ نیزہ مارنا اور زخمی کرنا ہے۔

تشریح: جاننا چاہئے کہ ذکاۃ شرعی کی دو قسمیں ہیں اختیاری واضطراری اختیاری، حیوان مقبوض و مانوس میں ہوتی ہے۔ اور اضطراری غیر مقبوض اور غیر مانوس جانور میں ہوتی ہے جیسے شکار، ذکاۃ اضطراری جن آلات سے ہوتی ہے وہ تین ہیں۔ (۱) زخمی کرنے والا حیوان جیسے تربیت یافتہ کتا (۲) ہر دھار دار چیز جیسے تیر، نیزہ۔ (۳) بھاری چیز جیسے پتھر لکڑی ان میں سے پہلی دو چیزوں سے شکار کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے اور تیسری چیز کے ذریعہ شکار کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اس تمہید کے بعد صورت مسئلہ یہ ہے کہ جو جانور شکار تھا مثلاً ہرن وغیرہ تو اس میں ذبح اضطراری (نیزہ مارنا زخمی کرنا خون بہانا) ہے لیکن اگر وہ گھر میں پالتو جانور کی طرح رہنے لگا ہے تو اب اس میں ذبح اختیاری (حلقوم پر چھری پھیر کر چاروں رگوں کو کاٹنا) ہے اور اگر پالتو جانور مثلاً گائے بکری وغیرہ اگر بدک جائے اور قابو میں نہ آئے اور پکڑ کر ذبح اختیاری کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس میں ذبح اضطراری کافی ہے اس سے وہ حلال ہو جائے گا۔ (رقم الحاشیۃ (۳)

(۳۱/۲۴۹۷) وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْإِبِلِ النَّحْرُ وَإِنْ ذَبَحَهَا جَازَ وَيُكْرَهُ.

لغت: النحر: سینہ کی ہڈی کے اوپر چھری مار کر رگوں کو کاٹنا۔

ترجمہ: اور مستحب ہے اونٹ میں نحر کرنا، اگر ذبح کرے تو یہ بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

تشریح: نحر کہتے ہیں سینہ کے قریب کی رگوں کو نیزہ وغیرہ سے اس طریقہ سے کاٹنا کہ ایک ہی بار میں کام تمام ہو جائے اور ذبح کہتے ہیں ٹھوڑی کے نیچے سے چھری یا چاقو سے رگوں کو کاٹنا جس میں عام طور پر دو تین مرتبہ ہاتھ چلانا پڑتا ہے نحر کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) اونٹ یا اونٹنی کو کھڑے کھڑے نحر کرنا۔ (۲) اس کو بٹھا کر نحر کرنا افضل یہ ہے کہ اس کو کھڑا کر کے نحر کرے اونٹ میں مسنون نحر ہے لہٰذا نحر کی جگہ ذبح مکروہ ہے۔

(۳۲/۲۴۹۸) وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ فَإِنْ نَحَرَهُمَا جَازَ وَيُكْرَهُ.

ترجمہ: اور مستحب گائے اور بکری میں ذبح کرنا ہے اگر ان کو نحر کیا تو یہ بھی جائز ہے، اور مکروہ ہے۔

تشریح: بکری اور گائے وغیرہ میں ذبح کرنا مسنون ہے لہٰذا ذبح کی جگہ نحر کرنا مکروہ ہے، اور ذبح میں اصل طریقہ لٹا کر کرنا ہے، کھڑے کھڑے ذبح کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

(۳۳/۲۴۹۹) وَمَنْ نَحَرَ نَاقَةً اَوْ ذَبَحَ بَقَرَةً اَوْ شَاةً فَوَجَدَ فِي بَطْنِهَا جَنِيْنًا مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ اَشْعَرَ اَوْ لَمْ يُشْعِرْ.

لغت: جنیناً: ماں کے پیٹ کا بچہ۔ اشعر: بال کا نکل آنا۔

ترجمہ: کسی نے اونٹنی نحر کی یا ذبح کی گائے یا بکری اور ان کے پیٹ میں مردہ بچہ پایا تو نہیں کھایا جائے گا بال آگئے ہوں یا نہ آئے ہوں۔

مذبوحہ جانور کے پیٹ میں سے بچہ نکلا تو اس کا کیا حکم ہے؟

تشریح: اگر کسی جانور کو ذبح کیا گیا اور اس کے پیٹ سے ایسا بچہ نکلا جس میں تھوڑی سی جان باقی تھی لیکن اتنا وقت نہیں تھا کہ اس بچہ کو مستقل ذبح کیا جاتا اور پھر وہ بچہ مر گیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ بچہ حلال ہوگا اور ماں کو ذبح کرنا اس بچہ کے ذبح کرنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ بچہ مرا ہوا نکلا یا زندہ نکلا تھا لیکن اتنا وقت نہیں تھا کہ اس کو مستقل ذبح کیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں وہ بچہ حرام ہوگا اس کو کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ بچہ میتۃ کے عموم میں داخل ہے اسی طرح قرآن میں منخنقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے اور منخنقہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جو دم گھٹنے سے ہلاک ہو جائے اور جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے ماں کو ذبح کرنے سے اس کا دم گھٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اس لئے یہ بچہ میتۃ میں بھی داخل ہے اور منخنقہ میں بھی داخل ہے لہٰذا اس بچہ کا کھانا جائز نہیں مندرجہ بالا اختلاف اس صورت میں ہے کہ جس میں بچہ کو ذبح کرنے کا وقت نہ ملا ہو لیکن جس صورت میں بچہ کو ذبح کرنے کا وقت ملا ہو اور اس کے باوجود اس کو ذبح نہ کیا گیا ہو تو وہ صورت مختلف فیہ نہیں بلکہ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وقت ملنے کے باجود اگر ذبح نہیں کیا گیا تو سب کے نزدیک وہ بچہ حرام ہوگا اور اگر اس وقت ذبح کر لیا تو سب کے نزدیک وہ بچہ حلال ہو جائیگا۔ (درس ترمذی ۱۳۹/۵ تا ۱۴۱)

(۳۴/۲۵۰۰) وَلَا يَجُوْزُ اَكْلُ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا كُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطُّيُوْرِ.

حل لغات: ناب: کچلی کے دانت (نوک دار دانت) السباع: پھاڑ کھانے والے جانور، مخلب: پنجہ، پنجے سے پکڑ کر کھانے والے جانور۔

ترجمہ: اور جائز نہیں کچلیوں والے درندوں کو کھانا اور نہ پنجوں والے پرندوں کا کھانا۔

کن جانوروں کا کھانا حرام ہے؟

تشریح: پھاڑ کھانے والے جانوروں کے منہ میں دو دھار والے لمبے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ دوسرے

جانوروں کو پھاڑتے ہیں ان پھاڑنے والوں کو ذی ناب جانور کہتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں ہے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا وغیرہ جو لوگوں پر حملہ کرتے ہیں اپنے انیاب کے ذریعہ اور من السباع کی قید اس لئے لگائی کہ اونٹ نکل جائے کیونکہ اس کے اگرچہ ناب ہوتا ہے لیکن وہ سباع میں سے نہیں ہے، اور جو پرندے تیز ناخن اور تیز چونچ سے پکڑتے ہیں اور پرندوں کو پھاڑتے ہیں ان کو ذی مخلب پرندے کہتے ہیں ان کا کھانا بھی درست نہیں ہے جیسے باز شکرا چیل وغیرہ کیونکہ حدیث میں ان کی ممانعت ہے۔

(۲۵۰۱/۳۵) وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ غُرَابِ الزَّرْعِ وَلَا يُؤْكَلُ الْأَبْقَعُ الَّذِي يَأْكُلُ الْجِيَفَ.

حل لغات: غراب: کوا۔ الابقع: چتکبرا۔ الجیف: مردار بدبودار واحد جیفَۃ.

ترجمہ: اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے کھیتی کے کوے کے کھانے میں اور نہیں کھایا جائے گا ابقع کو جو مردار کھاتا ہے۔

کونسا کوا حلال ہے اور کونسا حرام ہے؟

تشریح: کوے تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ کوا جو کھائی رنگ کا ہوتا ہے اور کھیتوں میں دانہ چگتا رہتا ہے اور کیڑے مکوڑے کھاتا ہے یہ نہ مردار کھاتا ہے اور نہ گندگی کھاتا ہے یہی غراب الزرع یعنی کھیتی کا کوا ہے اس کو ہمارے دیار میں جولاہہ کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے۔

(۲) وہ کوا جس کی چونچ تیز ہوتی ہے اور مڑی ہوئی ہے اس میں تھوڑی سفیدی بھی ہوتی ہے یہ بہت ہوشیار ہوتا ہے اور شکار کر کے مرغی کے بچوں کو بھی گھروں سے اٹھا کرلے جاتا ہے اور روٹی وغیرہ اٹھا کرلے بھاگتا ہے عام طور سے یہی کوا زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے اس کا کھانا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ پھاڑ کھانے والا پرندہ ہے ابقع سے مصنف کی یہی مراد ہے۔

(۳) یہ کوا بالکل سیاہ ہوتا ہے یہ زیادہ ہوشیار نہیں ہوتا، یہ ہر وقت گوبر یا لید بکھیر بکھیر کر اس سے دانہ نکال کر کھاتا رہتا ہے یہ مردار کا گوشت بھی کھالیتا ہے، ہمارے یہاں اس کو پہاڑی کوا کہتے ہیں اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

(۲۵۰۲/۳۶) وَيُكْرَهُ أَكْلُ الضَّبُعِ وَالضَّبِّ وَالْحَشَرَاتِ كُلِّهَا.

حل لغات: الضبع: بجو لفظ مونث ہے نر مادہ دونوں پر اطلاق ہوتا ہے جمع ضباعٌ، بجو ایک قسم کا گوشت خور جانور ہے جو دن بھر بلوں میں رہتا ہے، اور رات کو باہر نکلتا ہے اس کی آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔ عرف الشذی میں لکھا ہے کہ ضبع کو ہندی میں ہنڈار کہتے ہیں نور اللغات میں لکھا ہے کہ اسی کو لکڑ بھگا کہتے ہیں اور بجو کے بارے میں فرہنگ اصفیہ میں لکھا ہے کہ ایک جانور کا نام ہے جو اکثر قبرستان میں رہتا ہے اور مردوں کو نکال کر کھاجاتا ہے ایسا

سخت اور مضبوط ہوتا ہے کہ ہاتھی کے پاؤں کے نیچے بھی نہیں مرتا اور ہنڈار کے بارے میں یہ مشہور نہیں ہے کہ وہ قبرستان میں رہتا ہے لہٰذا ہنڈار اور بجو الگ جانور ہوئے۔

الضب: گوہ مشہور صحرائی جانور ہے گرگٹ کی طرح لیکن اس سے چوڑا اور موٹا ہوتا ہے زمین میں بل بنا کر رہتا ہے راجستھان سندھ اور نجد کے جنگلات میں بہت ہوتا ہے اس کا تیل بھی بنایا جاتا ہے جو علاج میں کام آتا ہے یہ جانور بہت قوی اور گرم ہوتا ہے بہت سے لوگ اس کو کھاتے بھی ہیں، اہل نجد کے یہاں خوب کھایا جاتا ہے۔

الحشرات: واحد حشرة کیڑے، مکوڑے یا چھوٹے چھوٹے جانور جیسے چوہا سانپ بچھو وغیرہ۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے ہنڈار گوہ اور تمام حشرات الارض کا کھانا۔

ہنڈار اور گوہ کا کیا حکم ہے؟

تشریح: ضبع کے بارے میں اختلاف ہے، امام شافعی واحمد کے نزدیک ضبع کا گوشت کھانا جائز ہے

دلیل: حضرت ابن ابی عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے دریافت کیا کہ کیا بجو شکار ہے انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے کہا کہ کیا میں اس کو کھا سکتا ہوں، انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کہ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے، انہوں نے کہا ہاں۔ (ترمذی)

جواب: اباحت اور حرمت کی احادیث میں تعارض ہے اس لئے حرمت والی احادیث کو ترجیح دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہؒ امام مالک اور جمہور کہتے ہیں کہ ضبع کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ کذا فی البذل۔

دلیل: حضرت علیؓ سے منقول ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن اکل الضب والضبع (حاشیہ ترمذی) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ اور بجو کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا مسئلہ گوہ سے متعلق ہے اس بارے میں ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ گوہ کا گوشت کھانا جائز ہے۔

دلیل: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اگر حرام ہوتی تو نہ کھائی جاتی۔ (بخاری، ومسلم)

جواب: گوہ کے بارے میں بھی احادیث متعارض ہیں اس لئے حرمت والی احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی لان الترجیح عند اجتماع المحرم والمبیح للمحرم. (عون الترمذی ۱/۳۸)

امام ابوحنیفہؒ وصاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔ کتاب الآثار میں امام محمد کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، یہی متون کی روایت ہے۔ (ماخوذ عون الترمذی جلد اول)

دلیل: آیت کریمہ ہے ویحرم علیہم الخبائث اور گوہ بھی خبائث میں سے ہے اس لئے حلال نہ ہوگی نیز ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوہ لائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انگلیاں شمار کیں اور فرمایا کہ بنی

اسرائیل کی ایک قوم کو مسخ کیا گیا تھا شاید کہ وہ یہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے انکار فرما دیا۔

(۲۵۰۳/۳۷) وَلَا يَجُوْزُ اَكْلُ لَحْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَالْبِغَالِ.

لغت: البغال: گدھا اور گھوڑی دونوں کے ملاپ سے جو بچہ ہوتا ہے اس کو خچر کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے گھریلو گدھوں کا کھانا اور خچروں کا کھانا۔

تشریح: پالتو گدھا اور خچر، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حرام ہے احادیث صحیحہ صریحہ کی وجہ سے اور امام مالک سے تین رواتیں ہیں مشہور قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے دوسرا یہ کہ مباح ہے اور تیسرا مثل جمہور کے حرام ہے، لیکن حمر وحشی (جنگلی گدھا) جس کو گورخر کہتے ہیں بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک حلال ہے۔

(۲۵۰۴/۳۸) وَيُكْرَهُ اَكْلُ لَحْمِ الْفَرَسِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: اور مکروہ ہے گھوڑے کا گوشت کھانا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

گھوڑے کے گوشت کا مسئلہ اختلافی ہے

تشریح: گھوڑے کے گوشت کا مسئلہ اختلافی ہے اور اس بارے میں دو مذہب ہیں۔ (۱) امام شافعیؒ واحمد کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مباح ہے یہی مذہب صاحبین اور جمہور علماء کا ہے۔

دلیل: حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔ (بخاری شریف ۸۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں کا گوشت کھانا حلال ہے۔

جواب: یہ ہے کہ یہ حدیث آیت والخیل والبغال والحمیر الخ کے معارض ہے کیونکہ اگر گھوڑے کا گوشت حلال ہوتا تو احسان جتانے کے موقع پر اس کو ترک نہ کرتے اس لئے آیت کے مقابلہ میں یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی۔

نوٹ: حقیقت یہ ہے کہ جواب کمزور ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عون الترمذی، ج ۱ (۴۲)

امام اعظمؒ و مالکؒ: کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل: حضرت خالد بن ولیدؓ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب درمختار میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے اپنے انتقال کے تین دن پہلے حرمت کے قول سے رجوع کر لیا تھا، چنانچہ اسی پر فتویٰ ہے، حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ

بھی اس روایت کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے کہ حنفی مذہب میں گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔ (عون الترمذی ۱/۴۳)

(۳۹/۲۵۰۵) وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے خرگوش کھانے میں۔

تشریح: ارنب یعنی خرگوش یہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حلال ہے بعض سلف کا اس میں اختلاف منقول ہے۔

(۴۰/۲۵۰۶) وَإِذَا ذُبِحَ مَالَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَهُرَ جِلْدُهُ وَلَحْمُهُ إِلَّا الْآدَمِيَّ وَالْخِنْزِيرَ فَإِنَّ الذَّكَاةَ لَاتَعْمَلُ فِيهِمَا.

ترجمہ: اور جب ذبح کرلیا جائے وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو پاک ہو جائے گی اس کی کھال اور اس کا گوشت سوائے آدمی اور خنزیر کے کہ ذکاۃ ان میں کوئی کام نہیں کرتی۔

تشریح: ایسا جانور جو کھایا نہیں جاتا ہے جیسے بلی گیدڑ وغیرہ اگر ان کو ذبح کردیا جائے تو ان کی کھال اور گوشت پاک ہوجائے گا کھال پر اسی حال میں نماز پڑھ سکتے ہیں اور گوشت کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن گوشت حلال نہیں ہوگا اور نہ کھانے کے قابل ہوگا البتہ اگر خنزیر کو ذبح کرے یا اس کی کھال کو دباغت دے تو وہ کسی حال میں پاک نہ ہوگی، کیونکہ وہ نجس العین ہے اور انسان مکرم ومحترم ہے، اس لئے ذبح کرنے سے بھی وہ پاک نہ ہوگا، تاکہ لوگ اس کو استعمال نہ کرنے لگیں اور انسان کی توہین ہونے لگے۔

(۴۱/۲۵۰۷) وَلَا يُؤْكَلُ مِنْ حَيَوَانِ الْمَاءِ إِلَّا السَّمَكُ.

ترجمہ: اور نہ کھایا جائے پانی کے جانوروں میں سے مگر مچھلی۔

کیا تمام سمندری جانور حلال ہیں؟

تشریح: امام صاحبؒ کے نزدیک سمندر کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کا کھانا حلال ہے باقی سب حرام ہیں، اور مچھلی بھی غیر طافی ہونی چاہئے اگر طافی ہو (اپنی طبعی موت سے مرکر اوپر آگئی ہو) تو وہ بھی حرام ہے۔

دوسرا مذہب: امام مالک فرماتے ہیں کہ خنزیر کے علاوہ سمندر کے سب جانور حلال ہیں۔

دلیل: خنزیر کے حرام ہونے پر آیت کریمہ حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر کو پیش کرتے ہیں اور باقی جانوروں کی حلت پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے احل لکم صید البحر. اور صید یہاں مطلق ہے، جس میں سے کسی کا استثناء نہیں کیا گیا ہے اس لئے خنزیر کے علاوہ سارے سمندری جانور حلال ہوں گے۔

جواب: یہ ہے کہ یہاں صید کے معنی جانور کے نہیں ہیں بلکہ صید مصدری معنی میں ہے یعنی شکار کرنا اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے سمندر میں شکار کرنا جائز ہے رہا مسئلہ جانوروں کا کہ کن کا شکار کرنا جائز ہے اور کن کا نہیں تو آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف اتنا بتلایا گیا ہے کہ شکار کرنا جائز ہے، اس لئے اس آیت کریمہ سے سمندری جانوروں کی حلت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا مذہب: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مینڈک کے علاوہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

دلیل: مینڈک کی حرمت اس حدیث سے مستنبط کی ہے جس میں مینڈک کے مارنے پر نہی وارد ہوئی ہے اور بقیہ جانوروں کی حلت پر ایک دلیل تو وہی دیتے ہیں جو مع جواب کے اوپر گذری۔ دوسری دلیل حدیث شریف الحل میتة پیش کرتے ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے مردار جانوروں کو حلال فرمایا ہے۔

جواب: الحل سے مراد حلال نہیں ہے بلکہ یہاں الحل، الطاهر کے معنی میں ہے، اور مطلب یہ ہے کہ سمندر کا میتہ پاک ہوتا ہے یعنی نجس نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے پانی کے پاک یا ناپاک ہونے میں شبہ کیا جائے۔

چوتھا مذہب: امام احمدؒ فرماتے ہیں مگر مچھ مینڈک اور کوسج (ایک قسم کی بڑی سمندری مچھلی یہ پھاڑ کھانے والی ہوتی ہے اور گرم علاقوں میں زیادہ ہوتی ہے) کے علاوہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

حنفیہ کی دلیل: آیت کریمہ، ویحرم علیهم الخبائث، ہے یعنی ان پر خبیث چیزیں حرام کردی گئیں ہیں اور مچھلی کے علاوہ سمندر کے سارے جانور خبیث ہیں اس لئے کہ خبیث کہتے ہیں جس سے طبیعت انسانی گھن محسوس کرتی ہو اور مچھلی کے علاوہ سمندر کے باقی جانوروں سے طبیعت گھن محسوس کرتی ہے، اس لئے سب خبائث میں داخل ہیں۔

نیز حدیث میں ہے: احلت لنا میتتان الْحُوْتُ وَالْجَرَادُ. (ابن ماجہ ۲۶۷) میرے لئے حلال کئے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی۔ (درس ترمذی ۱/ ۲۷۹ تا ۲۸۰)

(۲۵۰۸/۴۲) وَيُكْرَهُ اَكْلُ الطَّافِيْ مِنْهُ.

ترجمہ: اور مکروہ ہے اس مچھلی کا کھانا جو اوپر تیر جائے۔

تشریح: طافی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی میں بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت مر کر الٹی ہوگئی ہو ائمہ ثلاثہ ایسی مچھلی کو حلال کہتے ہیں جب کہ حنفیہ کے یہاں مکروہ ہے کیونکہ عموماً وہ مچھلی تیرنے لگتی ہے جو پھول جاتی ہے اور سڑنے لگتی ہے اس لئے ایسی مچھلی کا کھانا مکروہ قرار دیا۔

(۲۵۰۹/۴۳) وَلَا بَاْسَ بِاَكْلِ الْجِرِّيْثِ وَالْمَارْ مَاهِيْ.

حل لغت: الجریث: جیم کے کسرہ اور راء کی تشدید کے ساتھ چکی مچھلی۔

مار ماهی: فارسی لفظ ہے، سانپ کی طرح کی مچھلی جس کو ہمارے یہاں بام مچھلی کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے جِرّی اور بام مچھلی کے کھانے میں۔

تشریح: جِرّی ایک قسم کی مچھلی ہے جو عام مچھلیوں سے الگ ہوتی ہے اسی طرح بام مچھلی ہے جو سانپ کی طرح لمبی ہوتی ہے جِرّی اور بام مچھلی کا کھانا درست ہے۔

(۲۵۱۰/۴۴) وَيَجُوْزُ اَكْلُ الْجَرَادَةِ وَلَا ذَكَاةَ لَهٗ.

حل لغات: الجرادة: ٹڈی (جیم کے فتحہ کے ساتھ اور راء کی تخفیف کے ساتھ) جمع جراد مذکر ومؤنث برابر ہیں بعض نے کہا کہ جرد سے مشتق ہے کیوں کہ جس چیز پر بھی بیٹھتی ہیں اس کو بالکل ننگا کر دیتی ہے۔ لا ذکاة: اس کو ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جائز ہے ٹڈی کو کھانا اور اس میں ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ٹڈی کا حکم بیان کرتے ہیں اس بارے میں دو مذہب ہیں:

(۱) جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ٹڈی مطلقاً حلال ہے، خواہ اس کی موت ذبح کرنے سے ہوئی ہو یا شکار کرنے سے یا وہ طبعی موت مرے امام صاحب کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۲) امام مالک کا مشہور قول اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر کسی عارض اور سبب کی وجہ سے مری ہے تب تو حلال ہے مثلاً اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے یا اس کو زندہ پکڑ کر قتل کیا جائے تو حلال ہے اور اگر طبعی موت مری ہو تو حلال نہیں ہے۔ (بذل عن النووی)

كِتَابُ الْاُضْحِيَّةِ

(یہ کتاب قربانی کے احکام کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کو بیان کرنیکی وجہ یہ ہے کہ ذبائح عام اور اضحیہ خاص ہے اور عام کو خاص پر مقدم کیا جاتا ہے۔

اضحية کی لغوی تحقیق: اس کی اصل اُضْحُوِيَةٌ ہے واؤ اور یاء جمع ہوئے اور واؤ ساکن ہے اس لئے واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اور یاء کی مناسبت سے حاء کو کسرہ دے دیا اس کی جمع اَضَاحِيّ ہے بتشدید الیاء۔

اصطلاحی تعریف: جس جانور کو قربت کی نیت سے دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ کو ذبح کرے۔ (اللباب فی شرح الکتاب ۳/۹۸)

مشروعیت: قربانی کی مشروعیت کتاب وسنت اور اجماع تینوں سے ہے آیت میں ہے **فصل لربك وانحر.** اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور نحر کیجئے۔

قال بعض اهل التفسير المراد به الاضحية حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی، تمام مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔

(۲۵۱۱/۱) اَلْأُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيْمٍ مُوْسِرٍ فِيْ يَوْمِ الْأَضْحٰى.

ترجمه: قربانی واجب ہے ہر آزاد مسلمان، مقیم، مالدار پر بقرعید کے دن۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

تشریح: قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہوتی ہے، جو عاقل بالغ مقیم ہو، اور ایام قربانی میں ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی ۶۱۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت کا پیسہ یا دیگر اثاثہ اس کی حاجات اصلیہ سے زائد اس کی ملک میں موجود ہو اور یہ اثاثہ خواہ سونا چاندی کے زیورات ہوں یا مال تجارت ہو یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان ہو یا رہائشی مکان کے علاوہ زائد مکان ہو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔

قربانی کے حکم میں وجوب اور سنیت کے اعتبار سے اختلاف ہے، چنانچہ اس بارے میں دو مذہب ہیں: (۱) اکثر علماء جن میں ائمہ ثلاثہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ (۲) حنفیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

ائمه ثلاثه کی دلیل: میں نے حضرت ابن عمرؓ کو پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟
فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی فرمایا: **جرت به السنة** اور یہ سنت جاری ہے۔ (ابن ماجہ ص: ۴۵۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی سنت ہے۔

جواب: بعض اوقات سنت کا لفظ واجب کے لئے بول دیا جاتا ہے جیسے ختنہ کو سنت کہا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے اس لئے قربانی کو واجب کہا جائے گا۔

حنفیه کی دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور ہر سال آپ نے قربانی فرمائی کوئی سال ایسا نہیں گذرا جس میں آپ نے قربانی نہ کی ہو اس سے معلوم ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

(۲۵۱۲/۲) يَذْبَحُ عَنْ نَفْسِهٖ وَعَنْ وُلْدِهِ الصَّغِيْرِ.

لغت: وُلد: واؤ کے ضمہ کے ساتھ وَلَدٌ کی جمع ہے۔

ترجمه: ذبح کرے اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد کی جانب سے۔

تشریح: امام صاحب سے حسن بن زیاد کی روایت یہ ہے کہ چھوٹی اولاد کی جانب سے اس کا باپ قربانی

کرے گا مگر ظاہر الروایت یہ ہے کہ بچہ مرفوع القلم ہے، اس لئے چاہے مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔

(۲۵۱۳/۳) وَيَذْبَحُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَاةً أَوْ يَذْبَحُ بَدَنَةً أَوْ بَقَرَةً عَنْ سَبْعَةٍ.

ترجمہ: ذبح کرے ان میں سے ہر ایک آدمی کی طرف سے ایک بکری یا ذبح کرے اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے۔

قربانی کے جانور میں شرکت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

تشریح: اس عبارت میں صاحب کتاب یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قربانی کے جانور میں شرکت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں امام مالک واحمد کا مذہب یہ ہے کہ ایک بکری پورے ایک گھر والوں کی طرف سے کرنا جائز ہے، حتی کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ایک گھر میں کئی افراد صاحب نصاب ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی کی ضرورت نہیں بلکہ اگر ایک بکری کی قربانی کردی جائے تو سب کی طرف سے کافی ہوجائے گی بشرطیکہ وہ سب آپس میں رشتہ دار ہوں اور ایک ہی گھر میں رہتے ہوں، حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر صاحب نصاب کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے ایک بکری سارے گھر والوں کی طرف سے کافی نہیں ہوسکتی۔

امام مالک واحمد کی دلیل: حضرت ابوایوب نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتا۔

جواب: اس حدیث کو ثواب میں شرکت پر محمول کیا جائے گا یعنی ایک شخص اپنی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرے اور اس کے ثواب میں اپنے سارے اہل بیت کو شریک کرلے تو یہ جائز ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے قربان کیا اور دوسرا قربان کرکے فرمایا یہ میری امت میں سے جو لوگ قربانی نہ کرسکیں ان کی طرف سے قربانی کررہا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب امت کی طرف سے قربانی ساقط ہوگئی اسی طرح حضرت ابوایوبؓ کی حدیث میں ہے۔

حنفیہ کی دلیل: اگر ایک قربانی گھر کے سارے افراد کی طرف سے کافی ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض اگر ایک گھر میں پچاس آدمی رہتے ہیں تو ایک بکری پچاس افراد کی طرف سے کافی ہوجائے گی حالانکہ نصوص کی روشنی میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ ایک بکری گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گائے کا ساتواں حصہ سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہوجائے تو پھر ایک گائے کے اندر صرف سات افراد نہیں بلکہ تین سو پچاس افراد کی قربانی ہوسکے گی جو واضح طور پر نصوص کے خلاف ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ گائے اور اونٹ میں سات افراد شریک ہوسکتے ہیں ائمہ اربعہ کا موقف یہ ہے کہ اونٹ

گائے میں کوئی فرق نہیں لہٰذا جس طرح گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں، اسی طرح اونٹ میں بھی سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں، سات سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔

(۴/۲۵۱۴) وَلَيْسَ عَلَى الْفَقِيْرِ وَالْمُسَافِرِ اُضْحِيَةٌ.

ترجمہ: اور نہیں ہے فقیر پر اور مسافر پر قربانی۔

تشریح: حنفیہ کے نزدیک قربانی کے وجوب کے لئے غنی ہونا شرط ہے، یعنی جو شخص صاحب نصاب ہو اس پر قربانی ہے، فقیر پر قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر کرے تو قربانی ادا ہوجائے گی، اسی طرح حنفیہ کے نزدیک مسافر کے حق میں قربانی واجب نہیں ہے صرف مقیم کے حق میں واجب ہے امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی سب لوگوں کے حق میں سنت مؤکدہ ہے مقیم ہو یا مسافر۔

(۵/۲۵۱۵) وَوَقْتُ الْاُضْحِيَةِ يَدْخُلُ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ اِلَّا اَنَّهُ لَايَجُوْزُ لِاَهْلِ الْاَمْصَارِ الذَّبْحُ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ صَلٰوةَ الْعِيْدِ فَاَمَّا اَهْلُ السَّوَادِ فَيَذْبَحُوْنَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَهِيَ جَائِزَةٌ فِيْ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ يَوْمِ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهٗ.

حل لغات: امصار: مصر کی جمع ہے، شہر۔ اهل السواد: سواد کے معنی کالا، چونکہ کھیتی باڑی کی وجہ سے گاؤں کا آدمی کالا نظر آتا ہے اس لئے ان کو اهل السواد کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور قربانی کرنے کا وقت داخل ہوجاتا ہے دسویں تاریخ کی فجر طلوع ہونے سے مگر جائز نہیں شہر والوں کے لئے ذبح کرنا یہاں تک کہ پڑھادے امام عید کی نماز رہے گاؤں والے تو وہ ذبح کرسکتے ہیں فجر کے طلوع ہوتے ہی اور قربانی جائز ہے تین دن ایک دس ذی الحجہ اور دو دن اس کے بعد۔

قربانی کا وقت کیا ہے؟

تشریح: اس عبارت میں صاحب قدوریؒ قربانی کا وقت بیان کررہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ قربانی کا وقت شہر میں نماز عید کے بعد اور گاؤں میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب تک ہے۔

فوائد: اگر شہر یا قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں جہاں نماز عید اور نماز جمعہ جائز ہوجاتی ہے اگر اس میں کسی جگہ نماز عید ادا ہوجائے تو پورے شہر یا پورے قصبہ یا پورے گاؤں والوں کے لئے قربانی کرنا جائز ہے اگر کوئی دیہاتی نماز عید کے لئے شہر آتا ہے تو اس کی قربانی دیہات میں صبح صادق کے بعد شہر کی نماز سے قبل جائز ہے۔

(۶/۲۵۱۶) وَلَا يُضَحّٰى بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَرْجَاءِ الَّتِيْ لَا تَمْشِيْ اِلَى الْمَنْسَكِ وَلَا

الْعَجْفَاءِ.

حل لغات: لایضحی: فعل مضارع منفی مصدر تَضْحِيَةٌ ذبح کرنا۔ العمیاء: بینائی کا چلا جانا۔ العوراء: جمع عَوْرٌ بالفتح ایک آنکھ والا ہونا۔ العرجاء: لنگڑا۔ المنسك: قربانی کی جگہ جمع مناسك. العجفاء: لاغر، دبلا پتلا ہونا۔

ترجمہ: اور قربانی نہ کی جائے اندھے کی، کانے کی، اور ایسے لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جاسکے اور نہ دبلے کی۔

عیب دار جانور کی قربانی درست نہیں

تشریح: اگر قربانی کا جانور اندھا ہو، کانا ہو یا ایسا لنگڑا ہو کہ مذبح تک خود نہیں جاسکتا ہے یا بہت دبلا لاغر بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلا ہونے سے کچھ حرج نہیں یعنی بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ قدرتی ساخت ایسی ہی ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

(۲۵۱۷/ ۷) وَلَا تُجْزِئُ مَقْطُوْعَةُ الْاُذُنِ وَالذَّنَبِ وَلَا الَّتِيْ ذَهَبَ اَكْثَرُ اُذُنِهَا اَوْ ذَنَبِهَا وَاِنْ بَقِيَ الْاَكْثَرُ مِنَ الْاُذُنِ وَالذَّنَبِ جَازَ.

ترجمہ: اور جائز نہیں کان کٹا ہوا اور دم کٹا ہوا اور نہ وہ جس کا اکثر کان یا دم کٹی ہوئی ہو اور اگر اکثر کان اور دم باقی ہو تو جائز ہے۔

تشریح: اگر جانور کا پورا کان یا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو قربانی کرنا جائز نہیں، ایسے ہی اگر جانور کا کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں اسی طرح ایسے جانور کی قربانی درست نہیں جس کی دم تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو اور اگر آدھے سے کم کان کٹا ہوا ہو یا آدھی سے کم دم کٹی ہوئی ہو تو جائز ہے۔

(۲۵۱۸/ ۸) وَيَجُوْزُ اَنْ يُضَحِّيَ بِالْجَمَّاءِ وَالْخَصِيِّ وَالْجَرْبَاءِ وَالثَّوْلَاءِ.

حل لغات: الجماء: جس کے پیدائشی سینگ نہ ہو۔ الخصی: وہ جانور جس کے فوطے نکال لئے گئے ہوں۔ الجرباء: جس کو کھجلی ہو۔ الثولاء: دیوانہ۔

ترجمہ: اور جائز ہے یہ کہ قربانی کی جائے بے سینگ والے کی اور خصی کی اور کھجلی والے کی اور دیوانہ کی۔

تشریح: جس جانور کے پیدائش سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے مگر ٹوٹ گئے یا اوپر کا خول اتر گیا ہو اس کی قربانی درست ہے البتہ سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں یا اکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، آگے فرماتے ہیں خصی کی قربانی جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن دو سینگ والے چتکبرے خصی کی قربانی کی اسی طرح اگر کوئی جانور کھجلی والا ہے لیکن موٹا تازہ ہے تو قربانی جائز ہے، کیونکہ کھجلی

بہت کھجلی ہونا عیب نہیں اسی طرح جانور دیوانہ ہولیکن گوشت کے اعتبار سے ٹھیک ٹھاک ہوتو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

(۹/۲۵۱۹) وَالْاُضْحِيَةُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

ترجمہ: اور قربانی اونٹ گائے اور بکری کی ہوتی ہے۔

کن جانوروں کی قربانی درست ہے اور کن کی نہیں؟

تشریح: اس عبارت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ شرعاً کن جانوروں کی قربانی جائز ہے، چنانچہ قربانی کے جانور اونٹ گائے، دنبہ، بھیڑ، بکرا (مذکر ومؤنث دونوں جائز ہیں) بھینس، گائے کے حکم میں ہے، گھوڑے اور مرغ کی قربانی نہیں ہوسکتی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً گھوڑے کی قربانی کا ثبوت نہیں ہے، ہرن اور نیل گائے بارہ سینگا وغیرہ کی قربانی بھی درست نہیں چاہے ان کو کسی نے اپنے گھر لاکر پالا ہو قربانی کے جانوروں کی تعیین شرعی سماعی ہے، قیاس کو اس میں دخل نہیں ہے، اور شریعت مقدسہ سے صرف تین قسم کے جانور ثابت ہوئے ہیں، قسم اول اونٹ نر و مادہ قسم دوم بکرا بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ نر و مادہ قسم سوم گائے، بھینس نر و مادہ، پس ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی جائز نہیں اور ان کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ وحشی نہ ہوں بلکہ پالتو اور آدمیوں سے مانوس ہوں۔

(۱۰/۲۵۲۰) وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا اِلَّا الضَّأْنَ فَاِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِئُ.

حل لغات: الثنی: وہ جانور جس کے سامنے کے پیدائشی دانت گر گئے ہوں اور نئے دانت اگ گئے ہوں بکری دوسرے سال میں قدم رکھے تو ثنی ہوتی ہے گائے، بھینس دو سال کے بعد تیسرے سال میں قدم رکھے تو ثنی ہوتی ہے، اونٹ پانچویں سال میں قدم رکھے تو نیا دانت آتا ہے اور ثنی ہوتا ہے۔

فصاعداً: یا اس سے اوپر کا۔ الضأن: بھیڑ، دنبہ۔ الجذع: چھ ماہ کا دنبہ۔

ترجمہ: اور کافی ہے ان سب جانوروں میں ثنی یا اس سے بڑا سوائے بھیڑ کے کہ اس سے جذع بھی کافی ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں کتنی ہونی چاہئیں؟

تشریح: قربانی کے جانوروں کی عمریں متعین ہیں بکرا بکری دنبہ بھیڑ ایک سال کے ہوں گائے بیل بھینس بھینسا کٹڑا پورے دو سال کے ہوں اور اونٹ پانچ سال کا، ثنی سے مراد یہی ہے، آگے فرماتے ہیں کہ اگر بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے زیادہ اور ایک سال سے کم ہو مگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیا جائے تو سال بھر سے کم کا نہ معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

(۱۱/۲۵۲۱) وَيَأْكُلُ مِنْ لَحْمِ الْاُضْحِيَةِ وَيُطْعِمُ الْاَغْنِيَاءَ وَالْفُقَرَاءَ وَيَدَّخِرُ وَيَسْتَحِبُّ لَهُ اَنْ لَّا

يَنْقُصَ الصَّدَقَةَ مِنَ الثُّلُثِ.

ترجمہ: اور کھائے قربانی کا گوشت اور کھلائے مالداروں اور فقیروں کو اور ذخیرہ بنا کر رکھ لے اور مستحب یہ ہے کہ تہائی سے کم صدقہ نہ کرے۔

قربانی کا گوشت فقیر وغریب کو دینا

تشریح: قربانی کا گوشت خود کھائے خواہ مالدار ہو اور مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے، اور فقیروں کو بھی کھلا سکتا ہے اور اپنے رشتہ ناطہ کے لوگوں کو دے دے اور فقیروں محتاجوں پر خیرات کرے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی حصہ خیرات کرے خیرات میں تہائی سے کمی نہ کرے لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر سب اپنے لئے روک لیتا ہے تب بھی جائز ہے۔

(۱۲/۲۵۲۲) وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا اَوْ يَعْمَلُ مِنْهُ آلَةً تُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْتِ.

ترجمہ: اور خیرات کردے اس کی کھال یا بنائے اس سے کوئی چیز جو استعمال کی جائے گھر میں۔

قربانی کی کھال

تشریح: قربانی کی کھال کی نسبت یہ حکم ہے کہ یا تو اس کو بجنسہ اپنے کسی کام میں لے آئے، مثلاً رنگوا کر گھر کا ڈول وجوتہ یا جائے نماز ودسترخوان وغیرہ بنالے یا کسی غریب محتاج کو یا قرابت دار واحباب کو دے دے کسی خدمت کے معاوضہ میں نہ دے، مثلاً امام ومؤذن مسجد محلہ کو ان کی خدمت کرنے کے معاوضہ میں نہ دے۔

ہڈی، گوشت فروخت کرنا

مزید وضاحت: قربانی کے جانور کے بال ہڈی گوشت کھال میں سے ہر چیز کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرر ہوتا ہے اس لئے ان میں سے کسی بھی چیز کو فروخت کر کے قیمت سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اور کھال فروخت کرنا اصل حکم کے اعتبار سے ممنوع ہے بلکہ اس کو اپنے استعمال میں لانا چاہئے یا بعینہٖ صدقہ کر دینا چاہئے۔

(۱۳/۲۵۲۳) وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَذْبَحَ اُضْحِيَّتَهُ بِيَدِهٖ اِنْ كَانَ يُحْسِنُ الذَّبْحَ.

ترجمہ: اور افضل یہ ہے کہ ذبح کرے اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے اگر اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو۔

ذبح کرنے کا طریقہ

تشریح: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا سر دکھن کی جانب اور ٹانگیں شمال کی جانب میں رکھی جائیں اور

بائیں کروٹ پر لٹایا جائے تا کہ جانور کا استقبال قبلہ ہو جائے اس کے بعد آپ سمجھئے کہ مستحب اور افضل یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے لیکن جو شخص کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے تو کم از کم ذبح ہوتے وقت وہاں موجود رہے، تا کہ اپنے جانور کو ذبح ہوتے اور اس کا خون بہتے اپنی آنکھ سے دیکھے خود ذبح کرنے میں یا دوسرے درجہ میں اپنی موجودگی میں کسی سے ذبح کرانے میں جو شوق وخلوص جوامنگ اور خدا کے ساتھ جو دلی تعلق ہوتا ہے اور مقاصد قربانی کی تکمیل جو اس صورت میں ہوتی ہے کہیں دور بیٹھے بیٹھے کسی سے ذبح کرانے میں وہ بات نہیں۔

(۲۵۲۴/۱۴) وَيُكْرَهُ اَنْ يَذْبَحَهَا الْكِتَابِيُّ.

ترجمہ: اور مکروہ ہے یہ کہ ذبح کرے قربانی کو کوئی کتابی۔

تشریح: یہود ونصاریٰ کے لئے قربانی کا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ قربانی تو عبادت ہے اور وہ اس کے اہل نہیں ہیں تاہم ذبح کر دیا تو حلال ہو جائے گا۔

(۲۵۲۵/۱۵) وَاِذَا غَلَطَ رَجُلَانِ فَذَبَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اُضْحِيَةَ الْآخَرِ اَجْزَاَ عَنْهُمَا وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: اگر غلطی کی دو آدمیوں نے اور ذبح کر دیا ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کو تو کافی ہوگی دونوں کی طرف سے اور ضمان نہیں ہے ان پر۔

تشریح: دو آدمیوں کے پاس قربانی کے جانور تھے دونوں نے غلطی سے اپنے جانور کے بجائے دوسرے کا جانور ذبح کر دیا تو دونوں کی قربانی ادا ہو جائے گی اور کسی پر بھی تاوان نہ ہوگا چونکہ دونوں نے جانور قربانی ہی کے لئے خریدا ہے اور دونوں کی دلی خواہش یہ ہے کہ کوئی وقت کے اندر میری قربانی کر دے اس لئے اشارۃً دونوں کی جانب سے قربانی کرنے کی اجازت ہے اس لئے دونوں کی قربانی ہو جائے گی اور جانور کو مصرف میں خرچ کر دیا ہے اس لئے کسی پر تاوان نہ ہوگا۔

كِتَابُ الْاَيْمَانِ

(یہ کتاب قسم کھانے کے احکام کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: چونکہ قربانی کے جانور کے ذریعہ پل صراط سے پار ہونے پر تقویت ملے گی جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنی قربانیوں کی تعظیم وتوقیر کرو کیونکہ یہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی اسی طرح قسم کے ذریعہ اپنی بات کو تقویت پہنچانا مقصود ہوتا ہے گویا کہ تقویت کے اعتبار سے دونوں میں مناسبت ہے۔ (رقم الحاشیہ ٦)

لغوی تحقیق: ایمان جمع ہے یمین کی اور یمین کے لغوی معنی داہنا ہاتھ پھر اس کا اطلاق ہونے لگا قسم پر کیونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ آپس میں قسمیں کھاتے ہیں تو اس وقت ایک دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دائیں ہاتھ کا کام کسی چیز کو محفوظ رکھنا ہے پھر اس کا اطلاق قسم پر اسی لئے کیا گیا ہے کہ محلوف علیہ (جس پر قسم کھائی) کی آدمی رعایت اور حفاظت کرتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: کسی چیز کو مضبوط اور مؤکد کرنا اللہ کا نام یا اس کی صفت ذکر کر کے۔

(۱/۲۵۲۶) اَلْاَیْمَانُ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَضْرُبٍ یَمِیْنُ غَمُوْسٍ وَیَمِیْنُ مُنْعَقِدَةٍ وَیَمِیْنُ لَغْوٍ.

ترجمہ: قسمیں تین طرح پر ہیں یمین غموس، یمین منعقدہ، یمین لغو۔

یمین کی اقسام ثلٰثہ کا بیان

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے اجمالاً یمین کی تین قسمیں بیان کی ہیں، تفصیل آگے آرہی ہے، غموس کے معنی ہیں ڈوب جانا، چونکہ جھوٹی قسم کھانے والا گناہوں میں ڈوب جاتا ہے، اس لئے اس کو یمین غموس کہتے ہیں۔

(۲/۲۵۲۷) فَیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ هِیَ الْحَلْفُ عَلٰی اَمْرٍ مَاضٍ یَتَعَمَّدُ الْکِذْبَ فِیْهِ فَهٰذِهِ الْیَمِیْنُ یَاْثِمُ بِهَا صَاحِبُهَا وَلَا کَفَّارَةَ فِیْهَا اِلَّا التَّوْبَةُ وَالْاِسْتِغْفَارُ.

ترجمہ: پس یمین غموس وہ قسم کھانا ہے گذشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہوئے، اس قسم میں گناہ گار ہوتا ہے قسم کھانے والا اور اس میں کفارہ نہیں ہے، سوائے توبہ اور استغفار کے۔

تشریح: اس عبارت میں صاحب قدوریؒ نے یمین غموس کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ یمین غموس یہ ہے کہ فعل ماضی پر ارادۃً جھوٹی قسم کھائے مثلاً ایک شخص کو معلوم ہے کہ خالد نہیں آیا، مگر اس کے باوجود کہتا ہے کہ اللہ کی قسم خالد آگیا ہے، اس قسم میں ہمارے اور امام مالک کے نزدیک گناہ تو ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہے کیونکہ جھوٹی قسم کھانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی تلافی کفارہ سے ہو ہی نہیں سکتی، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔

دلیل: یہ ہے کہ چونکہ اس قسم میں جھوٹ بولا جاتا ہے، اور دل بھی اس کو جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، تو گویا دل ہی اس کا کسب کرتا ہے اور جس گناہ کا دل کسب کرتا ہے اور اس میں دل کے ارادے کو دخل ہوتا ہے اس پر مؤاخذہ کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم" کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں میں سے مواخذہ کرے گا جن کا تمہارے دلوں نے کسب کیا ہے معلوم ہوا کہ یمین غموس میں بھی مواخذہ ہوگا اور مواخذہ سے یہاں کفارہ مراد ہے پس ثابت ہوگیا کہ اس قسم میں کفارہ واجب ہوگا۔

جواب: یہ ہے کہ یہ کہنا یہاں مواخذہ سے کفارہ مراد ہے صحیح نہیں ہے بلکہ مواخذہ سے یہاں اخروی مواخذہ مراد ہے اور اس سے نجات کے لئے توبہ واستغفار کی ضرورت ہے، اس لئے اس قسم میں بھی توبہ واستغفار کیا جائے گا۔

دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر قسم کھائے حال یہ کہ وہ اس میں جھوٹا ہو اور کھائے اس لئے تاکہ اس قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کے مال کو خود قبضا لے تو اس شخص کا انجام یہ ہوگا کہ وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ (ابوداؤد باب فی مَنْ حلف لِيَقْتَطِعَ بها مالا) اس حدیث میں یمین غموس کھانے والے پر کفارہ کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ اگر کفارہ واجب ہوتا تو ضرور اس کو ذکر کرتے۔

(۳/۲۵۲۸) وَالْيَمِيْنُ الْمُنْعَقِدَةُ هِيَ اَنْ يَّحْلِفَ عَلَى الْاَمْرِ الْمُسْتَقْبِلِ اَنْ يَّفْعَلَهُ اَوْ لَا يَفْعَلَهُ فَاِذَا حَنَثَ فِيْ ذٰلِكَ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ.

ترجمہ: اور یمین منعقدہ وہ قسم کھانا ہے آئندہ کے معاملہ پر اس کے کرنے یا نہ کرنے کی پھر جب اس میں حانث ہو جائے تو لازم ہوگا اس پر کفارہ۔

تشریح: یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ کے فعل پر کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے مثلاً یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں سبق میں شریک ہوں گا یا اللہ کی قسم میں غیر حاضری نہیں کروں گا، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے اپنی قسم کو پورا کیا تو صحیح ہے اور اگر حانث ہو گیا تو بالاتفاق یہ شخص گناہ گار بھی ہوگا اور اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

(۴/۲۵۲۹) وَيَمِيْنُ اللَّغْوِ هُوَ اَنْ يَّحْلِفَ عَلٰى اَمْرٍ مَاضٍ وَهُوَ اَنَّهُ يَظُنُّ كَمَا قَالَ وَالْاَمْرُ بِخِلَافِهٖ فَهٰذِهِ الْيَمِيْنُ نَرْجُوْا اَنْ لَّا يُؤَاخِذَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا صَاحِبَهَا.

ترجمہ: اور یمین لغو یہ ہے کہ قسم کھائے گذری ہوئی بات پر، یہ گمان کرتے ہوئے کہ جیسے میں نے کہا ویسے ہی ہے حالانکہ معاملہ اس کے خلاف ہو اس قسم میں ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائیں گے صاحب قسم سے۔

تشریح: یمین لغو کی تفسیر میں ائمہ کا اختلاف ہے:

امام شافعی: کے نزدیک یمین لغو وہ یمین کہلاتی ہے جو بلا ارادہ لوگوں کی زبان پر کلام کے دوران ماضی حال یا مستقبل سے متعلق آجاتی ہے امام احمد کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے۔

دلیل: حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ یمین لغو کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ یمین لغو یہ ہے کہ آدمی اپنے کلام میں یہ کہے نہیں خدا کی قسم ہاں خدا کی قسم وغیرہ وغیرہ۔

امام اعظمؒ واحمد: کے نزدیک یمین لغو یہ ہے کہ کسی فعل ماضی یا حال کو اپنے گمان میں سچا سمجھتے ہوئے جھوٹی قسم کھائے، مثلاً متکلم یہ سمجھ کر کہ شاہد آگیا ہے یہ قسم کھائے کہ بخدا شاہد آگیا ہے حالانکہ واقعہ میں شاہد نہیں آیا۔

دلیل: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں هو الحلف علی یمین کاذبة وهو یریٰ انه صادق یعنی کسی جھوٹی بات پر قسم کھائی اور اپنے گمان میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نے سچی بات پر قسم کھائی ہے یمین لغو کہلاتی ہے۔

حکم: یمین لغو کا حکم یہ ہے کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا وہ معاف ہے قرآن کریم میں ہے: لایؤاخذکم اللّٰه باللغو فی ایمانکم. کہ اللہ تعالیٰ یمین لغو کے بارے میں تم سے مواخذہ نہیں کریگا۔

(۵/۲۵۳۰) وَالْقَاصِدُ فِي الْيَمِينِ وَالْمُكْرَهِ وَالنَّاسِيْ سَوَاءٌ.

ترجمه: اور قسم میں جان بوجھ کر اور زبردستی کیا ہوا اور بھول کر کھانے والا سب برابر ہیں۔

تشریح: اپنے اختیار سے جان بوجھ کر قسم کھائی تو اس کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم ہوگا اور کسی نے زبردستی قسم کھلوائی تو اس کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم ہے، اور بھول کر قسم کھائی تو بھی اس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا، امام شافعیؒ کے نزدیک زبردستی قسم کھلوائے تو واقع نہیں ہوگی، ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ثلاث جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلطَّلَاقُ وَالنِّكَاحُ وَالْيَمِيْنُ. (اللباب ۳/۱۰۵) یعنی تین باتیں حقیقت بھی حقیقت ہیں اور ان کا مذاق بھی حقیقت ہیں یعنی واقع ہو جائیں گی، طلاق، نکاح، قسم۔

(۶/۲۵۳۱) وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوْفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا اَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ.

حل لغات: محلوف علیه: جس بات پر قسم کھائی ہو اس کو محلوف علیہ کہتے ہیں۔

ترجمه: اور جس نے کرلیا محلوف علیہ زبردستی یا بھول کر تو وہ بھی برابر ہے۔

تشریح: جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اس کے کرنے پر کسی نے زبردستی کی جس سے مجبور ہو کر وہ کام کرلیا تو بھی قسم کا کفارہ لازم ہوگا، اسی طرح بھول کر وہ کام کرلیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو بھی کفارہ لازم ہوگا۔

(۷/۲۵۳۲) وَالْيَمِيْنُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ بِاسْمٍ مِّنْ اَسْمَائِهِ كَالرَّحْمٰنِ وَالرَّحِيْمِ اَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِ ذَاتِهِ كَعِزَّةِ اللّٰهِ وَجَلَالِهِ وَكِبْرِيَائِهِ اِلَّا قَوْلَهُ وَعِلْمِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَايَكُوْنُ يَمِيْنًا.

ترجمه: اور قسم اللہ کی یا اس کے کسی نام کی ہوتی ہے، جیسے رحمٰن، رحیم یا اس کی کسی ذاتی صفت کے ساتھ ہوتی ہے، جیسے اللہ کی عزت، اس کے جلال اور، اس کی کبریائی کی قسم مگر اس کا قول، وعلم اللہ کہ یہ قسم نہیں ہوتی۔

قسم کھانے کا طریقہ

تشریح: اس عبارت میں قسم کھانے کے طریقوں کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اگر قسم کھانی ہو تو لفظ اللہ سے کھائے یا اس کے ننانوے نام ہیں ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ کھائے، یا اس کی ذاتی صفت کے ذریعہ کھائے مثلاً

اللہ کی عزت کی قسم اس کے جلال کی قسم یا اس کی بڑائی کی قسم، تو اس طرح قسم منعقد ہو جائے گی لیکن اگر اللہ کے علم سے قسم کھائے تو اس سے قسم منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہاں علم بول کر معلوم مراد لیتے ہیں اور معلوم شئی اللہ کی صفت ذاتی نہیں ہے اس لئے قسم منعقد نہ ہوگی۔

(۸/۲۵۳۳) وَاِنْ حَلَفَ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ كَغَضَبِ اللّٰهِ وَسَخَطِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا.

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کسی فعلی صفت کے ساتھ جیسے اللہ کے غضب اور اللہ کی ناراضگی کی قسم، تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: وہ تمام صفات جو اللہ کی ذاتی نہیں ہیں بلکہ فعلی اور وقتی ہیں ان کے ذریعہ سے قسم کھائے تو قسم منعقد نہ ہوگی جیسے یوں کہے اللہ کے غضب کی قسم یا اللہ کی ناراضگی کی قسم میں ایسا کروں گا تو اس سے قسم منعقد نہ ہوگی۔

(۹/۲۵۳۴) وَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْقُرْاٰنِ وَالْكَعْبَةِ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی اللہ بزرگ و برتر کے علاوہ کی تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا جیسے نبی علیہ السلام قرآن اور کعبہ کی قسم۔

کیا غیر اللہ کی قسم کھانا درست ہے؟

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھائے مثلاً نبی کی قسم، قرآن کی قسم یا کعبہ کی قسم تو اس سے قسم منعقد نہ ہوگی، فتاویٰ محمودیہ میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی قسم کھانا منع ہے، تاہم اگر کسی نے کھائی تو وہ منعقد ہو جائے گی۔ وقال العینی عندی ان المصحف یمین لاسیما فی زماننا. درمختار ۳/۲۹۱) (فتاویٰ محمودیہ ۸/۲۱۰)

(۱۰/۲۵۳۵) وَالْحَلْفُ بِحُرُوْفِ الْقَسَمِ وَحُرُوْفُ الْقَسَمِ ثَلٰثَةٌ اَلْوَاوُ كَقَوْلِهٖ وَاللّٰهِ وَالْبَاءُ كَقَوْلِهٖ بِاللّٰهِ وَالتَّاءُ كَقَوْلِهٖ تَاللّٰهِ.

ترجمہ: اور قسم حروف قسم سے ہوتی ہے اور حروف قسم تین ہیں، واؤ ہے جیسے واللہ، اور باء ہے جیسے باللہ اور تاء ہے جیسے تاللہ۔

تشریح: واؤ، باء، تاء، ان حرفوں کے ساتھ قسم کھانے کا ثبوت ہے جیسے تاللّٰہ لاکیدن اصنامکم. (خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا)

اس میں تاء کے ساتھ قسم کھانے کا ثبوت ہوا اور واؤ کے ساتھ ثبوت حضرت عائشہؓ سے منقول اس روایت میں ہے یا امة محمد و اللّٰه لو تعلمون. (بخاری)

اے امت محمد قسم خدا کی کاش کہ تم جان لیتے۔

(۱۱/۲۵۳۶) وَقَدْ تُضْمَرُ الْحُرُوْفُ فَيَكُوْنُ حَالِفًا كَقَوْلِهِ اللّٰهِ لَا اَفْعَلُ كَذَا.

ترجمہ: اور کبھی حروف قسم پوشیدہ ہوتے ہیں اس میں بھی قسم کھانے والا ہوگا جیسے خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔

تشریح: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حروف قسم کلام میں ظاہر نہیں کرتے بلکہ پوشیدہ ہوتے ہیں اس صورت میں بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے جیسے اللّٰه لا افعل كذا میں اللہ سے پہلے واؤ محذوف ہے اصل میں واللہ تھا اور حرف جر کا حذف کرنا عرب کی عادت ہے۔

(۱۲/۲۵۳۷) وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِذَا قَالَ وَحَقِّ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ.

ترجمہ: اور امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب وحق اللہ کہے تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: طرفین فرماتے ہیں کہ اللہ کے حق سے مراد اطاعت خداوندی ہے تو قسم لغیر اللہ ہوئی، اس لئے وحق اللہ کہنے سے قسم منعقد نہ ہوگی، صاحب ہدایہ نے عادت کے موافق اسی قول کی دلیل آخر میں بیان کی ہے اور عالمگیری نے اسی قول کو راجح کہا ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ "حق" اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی ذاتی صفت کے ذریعہ قسم کھا سکتے ہیں اس لئے قسم منعقد ہو جائے گی، امام ابو یوسف کی ایک روایت امام صاحب کے مسلک کے مطابق ہے۔

(۱۳/۲۵۳۸) وَاِذَا قَالَ اُقْسِمُ اَوْ اُقْسِمُ بِاللّٰه اَوْ اَحْلِفُ اَوْ اَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَوْ اَشْهَدُ اَوْ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ فَهُوَ حَالِفٌ.

ترجمہ: اور اگر کہا میں قسم کھاتا ہوں یا اللہ کی قسم کھاتا ہوں یا حلف اٹھاتا ہوں یا اللہ کا حلف اٹھاتا ہوں یا گواہ کرتا ہوں یا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو وہ قسم کھانے والا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں قسم کے تین الفاظ بیان کئے ہیں اقسم، احلف، اشہد، ان سے قسم ہو جائے گی اور ان الفاظ کے ساتھ اللہ لگا دیں تو بدرجہ اولیٰ منعقد ہو جائے گی کیونکہ صراحت کے قسم ہوگی۔

(۱۴/۲۵۳۹) وَكَذَالِكَ قَوْلُهُ وَعَهْدِ اللّٰهِ وَمِيْثَاقِهِ وَعَلَيَّ نَذْرٌ اَوْ نَذْرُ اللّٰهِ فَهُوَ يَمِيْنٌ

ترجمہ: اور اسی طرح یہ کہنا وعهد الله، و میثاقه مجھ پر نذر ہے یا اللہ کی نذر یہ بھی قسم ہے۔
تشریح: یوں کہا اللہ کا عہد کر کے کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے قسم منعقد ہو جائے گی یا اللہ کا میثاق (عہد) کر کے کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے بھی قسم منعقد ہو جائے گی، اسی طرح اگر یوں کہا کہ اس کام کے کرنے کی مجھ پر نذر ہے یا اس کام کے کرنے کی اللہ کی نذر ہے تو یہ بھی قسم ہو جائے گی۔

(۲۵۴۰/۱۵) وَاِنْ قَالَ اِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَاَنَا يَهُوْدِيٌّ اَوْ نَصْرَانِيٌّ اَوْ مَجُوْسِيٌّ اَوْ مُشْرِكٌ اَوْ كَافِرٌ كَانَ يَمِيْنًا.

ترجمہ: کسی نے کہا اگر میں ایسا کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک یا کافر ہوں تو یہ قسم ہوگی۔
تشریح: اگر یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا مشرک ہوں یا کافر ہوں تو قسم منعقد ہو جائے گی اور وہ کام نہ کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا لیکن وہ واقعی یہودی یا نصرانی یا مشرک یا کافر نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو اسلام سے انکار کے بعد ہوتا ہے۔

(۲۵۴۱/۱۶) وَاِنْ قَالَ فَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰهِ اَوْ سَخَطُهٗ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ.

ترجمہ: اور اگر کہا مجھ پر اللہ کا غضب یا اس کا غصہ ہے تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔
تشریح: کسی آدمی نے یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یا اللہ کا غصہ ہو تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی کیوں کہ ان جملوں سے اپنے اوپر ایک قسم کی بددعاء ہے اللہ کی ذات یا صفت ذاتی کے ساتھ قسم کھانا نہیں ہے اس لئے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

(۲۵۴۲/۱۷) وَكَذَالِكَ اِنْ قَالَ اِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَاَنَا زَانٍ اَوْ شَارِبُ خَمْرٍ اَوْ اٰكِلُ رِبٰوا فَلَيْسَ بِحَالِفٍ.

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کہا اگر کروں ایسا تو میں زنا کار ہوں یا شراب پینے والا ہوں، یا سود کھانے والا ہوں تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔
تشریح: عبارت میں مذکورہ تمام جملے قسم میں غیر متعارف ہیں اس لئے ان سے بھی قسم منعقد نہ ہوگی۔

(۲۵۴۳/۱۸) وَكَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ عِتْقُ رَقَبَةٍ يُجْزِئُ فِيْهَا مَا يُجْزِئُ فِي الظِّهَارِ.

ترجمہ: اور قسم کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے اس میں وہی غلام کافی ہے جو ظہار میں کافی ہوتا ہے۔

کفارۂ یمین اور اس کے مسائل

تشریح: کفارۂ ظہار میں مسلمان غلام کافر مذکر ومؤنث چھوٹا بڑا ان سب غلاموں سے کفارہ ادا ہوجاتا ہے اسی طرح کفارہ قسم میں بھی اس طرح کا غلام کافی ہے۔

(۱۹/۲۵۴۴) وَاِنْ شَاءَ كَسَا عَشَرَةَ مَسَاكِيْنَ كُلَّ وَاحِدٍ ثَوْبًا فَمَا زَادَ وَاَدْنَاهُ مَا يَجُوْزُ فِيْهِ الصَّلٰوةُ.

ترجمہ: اور اگر چاہے دس مسکینوں کو کپڑا پہنادے ہر ایک کو ایک کپڑا یا اس سے زیادہ اور ادنی کپڑا یہ ہے کہ جس میں نماز ہوجائے۔

تشریح: ماقبل میں بتلایا گیا کہ قسم کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا ہے اب اگر غلام آزاد نہیں کرنا چاہتا تو دس مسکینوں کو کپڑا پہنادے ہر ایک کو ایک ایک کپڑا دے اور اگر اس سے زیادہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے، وہ ایک کپڑا کم سے کم اتنا بڑا ہو کہ مرد کی نماز اس کپڑے میں ادا ہوجائے یعنی ناف سے گھٹنے تک ہو کیونکہ نماز میں مرد کو ناف سے گھٹنے تک چھپانا ضروری ہے لہٰذا اتنا ہی کپڑا دینا کافی ہوگا۔

(۲۰/۲۵۴۵) وَاِنْ شَاءَ اَطْعَمَ عَشَرَةَ مَسَاكِيْنَ كَالْاِطْعَامِ فِيْ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ.

ترجمہ: اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلادے جیسے کھانا کھلانا ہوتا ہے کفارۂ ظہار میں۔

تشریح: جس طرح کفارۂ ظہار میں کھانا کھلانا کافی ہوتا ہے اسطرح کفارہ قسم میں صبح وشام دس مسکینوں کو کھانا کھلانا کافی ہوگا، نیز امام صاحب کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے کہ ہر ایک مسکین کو آدھا صاع گیہوں دے یا ایک صاع کھجور دے یا ایک صاع جو دے۔

(۲۱/۲۵۴۶) فَاِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى اَحَدِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ الثَّلٰثَةِ صَامَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ.

ترجمہ: اگر قادر نہ ہو ان تین چیزوں میں سے کسی ایک پر تو تین دن پے در پے روزے رکھے۔

تشریح: کسی کو غلام آزاد کرنے یا کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے پر قدرت نہ ہو تب تین دن مسلسل روزے رکھے اس کی دلیل خود آیت میں ہے **فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام** اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں **فصيام ثلثة ايام متتابعات** ہے یعنی پے در پے تین دن کے روزے رکھے۔

(۲۲/۲۵۴۷) فَاِنْ قَدَّمَ الْكَفَّارَةَ عَلَى الْحِنْثِ لَمْ يُجْزِهٖ.

ترجمہ: اگر مقدم کردے کفارہ حانث ہونے پر تو جائز نہیں ہے۔

تشریح: پہلے قسم کے خلاف کر کے حانث ہو پھر کفارہ ادا کرے تو کفارہ ادا ہوگا اور اگر پہلے کفارہ ادا کیا پھر وہ کام کیا اور حانث ہوا تو وہ کفارہ کافی نہیں ہے کفارہ دوبارہ ادا کرنا ہوگا اور پہلے دیا ہوا صدقہ نافلہ کے درجہ میں ہو جائے گا، یہ مذہب حنفیہ کا ہے، ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ قسم کھانے کے بعد حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ دینا جائز ہے مگر امام شافعیؒ کے نزدیک کفارۂ مالیہ کی تقدیم تو جائز ہے اور غیر مالیہ یعنی کفارہ بالصوم کی تقدیم جائز نہیں۔

دلیل: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت یمین واتیت الذی ھو خیر. (ابوداؤد باب الحنث اذا کان خیرا)

آپ فرما رہے ہیں واللہ میرا طریقہ یہ ہے کہ اگر میں کسی چیز پر قسم کھا بیٹھوں اور پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر سمجھوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں، اور وہ کام جس کو خیر سمجھتا ہوں اس کو کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دینے کا ذکر پہلے فرمایا اور بعد میں اس کام کو ذکر کیا جس سے حانث ہوں گے معلوم ہوا کہ حانث ہونے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے۔

حنفیہ کی دلیل مع جواب: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرةؓ کی حدیث ہے: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عبدالرحمن اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فات الذی ھو خیر وکفر یمینک.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالرحمٰن! جب تو کسی چیز کے بارے میں قسم کھائے پھر اس سے بہتر کوئی دوسری چیز دیکھے تو بہتر کو اختیار کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

ملاحظہ فرمائیے! کہ اس حدیث میں حانث ہو جانے کے بعد پھر کفارہ کا ذکر ہے جو کہ ائمہ ثلاثہ کی پیش کردہ حدیث کے بالکل برعکس ہے اور تعارض کے وقت اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جو قیاس کے موافق ہو اور قیاس کا تقاضہ یہی ہے کہ کفارہ قبل الحنث جائز نہیں ہے اس لئے کہ حانث ہونا ایک جنایت ہے جس کا کفارہ دیا جاتا ہے لیکن جب آدمی نے ابھی تک جنایت ہی نہیں کی اور حانث ہی نہیں ہوا تو کفارہ دینے کا کیا مطلب؟ پتہ چلا کہ کفارہ حنث کے بعد ادا کیا جائے گا حنث سے پہلے ادا نہیں کیا جائے گا۔

(۲۳/۲۵۴۸) وَمَنْ حَلَفَ عَلٰی مَعْصِیَةٍ مِثْلُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ اَوْ لَایُکَلِّمَ اَبَاهُ اَوْ لَیَقْتُلَنَّ فُلَانًا فَیَنْبَغِیْ اَنْ یَحْنَثَ نَفْسَهٗ وَیُکَفِّرَ عَنْ یَمِیْنِهٖ.

ترجمہ: اور جس نے قسم کھائی گناہ پر مثلاً یہ کہ نماز نہیں پڑھے گا یا اپنے باپ سے بات نہیں کریگا یا فلاں کو ضرور قتل کریگا تو مناسب ہے کہ خود ہی حانث ہو جائے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

گناہ پر قسم کھانے کا بیان

تشریح: معصیت کی دو قسمیں ہیں (۱) معصیت لعینہا یعنی جو اپنی ذات میں گناہ ہے جیسے شراب پینا، چوری کرنا قتل کرنا جھوٹ بولنا (۲) معصیت لغیر ہا یعنی جو اپنی ذات میں تو گناہ نہیں ہے لیکن کسی عارض کی وجہ سے وہ معصیت بن گئی جیسے بقرعید کے دن روزہ رکھنا حنفیہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو افعال اپنی ذات کے اعتبار سے گناہ ہیں اگر کوئی شخص ان کی نذر کرے تو وہ نذر منعقد ہی نہیں ہوگی اور جب منعقد ہی نہ ہوگی تو اس شخص کے لئے وہ کام کرنا جائز بھی نہیں اور نہ کرنے کے نتیجہ میں اس پر کفارہ بھی نہیں آئے گا اور اگر معصیت لغیر ہا کی نذر کی ہے تو اس صورت میں نذر منعقد ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص نے ۹ رذی الحجہ کو یوں کہا کہ میں کل روزہ رکھوں گا تو یہ نذر صحیح ہے لیکن ۱۰ رذی الحجہ میں روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ بعد میں اس کی قضا کرے، اور اگر کوئی شخص معصیت لعینہا کی قسم کھالے کہ میں فلاں کو قتل کروں گا تو اس صورت میں اس کو وہ گناہ کرنا تو جائز نہیں ہوگا لیکن قسم پوری نہ کرنے کی وجہ سے اس کے ذمہ کفارہ یمین لازم ہو جاتا ہے، بطور افادہ کے یہ باتیں ذکر کی گئیں ہیں اب صورت مسئلہ سنئے اگر کسی نے یوں کہا خدا کی قسم اپنے والدین سے نہ بولوں گا، یا نماز نہ پڑھوں گا، یا فلاں کو ضرور قتل کروں گا، تو اس کو چاہئے کہ والدین سے بات کرے اور نماز پڑھے، اور فلاں کو قتل نہ کرے اور کفارہ ادا کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی بات پر قسم کھا بیٹھے اور اس کے خلاف میں بہتر ائی ہو تو قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

(۲۵۴۹/۲۴) وَاِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنِثَ فِي حَالِ الْكُفْرِ اَوْ بَعْدَ اِسْلَامِهِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اگر قسم کھائی کافر نے پھر حانث ہو گیا کفر ہی کی حالت میں یا اسلام لانے کے بعد تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: قسم منعقد ہوتی ہے اللہ کے نام سے یا اس کی صفات ذاتی سے اور کافر نہ اللہ کو مانتا ہے اور نہ اس کی صفات ذاتی کو مانتا ہے اس لئے اللہ کا نام بھی لے کر قسم کھائے تب بھی منعقد نہ ہوگی اور جب قسم ہی نہ ہوئی تو چاہے کفر کی حالت میں حانث ہو یا اسلام کی حالت میں حانث ہو کفارہ نہیں ہوگا۔

(۲۵۵۰/۲۵) وَمَنْ حَرَّمَ عَلٰى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَمْلِكُهُ لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا وَعَلَيْهِ اِنِ اسْتَبَاحَهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ.

ترجمہ: اور جس نے حرام کرلی اپنے اوپر ایسی چیزیں جس کا خود وہ مالک ہے تو وہ اس پر حرام نہ ہوگی پھر اگر اس کو مباح سمجھے تو اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

تشریح: جو چیزیں انسان کیلئے حلال ہیں اور خود اسکی ملکیت میں ہیں ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلے تو وہ چیزیں حقیقت میں تو حرام نہیں ہوں گی البتہ اگر ان کو استعمال کرلیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔

تنبیه: لم یصر محرما، کا مطلب یہ ہے کہ وہ حرام لعینہ نہ ہوگی اور ان استباحہ سے مراد یہ ہے کہ وہ مباح چیز کی طرح سے اپنے کام میں لائے یہ مطلب نہیں کہ اس کو حلال کرلے بعد اس کے کہ وہ حرام تھی۔

(۲۶/۲۵۵۱) فَاِنْ قَالَ کُلُّ حَلَالٍ عَلَیَّ حَرَامٌ فَهُوَ عَلَی الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ اِلَّا اَنْ یَنْوِیَ غَیْرَ ذَالِکَ

ترجمہ: اگر کہا ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ کھانے پینے کی چیزوں پر محمول ہوگا مگر یہ کہ اسکے علاوہ نیت کرے۔

تشریح: اگر کوئی شخص یہ کہے کل حلال علی حرام تو یہ تحریم کھانے پینے پر محمول ہوگی بیوی حرام نہ ہوگی، بلکہ کھانے پینے کی چیز استعمال کرنے سے کفارہ لازم ہوگا حرام تو وہ بھی نہ ہوگی ظاہر الروایت تو یہی ہے لیکن متاخرین مشائخ کا فتویٰ اس پر ہے کہ قائل کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور اگر چند بیویاں ہوں تو سب ایک ایک طلاق سے بائنہ ہوجائے گی کیونکہ تحریم حلال کا زیادہ تر استعمال طلاق ہی میں ہے۔

(۲۷/۲۵۵۲) وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا فَعَلَیْهِ الْوَفَاءُ وَاِنْ عَلَّقَ نَذْرًا بِشَرْطٍ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَعَلَیْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ وَرُوِیَ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَجَعَ عَنْ ذٰلِکَ وَقَالَ اِذَا قَالَ اِنْ فَعَلْتُ کَذَا فَعَلَیَّ حَجَّةٌ اَوْ صَوْمُ سَنَةٍ اَوْ صَدَقَةُ مَا اَمْلِکُهُ اَجْزَاَهُ مِنْ ذٰلِکَ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

ترجمہ: کسی نے مطلق نذر مانی تو اس پر اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر معلق کردیا نذر کو کسی شرط پر پس شرط پائی گئی تو اس پر پورا کرنا ہے نفس نذر کی وجہ سے اور منقول ہے کہ امام صاحب نے اس سے رجوع کرلیا اور فرمایا اگر کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر حج ہے یا ایک سال کے روزے یا جس چیز کا میں مالک ہوں اس کا صدقہ کرنا ہے تو ان ساری باتوں کے بدلہ اس کو کفارہ یمین کافی ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے۔

تشریح: اگر کسی نے مطلق نذر مانی تو اس پر نذر کا پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً کسی نے منت مانی کہ راہ خدا میں ایک سو روپے خیرات کروں گا تو اس پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ قرآن میں ہے ولیوفوا نذورهم.

نذر کی دوسری صورت نذر معلق ہے مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں امتحان میں اول نمبر سے پاس ہوگیا تو ایک سال کے روزے رکھوں گا تو شرط پائے جانے پر ایک سال کے روزے رکھنا ضروری ہے، یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا پہلے تھا بعد میں آپ نے اس سے رجوع کرلیا اور مرجوع الیہ قول یہ ہے کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ اگر میں امتحان میں اول نمبر آیا تو ایک سال کے روزے رکھوں گا یا میرے پاس جتنا مال ہے سب کو صدقہ کردوں گا اور شرط پائی گئی تو اب اسے اختیار ہے چاہے ایک سال کے روزے رکھے یا پوری ملکیت صدقہ کردے یا پھر کفارہ یمین ادا کرے، امام محمدؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۲۸/۲۵۵۳) وَمَنْ حَلَفَ لَایَدْخُلُ بَیْتًا فَدَخَلَ الْکَعْبَةَ اَوِ الْمَسْجِدَ اَوِ الْبِیْعَةَ اَوِ الْکَنِیْسَةَ لَمْ

يَحْنَثْ.

حل لغات: بیت: اس جگہ کا نام جہاں رات گذاری جائے جمع بُیُوْت. البیعة: عیسائیوں کا عبادت خانہ۔ الکنیسة: یہودیوں کا عبادت خانہ۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر داخل ہوا کعبہ میں یا مسجد میں یا کلیسا میں یا گرجا میں تو حانث نہیں ہوگا۔

داخل ہونے پہننے بات کرنے پر قسم کھانے کا بیان

تشریح: بیت اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں رات گزاری جائے چوں کہ مسجد کعبہ کلیسا یا گرجا رات گزارنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ عبادت کرنے کے لئے ہیں اس لئے ان جگہوں میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا۔

(۲۹/۲۵۵۴) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ فَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِي الصَّلٰوةِ لَمْ يَحْنَثْ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ وہ بات نہیں کریگا پھر اس نے قرآن پڑھا نماز میں تو حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: نماز میں قرآن پڑھنا کلام نہیں ہے بلکہ قرأت ہے اس لئے نماز میں قرآن پڑھنے سے حانث نہ ہوگا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تسبیح ذکر اور قرأت قرآن سے بھی حانث ہو جائے گا، حنفیہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ نماز کے باہر ذکر تسبیح وغیرہ کریگا تو حانث ہو جائے گا۔

(۳۰/۲۵۵۵) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ هٰذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهٗ فَنَزَعَهٗ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ وَكَذٰلِكَ اِذَا حَلَفَ لَايَرْكَبُ هٰذِهِ الدَّابَّةَ وَهُوَ رَاكِبُهَا فَنَزَلَ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ وَاِنْ لَبِثَ سَاعَةً حَنِثَ.

لغت: لابس: اسم فاعل باب (س) لُبسًا کپڑا پہننا۔

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا حالانکہ وہ اسی کو پہنے ہوئے تھا پھر اس کو اسی وقت اتار دیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح جب قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہ ہوں گا حالانکہ وہ اسی پر سوار تھا پھر وہ اتر گیا فوراً تو حانث نہ ہوگا اور اگر کچھ دیر ٹھہر گیا تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح: ایک آدمی نے قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا حالانکہ وہ پہنے ہوئے ہے تو اگر اسی وقت اتار دیا تو حانث نہیں ہوگا اور اگر تھوڑی دیر تک اپنے جسم پر رکھا پھر اتارا تو حانث ہو جائے گا اسی طرح جب قسم کھائی کہ اس سواری پر سوار نہ ہوں گا حالانکہ اسی پر سوار ہے تو اگر اسی وقت اتر گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کچھ دیر سوار رہا تو حانث ہو جائے گا۔

دلیل: قسم کھانے کا دارومدار عرف وعادت پر ہے اور عرف میں قسم برقرار رکھنے کے لئے اتنی دیر تک کی مہلت

دی جاتی ہے جس میں وہ قسم کے مطابق کام کر سکے اور حانث ہونے سے بچ جائے لہٰذا قسم کھانے والے کو بری ہونے کا موقع دیا جائے گا۔

(۳۱/۲۵۵۶)　وَمَنْ حَلَفَ لَایَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ فِيْهَا لَمْ يَحْنَثْ بِالْقُعُوْدِ حَتّٰى يَخْرُجَ ثُمَّ يَدْخُلَ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ داخل نہیں ہوگا اس گھر میں اور وہ اسی میں تھا تو حانث نہیں ہوگا بیٹھنے سے یہاں تک کہ نکل کر پھر داخل ہو۔

تشریح: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس گھر میں داخل نہ ہوں گا تو بیٹھنے اور تھوڑی دیر ٹھہرنے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر آ کے پھر اندر جائے اور یہاں باہر سے اندر داخل نہیں ہوا بلکہ اندر ہی بیٹھا رہا اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

(۳۲/۲۵۵۷)　وَمَنْ حَلَفَ لَایَدْخُلُ دَارًا فَدَخَلَ دَارًا خَرَابًا لَمْ يَحْنَثْ.

لغت: خراباً: (م) باب سمع اجاڑ ہونا، الخَرابُ: ویران جگہ جمع اَخْربة و خراب۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا گھر میں پھر داخل ہوگیا ویرانے میں تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: کسی شخص نے یوں کہا کہ دار میں داخل نہ ہوں گا تو اس کے ویران ہونے کے بعد داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ دار میدان کا نام ہے اور اس میں عمارت کا ہونا وصف ہے اور وصف کا اعتبار غیر معین میں ہوتا ہے نہ کہ معین میں اور یہاں اس نے لفظ 'دار' نکرہ غیر معین استعمال کیا ہے اس لئے عمارت معتبر ہوگی اور ویران جگہ میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا۔

(۳۳/۲۵۵۸)　وَمَنْ حَلَفَ لَایَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَدَخَلَهَا بَعْدَ مَا انْهَدَمَتْ وَصَارَتْ صَحْرَاءَ حَنِثَ.

لغت: انهدمت: فعل ماضی (م) انهدام عمارت کا ویران و شکستہ ہونا، صحراء جنگل و بیابان جمع صحاری.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا اس گھر میں پھر داخل ہوا اس کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور جنگل ہوجانے کے بعد تو حانث ہوجائے گا۔

تشریح: کسی شخص نے اشارہ کر کے کہا کہ اس گھر میں داخل نہ ہوں گا، تو اشارہ کی وجہ سے دار معین ہے اور معین میں وصف غیر معتبر ہوتا ہے، لہٰذا گھر گرنے اور چہار دیواری ختم ہونے کے بعد داخل ہونے سے بھی حانث ہوجائے گا کیونکہ زمین تو وہی ہے۔

(۲۵۵۹/۳۴) وَمَنْ حَلَفَ لَایَدْخُلُ هٰذَا الْبَیْتَ فَدَخَلَ بَعْدَ مَا انْهَدَمَ لَمْ یَحْنَثْ.

ترجمه: اگرقسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا اس مکان میں پھر داخل ہوا اس کے گرجانے کے بعد تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: کسی نے یوں کہا: واللّٰہ لاادخل ھذا البیتِ، پھراس کے گرجانے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ ''بیت'' اس کمرے کو کہتے ہیں جس میں رات گذاری جاسکے اور گرجانے کے بعد اس مین شب باشی نہیں ہوسکتی، اس لئے اس میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا۔

(۲۵۶۰/۳۵) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّایُکَلِّمَ زَوْجَةَ فُلَانٍ فَطَلَّقَهَا فُلَانٌ ثُمَّ کَلَّمَهَا حَنِثَ.

ترجمه: کسی نے قسم کھائی کہ بات نہ کروں گا فلاں کی بیوی سے پھر فلاں نے اس کو طلاق دے دی پھر اس سے بات کی تو حانث ہوجائے گا۔

تشریح: کسی نے کہا فلاں کی بیوی سے بات نہ کروں گا فلاں نے اسے طلاق بائن دے دی پھر قسم کھانے والے نے اس سے بات کی تو حانث ہوجائے گا کیونکہ اصل میں اس عورت سے ناراضگی کا اظہار مقصود ہے اور طلاق بائن دینے کے بعد اگرچہ فلاں کی زوجہ نہیں رہی مگر ذات تو وہی ہے۔

(۲۵۶۱/۳۶) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّایُکَلِّمَ عَبْدَ فُلَانٍ اَوْ لَایَدْخُلَ دَارَ فُلَانٍ فَبَاعَ فُلَانٌ عَبْدَهٗ اَوْ دَارَهٗ ثُمَّ کَلَّمَ الْعَبْدَ اَوْ دَخَلَ الدَّارَ لَمْ یَحْنَثْ

ترجمه: کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے بات نہیں کریگا یا فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر فلاں نے اپنا غلام یا اپنا گھر بیچ دیا پھر اس نے غلام سے بات کی یا گھر میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: ایک شخص نے یوں کہا کہ فلاں کے غلام سے بات نہ کروں گا یا فلاں کے گھر میں داخل نہ ہوں گا فلاں نے اپنا غلام یا گھر بیچ دیا پھر غلام سے بات چیت کرلی یا گھر میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ غلام سے گفتگو نہ کرنے کی قسم کھانا اس کے آقا کی وجہ سے ہے اس لئے کہ اگر محض غلام سے ترک گفتگو کا ارادہ ہوتا تو آقا کی جانب نسبت کیوں کرتا جب اس نے آقا کی جانب نسبت کی تو پتہ چلا کہ اصل مقصود آقا ہی ہے چنانچہ جب آقا کی ملکیت زائل ہوگئی تو قسم کا انعقاد بھی نہ ہوگا، اسی طرح مکان سے نہ دوستی ہوتی ہے نہ دشمنی بلکہ مکان والے سے ہوتی ہے جب مکان والے کی ملکیت ہی ختم ہوگئی تو قسم بھی ختم ہوجائے گی، اس لئے اس گھر میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔ (الجوہرة النیره ۲/۲۹۸)

(۲۵۶۲/۳۷) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّایُکَلِّمَ صَاحِبَ هٰذَا الطَّیْلَسَانِ فَبَاعَهٗ ثُمَّ کَلَّمَهٗ حَنِثَ وَکَذٰلِكَ اِذَا حَلَفَ اَنْ لَّا یَتَکَلَّمَ هٰذَا الشَّابَّ فَکَلَّمَهٗ بَعْدَ مَا صَارَ شَیْخًا حَنِثَ.

حل لغات: الطیلسان: جمع طَیَالِس، سبز رنگ کی چادر جس کو مشائخ وعلماء استعمال کرتے تھے اور یہ عجمیوں کا لباس ہے، شاب: جوان، جمع شَبَاب. شیخ: بوڑھا، جمع شیوخ.

ترجمہ: اگر قسم کھائے کہ بات نہ کروں گا اس چادر والے سے اس نے چادر بیچ دی پھر اس نے اس سے بات کی تو حانث ہو جائے گا، اسی طرح جب قسم کھالے کہ بات نہ کروں گا اس جوان سے پھر بات کی اس سے اس کے بوڑھا ہو جانے کے بعد تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح: چادر والے سے مراد اس کی ذات ہے اس لئے چادر بیچنے کے بعد اس سے بات کی تو حانث ہو جائے گا اسی طرح جوان سے مراد اس کی ذات ہے اس لئے بوڑھا ہونے کے بعد بات کی تو بھی حانث ہو جائے گا کیوں کہ ذات تو وہی ہے۔

(۳۸/۲۵۶۳) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَأْکُلَ لَحْمَ هٰذَا الْحَمْلِ فَصَارَ کَبْشًا فَاَکَلَهٗ حَنِثَ.

حل لغات: الحمل: پیٹ کا بچہ جمع احمال۔ الکبش: مینڈھا جب کہ دو سال کا ہو اور بقول بعض چار سال کا جمع کِباش۔

ترجمہ: اور اگر قسم کھائے کہ نہیں کھائے گا اس حمل کا گوشت پھر وہ مینڈھا ہو گیا اور اس کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔

اشیاء خورد ونوش پر قسم کھانے کا بیان

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اس حمل کا گوشت نہ کھاؤں گا وہ حمل پیدا ہو کر پورا مینڈھا ہو گیا اور اس نے اس کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا کیونکہ اس کی قسم اسی کے ساتھ وابستہ تھی جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔

(۳۹/۲۵۶۴) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَأْکُلَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَهُوَ عَلٰی ثَمَرِهَا.

حل لغات: النخلة: کھجور کا درخت جمع نَخِیل. ثمر: پھل جمع اثمار۔

ترجمہ: اور اگر قسم کھالے کہ نہیں کھائے گا اس کھجور کے درخت سے تو قسم اس کے پھل پر ہوگی۔

تشریح: عام طور سے درخت بول کر اس کا پھل مراد لیتے ہیں اس لئے پھل کھانے سے حانث ہوگا درخت کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر درخت پھل دار نہ ہو تو پھر اس درخت کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے سے حانث ہو جائیگا۔

(۴۰/۲۵۶۵) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَأْکُلَ مِنْ هٰذَا الْبُسْرِ فَصَارَ رُطَبًا فَاَکَلَهٗ لَمْ یَحْنَثْ.

حل لغات: البسر: گدری کھجور واحد بُسْرَة جمع بِسَار. رطب: پختہ تازہ کھجور واحد رُطَبَة جمع رِطَاب.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہیں کھائے گا یہ گدری کھجور وہ پک گئی پھر اس کو کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔
تشریح: قسم جب کسی چیز کے ساتھ متعلق ہوتی ہے تو اس چیز کے نام کے باقی رہنے کے ساتھ باقی رہتی ہے اور نام کے ختم ہونے سے قسم ختم ہو جاتی ہے مذکورہ مسئلہ میں اس نے یوں کہا ہے کہ گدری کھجور نہیں کھائے گا اور اب جب کہ وہ گدری سے پختہ ہوگئی ہے اب اس نے کھایا تو جس پر قسم کھائی تھی وہ نہیں پائی گئی اس لئے حانث نہ ہوگا۔

(۲۵٦٦/۴۱) وَاِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ بُسْرًا فَاَكَلَ رُطَبًا لَمْ يَحْنَثْ.

ترجمہ: اور اگر قسم کھالے کہ نہ کھائے گا گدری کھجور پھر کھائی پختہ کھجور تو حانث نہیں ہوگا۔
تشریح: حالف نے گدری کھجور نہ کھانے کی قسم کھائی اب صفت بدل کر پکی ہوگئی اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ گدری نہ رہی۔

(۲۵٦٧/۴۲) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَايَأْكُلَ رُطَبًا فَاَكَلَ بُسْرًا مُذَنِّبًا حَنِثَ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

لغت: مذنبا: ذنب سے مشتق ہے گدری کھجور جو ایک طرف سے پکنی شروع ہوگئی ہو۔
ترجمہ: اگر قسم کھالے کہ نہ کھائے گا پختہ کھجور پھر کھائی وہ جو پک گئی دم کی جانب سے تو حانث ہو جائے گا امام صاحب کے نزدیک۔
تشریح: اولاً آپ یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ پوری پکی ہوئی کھجور کو رطب کہتے ہیں اور وہ کھجور جو دم کی جانب سے پکنی شروع ہوئی ہو اس کو مذنب کہتے ہیں اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی پختہ کھجور نہ کھائے گا پھر مذنب کھالی تو چونکہ اس میں دم کی جانب سے پکنے کا اثر ہے اس لئے طرفین کے نزدیک حانث ہو جائے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک حانث نہ ہوگا کیونکہ رطب اور مذنب دونوں کی صفت میں فرق ہے اس لئے رطب کی قسم کھانے سے مذنب کھانے سے حانث نہ ہوگا۔

(۲۵٦٨/۴۳) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّايَأْكُلَ لَحْمًا فَاَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ لَمْ يَحْنَثْ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا پھر کھائی مچھلی تو حانث نہ ہوگا۔
تشریح: اگر کسی شخص نے قسم کھائی، واللہ لا آکل لحمًا، میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو یہ قسم مچھلی کے گوشت کو شامل نہ ہوگی بشرطیکہ حالف نے کوئی نیت نہ کی ہو چنانچہ اگر اس نے مچھلی کے گوشت کی بھی نیت کی ہو تو یہ قسم مچھلی کے گوشت کو بھی شامل ہوگی۔
دلیل: مچھلی کا گوشت بیچنے والے کو عرف میں بائع اللحم نہیں کہا جاتا ہے، اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہے لہٰذا

عرف کا اعتبار کرتے ہوئے حالف مچھلی کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا۔

(۲۵۶۹/۴۴) وَلَوْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَشْرَبَ مِنْ دِجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِاِنَاءٍ لَمْ يَحْنَثْ حَتّٰى يَكْرَعَ مِنْهَا كَرْعًا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حل لغات: دجلة: عراق کا مشہور دریا لفظ کے لحاظ سے مؤنث ہے اور نہر کی تاویل سے مذکر اور کبھی اس پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے۔ یکرع: فعل مضارع باب (س) کرعا منھ لگا کر پانی پینا۔

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کہ نہ پئے گا دجلہ نہر سے پھر پیا اس سے برتن میں لے کر تو حانث نہ ہوگا یہاں تک پئے منہ ڈال کر امام صاحب کے نزدیک۔

تشریح: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ دریائے دجلہ سے نہ پیوں گا تو دریائے دجلہ سے منہ لگا کر پانی پینا اس کلام کی حقیقت ہے اور دریا سے منہ لگا کر پینا مستعمل اور مروج بھی ہے جیسا کہ صحراء نشیں اور چرواہوں کی عادت ہے کہ وہ دریا سے منہ لگا کر پانی پی لیتے ہیں اور برتن یا چلو میں پانی لینے کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور اس کلام کے مجازی معنی یہ ہیں کہ حالف چلو یا برتن میں لے کر دریائے دجلہ کا پانی نہیں پئے گا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجاز پر عمل کرنے کی بہ نسبت حقیقت پر عمل کرنا چونکہ زیادہ مناسب ہے اس لئے اس صورت میں ان کے نزدیک اگر حالف دریائے دجلہ سے منہ لگا کر پانی پئے گا تو حانث ہوگا اور اگر چلو یا برتن میں لے کر پئے گا تو حانث نہ ہوگا اور صاحبین کی ایک روایت کے مطابق چلو یا برتن میں لے کر پینے سے حانث ہو جائے گا اور دریا سے منہ لگا کر پینے کی صورت میں حانث نہ ہوگا اور دوسری روایت کے مطابق اگر چلو یا برتن میں لے کر پئے گا تو بھی حانث ہو جائے گا اور منھ لگا کر پئے گا تو بھی حانث ہو جائے گا۔ (مستفاد نور الانوار)

(۲۵۷۰/۴۵) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَشْرَبَ مِنْ مَاءِ دِجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِاِنَاءٍ حَنِثَ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ پئے گا دجلہ نہر کا پانی پھر اس سے پیا برتن میں لے کر تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح: جب کہا کہ دجلہ کا پانی نہیں پئے گا تو منہ لگا کر پانی پیئے یا برتن میں لے کر پیئے دونوں صورتوں میں بالاتفاق حانث ہو جائیگا کیونکہ حالف کی مراد یہ ہے کہ وہ پانی جو دجلہ کی طرف منسوب ہے نہیں پیوں گا۔

(۲۵۷۱/۴۶) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَاْكُلَ مِنْ هٰذِهِ الْحِنْطَةِ فَاَكَلَ مِنْ خُبْزِهَا لَمْ يَحْنَثْ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ کھاؤں گا یہ گیہوں پھر کھائی اس کی روٹی تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ گیہوں نہ کھاؤں گا، تو اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ حالف عین گندم کھائے اور عین گندم کھایا بھی جاتا ہے یعنی اس حقیقت پر لوگوں کا عمل بھی موجود ہے چنانچہ لوگ عین گندم کو ابال کر، بھون

کر چبا کر کھاتے ہیں اور اس کلام کا مجاز گندم کی روٹی ہے اور اس مجاز پر لوگوں کا عمل بھی ہے یعنی عام طور پر لوگ گندم کی روٹی کھاتے ہیں اور عین گندم کو چبا کر کھانا روٹی کھانے کے مقابلہ میں کم ہے چونکہ امام صاحب کے نزدیک حقیقت مستعملہ اولی ہے مجاز کے مقابلہ میں اس لئے اگر حالف نے عین گندم کھالیا تو امام صاحب کے نزدیک حالف حانث ہوجائے گا اور صاحبین کے نزدیک ایک روایت کے مطابق گندم کی روٹی کھانے سے حانث ہوجائے گا اور دوسری روایت کے مطابق عین گندم کھانے سے بھی حانث ہوجائے گا مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نور الانوار۔

(۲۵۷۲/۴۷) وَلَوْ حَلَفَ اَنْ لَا يَاْكُلَ مِنْ هٰذَا الدَّقِيْقِ فَاَكَلَ مِنْ خُبْزِهٖ حَنِثَ وَلَوِ اسْتَفَّهٗ كَمَا هُوَ لَمْ يَحْنَثْ.

حل لغات: الدقیق: آٹا جمع اَدِقَّة مؤنث دَقِيْقَة. استَفَّ: ماضی سفًا پھانکنا۔

ترجمہ: اگر قسم کھائی کہ نہ کھاؤں گا یہ آٹا پھر کھائی اس کی روٹی تو حانث ہوجائے گا اور اگر اس کو یوں ہی پھانک لیا تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ یہ آٹا نہ کھاؤں گا پھر اس نے اس آٹے کی بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث ہوجائے گا اور اگر آٹا ویسے ہی پھانک لیا تو حانث نہ ہوگا یہی صحیح ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ آٹا نہیں پھانکتے بلکہ آٹے کی روٹی بنا کر کھاتے ہیں اور جس چیز کی حقیقت مستعمل نہ ہو مجاز مستعمل ہو تو قسم بالاتفاق اس مجاز کو شامل ہوتی ہے اور آٹا اسی قبیل سے ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ۲/۳۰۱)

(۲۵۷۳/۴۸) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّايَتَكَلَّمَ فُلَانًا فَكَلَّمَهٗ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ اِلَّا اَنَّهٗ نَائِمٌ حَنِثَ.

ترجمہ: اور اگر قسم کھالے کہ بات نہ کرے گا فلاں سے پھر بات کی اس سے اتنی آواز سے کہ وہ سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو حانث ہوجائے گا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ فلاں شخص سے بات نہ کروں گا پھر اس نے اتنی زور سے بات کی کہ اگر وہ جاگا ہوا ہوتا تو سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو وہ حانث ہوجائے گا کیونکہ اس کی جانب سے گفتگو کرنا اور الفاظ کا کانوں تک پہنچانا پایا گیا یہ الگ بات ہے کہ نیند کی وجہ سے وہ اس کو سمجھ نہ سکا، یہ صاحب کتاب کا پسندیدہ مذہب ہے مگر صحیح روایت مبسوط کی ہے کہ حانث اس وقت ہوگا جب اس کو بیدار کرے مشائخ اسی پر ہیں تحفہ میں اسی کی تصحیح ہے اور اس کی طرف علامہ عینی کا میلان ہے۔ (رقم الحاشیہ ۷)

(۲۵۷۴/۴۹) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّايُكَلِّمَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاَذِنَ لَهٗ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْاِذْنِ حَتّٰى كَلَّمَهٗ حَنِثَ.

ترجمہ: اور اگر قسم کھالے کہ اس سے بات نہ کرے گا اس کی بلا اجازت اس نے اجازت دے دی مگر اس کو

اجازت کی خبر نہ ہوئی اور اس نے بات کرلی تو حانث ہوجائے گا۔

تشریح: قسم کھائی کہ فلاں سے بغیر اس کی اجازت کے بات نہیں کروں گا فلاں آدمی نے بات کرنے کی اجازت دے دی مگر قسم کھانے والے کو اس اجازت کی اطلاع نہیں تھی اسی دوران اس سے بات کرلی تو حانث ہوجائے گا، کیونکہ قسم کھانے والے کو اجازت کا پختہ علم نہیں ہوا اس لئے بات کرنے پر حانث ہوجائے گا۔

(۲۵۷۵/۵۰) وَاِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِيْ رَجُلاً لِيُعْلِمَهُ بِكُلِّ دَاعِرٍ دَخَلَ الْبَلَدَ فَهُوَ عَلٰى حَالِ وَلَايَتِهٖ خَاصَّةً.

حل لغت: دَاعِرٌ: اسم فاعل باب (ف) شریر، خبیث، جمع دُعَّار مؤنث دَاعِرَةٌ.

ترجمہ: اور جب قسم لی حاکم نے کسی سے کہ مجھے خبر دینا ہر اس شریر کی جو شہر میں داخل ہو تو یہ قسم خاص اس حاکم کی ولایت تک ہوگی۔

تشریح: کسی شہر کے حاکم نے کسی سے قسم لی کہ جو بھی شریر شہر میں داخل ہو اس کی مجھے اطلاع کردینا تو یہ قسم اگرچہ مطلق ہے لیکن اس حاکم کی حکومت باقی رہنے تک محدود ہوگی جب حاکم اپنے عہدہ سے برخاست ہوجائے اب اس کو شریر کی اطلاع دینا ضروری نہیں ہے اور اس کو اطلاع نہ دینے سے قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا کیونکہ یہاں قسم لینے سے حاکم کا مقصد مفسدین کے فساد کو دور کرنا ہے اور زوال حکومت کے بعد دفع فساد ممکن نہیں، لہٰذا قسم حاکمیت کی صفت کے ساتھ خاص ہوگی۔

(۲۵۷۶/۵۱) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَرْكَبَ دَابَّةَ فُلَانٍ فَرَكِبَ دَابَّةَ عَبْدِهِ الْمَاذُوْنِ لَمْ يَحْنَثْ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا فلاں کی سواری پر پھر سوار ہوا اس کے اجازت دیئے ہوئے غلام کی سواری پر تو حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ فلاں شخص کی سواری پر سوار نہ ہوں گا پھر اس کے ماذون غلام کی سواری پر سوار ہوا تو شیخین کے نزدیک حانث نہ ہوگا، امام محمد فرماتے ہیں کہ حانث ہوجائے گا اس اختلاف کا دارومدار اس پر ہے کہ جس غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اس کی سواری آقا کی سواری ہے یا نہیں! شیخین فرماتے ہیں کہ اس کو محاورے میں آقا کی سواری نہیں کہتے بلکہ عبد ماذون کی سواری کہتے ہیں، امام محمد فرماتے ہیں کہ عبد ماذون کی سواری درحقیقت اس کے آقا کی ہی ہے اگرچہ غلام کی جانب منسوب کردی گئی اس لئے غلام اور جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہو وہ سب آقا کا ہے۔

(۲۵۷۷/۵۲) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَدْخُلَ هٰذِهِ الدَّارَ فَوَقَفَ عَلٰى سَطْحِهَا اَوْ دَخَلَ دِهْلِيْزَهَا حَنِثَ وَاِنْ وَقَفَ فِيْ طَاقِ الْبَابِ بِحَيْثُ اِذَا اُغْلِقَ الْبَابُ كَانَ خَارِجًا لَمْ يَحْنَثْ.

حل لغات: سطح: چھت جمع سُطُوْح: دھلیز: جمع دھالیز مکان میں داخل ہونے کا کمرہ، صدر دروازہ کے سامنے کا کمرہ۔ طاق: محراب دارڈاٹ جو دیوار میں بنادیتے ہیں۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا اس گھر میں پھر کھڑا ہوا اس کی چھت پر یا داخل ہوا دہلیز میں تو حانث ہوجائے گا اور اگر کھڑا ہوا دروازہ کی محراب میں اس طرح کہ اگر بند کیا جائے دروازہ تو وہ باہر رہے تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر اس گھر کی چھت پر کھڑا ہوگیا تو متقدمین فقہاء کے نزدیک حانث ہوجائے گا کیونکہ چھت بھی گھر کے حکم میں ہے، لیکن متاخرین کے یہاں حانث نہ ہوگا، اسی طرح مکان کی جو دہلیز ہے اس میں داخل ہوگیا تو چونکہ یہ بھی گھر میں داخل سمجھی جاتی ہے اس لئے حانث ہوجائے گا اور اگر دروازہ کی محراب میں اس طرح سے کھڑا ہوا کہ اگر دروازہ بند کردیا جائے تو وہ باہر رہ جائے تو اس صورت میں حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ گھر میں داخل نہیں ہوا بلکہ گھر سے باہر رہا۔

(۲۵۷۸/۵۳) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّايَاْكُلَ الشِّوَاءَ فَهُوَ عَلَى اللَّحْمِ دُوْنَ الْبَاذِنْجَانِ وَالْجَزَرِ.

حل لغات: الشِّوَاءُ: بھنا ہوا گوشت وغیرہ، اَلْبَاذِنْجَانُ: بینگن، اَلْجَزَرُ: گاجر۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ کھائے گا بھنا ہوا تو یہ گوشت پر محمول ہوگی نہ کہ بینگن اور گاجر پر۔

تشریح: بھنا ہوا جب بولتے ہیں تو بھنا ہوا گوشت مراد لیتے ہیں بھنے ہوئے بینگن یا گاجر مراد نہیں لیتے اس لئے بھنا ہوا گوشت کھانے سے حانث ہوگا بھنے ہوئے بینگن یا گاجر کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

(۲۵۷۹/۵۴) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّايَاْكُلَ الطَّبِيْخَ فَهُوَ عَلٰى مَا يُطْبَخُ مِنَ اللَّحْمِ.

حل لغات: الطَّبِيْخُ: طبخ سے مشتق ہے پکا ہوا گوشت۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ کھائے گا پکا ہوا تو یہ قسم اس پر ہوگی جو پکایا جائے گوشت سے۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ پکا ہوا نہیں کھائے گا تو پکے ہوئے گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا کسی دوسری چیز کے پکے ہوئے سالن سے حانث نہیں ہوگا۔

(۲۵۸۰/۵۵) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّايَاْكُلَ الرُّؤُسَ فَيَمِيْنُهُ عَلٰى مَا يُكْبَسُ فِي التَّنَانِيْرِ وَيُبَاعُ فِي الْمِصْرِ.

حل لغات: رؤس. راٗس کی جمع سری۔ یکبس: باب (ض) مصدر کَبْسًا داخل کرنا۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ کھائے گا سریاں تو یہ قسم ان پر ہوگی جو تنور میں پکتی ہوں اور بکتی ہوں شہر میں۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ میں سری نہ کھاؤں گا تو امام صاحب کے نزدیک یہ قسم ان سریوں پر محمول ہوگی

جوتنور میں پکتی اور شہر میں بکتی ہوں مثلاً گائے اور بکری کے سر مرغی اور بطخ کے سر مراد نہ ہوں گے۔

(۲۵۸۱/۵۶) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لّاَیَاکُلَ الخُبزَ فَیَمِیْنُهٗ عَلٰی مَا یَعْتَادُ اَهْلُ الْبَلَدِ اَکْلَهٗ خُبْزاً فَاِنْ اَکَلَ خُبْزَ الْقَطَائِفِ اَوْ خُبْزَ الْاَرُزِّ بِالْعِرَاقِ لَمْ یَحْنَثْ.

حل لغات: یعتاد: فعل مضارع مصدر اِعتیاداً عادی ہونا۔ القطائف: بادام کا حلوا۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ کھائے گا روٹی تو قسم اس پر ہوگی جس کی روٹی کھانے کے عادی ہوں شہر والے پھر اگر کھالے بادام کی روٹی یا چاول کی روٹی عراق میں تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھائے گا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس علاقہ کے لوگ کس چیز کے آٹے کی روٹی کھاتے ہیں، گیہوں کی یا چاول کی جوار کی باجرہ کی یا مکئی کی، جس کی بھی کھاتے ہیں اسی کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا چنانچہ اگر اس نے بادام کی روٹی کھائی تو چونکہ بادام کی روٹی کھانے کا رواج نہیں ہے، اس لئے اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا، اسی طرح عراق میں لوگ چاول کی روٹی نہیں کھاتے اس لئے وہ بھی مراد نہ ہوگی بلکہ گیہوں کی روٹی مراد ہوگی اور اسی کے کھانے سے حانث ہوگا۔

(۲۵۸۲/۵۷) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لّاَیَبِیْعَ اَوْ لاَیَشْتَرِیْ اَوْلَا یُوَاجِرَ فَوَکَّلَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ یَحْنَثْ.

لغت: یُوَاجِرُ: فعل مضارع معروف آجرَ مُواجَرَةً. الرجل: مزدور بنانا۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیچے گا یا نہ خریدے گا یا نہ کرایہ پر دے گا پھر کسی کو وکیل بنایا جس نے یہ سب کیا تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: اس عبارت کو سمجھنے کے لئے آپ اولاً یہ قاعدہ سمجھیں کہ ہر وہ عقد جس کو وکیل اپنی طرف منسوب کرے اور اس کا منسوب کرنا صحیح ہو مثلاً وکیل کہتا ہے کہ میں بیع کرتا ہوں یا میں خریدتا ہوں یا میں اجارہ کرتا ہوں تو ان میں عقود کے تمام حقوق خود وکیل سے متعلق ہوتے ہیں مؤکل سے متعلق نہیں ہوتے اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں بیع نہ کروں گا اب اس کے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ فعل کا وجود وکیل سے ہوا ہے حقیقۃً بھی اور حکماً بھی۔

(۲۵۸۳/۵۸) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لّاَیَجْلِسَ عَلَی الْاَرْضِ فَجَلَسَ عَلٰی بِسَاطٍ اَوْ عَلٰی حَصِیْرٍ لَمْ یَحْنَثْ.

حل لغات: بساط: بچھونا، جمع بُسُط. حصیر: بوریا، چٹائی، جمع حُصُرٌ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیٹھے گا زمین پر پھر بیٹھا بستر یا چٹائی پر تو حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم کھانے والے کا مطلب یہ ہے کہ خالی زمین پر نہیں بیٹھوں گا اب جب کہ وہ زمین پر بستر بچھا کر یا چٹائی بچھا کر بیٹھا تو خالی زمین پر بیٹھنے والا نہیں سمجھا جائے گا اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

(۲۵۸۴/۵۹) وَمَنْ حَلَفَ اَنْ لَّایَجْلِسَ عَلٰی سَرِیْرٍ فَجَلَسَ عَلٰی سَرِیْرٍ فَوْقَهٗ بِسَاطٌ حَنِثَ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیٹھے گا چارپائی پر پھر بیٹھا اس چارپائی پر جس پر بچھونا تھا تو حانث ہوجائیگا۔
تشریح: اگر قسم کھائی کہ چارپائی پر نہیں بیٹھے گا پھر چارپائی پر بستر بچھا کر اس پر بیٹھ گیا تو حانث ہوجائے گا کیونکہ بستر چارپائی کے تابع ہوتا ہے اس لئے بستر پر بیٹھنا چارپائی پر بیٹھنا سمجھا جائے گا۔

(۲۵۸۵/۶۰) وَاِنْ جَعَلَ فَوْقَهٗ سَرِیْرًا آخَرَ فَجَلَسَ عَلَیْهِ لَمْ یَحْنَثْ.

ترجمہ: اور اگر چارپائی پر دوسری چارپائی رکھی اور اس پر بیٹھا تو حانث نہیں ہوگا۔
تشریح: کسی نے قسم کھائی تھی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھوں گا پھر اس پر دوسری چارپائی رکھی اور دوسری پر بیٹھ گیا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ جس پر نہ بیٹھنے کی قسم کھائی تھی اس پر نہیں بیٹھا بلکہ دوسری پر بیٹھا۔

(۲۵۸۶/۶۱) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّایَنَامَ عَلٰی فِرَاشٍ فَنَامَ عَلَیْهِ وَفَوْقَهٗ قِرَامٌ حَنِثَ وَاِنْ جَعَلَ فَوْقَهٗ فِرَاشًا آخَرَ فَنَامَ عَلَیْهِ لَمْ یَحْنَثْ.

لغت: قرام: سرخ پردہ یا باریک کپڑا۔
ترجمہ: اگر قسم کھائی کہ نہ سوئے گا بچھونے پر پھر سویا اس پر درانحالیکہ اس پر چادر تھی تو حانث ہوجائے گا اور اگر ڈالا اس پر دوسرا بچھونا پھر اس پر سویا تو حانث نہیں ہوگا۔
تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ بچھونے پر نہیں سوئے گا اور اس پر کوئی پتلی چادر ڈال کر اس پر سو گیا تو حانث ہوجائے گا کیونکہ عرف عام میں بچھونے پر سونے والا ہی سمجھا جائے گا اور اگر اس بچھونے پر دوسرا بچھونا ڈال دیا اور پھر اس پر سویا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ دوسرا پہلے کے تابع نہ ہوگا۔

(۲۵۸۷/۶۲) وَمَنْ حَلَفَ بِیَمِیْنٍ وَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مُتَّصِلًا بِیَمِیْنِهٖ فَلَا حِنْثَ عَلَیْهِ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہہ دیا متصلاً اپنی قسم کے ساتھ تو حانث نہیں ہوگا۔
تشریح: اگر قسم کے بعد متصلاً ان شاء اللہ کہہ دیا تو قسم باطل ہوجاتی ہے، اب اس کے کرنے سے حانث نہیں ہوگا اور اگر کچھ دیر کے بعد ان شاء اللہ کہا تو قسم منعقد ہوجائے گی۔

(۲۵۸۸/۶۳) وَاِنْ حَلَفَ لَیَاْتِیَنَّهٗ اِنِ اسْتَطَاعَ فَهٰذَا عَلَی اِسْتِطَاعَةِ الصِّحَّةِ دُوْنَ الْقُدْرَةِ.

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کہ میں ضرور آؤں گا اس کے پاس اگر ہوسکا تو یہ قسم تندرست رہنے پر ہوگی نہ کہ قدرت پر۔

وقت اور زمانہ پر قسم کھانے کا بیان

تشریح: قدرت دو طرح کی ہوتی ہے (۱) قدرت حقیقیہ (۲) اسباب و آلات کا سالم ہونا اور اعضاء کا صحیح ہونا قدرت حقیقیہ سے مراد اللہ کی توفیق ہے، دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو مکلف کرنے کا دارومدار قدرت حقیقیہ پر نہیں ہوتا بلکہ قدرت بمعنی سلامت اسباب پر ہوتا ہے۔ (۳) متن کی عبارت میں استطاعت صحت سے مراد قدرت کی دوسری قسم ہے اور 'قدرت' سے مراد قدرت حقیقیہ ہے، جب یہ تمہید ذہن نشین ہوگئی تو اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر مجھ سے ہوسکا تو میں ضرور آؤں گا تو اس سے قدرت کی دوسری قسم یعنی صحت و تندرستی مراد ہوگی قدرت حقیقیہ مراد نہیں ہوگی چنانچہ تندرستی کے باوجود اگر نہ گیا تو حانث ہوجائے گا۔

(۲۵۸۹/۶۴) وَاِنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یُكَلِّمَهٗ حِیْنًا اَوْ زَمَانًا اَوِ الْحِیْنَ اَوِ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلٰی سِتَّةِ اَشْهُرٍ.

ترجمہ: اگر قسم کھائی کہ اس سے بات نہ کرے گا ایک زمانہ تک تو یہ چھ ماہ پر محمول ہوگی۔

تشریح: "حین' اور 'زمان' نکرہ کے ساتھ یا 'الحین' اور 'الزمان' معرفہ کے ساتھ چاروں کا اطلاق چھ ماہ پر ہوگا چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے ایک حین تک بات نہ کرے گا تو چھ ماہ کے اندر اندر بات کرے گا تو حانث ہوجائے گا اور اس کے بعد بات کرے گا تو حانث نہ ہوگا۔

(۲۵۹۰/۶۵) وَكَذٰلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: اور ایسے ہی لفظ الدہر ہے صاحبینؒ کے نزدیک۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر قسم کھائی کہ ایک دہر تک فلاں سے بات نہیں کروں گا تو اس کا اطلاق چھ ماہ پر ہوگا یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ دہر نکرہ استعمال کیا اور اگر معرفہ استعمال کیا تو پھر پوری عمر پر قسم محمول ہوگی۔

(۲۵۹۱/۶۶) وَلَوْ حَلَفَ اَنْ لَّا یُكَلِّمَ اَیَّامًا فَهُوَ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ.

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کہ اس سے بات نہ کرے گا کچھ دنوں تک تو یہ تین دن پر ہوگی۔

تشریح: ایام، یوم کی جمع ہے اور عربی میں جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے لہٰذا اگر ایام نکرہ استعمال کیا تو مطلب یہ ہے کہ تین دن تک بات نہیں کرے گا اگر تین دن کے اندر اندر بات کی تو حانث ہوگا ورنہ نہیں۔

(۲۵۹۲/۶۷) وَلَوْ حَلَفَ اَنْ لَّا يُكَلِّمَهُ الْاَيَّامَ فَهُوَ عَلٰى عَشَرَةِ اَيَّامٍ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ عَلٰى اَيَّامِ الْاُسْبُوْعِ.

ترجمہ: اور اگر قسم میں الایام، کہا تو یہ دس دن پر محمول ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ہفتہ کے دنوں پر۔

تشریح: اگر قسم کھانے والے نے ایام معرفہ استعمال کیا تو امام صاحب کے نزدیک دس دن پر محمول ہوگا کیونکہ گنتی میں 'ایام' دس تک استعمال کرتے ہیں کہا جاتا ہے ثلثةُ ایام، عشرة ایام اور دس کے بعد ایام کے بجائے یوم آتا ہے کہتے ہیں احد عشر یوما اس لئے بغیر عدد، الایام، بولا تو دس تک مراد ہوگا، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ ہفتہ کے سات دن مراد ہوں گے کیونکہ سات دن تک گنتی چلتی ہے اور آٹھویں دن دوبارہ جمعہ آجاتا ہے اور لوگوں کا ذہن اسی طرف جاتا ہے اس لئے ہفتہ کے سات دن مراد ہوں گے۔

(۲۵۹۳/۶۸) وَلَوْحَلَفَ اَنْ لَّا يُكَلِّمَهُ الشُّهُوْرَ فَهُوَ عَلٰى عَشَرَةِ اَشْهُرٍ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ عَلٰى اثْنَىْ عَشَرَ شَهْرًا.

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کہ اس سے بات نہیں کرے گا مہینوں تو یہ دس ماہ پر محمول ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور فرمایا صاحبین نے کہ بارہ مہینوں پر محمول ہوگی۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ زید سے مہینوں بات نہیں کرے گا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ دس مہینے تک بات نہیں کرے گا اگر اس سے پہلے بات کرلی تو حانث ہوجائے گا، اور دس ماہ کے بعد بات کی تو حانث نہیں ہوگا، اور صاحبین کے نزدیک سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔

(۲۵۹۴/۶۹) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا تَرَكَهُ اَبَدًا.

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کہ ایسا نہیں کرے گا تو چھوڑ دے اسے ہمیشہ کے لئے۔

تشریح: جب قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں کبھی بھی نہ کرے گا اس لئے ہمیشہ کے لئے چھوڑنا ہوگا اگر ایک بار بھی کرلیا تو حانث ہوجائے گا۔

(۲۵۹۵/۷۰) وَاِنْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا فَفَعَلَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً بَرَّ فِىْ يَمِيْنِهٖ.

ترجمہ: اور اگر قسم کھائی کہ ضرور بالضرور کرے گا ایسا پھر اس کو ایک بار کرلیا تو اس کی قسم پوری ہوجائے گی۔

تشریح: قسم کھائی کہ اس کام کو ضرور کرے گا تو زندگی میں ایک مرتبہ کرلیا تو قسم پوری ہوگئی کیونکہ اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ وہ فلاں کام ضرور کریگا اور اس نے کرلیا تو کلام کا مقصود پایا گیا لہٰذا ایک بار کر لینے سے قسم پوری ہوجائیگی۔

(۲۵۹۶/۷۱) وَمَنْ حَلَفَ لَاتَخْرُجُ اِمْرَأَتُهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً فَخَرَجَتْ وَرَجَعَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ مَرَّةً اُخْرٰی بِغَيْرِ اِذْنِهٖ حَنِثَ وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِذْنِ فِيْ كُلِّ خُرُوْجٍ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہیں نکلے گی اس کی بیوی مگر اس کی اجازت سے پھر اجازت دی اس کو ایک مرتبہ پھر وہ نکلی، اور واپس آگئی پھر نکلی دوسری مرتبہ بغیر اس کی اجازت کے تو حانث ہوجائے گا اور ضروری ہے اجازت ہر مرتبہ نکلنے میں۔

تشریح: کسی نے بیوی سے کہا کہ تو نہیں نکلے گی مگر میری اجازت سے تو ہر بار نکلنے کے لئے اجازت ضروری ہوگی کیونکہ "باذنہ" میں حرف "با" الصاق کے لئے ہے، لہٰذا اس کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر مرتبہ کا نکلنا میری اجازت کے ساتھ ملصق ہو اور اس کے علاوہ ہر خروج حرام ہوگا، چنانچہ وہ عورت جب بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی تو شوہر کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم ہوگا۔

(۲۵۹۷/۷۲) وَاِنْ قَالَ اِلَّا اَنْ آذَنَ لَكِ فَاَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَهَا بِغَيْرِ اِذْنِهٖ لَمْ يَحْنَثْ.

ترجمہ: اور اگر کہا مگر یہ کہ میں تجھے اجازت دوں پھر اجازت دی اس کو ایک بار اور وہ نکل گئی اس کے بعد بغیر اس کی اجازت کے تو حانث نہ ہوگا۔

تشریح: اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو نہیں نکل سکتی مگر یہ کہ میں تجھ کو اجازت دوں تو اس صورت میں ہر خروج کے لئے تکرار اذن شرط نہیں ہے بلکہ حانث نہ ہونے کے لئے ایک مرتبہ اجازت کا پایا جانا کافی ہے، یعنی اگر عورت ایک بار اجازت لے کر نکلی اور پھر اس کے بعد بغیر اجازت کے نکلی تو شوہر حانث نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں "با" جس کی وجہ سے ہر خروج کا اذن کے ساتھ ملصق اور متصل ہونا لازم آتا تھا، موجود نہیں ہے۔

(۲۵۹۸/۷۳) وَاِذَا حَلَفَ اَنْ لَّايَتَغَدّٰى فَالْغَدَاءُ هُوَ الْاَكْلُ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَى الظُّهْرِ وَالْعَشَاءُ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَالسَّحُوْرُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ.

حل لغات: یتغدی: صبح کا کھانا کھایا۔ الغداء: صبح کے وقت کا کھانا۔ العشاء: شام کا کھانا، جمع اغشیۃ. السَّحُور: سحری، وہ کھانا جو صبح صادق سے کچھ پہلے کھایا جائے۔

ترجمہ: اور جب قسم کھائی کہ ناشتہ نہیں کرے گا تو ناشتہ وہ کھانا ہے طلوع فجر سے ظہر تک اور عشاء نماز ظہر سے

آدھی رات تک اور سحری آدھی رات سے طلوع فجر تک۔

تشریح: کوئی آدمی قسم کھائے کہ ناشتہ نہیں کروں گا تو کس وقت سے کس وقت تک کھانے میں حانث ہوگا اس کی تفصیل صاحب کتاب کے بقول اس طرح ہے کہ 'غدا' یعنی ناشتہ طلوع فجر سے ظہر کے وقت تک کے کھانے کو کہتے ہیں، اور عشاء یعنی رات کا کھانا ظہر سے لے کر آدھی رات تک کے کھانے کو کہتے ہیں اور سحری آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک کے کھانے کو کہتے ہیں اس درمیان کھائے گا تو حانث ہوگا۔

(۲۵۹۹/۷۴) وَاِنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَهُ اِلٰى قَرِيْبٍ فَهُوَ عَلٰى مَا دُوْنَ الشَّهْرِ وَاِنْ قَالَ اِلٰى بَعِيْدٍ فَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الشَّهْرِ.

ترجمه: اور اگر قسم کھائی کہ ضرور بالضرور ادا کردے گا اس کا قرض عنقریب تو یہ ایک ماہ سے کم پر ہوگی اور اگر کہا کچھ دیر میں تو یہ ایک ماہ سے زائد پر ہوگی۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ قرض قریبی زمانہ میں ادا کروں گا تو ایک ماہ کے اندر اندر ادا کرنا ہوگا اور اگر کہا کہ دیر میں ادا کروں گا تو ایک ماہ یا ایک ماہ کے بعد ادا کرے تب بھی حانث نہیں ہوگا۔

(۲۶۰۰/۷۵) وَمَنْ حَلَفَ لَايَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرَجَ مِنْهَا بِنَفْسِهٖ وَتَرَكَ فِيْهَا اَهْلَهٗ وَمَتَاعَهٗ حَنِثَ.

ترجمه: کسی نے قسم کھائی کہ نہیں رہیگا اس گھر میں پھر نکل گیا وہاں سے خود اور چھوڑ دیا اس میں اپنے بال بچوں اور سامان کو تو حانث ہوجائیگا۔

تشریح: ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہوں گا چنانچہ وہ وہاں سے نکل گیا لیکن بال بچے اور گھریلو سامان سب وہیں چھوڑ دیا تو حانث ہوجائے گا، کیونکہ عرف میں رہائش اسی جگہ کی سمجھی جاتی ہے جہاں بال بچے ہوں، اگر حالف حانث ہونا نہیں چاہتا تو پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پورا سامان منتقل کرنا ضروری ہے، اگر ایک کیل بھی وہاں رہ گئی تو حانث ہوجائے گا، امام ابو یوسف کے نزدیک اکثر سامان منتقل کرلینا کافی ہے، امام محمد فرماتے ہیں کہ گھریلو ضروری سامان منتقل کرلینا کافی ہے، اسی قول میں لوگوں کے لئے آسانی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ۲/۳۰۸)

(۲۶۰۱/۷۶) وَمَنْ حَلَفَ لَيَصْعَدَنَّ السَّمَاءَ اَوْ لَيُقَلِّبَنَّ هٰذَا الْحَجَرَ ذَهَبًا اِنْعَقَدَتْ يَمِيْنُهٗ وَحَنِثَ عَقِيْبَهَا.

لغات: لیصعدن: لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ معروف، صَعِدَ صُعُوْدًا چڑھنا۔ لیقلبن: قلَب قلباً الشیئ پلٹ دینا اوپر کا نیچے کردینا۔ عقیب: پیچھے آنے والا کہا جاتا ہے، هُوَ عقیبُه وہ اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ ضرور بالضرور چڑھے گا آسمان پر یا ضرور بالضرور بنادے گا اس پتھر کو سونا تو اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور وہ حانث ہو جائے گا قسم کے بعد۔

تشریح: آسمان پر چڑھنا ممکن تو ہے کیونکہ فرشتے روزآنہ آسمان پر چڑھتے ہیں اور شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی سیر کر کے واپس تشریف لائے اسی طرح پتھر کو سونا بنانا کیمکل کے ذریعہ ممکن ہے لہٰذا قسم منعقد ہو گئی لیکن فی الحال اسباب ووسائل نہ ہونے کی وجہ سے ہمت وقدرت نہ ہونے کی وجہ سے عاجز ہونا ظاہر ہو گیا اس لئے قسم کے بعد فوراً حانث ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

(۲۶۰۲/۷۷) وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ فُلَانًا دَيْنَهُ الْيَوْمَ فَقَضَاهُ ثُمَّ وَجَدَ فُلَانٌ بَعْضَهَا زُيُوفًا اَوْ نَبَهْرَجَةً اَوْ مُسْتَحَقَّةً لَمْ يَحْنَثِ الْحَالِفُ وَاِنْ وَجَدَهَا رَصَاصًا اَوْ سَتُّوْقَةً حَنِثَ.

حل لغات: زیوفاً: کھوٹا سکہ جس کو بیت المال نہ لے۔ بنهرجةً: کھوٹا سکہ جس کو عام تجار نہ لیں بیت المال لے لے۔ رصاص: ایک قسم کی دھات جس سے بندوق کی گولیاں اور چھرے وغیرہ بنائے جاتے ہیں، واحد رَصَاصَةٌ. ستوقة: یہ معرب ہے ستہ کا، وہ درہم جو اندر سے تانبے کا ہو اور دونوں طرف سے چاندی کا رنگ چڑھا دیا گیا ہو۔

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ ضرور ادا کر دے گا فلاں کا قرض آج پس ادا کر دیا اس کو پھر پایا فلاں نے بعض قرض کسی قدر کھوٹا، یا کسی اور کا حق والا تو حانث نہیں ہوگا قسم کھانے والا اور اگر پایا بالکل رانگ یا بالکل کھوٹا تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے قسم کھائی کہ آج فلاں کا قرض ضرور ادا کر دوں گا، چنانچہ قسم کے مطابق آج ہی قرض ادا کر دیا لیکن ان دراہم میں کھوٹ پن تھا جن کو بیت المال یا تاجر نہیں لیتے تھے یا جو دراہم قرض میں دیئے گئے تھے ان میں کسی اور کا حق نکل گیا تو قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا، کیونکہ مذکورہ صورت میں ادائیگی پائی گئی اگرچہ عیب دار ہی سہی، اور عیب دار ہونا ادائیگی کے منافی نہیں ہے۔ ہاں اگر قرض میں رانگ کا بنا ہوا درہم دے دیا یا ایسا درہم دے دیا جو اندر سے تانبے کا تھا مگر دونوں جانب چاندی چڑھی ہوئی تھی تو حانث ہو جائے گا، کیونکہ مذکورہ دونوں چیزوں سے بنے ہوئے کو درہم نہیں کہتے، اور قسم کھائی تھی کہ درہم دوں گا۔

(۲۶۰۳/۷۸) وَمَنْ حَلَفَ لَايَقْبِضُ دَيْنَهُ دِرْهَمًا دُوْنَ دِرْهَمٍ فَقَبَضَ بَعْضَهُ لَمْ يَحْنَثْ حَتّٰى يَقْبِضَ جَمِيْعَهُ مُتَفَرِّقًا وَاِنْ قَبَضَ دَيْنَهُ فِيْ وَزْنَتَيْنِ لَمْ يَتَشَاغَلْ بَيْنَهُمَا اِلَّا بِعَمَلِ الْوَزْنِ لَمْ يَحْنَثْ وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِتَفْرِيْقٍ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ نہ لے گا اپنا قرض ایک ایک درہم کر کے پھر کچھ قرض لے لیا تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ لے لے پورا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے اور اگر وصول کیا اپنا قرض دو دفعہ وزن کر کے جن میں نہیں کیا کوئی کام

وزن کرنے کے علاوہ تو حانث نہ ہوگا اور یہ متفرق طور پر لینا نہیں ہے۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ میں اپنا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے وصول نہیں کروں گا پھر اس نے دس پانچ، درہم وصول کئے تو ابھی حانث ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے جب تک کہ پورا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے وصول نہ کرے ہاں اگر قرض کوئی وزنی چیز تھی اور وہ سب ایک بار وزن نہیں ہو سکتی تھی اسلئے چند بار وزن کر کے وصول کیا تو حانث نہ ہوگا مثلاً پانچ کوئنٹل چاول تھے ان کو ایک دفعہ وزن نہیں کر سکتا اسلئے کئی بار وزن کر کے چاول لیا اور وزن کرنے کے دوران کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ یہ تو مجبوری ہے اور محاورے میں اس کو متفرق طور پر وصول کرنا نہیں کہتے ہیں۔

(۲۶۰۴/۷۹) وَمَنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّ الْبَصْرَةَ فَلَمْ يَأْتِ حَتَّى مَاتَ حَنِثَ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِّنْ اَجْزَاءِ حَيٰوتِهٖ.

ترجمہ: کسی نے قسم کھائی کہ ضرور جائے گا بصرہ پھر وہ نہ گیا یہاں تک کہ مر گیا تو حانث ہو جائے گا اپنی زندگی کے آخری لحات میں۔

تشریح: زندگی بھر امید کی جائے گی کہ وہ کبھی نہ کبھی بصرہ جائے گا مگر بعد الموت یہ ثابت ہوا کہ حالف نے اپنی قسم کو پورا نہیں کیا لیکن بعد الموت وہ مکلف نہیں ہوتا اس لئے مرنے سے تھوڑی دیر پہلے اس پر یہ حکم جاری ہوگا کیونکہ اس وقت وہ مخاطب تھا۔

کتاب الدعویٰ

یہ کتاب دعویٰ کے بیان میں ہے

ماقبل سے مناسبت: یمین کے ذریعہ خبریں مؤکد کی جاتی ہیں اور دعویٰ کے ذریعہ الزامات مؤکد کئے جاتے ہیں پس ہر دو سے تقویت مقصود ہوتی ہے نیز یمین کے ذریعہ ایجاب علیٰ نفسہٖ مؤکد ہوتا ہے اور دعویٰ کے ذریعہ ایجاب علیٰ غیرہٖ مؤکد ہوتا ہے اس لئے ایجاب علیٰ نفسہٖ فطرۃً مقدم ہے پس ذکراً بھی اس کو مقدم کر دیا اور کتاب الدعویٰ کو مؤخر کر دیا۔ (رقم الحاشیۃ (۷)

دعویٰ کی لغوی تعریف: دعویٰ لغت میں اس قول کا نام ہے جس سے انسان دوسرے آدمی پر حق واجب کرنے کا ارادہ کرے۔

اصطلاحی تعریف: جھگڑے کے وقت کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے۔

اصطلاحی الفاظ: دعویٰ کرنے والے کو 'مدعی' جس پر دعویٰ کیا جائے اس کو مدعیٰ علیہ اور جس چیز کا دعویٰ

کیا جائے اس کو مدعی کہتے ہیں۔

(۱/۲۶۰۵)اَلْمُدَّعِیْ مَنْ لَّایُجْبَرُ عَلَی الْخُصُوْمَةِ اِذَا تَرَکَهَا وَالْمُدَّعٰی عَلَیْهِ مَنْ یُجْبَرُ عَلَی الْخُصُوْمَةِ.

لغت: الخصومة: مقدمہ میں جو دونوں طرف سے جھگڑا کرتے ہیں اس کو خصومت کہتے ہیں۔

ترجمہ: مدعی وہ شخص ہے جو مجبور نہ کیا جائے جھگڑے پر جب کہ وہ اس کو چھوڑ دے اور مدعیٰ علیہ وہ ہے جو مجبور کیا جائے جھگڑے پر۔

مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریف

تشریح: جن امور پر مسائل دعویٰ کا دارومدار ہے ان میں سب سے زیادہ اہم بات مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان فرق کی شناخت ہے اسی وجہ سے صاحب قدوری نے اوّلاً دونوں کی تعریف ذکر کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ مدعی وہ شخص ہے جس کو خصومت پر مجبور نہ کیا جائے یعنی دعویٰ کرنے کے بعد اگر وہ دعویٰ کو ترک کرنا چاہے تو اس کو ترک کردے اس پر کسی طرح کا جبر نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اس کا اپنا حق ہے صاحب حق نے جب اپنا حق چھوڑ دیا تو اس کو کون مجبور کرسکتا ہے گویا کہ اس نے معاف کردیا، اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جس کو خصومت پر مجبور کیا جائے یعنی مدعی کے دعویٰ کرنے کے بعد اس پر جواب دینا لازم ہے خصومت سے پہلو تہی کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس وجہ سے کہ دوسرے کا حق ضائع ہونا لازم آتا ہے اس وجہ سے اس پر جبر ہوگا۔

(۲/۲۶۰۶) وَلَا یُقْبَلُ الدَّعْوٰی حَتّٰی یَذْکُرَ شَیْئًا مَعْلُوْمًا فِیْ جِنْسِهٖ وَقَدْرِهٖ.

ترجمہ: اور قبول نہیں کیا جائیگا دعویٰ یہاں تک کہ بیان کردے ایسی شی جس کی جنس اور مقدار معلوم ہو۔

تشریح: صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ مدعی کا دعویٰ اس وقت قبول ہوگا جب وہ اس شی کی جنس اور مقدار ذکر کردے جس کا دعویٰ کیا گیا ہے مثلاً یوں کہے کہ میرے فلاں آدمی پر بیس کوئنل گیہوں ہیں، کیونکہ دعویٰ کا فائدہ یہ ہے کہ حجت قائم کرکے مدعی علیہ پر مدعی کا حق لازم کیا جائے اور مجہول چیز کا لازم کرنا چونکہ ممکن نہیں ہے اس لئے شی مدعیٰ کی جنس اور مقدار کا بیان کرنا ضروری ہے۔

(۳/۲۶۰۷) فَاِنْ کَانَ عَیْنًا فِیْ یَدِ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ کُلِّفَ اِحْضَارُهَا لِیُشِیْرَ اِلَیْهَا بِالدَّعْوٰی وَاِنْ لَّمْ تَکُنْ حَاضِرَةً ذَکَرَ قِیْمَتَهَا.

ترجمہ: اگر ہو وہ چیز بعینہٖ مدعی علیہ کے قبضہ میں تو اس کو مجبور کیا جائے گا اس کے حاضر کرنے پر تا کہ اشارہ

کرے اس کی طرف دعویٰ میں اور اگر حاضر نہ ہو تو اس کی قیمت بیان کرے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مدعیٰ بہ (جس کا دعویٰ کیا گیا ہے) بعینہ مدعی علیہ کے قبضہ میں ہو تو مدعیٰ علیہ کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس مال کو عدالت قاضی میں حاضر کرے تا کہ مدعی دعویٰ کرتے وقت اس مال کی جانب اشارہ کر سکے اور اگر مدعیٰ بہ مدعیٰ علیہ کے قبضہ میں موجود نہ ہو بلکہ ضائع ہو گیا یا غائب ہو گیا جس کا ٹھکانہ معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں مدعی اس مال کی قیمت ذکر کر دے تا کہ مدعیٰ بہ معلوم ہو کر دعویٰ درست ہو جائے۔

(۴/۲۶۰۸) وَاِنِ ادَّعٰی عَقَارًا حَدَّدَهٗ وَذَكَرَهٗ اَنَّهٗ فِيْ يَدِ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ وَاَنَّهٗ يُطَالِبُهٗ.

ترجمہ: اور اگر زمین کا دعویٰ کیا تو اس کی حدود بیان کرے اور یہ بھی ذکر کرے کہ وہ مدعیٰ علیہ کے قبضہ میں ہے اور یہ کہ اس نے اس سے اس کا مطالبہ کیا ہے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر مدعی نے کسی غیر منقول چیز مثلاً زمین یا مکان کا دعویٰ کیا تو اس دعویٰ کے صحیح ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں:

(۱) مدعی، اس شی مدعیٰ بہ کے حدود بیان کرے یعنی یہ بیان کرے کہ اس زمین کے مشرق، مغرب، شمال، جنوب میں کون کون لوگ ہیں؟ اور حدود اربعہ ذکر کرتے وقت مالکان حدود کے نام اور نسب کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اس زمانہ میں یہ بھی بیان کرے کہ زمین کا کھاتہ نمبر کیا ہے اور خسرہ نمبر کیا ہے تا کہ زمین متعین ہو جائے۔

(۲) مدعی یہ بھی بیان کرے کہ شی مدعیٰ بہ، مدعیٰ علیہ کے قبضہ میں ہے کیونکہ مدعیٰ علیہ اسی وقت خصم قرار پائے گا جب کہ شی مدعیٰ بہ اس کے قبضہ میں ہو۔

(۳) مدعی یہ بھی بیان کرے کہ میں نے مدعیٰ علیہ سے اس شی مدعیٰ بہ کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ مطالبہ مدعی کا حق ہے جو اس کی طلب پر موقوف ہے۔

(۵/۲۶۰۹) وَاِنْ كَانَ حَقًّا فِي الذِّمَّةِ ذَكَرَ اَنَّهٗ يُطَالِبُهٗ بِهٖ.

ترجمہ: اور اگر کوئی حق ہو ذمہ میں تو ذکر کرے کہ وہ اس حق کا مطالبہ کرتا ہے۔

تشریح: اگر وہ چیز جس کا دعویٰ کیا گیا ہے ذمہ میں کوئی حق یعنی دین ہو تو مدعی کے لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ مدعیٰ علیہ سے اس حق کا مطالبہ کرتا ہے مثلاً دعویٰ یہ تھا کہ خالد کے عمر کے ذمہ پچاس ہزار روپے قرض ہے تو قرض ہونا ذمہ میں یہ ایک حق ہوا تو اس صورت میں دعویٰ کے ساتھ یہ بھی ذکر کرے کہ میں اس قرض کا طلب گار ہوں کیونکہ صاحب حق حاضر ہو چکا ہے اب صرف مطالبہ باقی ہے۔

(۶/۲۶۱۰) فَاِذَا صَحَّتِ الدَّعْوٰى سَأَلَ الْقَاضِي الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ عَنْهَا فَاِنِ اعْتَرَفَ قَضٰى عَلَيْهِ بِهَا

وَاِنْ اَنْكَرَ سَأَلَ الْمُدَّعِيَ الْبَيِّنَةَ فَاِنْ اَحْضَرَهَا قَضٰى بِهَا وَاِنْ عَجَزَ عَنْ ذَالِكَ وَطَلَبَ يَمِيْنَ خَصْمِهٖ اِسْتَحْلَفَهٗ عَلَيْهَا.

حلِّ لغت: خصم: مدمقابل، مقدمہ میں دوسرا فریق۔

ترجمہ: اور جب صحیح ہو جائے دعویٰ تو دریافت کرے قاضی مدعیٰ علیہ سے اس دعویٰ کے بارے میں اگر وہ اقرار کرلے تو اس پر اس کا فیصلہ کردے اور اگر انکار کرے تو طلب کرے مدعی سے گواہ اگر وہ پیش کردے تو فیصلہ کردے گواہ کے مطابق اور اگر وہ اس سے عاجز آجائے اور طلب کرے اپنے مدمقابل کی قسم تو قسم لے اس سے دعویٰ پر۔

دعویٰ کے تفصیلی احکام

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب دعویٰ اپنی شرطوں کے ساتھ درست ہو گیا تو قاضی مدعیٰ علیہ سے اس دعویٰ کے بارے میں دریافت کرے گا کہ کیا واقعی مدعی کا دعویٰ صحیح ہے؟ اگر مدعیٰ علیہ نے دعویٰ کا اقرار کیا کہ واقعی مدعی کا میرے ذمہ حق ہے تو قاضی اس کا فیصلہ کردے گا اب گواہ یا قسم کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور اگر مدعیٰ علیہ نے اس دعویٰ کا انکار کیا تو اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے گا اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کردیئے تو قاضی ان گواہوں کے مطابق فیصلہ کرے گا آگے فرماتے ہیں کہ مدعی کو گواہ پیش کرنے کو کہا اس پر وہ گواہ پیش کرنے سے عاجز آگیا اور اس نے مدعیٰ علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا تو قاضی اس دعویٰ پر مدعیٰ علیہ سے قسم لے گا۔

(۲۶۱۱/۷) وَاِنْ قَالَ لِيْ بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ وَطَلَبَ الْيَمِيْنَ لَمْ يُسْتَحْلَفْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: اور اگر کہے کہ میرے پاس گواہ موجود ہے اور طلب کرے قسم تو قسم نہیں کھلائی جائے گی امام صاحب کے نزدیک۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں ہیں میں ان کو پیش کرسکتا ہوں، لیکن پھر بھی گواہ پیش نہ کرکے مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر فیصلہ کروانا چاہتا ہے تو اس سلسلہ میں امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی، کیونکہ قسم میں مدعی کے حق کا ثابت ہونا گواہ قائم کرنے سے عاجز ہونے پر مرتب ہے، لہٰذا جب تک مدعی گواہ قائم کرنے سے عاجز نہ ہوگا اس وقت تک قسم مدعی کا حق نہ ہوگا۔

(۲۶۱۲/۸) وَلَا تُرَدُّ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعِيْ.

ترجمہ: اور نہیں لوٹائی جائے گی قسم مدعی پر۔

تشریح: اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کردے تو مدعی سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ قاضی مدعیٰ علیہ پر مدعی کا دعویٰ لازم کردے گا ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کردے تو قسم مدعی کی طرف عود کرے گی پس اگر مدعی نے قسم کھائی تو قاضی اس کی قسم پر اس کے حق میں فیصلہ صادر کردے گا اور اگر وہ بھی انکار کردے تو جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ اگر لوگوں کو ان کے دعووں کی وجہ سے دے دیا جائے تو لوگ قوم کی جانوں اور مالوں پر دعویٰ کر بیٹھیں گے لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم اس پر جو انکار کرے، ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں تقسیم ہے اب اگر مدعی سے قسم لی جائے تو مدعی اور مدعی علیہ دونوں قسم میں شریک ہوں گے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

(۹/۲۶۱۳) وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ صَاحِبِ الْيَدِ فِي الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ.

ترجمہ: اور نہیں قبول کیا جائے گا قبضہ والے کا بینہ ملک مطلق میں۔

تشریح: مسئلہ کو سمجھنے سے قبل یہ اصطلاحات ذہن نشیں فرمالیں، (۱) صاحب الید جس کے قبضہ میں دعویٰ کی چیز ہو (۲) ملک مطلق کوئی شخص کسی چیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے لیکن مالک ہونے کے سبب کو بیان نہ کرے، مثلاً یہ کہے کہ یہ میرا گھر ہے مگر یہ بیان نہ کرے کہ آیا اس نے خریدا ہے، یا اس کو ترکہ میں ملا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص مال معین پر قابض ہے، اور اس پر ایک غیر قابض نے دعویٰ کیا مثلاً یہ کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور اس قابض کے قبضہ میں ناحق طور پر ہے اب اگر قابض نے اپنے مالک ہونے پر گواہ پیش کئے اور غیر قابض نے اپنے مالک ہونے پر تو ہمارے نزدیک غیر قابض کے گواہ مقبول ہوں گے اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

(۱۰/۲۶۱۴) وَإِذَا نَكَلَ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ عَنِ الْيَمِيْنِ قَضٰى عَلَيْهِ بِالنُّكُوْلِ وَأَلْزَمَهُ مَا ادَّعٰى عَلَيْهِ.

حلّ لغت: النکول: قسم کھانے سے انکار کرنا۔

ترجمہ: اور جب انکار کرے مدعیٰ علیہ قسم سے تو فیصلہ کردے اس پر انکار کی وجہ سے اور لازم کردے اس پر وہ جس کا اس پر دعویٰ کیا ہے۔

تشریح: مدعی کے پاس گواہ نہ تھے اس لئے اس نے مدعی علیہ کو قسم کھانے کے لئے کہا لیکن مدعی علیہ نے قسم کھانے سے انکار کردیا تو اس کے انکار کرنے کے بعد قاضی فیصلہ کردے گا کہ یہ چیز مدعی کی ہے مدعیٰ علیہ کا انکار حقیقۃً ہو مثلاً وہ صاف طور سے کہہ دے کہ میں قسم نہیں کھاتا یا حکماً ہو مثلاً وہ قسم کھانے سے خاموشی اختیار کرلے۔

(۱۱/۲۶۱۵) وَيَنْبَغِيْ لِلْقَاضِيْ اَنْ يَقُوْلَ لَهُ اِنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْكَ الْيَمِيْنَ ثَلٰثًا فَاِنْ حَلَفْتَ وَاِلَّا قَضَيْتُ عَلَيْكَ بِمَا ادَّعَاهُ.

ترجمہ: اور مناسب ہے قاضی کے لئے کہ اس سے کہے میں پیش کرتا ہوں تجھ پر قسم تین بار اگر تو قسم کھالے تو

بہتر ہے ورنہ فیصلہ کردوں گا تجھ پر اس چیز کا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو اور مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو قاضی مدعیٰ علیہ سے یہ کہے کہ میں تجھ پر تین بار قسم پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی تو تو مدعی کے دعویٰ سے چھٹکارا پالے گا اور اگر تو نے قسم نہ کھائی تو میں تیرے خلاف فیصلہ کروں گا۔

(۲۶۱۶/۱۲) وَاِذَا كَرَّرَ الْعَرْضَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَضٰى عَلَيْهِ بِالنُّكُوْلِ.

ترجمہ: جب وہ تین بار مکرر پیش کر چکے تو فیصلہ کردے اس پر انکار کی وجہ سے۔

تشریح: جب قاضی مدعیٰ علیہ پر تین بار قسم پیش کر چکا اور مدعیٰ علیہ ہر بار انکار کر چکا تو اب قاضی اس کے خلاف فیصلہ کردے گا۔

(۲۶۱۷/۱۳) وَاِنْ كَانَتِ الدَّعْوىٰ نِكَاحًا لَمْ يُسْتَحْلَفِ الْمُنْكِرُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: اور اگر ہو دعویٰ نکاح کا تو قسم نہ لی جائے گی منکر سے امام صاحب کے نزدیک۔

ان معاملات کا بیان جن میں مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جاتی

تشریح: مرد نے کسی عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے اور عورت اس کا انکار کرتی ہے یا عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد اس کا منکر ہے تو امام صاحب کے نزدیک منکر کو قسم نہیں کھلائیں گے۔

(۲۶۱۸/۱۴) وَلَا يُسْتَحْلَفُ فِى النِّكَاحِ وَالرَّجْعَةِ وَالْفَيْءِ فِى الْاِيْلَاءِ وَالرِّقِّ وَالْاِسْتِيْلَادِ وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ وَالْحُدُوْدِ وَاللِّعَانِ وَقَالَا يُسْتَحْلَفُ فِىْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ اِلَّا فِى الْحُدُوْدِ وَاللِّعَانِ.

ترجمہ: اور قسم نہیں لی جاتی نکاح میں رجعت میں ایلاء سے رجوع کرنے میں غلامی میں ام ولد کرنے میں نسب میں ولاء میں حدود میں لعان میں، اور صاحبین نے فرمایا کہ قسم لی جائے گی ان تمام میں سوائے حدود اور لعان کے۔

تشریح: مصنفؒ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نو چیزیں ایسی ہیں جن میں منکر یعنی مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جاتی ہے، اور وہ نو چیزیں یہ ہیں:

(۱) نکاح اس کی صورت ماقبل کے مسئلہ میں آچکی ہے۔

(۲) رجعت کی صورت یہ ہوگی کہ شوہر نے بیوی کو طلاق رجعی دی عدت گذر جانے کے بعد شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے عدت کے اندر رجعت کرلی تھی اور عورت انکار کرتی ہے کہ رجعت نہیں کی تھی شوہر کے پاس گواہ نہیں ہے اب

امام صاحب کے نزدیک عورت کو قسم نہیں کھلائیں گے بلکہ بغیر قسم کے ہی فیصلہ کردیں گے کہ رجعت نہیں ہوئی تھی یا برعکس ہو۔

(۳) فیٔ: مدت ایلاء گذر جانے کے بعد شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے مدت ایلاء میں ایلاء سے رجوع کرلیا تھا بیوی انکار کرتی ہے شوہر کے پاس گواہ نہیں ہے تو بیوی کو اس بارے میں قسم نہیں کھلائیں گے یا برعکس ہو۔

(۴) رق: زید نے ایک مجہول النسب پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ مجہول النسب اس کا انکار کرتا ہے دعویٰ کرنے والے کے پاس گواہ نہیں ہے تو امام صاحب کے نزدیک غلام کو قسم نہیں کھلائیں گے یا برعکس ہو۔

(۵) استیلاد: ایک باندی نے اپنے آقا پر دعویٰ کیا کہ میں نے ان کے نطفہ سے ایک بچہ جنا ہے اور آقا نے اس کا انکار کیا اور عورت کے پاس گواہ نہیں ہے تو آقا کو قسم نہیں کھلائیں گے اس صورت میں برعکس جاری نہیں ہوگا، صاحب شرح ثمیری نے عکس کی مثال لکھی ہے جو درست نہیں ہے، دیکھئے الجوہرۃ النیرۃ ج ۲ ص ۳۱۲۔

(۶) نسب: ایک شخص نے ایک مجہول النسب پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا یہ میرا باپ ہے اور مجہول النسب نے اس کا انکار کیا یا مجہول النسب نے اس بات کا دعویٰ کیا اور اس شخص نے اس کا انکار کیا، تو منکر کو قسم نہیں دی جائے گی یا برعکس ہو۔

(۷) ولاء: ایک شخص نے ایک مجہول النسب آدمی کے بارے میں دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو آزاد کیا ہے اور میں اس کا آقا ہوں اس کا ولاء مجھ کو ملے گا اور وہ شخص انکار کرے کہ میں اس کا آزاد کردہ غلام نہیں ہوں اور نہ میری ولاء اس کو ملے گی دعویٰ کرنے والے کے پاس گواہ نہیں ہے تو اب منکر کو قسم نہ کھلائیں گے یا برعکس ہو۔

(۸) حدود: ایک شخص نے دوسرے پر ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو حد واجب کرتی ہو مثلاً زنا یا چوری کا دعویٰ کیا اور وہ شخص اس کا منکر ہے تو منکر کو قسم نہیں کھلائیں گے۔

(۹) لعان: عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے لہٰذا اس پر لعان ہے اور شوہر اس کا انکار کرتا ہے عورت کے پاس گواہ نہیں ہے تو شوہر سے قسم نہیں لی جائے گی، صاحبین کے نزدیک حد اور لعان کے علاوہ تمام چیزوں میں قسم لی جائے گی۔

(۲۶۱۹/۱۵) وَاِذَا ادَّعٰى اثْنَانِ عَيْنًا فِيْ يَدِ اٰخَرَ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَزْعُمُ اَنَّهَا لَهٗ وَاَقَامَا الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اگر دعویٰ کیا دو آدمیوں نے ایک خاص چیز کا جو تیسرے کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے ہر ایک کا گمان ہے کہ چیز میری ہے اور دونوں نے گواہ قائم کردیئے تو فیصلہ کیا جائے گا چیز کا دونوں کے درمیان۔

ایک چیز پر دو شخصوں کے دعویٰ کرنے کا بیان

تشریح: دو آدمیوں نے ایک چیز کا دعویٰ کیا ہے جو کسی تیسرے کے پاس ہے اور دونوں نے گواہ قائم کردیئے تو ہمارے نزدیک وہ چیز دونوں کے لئے آدھی آدھی کردی جائے گی، امام شافعی کے نزدیک دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار

ہوں گے امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی ہوگی، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کے بارے میں جھگڑا کیا اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کردیا۔ (ابوداؤد ص ۱۵۳ باب الرجلین یدعیان)

(۲۶۲۰/۱۶) وَاِنِ ادَّعٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا نِکَاحَ امْرَأَةٍ وَاَقَامَ الْبَیِّنَةَ لَمْ یُقْضَ بِوَاحِدَةٍ مِّنَ الْبَیِّنَتَیْنِ وَیُرْجَعُ اِلٰی تَصْدِیْقِ الْمَرْأَةِ لِاَحَدِهِمَا.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے ان میں سے ہر ایک عورت سے نکاح کا اور دونوں گواہ قائم کردے تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا کسی کے بینہ سے اور رجوع کیا جائے گا عورت کی تصدیق کی جانب ان میں سے کسی ایک کی۔

تشریح: اگر دو آدمیوں نے ایک عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کئے تو دونوں کے گواہ غیر معتبر ہوں گے کیونکہ یہاں شرکت ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک عورت دو مردوں کی بیوی ہو جائے اب چونکہ ترجیح کی کوئی علامت نہیں ہے اس لئے اب عورت کو پوچھا جائے گا کہ تم کس کی بیوی ہو؟ جس کی وہ تصدیق کرے اس کی بیوی قرار دی جائے گی۔

(۲۶۲۱/۱۷) وَاِنِ ادَّعٰی اثْنَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَّهُ اشْتَرٰی مِنْهُ هٰذَا الْعَبْدَ وَاَقَامَا الْبَیِّنَةَ فَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَ نِصْفَ الْعَبْدِ بِنِصْفِ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ تَرَکَ.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے دونوں میں سے ہر ایک کہ میں نے خریدا ہے اس سے یہ غلام اور دونوں نے گواہ قائم کردیئے تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا اگر چاہے آدھا غلام لے لے آدھی قیمت میں اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

تشریح: دو آدمیوں نے ایک غلام کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے ثابت کیا کہ یہ میں نے فلاں سے خریدا ہے تو ہر ایک کو اختیار ہوگا چاہے نصف ثمن کے عوض آدھا غلام لے چاہے چھوڑ دے، مثلاً حامد اور ساجد دونوں کہتے ہیں کہ راشد غلام شاہد بائع سے خریدا ہے اور خریداری پر گواہ بھی پیش کردیئے تو چونکہ کسی ایک کے بینہ کو ترجیح نہیں ہے اس لئے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ آدھا آدھا غلام دونوں نے خریدا ہے اور دونوں پر آدھی آدھی قیمت لازم ہوگی اب چاہے تو آدھی قیمت دے کر آدھا غلام لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

(۲۶۲۲/۱۸) فَاِنْ قَضَی الْقَاضِیْ بِهٖ بَیْنَهُمَا فَقَالَ اَحَدُهُمَا لَا اخْتَارُ لَمْ یَکُنْ لِلْاٰخَرِ اَنْ یَّأْخُذَ جَمِیْعَهٗ.

ترجمہ: اگر فیصلہ کردے قاضی غلام کا دونوں کے درمیان پھر ایک کہے کہ میں نہیں لیتا تو دوسرے کے لئے جائز نہیں سارا غلام لینا۔

تشریح: قاضی نے دونوں کے لئے آدھے آدھے غلام کا فیصلہ کردیا اب ان میں سے ایک کہتا ہے کہ میں

آدھا غلام نہیں لوں گا تو دوسرا شخص پورا غلام نہیں لے سکتا کیونکہ قاضی کے فیصلہ کے بعد بیع فسخ ہوگئی، ہاں نئے سرے سے باقی آدھے غلام کو بائع سے خرید سکتا ہے۔

(۱۹/۲۶۲۳) وَاِنْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا تَارِيْخًا فَهُوَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا.

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ہر ایک تاریخ ذکر کردے تو غلام پہلی تاریخ والے کا ہوگا۔

تشریح: دونوں فریقوں نے غلام پر دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں سے پورا پورا غلام خریدا ہے اور دونوں نے گواہ پیش کردیئے اور تاریخ بھی بتائی تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی غلام اسی کا ہوگا۔

(۲۰/۲۶۲۴) وَاِنْ لَّمْ يَذْكُرَا تَارِيْخًا وَمَعَ اَحَدِهِمَا قَبْضٌ فَهُوَ اَوْلٰى بِهٖ.

ترجمہ: اگر کسی نے بھی تاریخ ذکر نہیں کی اور ان میں سے ایک کا قبضہ ہے تو وہی اولیٰ ہوگا۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے غلام پر دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں سے خریدا ہے لیکن تاریخ کسی نے ذکر نہیں کی البتہ ایک شخص کا غلام پر قبضہ بھی ہے تو قبضہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے پہلے خریدا ہے اس لئے غلام اسی کے لئے ہوگا۔

(۲۱/۲۶۲۵) وَاِنِ ادَّعٰى اَحَدُهُمَا شِرَاءً وَّالْاٰخَرُ هِبَةً وَّقَبْضًا وَّاَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَلَا تَارِيْخَ مَعَهُمَا فَالشِّرَاءُ اَوْلٰى مِنَ الْاٰخَرِ.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے ان میں سے ایک خریدنے کا اور دوسرا ہبہ اور قبضہ کا اور دونوں گواہ قائم کردیں اور تاریخ کسی کے پاس نہیں تو خرید اولیٰ ہوگی دوسرے سے۔

تشریح: دو آدمیوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ مجھے زید نے ہبہ کی ہے اور قبضہ بھی دے دیا ہے، اور دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ بھی پیش کردیئے لیکن کسی کے پاس خریدنے اور ہبہ کرنے کی تاریخ نہیں ہے کہ کس نے پہلے خریدا ہے اور کس کو بعد میں ہبہ کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں خریدنے کو ترجیح ہوگی اور وہ چیز خریدنے والے کی ہوگی کیونکہ خریدنا ہبہ سے مضبوط ہے خریدنے میں دونوں طرف سے مال ہوتا ہے اور ہبہ میں ایک طرف سے مال ہے اور احسان ہے دوسری جانب سے مال نہیں ہے اس لئے چیز خریدنے والے کی ہوگی۔

(۲۲/۲۶۲۶) وَاِنِ ادَّعٰى اَحَدُهُمَا الشِّرَاءَ وَادَّعَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا عَلَيْهِ فَهُمَا سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے ان میں سے کوئی ایک خریدنے کا اور دعویٰ کرے عورت کہ اس نے مجھ سے اس پر شادی کی ہے تو دونوں برابر ہوں گے۔

تشریح: ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام زید سے خرید اہے اور زینب نے دعویٰ کیا کہ زید نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کر کے مجھ سے نکاح کیا ہے تو دونوں کے دعوے اور گواہ برابر ہوں گے اور غلام آدھا آدھا ہو جائے گا کیونکہ خریدنا اور نکاح قوت کے اعتبار سے دونوں برابر درجہ کے ہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک عقد معاوضہ اور بنفسہ مثبت ملک ہیں۔

(۲۶۲۷/۲۳) وَاِنِ ادَّعٰى اَحَدُهُمَا رَهْنًا وَقَبْضًا وَالْآخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا فَالرَّهْنُ اَوْلٰى.

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ایک دعویٰ کرے رہن اور قبضہ کا اور دوسرا ہبہ اور قبضہ کا تو رہن اولیٰ ہے۔

تشریح: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ فلاں نے میرے پاس یہ غلام بطور گروی رکھا ہے اور قبضہ بھی دے دیا اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ کو ہدیہ میں دیا اور قبضہ دے دیا تو دعویٰ رہن اولیٰ ہوگا، کیونکہ شئی مرہون کا ضمان مرتہن پر لازم ہے لیکن اتنا ہی ضمان لازم ہوگا جتنا اس کا دین ہے اور اگر شئی موہوب ہلاک ہو جائے بعد میں اس چیز کا کوئی حقدار نکل آئے اور وہ حقدار موہوب لہ سے تاوان وصول کرے تو بعد میں موہوب لہ واہب سے ضمان وصول نہیں کر سکتا کیونکہ واہب ہبہ احسان اور سلوک کے طور پر عطا کرتا ہے اور عقد ضمان عقد تبرع سے قوی تر ہوتا ہے لہٰذا دعویٰ رہن اولیٰ ہوگا مگر یہ اس وقت ہے جب ہبہ بلا عوض کا دعویٰ ہو اور اگر ہبہ بشرط عوض کا دعویٰ ہو تو پھر دعویٰ ہبہ اولیٰ ہوگا۔

(۲۶۲۸/۲۴) وَاِنْ اَقَامَ الْخَارِجَانِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ وَالتَّارِيْخِ فَصَاحِبُ التَّارِيْخِ الْاَقْدَمِ اَوْلٰى.

حل لغت: الخارجان: واحد خارج جس کے قبضہ میں دعویٰ کی چیز نہ ہو اس کو خارج کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور اگر قائم کردیں دو غیر قابض گواہ ملک اور تاریخ پر تو پہلی تاریخ والا اولیٰ ہوگا۔

تشریح: ایک غلام ہے جو ساجد کے قبضہ میں ہے اب زید اور عمر میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے اور دونوں نے تاریخ بھی بیان کردی تو زید اور عمر میں سے جس کی تاریخ مقدم ہے اسی کے لئے غلام کا فیصلہ ہوگا کیونکہ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ اس کا پہلا مالک میں ہوں۔

(۲۶۲۹/۲۵) وَاِنِ ادَّعَيَا الشِّرَاءَ مِنْ وَاحِدٍ وَاَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلٰى تَارِيْخَيْنِ فَالْاَوَّلُ اَوْلٰى.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے دو آدمی خریدنے کا کسی سے اور دونوں نے قائم کر دیئے گواہ دو تاریخوں پر تو پہلی تاریخ والا اولیٰ ہوگا۔

تشریح: دو آدمیوں نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ قائم کر دیئے اور دونوں نے دو تاریخیں بتلائیں تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی چیز اسی کی ہوگی عبارت میں "من واحد" سے مراد غیر قابض ہے تاکہ ماقبل کے مسئلہ کے ساتھ تکرار نہ

ہو جائے یعنی ماقبل کے مسئلہ میں مطلق ملکیت کا دعویٰ کیا تھا اور اس مسئلہ میں خرید نے کی وجہ سے ملکیت کا دعویٰ کیا۔

(۲۶/۲۶۳۰) وَاِنْ اَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ وَذَكَرَا تَارِيْخًا فَهُمَا سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور اگر قائم کر دے ان میں سے ہر ایک گواہ خریدنے پر دوسرے سے اور ذکر کر دیں دونوں تاریخ تو دونوں برابر ہوں گے۔

تشریح: دو آدمیوں نے خریدنے پر گواہ قائم کر دیئے مثلاً ایک نے زید سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے عمرو سے اور ہر ایک نے تاریخ بھی ثابت کر دی تو دونوں برابر ہوں گے اور خریدی ہوئی چیز دونوں کے درمیان آدھی آدھی ہوگی، آدھی آدھی قیمت کے بدلے میں اور اختیار ہوگا چاہے تو آدھی چیز آدھی قیمت میں لے لے اور چاہے چھوڑ دے۔

(۲۷/۲۶۳۱) وَاِنْ اَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلٰى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ وَاَقَامَ صَاحِبُ الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلٰى مِلْكٍ اَقْدَمَ تَارِيْخًا كَانَ اَوْلٰى.

ترجمہ: اور اگر قائم کر دے خارج (غیر قابض) گواہ ملک مؤرخ پر اور قائم کر دے قابض گواہ ایسی ملک پر جو اس کی تاریخ سے پہلے ہے تو قابض اولیٰ ہوگا۔

تشریح: جس آدمی کے قبضہ میں چیز نہیں تھی جس کو خارج کہتے ہیں اس نے اپنی ملکیت ہونے پر گواہ پیش کر دیئے اور ایسی تاریخ بیان کی جس سے بعد میں ملکیت کا ثبوت ہوتا ہے اور جس کے قبضہ میں چیز تھی جس کو "صاحب الید" کہتے ہیں اس نے اپنی ملکیت ہونے پر گواہ پیش کئے اور ایسی تاریخ بیان کی جو خارج کی تاریخ سے پہلے تھی تو ایسی صورت میں قبضہ والے کے گواہ معتبر ہوں گے۔

(۲۸/۲۶۳۲) وَاِنْ اَقَامَ الْخَارِجُ وَصَاحِبُ الْيَدِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً بِالنِّتَاجِ فَصَاحِبُ الْيَدِ اَوْلٰى.

ترجمہ: اور اگر قائم کر دے غیر قابض و قابض میں سے ہر ایک گواہ پیدائش پر تو قبضہ والا اولیٰ ہوگا۔

تشریح: قابض و غیر قابض دونوں نے ملک کے ایسے سبب پر گواہ قائم کئے جو مکرر واقع نہیں ہوتا ایک ہی بار ہوتا ہے جیسے کسی جانور کے بچہ پیدا ہونا اب قابض و غیر قابض دونوں نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ یہ بچہ میرے یہاں پیدا ہوا ہے تو قابض کے گواہ معتبر ہوں گے کیونکہ حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ دو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی کے بارے میں جھگڑا لے گئے پس ان میں سے ہر ایک نے کہا یہ اونٹنی میرے پاس پیدا ہوئی ہے اور بینہ قائم کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فیصلہ فرمایا جس کے قبضہ میں تھی۔

(۲۹/۲۶۳۳) وَكَذٰلِكَ النَّسْجُ فِي الثِّيَابِ الَّتِي لَاتُنسَجُ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً وَكَذٰلِكَ كُلُّ سَبَبٍ فِي الْمِلْكِ لَايَتَكَرَّرُ.

حلّ لغت: النسج: کپڑا بُننا۔

ترجمه: اسی طرح ان کپڑوں کی بناوٹ ہے جو نہیں بنے جاتے مگر ایک مرتبہ اور ایسے ہی ہر وہ سبب ملک جو مکرر نہیں ہوتا۔

تشریح: جیسے ماقبل کے مسئلہ میں آچکا ہے کہ کوئی جانور ایک ہی مرتبہ پیدا ہوتا ہے اب قابض وغیر قابض اس کا دعویٰ کرے تو قابض کے گواہ معتبر ہوتے ہیں اسی طرح ایسے سبب کا دعویٰ کرے کہ وہ ایک ہی مرتبہ ہوسکتا ہے جیسے روئی کے کپڑے کی بناوٹ روئی کا تنا دودھ دوہنا پنیر بنانا اب قبضہ والا دعویٰ کرے کہ مثلاً یہ کپڑا میرا ہے تو اسی کے گواہ مقبول ہوں گے۔

(۳۰/۲۶۳۴) وَاِنْ اَقَامَ الْخَارِجُ بَيِّنَةً عَلَى الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبُ الْيَدِ بَيِّنَةً عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ كَانَ صَاحِبُ الْيَدِ اَوْلٰى.

ترجمه: اور اگر قائم کردے غیر قابض گواہ ملک مطلق پر اور قابض اس سے خریدنے پر تو قبضہ والا اولیٰ ہوگا۔

تشریح: غیر قابض نے گواہ قائم کئے کہ یہ گھوڑا میرا ہے لیکن اپنی ملکیت ہونے کی کوئی وجہ بیان نہیں کی کہ میں نے خریدا ہے یا مجھ کو کسی نے ہبہ کیا ہے، یعنی مطلقاً ملکیت کا دعویٰ کیا، اور قابض نے ملک ہونے کی وجہ بھی بیان کی کہ میں نے شخص خارج سے خریدا ہے تو قابض کے گواہ معتبر ہوں گے، کیونکہ غیر قابض اولیت ملک کو ثابت کررہا ہے یعنی پہلے ملک مطلق والے کی ملکیت تھی اور قابض اس سے ملک حاصل کرنے کو ثابت کررہا ہے یعنی قبضہ والے نے اس سے خریدا ہے اسی لئے اس کا قبضہ ہے تو گھوڑا کا فیصلہ اسی کے لئے ہوگا۔

(۳۱/۲۶۳۵) وَاِنْ اَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْاٰخَرِ وَلَا تَارِيْخَ مَعَهُمَا تَهَاتَرَ الْبَيِّنَتَانِ.

ترجمه: اور اگر قائم کردے دونوں میں سے ہر ایک گواہ دوسرے سے خریدنے پر اور تاریخ دونوں کے پاس نہیں تو ساقط ہوں گے دونوں بینے۔

تشریح: غیر قابض نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میں نے یہ مکان قابض سے خریدا ہے اور قابض نے ثابت کیا کہ میں نے غیر قابض سے خریدا ہے تو شیخین کے نزدیک دونوں بینے ساقط الاعتبار ہوں گے اور مکان قابض کو دیا جائے گا، کیونکہ خریدنے پر اقدام کرنا دوسرے کی ملک کا اقرار کرنا ہے اور تاریخ کا علم نہیں ہے تو دونوں کے گواہ ساقط

ہوں گے اور مکان جس کے قبضہ میں ہے اسی کا رہے گا۔

(۳۲/۲۶۳۶) وَاِنْ اَقَامَ اَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْآخَرُ اَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور اگر قائم کردے دو مدعیوں میں سے ایک دو گواہ اور دوسرا چار تو دونوں کے درجے برابر ہیں۔

تشریح: اگر ایک کے دو گواہ ہوں اور دوسرے کے چار گواہ ہوں تو گواہوں کی کثرت کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جاسکتی جب دو گواہ مکمل ہوگئے تو اس کے بعد جو گواہ زیادہ ہوں گے وہ صرف تائید کے لئے ہیں اصل ہونے کے اعتبار سے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے دونوں گواہوں کے درجے برابر ہیں۔

(۳۳/۲۶۳۷) وَمَنِ ادَّعٰى قِصَاصًا عَلٰى غَيْرِهٖ فَجَحَدَ اُسْتُحْلِفَ فَاِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِيْنِ فِيْمَا دُوْنَ النَّفْسِ لَزِمَهُ الْقِصَاصُ وَاِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ حُبِسَ حَتّٰى يُقِرَّ اَوْ يَحْلِفَ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَلْزَمُهُ الْاَرْشُ فِيْهِمَا.

ترجمہ: کسی نے دعویٰ کیا قصاص کا دوسرے پر اس نے انکار کردیا تو قسم کھلائی جائے گی اگر وہ انکار کرے قسم کھانے سے جان کے علاوہ میں تو لازم ہوگا اس پر قصاص اور اگر انکار کرے قتل نفس میں تو قید خانہ میں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے اور فرمایا صاحبینؒ نے لازم ہوگی اس پر دیت دونوں صورتوں میں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا مدعیٰ علیہ نے اس کا انکار کردیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہے تو مدعیٰ علیہ سے بالاتفاق قسم لی جائے گی اگر وہ قسم کھانے سے انکار کردے تو دیکھا جائے گا کہ دعویٰ جان کے قصاص کے بارے میں ہے یا اعضاء واطراف کے قصاص کے بارے میں، اگر اعضاء واطراف کے قصاص کے بارے میں دعویٰ ہے تو اس پر قصاص لازم ہوگا بشرطیکہ اس نے عمداً جرم کیا ہو کیونکہ اطراف واعضاء میں اموال جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے کہ جس طرح مال آدمی کی حفاظت کے لئے ہے اسی طرح ہاتھ اور پاؤں بھی حفاظت نفس کے لئے ہیں، اور مال میں بذل (قسم کھانے سے انکار کرے تو یوں سمجھا جائے گا کہ یہ مال تمہارا نہیں ہے لیکن چلو دے دیتا ہوں) جاری ہے ایسے ہی اعضاء میں بھی جاری ہوگا کہ مجھ پر قصاص تو نہیں ہے لیکن چلو میرا عضو کاٹ لو، اور اگر قصاص کا دعویٰ جان کے بارے میں ہے اور مدعیٰ علیہ نے قسم کھانے سے انکار کردیا تو اس کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ قصاص نفس کا اقرار کرے اگر اقرار کیا تو قصاص لازم ہوگا یا قسم کھا کر کہے کہ مجھ پر قصاص نہیں ہے اگر قسم کھا کر انکار کردیا تو قصاص ساقط ہوجائے گا، مذکورہ حکم حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں دیت واجب ہوگی یعنی عمداً قتل کا دعویٰ ہو تو بھی انکار قسم سے مدعیٰ علیہ پر دیت لازم ہوگی اور کسی عضو کے بارے میں دعویٰ ہو تو بھی مدعیٰ علیہ پر دیت لازم ہوگی۔

(۲۶۳۸/۳۴) وَاِذَا قَالَ الْمُدَّعِیْ لِیْ بَیِّنَةٌ حَاضِرَةٌ قِیْلَ لِخَصْمِهٖ اَعْطِهٖ کَفِیْلًا بِنَفْسِكَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ فَعَلَ وَاِلَّا اُمِرَ بِمُلَازَمَتِهٖ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ غَرِیْبًا عَلَی الطَّرِیْقِ فَیُلَازِمُهٗ مِقْدَارَ مَجْلِسِ الْقَاضِیْ.

حل لغات: غریبا علی الطریق: اجنبی جوراستہ کا مسافر ہو۔ یلازمه: فعل مضارع ملازمة سے مشتق ہے پیچھے لگے رہنا۔

ترجمه: اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں تو اس کے مدعی علیہ سے کہا جائے گا کہ دے تو اس کو کفیل اپنی ذات کا تین دن کے واسطے اگر دے دے تو بہتر ہے ورنہ حکم دیا جائے گا اس کی نگرانی کرنے کا مگر یہ کہ مدعی علیہ راہ گیر مسافر ہو تو مدعی اس کے ساتھ لگا رہے گا مجلس قاضی کی مقدار۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور مجلس قاضی میں کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں، اور اس نے مدعی علیہ سے قسم طلب کی تو امام صاحب کے نزدیک مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ مدعی علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ تین دن کے واسطے اپنی ذات کا کفیل دے دے تاکہ گواہ لاتے لاتے مدعی علیہ کہیں بھاگ نہ جائے اگر ایسا ہو جائے تو کفیل اس کو تلاش کر کے مجلس قضا میں حاضر کرے، اگر مدعی علیہ نے اپنی جانب سے کفیل دے دیا تو بہتر ہے ورنہ مدعی کو حکم دیا جائے گا کہ ہر وقت مدعی علیہ کے ساتھ لگا رہے تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو ہاں اگر مدعی علیہ مسافر ہو تو اس صورت میں مجلس قضاء کے ختم ہونے تک مدعی کو مدعی علیہ کے ساتھ ساتھ رہنے کی اجازت دی جائے گی پس جب قاضی کے عدالت سے اٹھنے کا وقت آ جائے اور مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو قاضی مدعی علیہ سے قسم لے کر فیصلہ صادر کرے گا اور گواہوں کے آنے کا انتظار نہ کرے گا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح پردیسی مدعی علیہ سے اگر کفیل لیا گیا تو صرف قاضی کی مجلس کے اختتام تک لیا جائے گا پس استثناء، الا ان یکون الخ کفیل لینے اور مدعی علیہ کے ساتھ ساتھ رہنے دونوں کی طرف راجع ہے۔

(۲۶۳۹/۳۵) وَاِنْ قَالَ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ هٰذَا الشَّیْئُ اَوْ دَعَنِیْهِ فُلَانُ الْغَائِبُ اَوْ رَهَنَهٗ عِنْدِیْ اَوْ غَصَبْتُهٗ مِنْهُ وَاَقَامَ بَیِّنَةً عَلٰی ذٰلِكَ فَلَا خُصُوْمَةَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْمُدَّعِیْ.

ترجمه: اور اگر کہے مدعی علیہ کہ یہ چیز امانت رکھی ہے میرے پاس فلاں غائب نے یا اس نے اس کو رہن رکھی ہے میرے پاس یا میں نے اس کو اس سے غصب کی ہے اور قائم کر دے گواہ اس پر تو جھگڑا نہیں رہے گا اس کے اور مدعی کے درمیان۔

دفع دعاوی کا بیان

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً محمد حارث نے دعویٰ کیا کہ فلاں غلام جو عبدالصمد کے قبضہ میں

ہے میری ملک ہے یعنی میں اس کا مالک ہوں پس مدعی علیہ قابض (عبدالصمد) نے کہا کہ یہ غلام فلاں شخص (عبدالسلام خالد) جو غائب ہے اس نے ودیعت رکھا ہے یعنی میں امین ہوں اور جو اصل مالک ہے وہ فی الحال سفر میں گیا ہے یا کہا کہ فلاں شخص غائب (عبدالسلام) نے اس کو میرے پاس رہن رکھا ہے یا یہ کہا کہ یہ غلام میں نے اس سے غصب کیا ہے یا یہ کہا کہ فلاں غائب نے یہ غلام مجھ کو اجارہ پر دیا ہے یا مجھ کو عاریۃً دیا ہے یا اس کی حفاظت کا مجھ کو وکیل بنایا ہے اور مدعی علیہ قابض (عبدالصمد) نے اپنے مذکورہ اقوال پر گواہ پیش کردیئے تو اس قابض مدعی علیہ (عبدالصمد) اور مدعی (محمد حارث) کے درمیان خصومت نہ ہوگی یعنی قاضی مدعی کے اس دعویٰ کی سماعت نہ کرے گا اور اس سے بینہ وغیرہ کا مطالبہ نہ کرے گا، کیونکہ مدعی علیہ نے گواہوں کے ذریعہ یہ بات ثابت کردی ہے کہ میرا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے اور جو شخص ایسا ہو یعنی یہ ثابت کردیتا ہو کہ میرا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے تو وہ خصم نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہ قابض بھی خصم نہ ہوگا۔

(۲۶۴۰/۳۶) وَاِنْ قَالَ اِبْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانِ الْغَائِبِ فَهُوَ خَصْمٌ.

ترجمہ: اور اگر کہے کہ میں نے خریدا ہے اس کو فلاں غائب سے تو وہ مدمقابل رہے گا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کے قبضہ میں جو غلام ہے وہ میری ملک ہے مدعی علیہ نے یہ سن کر کہا کہ میں نے اس غلام کو فلاں آدمی سے خریدا ہے جو اس وقت سفر میں ہے تو اس صورت میں یہ قابض اس مدعی کا خصم اور مدعی علیہ ہوگا یعنی قاضی اس دعویٰ کی سماعت کا مجاز ہوگا، کیونکہ قابض نے جب یہ کہا کہ میں نے اس کو فلاں سے خریدا ہے تو گویا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ میرا قبضہ مالکانہ قبضہ ہے تو اس نے اپنے خصم اور مدعی علیہ ہونے کا اقرار کرلیا ہے۔

(۲۶۴۱/۳۷) وَاِنْ قَالَ الْمُدَّعِیْ سُرِقَ مِنِّیْ وَاَقَامَ الْبَیِّنَةَ وَقَالَ صَاحِبُ الْیَدِ اَوْ دَعَنِیْهِ فُلَانٌ وَاَقَامَ الْبَیِّنَةَ لَمْ تَنْدَفِعِ الْخُصُوْمَةُ.

ترجمہ: اور اگر کہے مدعی کہ میری چیز چرائی گئی ہے اور قائم کردے گواہ اور کہے قابض کہ فلاں نے میرے پاس اس کو ودیعت رکھا ہے، اور قائم کردے گواہ تو خصومت ختم نہیں ہوگی۔

تشریح: مدعی نے دعویٰ کیا کہ میری یہ چیز چرائی گئی ہے اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس یہ چیز فلاں غائب نے بطور امانت رکھی ہے اور اس پر اس نے بینہ قائم کردیا تو شیخین کے نزدیک مدعی علیہ سے خصومت دفع نہ ہوگی کیونکہ چوری کا فعل تقاضہ کرتا ہے کہ کوئی چوری کرنے والا ہو اور ظاہر یہی ہے کہ چور وہی ہے جس کے قبضہ میں یہ چیز موجود ہے لیکن مدعی نے اس کو معین نہیں کیا اس لئے کہ اس نے پردہ پوشی کا ثواب ملحوظ رکھا۔

(۲۶۴۲/۳۸) وَاِنْ قَالَ الْمُدَّعِیْ اِبْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ وَقَالَ صَاحِبُ الْیَدِ اَوْ دَعَنِیْهِ فُلَانٌ ذٰلِكَ

سَقَطَتِ الْخُصُوْمَةُ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ.

ترجمہ: اگر کہے مدعی کہ یہ چیز میں نے فلاں سے خریدی ہے اور قابض کہے کہ اس کو میرے پاس امانت رکھی ہے فلاں نے تو خصومت ختم ہو جائے گی بغیر گواہوں کے۔

تشریح: اگر مدعی نے کہا کہ میں نے یہ چیز جو مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے زید سے خریدی ہے اور مدعی علیہ کہے کہ یہ چیز زید نے میرے پاس بطور امانت رکھوائی ہے اس لئے وہ کہے گا تو میں دوں گا تو بغیر بینہ کے خصومت ختم ہو جائے گی یعنی مدعی علیہ کو ودیعت پر بینہ قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جب مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کیا کہ اس چیز میں اصل ملک مدعی علیہ کے علاوہ دوسرے شخص کی ہے تو مدعی علیہ کے قبضہ میں پہنچنا اسی کی جانب سے ہوگا تو مدعی علیہ کا قبضہ قبضہ خصومت نہ ہوا۔

(۳۹/۲۶۴۳) وَالْيَمِيْنُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دُوْنَ غَيْرِهٖ وَيُؤَكَّدُ بِذِكْرِ اَوْصَافِهٖ.

ترجمہ: اور قسم اللہ کی ہوتی ہے نہ کہ غیر کی اور تاکید کی جائے گی اللہ کے اوصاف ذکر کر کے۔

قسم اور اس کا طریقہ:

تشریح: افضل و بہتر یہ ہے کہ قسم بالکل نہ کھائی جائے لیکن اگر ضرورت پیش آ جائے تو اللہ کی یا اس کے کسی اسم وصفت کی اسماء وصفات میں سے قسم کھانا جائز ہے غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے جیسے بیٹے یا باپ وغیرہ کی قسم کھانا البتہ قرآن شریف کا قسم کھانا متعارف ہوگیا ہے لہٰذا وہ معتبر ہے اور قسم ہو جاتی ہے۔

آگے صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ قسم کو اللہ کے اوصاف ذکر کر کے مؤکد بھی کیا جا سکتا ہے اور ذکر اوصاف کے ساتھ قسم کو زیادہ سخت کرنا ہوتا ہے، جیسے قاضی یہ الفاظ کہلائے۔ وَاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الَّذِىْ يَعْلَمُ مِنَ السِّرِّ مَا يَعْلَمُ مِنَ الْعَلَانِيَةِ. اس ذات کی قسم جس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ غائب وحاضر کا جاننے والا ہے جو پوشیدہ اور باطن کو علانیہ اور ظاہر کی طرح جانتا ہے۔

(۴۰/۲۶۴۴) وَلَا يُسْتَحْلَفُ بِالطَّلَاقِ وَلَا بِالْعِتَاقِ.

ترجمہ: اور قسم نہ لی جائے گی طلاق کی اور آزاد کرنے کی۔

تشریح: مدعی علیہ سے طلاق یا عتاق کی قسم نہیں لی جائے گی یعنی مدعی علیہ یہ نہ کہے گا کہ اگر مدعی کا دعویٰ صحیح ہو تو میری بیوی پر طلاق یا میرا غلام آزاد کیونکہ طلاق وعتاق کی قسم دینا حرام ہے۔

(۴۱/۲۶۴۵) وَيُسْتَحْلَفُ الْيَهُوْدِىُّ بِاللّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ عَلٰى مُوْسٰى وَالنَّصْرَانِىُّ بِاللّٰهِ

الَّذِیْ اَنْزَلَ الْاِنْجِیْلَ عَلٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالْمَجُوْسِیُّ بِاللّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ النَّارَ.

ترجمہ: اور قسم لی جائے گی یہودی سے اللہ کی جس نے اتاری تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور نصرانی سے اللہ کی جس نے نازل کی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور مجوسی سے اللہ کی جس نے پیدا کیا آگ کو۔

تشریح: قاضی شریعت مجوسی وغیرہ سے قسم کھلواتے وقت کیا الفاظ کہلائے گا؟ اس سلسلہ میں صاحب ہدایہ نے تین قول ذکر کئے ہیں (۱) مجوسی یہ کہے گا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آگ کو پیدا کیا یہ قول امام محمدؒ نے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ (۲) مجوسی ہو یا یہودی یا نصرانی سب سے صرف اللہ کے نام کی قسم کھلوائی جائے گی اس کے آگے اور کچھ نہ جوڑا جائے گا یہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت ہے۔ (۳) یہودی ونصرانی سے تو توریت اور انجیل کے ذکر کے ساتھ قسم لی جائے گی لیکن مجوسی سے صرف اللہ کے نام کی قسم لی جائے گی یہ قول امام خصاف نے ذکر کیا ہے ان تینوں اقوال میں سے صاحب ہدایہ نے صرف آخری قول کی دلیل بیان کی ہے یعنی اللہ کے نام کے ساتھ آگ کا نام لینا مناسب نہیں، اس کے برخلاف یہودی وعیسائی سے قسم لیتے وقت دونوں کتابوں کے ذکر میں کوئی اعتراض نہیں اس لئے کہ اللہ کی سبھی کتابیں قابل تعظیم ہیں لہٰذا یہی قول معلل راجح ہوگا۔

(۲۶۴۶/۴۲) وَلَا یُسْتَحْلَفُوْنَ فِیْ بُیُوْتِ عِبَادَتِهِمْ.

ترجمہ: اور قسم نہ دی جائے گی ان کو ان کے عبادت خانوں میں۔

تشریح: یہود ونصاریٰ اور مجوسی کے عبادت خانوں میں جا کر قاضی ان کو قسم نہ کھلائے کیونکہ قاضی کے لئے ان کے عبادت خانوں میں جانا منع ہے نیز اس سے ان کے عبادت خانوں کی تعظیم وتوقیر ہوگی۔

(۲۶۴۷/۴۳) وَلَا یَجِبُ تَغْلِیْظُ الْیَمِیْنِ عَلَی الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَلَا بِمَکَانٍ.

ترجمہ: اور ضروری نہیں ہے قسم کو پختہ کرنا مسلمان پر زمان اور مکان کے ساتھ۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ مسلمان کی قسم کو زیادہ سخت کرنے کے لئے کسی زمان اور مکان کے ساتھ مقید کرنا ضروری نہیں ہے، تغلیظ زمان مثلاً رمضان یا شب قدر یا جمعہ کے دن یا عصر کے بعد قسم لینا تغلیظ مکان مثلاً حجر اسود، خانہ کعبہ یا مسجد میں قسم لینا کیوں کہ قسم سے اس معبود کی تعظیم مقصود ہے، جس کے نام کی قسم کھائی ہے، اور یہ تعظیم اس زمان اور مکان کو ذکر کئے بغیر بھی حاصل ہے۔

(۲۶۴۸/۴۴) وَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ ابْتَاعَ مِنْ هٰذَا عَبْدَهٗ بِاَلْفٍ فَجَحَدَهٗ اُسْتُحْلِفَ بِاللّٰهِ مَا بَیْنَکُمَا بَیْعٌ قَائِمٌ فِیْهِ وَلَا یُسْتَحْلَفُ بِاللّٰهِ مَا بِعْتُ

ترجمہ: کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے خریدا ہے اس سے اس کا غلام ایک ہزار میں اور وہ اس کا انکار کرے تو قسم لی جائیگی کہ خدا کی قسم ہمارے درمیان اب تک بیع قائم نہیں ہوئی یوں نہیں لی جائے گی کہ اللہ کی قسم میں نے نہیں بیچا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے اس کا غلام ایک ہزار کے عوض خریدا ہے اور مدعیٰ علیہ نے اس کا انکار کر دیا تو اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے اس طرح قسم لی جائے گی بخدا میرے اور اس کے درمیان اس غلام میں بیع موجود نہیں ہے اور قسم یوں نہیں لی جائے گی کہ بخدا میں نے یہ غلام نہیں بیچا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ پہلے بیچا ہو لیکن بیع توڑ دی ہو تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے ابھی تو نہیں بیچا میں نے تو بہت پہلے بیچا تھا اس لئے قسم کھا سکتا ہے کہ ابھی نہیں بیچا اگر مدعیٰ علیہ سے سبب یعنی بیع پر قسم لی گئی تو اس سے مدعیٰ علیہ کو نقصان پہنچے گا لہٰذا اس سے نقصان دور کرنے کے لئے حاصل مراد پر قسم لی جائے گی۔

(۲۶۴۹/۴۴) **وَيُسْتَحْلَفُ فِي الْغَصَبِ بِاللّٰهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْكَ رَدُّ هٰذِهِ الْعَيْنَ وَلَا رَدُّ قِيمَتِهَا وَلَا يُسْتَحْلَفُ بِاللّٰهِ مَاغَصَبْتُ.**

ترجمہ: اور قسم لی جائے گی غصب میں کہ اللہ کی قسم مستحق نہیں ہے یہ اس چیز کے واپس لینے کا اور نہ اس کی قیمت کا یوں نہیں لی جائے گی کہ اللہ کی قسم میں نے غصب نہیں کی۔

تشریح: اگر ایک آدمی نے دوسرے پر غصب کا دعویٰ کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہ ہو، تو مدعیٰ علیہ سے ان الفاظ میں قسم لی جائے گی کہ بخدا یہ مدعی مجھ پر شئی مغصوب کی واپسی کا استحقاق نہیں رکھتا ہے اور ان الفاظ میں قسم نہیں لی جائے گی کہ بخدا میں نے غصب نہیں کیا ہے کیونکہ کبھی آدمی غصب کرتا ہے لیکن مالک غاصب کو شئی مغصوب ہبہ کرتا ہے یا غاصب کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے یا کبھی غاصب تاوان دے کر شئی مغصوب کا مالک ہو جاتا ہے چنانچہ اگر مدعیٰ علیہ سے یہ قسم لی گئی کہ میں نے غصب نہیں کیا تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کا نقصان ہوگا لہٰذا اس سے نقصان دور کرنے کے لئے یوں قسم لی جائے کہ مدعی مجھ پر مال غصب کی واپسی کا حق نہیں رکھتا ہے۔

(۲۶۵۰/۴۵) **وَفِي النِّكَاحِ بِاللّٰهِ مَابَيْنَكُمَا نِكَاحٌ قَائِمٌ فِي الْحَالِ.**

ترجمہ: اور نکاح میں اللہ کی قسم ہم دونوں کے درمیان فی الحال نکاح قائم نہیں ہے۔

تشریح: اگر کسی نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کر دیا یا اس کا برعکس ہوا اور مدعی گواہ پیش نہ کر سکا تو مدعیٰ علیہ سے ان الفاظ میں قسم لی جائے گی کہ بخدا ہم دونوں کے درمیان فی الحال نکاح قائم نہیں ہے اور یہ قسم نہ لے کہ بخدا میں نے اس کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے کیونکہ کبھی نکاح کے بعد خلع ہو جاتا ہے اور خلع کے بعد نکاح باقی نہیں رہتا چنانچہ یہ قسم لینے میں کہ بخدا میں نے نکاح نہیں کیا ہے مدعیٰ علیہ کا نقصان ہے لہٰذا اس سے نقصان دور کرنے کے لئے ان الفاظ میں قسم نہ لی جائے۔

(۴۶/۲۶۵۱) وَفِیْ دَعْوَی الطَّلَاقِ بِاللّٰہِ مَاھِیَ بَائِنٌ مِنْکَ السَّاعَۃَ بِمَا ذَکَرَتْ وَلَا یُسْتَحْلَفُ بِاللّٰہِ مَا طَلَّقَھَا۔

ترجمہ: اور طلاق کے دعویٰ میں بخدا نہیں ہے یہ مجھ سے بائن اب تک جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے اور یوں نہیں لی جائے گی بخدا میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔

تشریح: اگر عورت نے مرد پر طلاق کا دعویٰ کیا اور مرد نے اسکا انکار کیا اور مدعی علیہ کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ (شوہر) سے ان الفاظ میں قسم لی جائے گی کہ بخدا یہ عورت مجھ سے اس وقت اس وجہ سے بائنہ نہیں ہے جس کا وہ دعویٰ کرتی ہے اور یہ قسم نہ لی جائے کہ بخدا میں نے اس کو طلاق نہیں دی ہے کیوں کہ بائنہ کرنے کے بعد کبھی نکاح کی تجدید کر لی جاتی ہے اب اگر اس سے یوں قسم لی گئی کہ بخدا میں نے اس کو طلاق نہیں دی ہے تو اس صورت میں مدعی علیہ کو نقصان پہنچے گا۔

(۴۷/۲۶۵۲) وَاِنْ کَانَتْ دَارٌ فِیْ یَدِ رَجُلٍ اِدَّعَاہُ اثْنَانِ اَحَدُھُمَا جَمِیْعَھَا وَالْآخَرُ نِصْفَھَا وَاَقَامَا الْبَیِّنَۃَ فَلِصَاحِبِ الْجَمِیْعِ ثَلٰثَۃُ اَرْبَاعِھَا وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ رُبُعُھَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَالَا ھِیَ بَیْنَھُمَا اَثْلَاثًا۔

ترجمہ: اور اگر ہو مکان کسی آدمی کے قبضہ میں جس کا دعویٰ کریں دو ان میں سے ایک پورے گھر کا اور دوسرا اس کے آدھے کا اور دونوں گواہ قائم کردیں تو پورے دعویٰ کرنے والے کے لئے تین چوتھائی اور آدھے والے کے لئے اس کی ایک چوتھائی ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مکان دونوں میں تین تہائی ہوگا۔

تشریح: ایک مکان کسی آدمی کے قبضہ میں ہے اس کا دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ایک نے کہا کہ پورا گھر میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ آدھا گھر میرا ہے اور دونوں نے اپنے دعوؤں پر گواہ قائم کردیئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پورے گھر کا دعویٰ کرنے والے کو تین چوتھائی ملے گا اور جس نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا ہے اس کو ایک چوتھائی ملے گا کیونکہ جس نے آدھے کا دعویٰ کیا تو باقی آدھا پورا دعویٰ کرنے والے کے لئے چھوڑ دیا اب اختلاف بقیہ نصف میں ہے اور دعویٰ دونوں کا برابر ہے لہٰذا اس نصف میں دونوں کا حق ثابت ہوگا تو پہلے نصف میں سے دو اور دوسرے نصف میں سے ایک ۲+۱=۳ صاحب الجمیع کے لئے اور ایک چوتھائی نصف والے کے لئے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ پورے گھر پر دعویٰ کرنے والے کو دو تہائی ملے گی اور آدھا دعویٰ کرنے والے کو گھر کی ایک تہائی ملے گی اسی کو مصنفؒ نے 'اثلاث' سے تعبیر کیا ہے۔

(۴۸/۲۶۵۳) وَلَوْ کَانَتِ الدَّارُ فِیْ اَیْدِیْھِمَا سُلِّمَتْ لِصَاحِبِ الْجَمِیْعِ نِصْفُھَا عَلٰی وَجْہِ الْقَضَاءِ وَنِصْفُھَا لَا عَلٰی وَجْہِ الْقَضَاءِ۔

ترجمہ: اور اگر مکان دونوں کے قبضہ میں ہو تو سپرد کیا جائے گا پورے پر دعویٰ کرنے والے کو اس کا آدھا فیصلہ کے طور پر اور اس کا آدھا بغیر فیصلہ کے۔

تشریح: ایک گھر پر دو آدمیوں کا قبضہ ہے ان میں سے ایک کہتا ہے کہ پورا گھر میرا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے اور دوسرا کہتا ہے کہ اس میں سے آدھا گھر میرا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے تو یہ پورا گھر کل کے دعویٰ کرنے والے کو مل جائے گا اس لئے کہ جب مکان دونوں کے قبضہ میں ہے تو ہر ایک کے قبضہ میں آدھا آدھا مکان ہوا تو جو آدھا مدعی کل کے قبضہ میں ہے اس کا تو کوئی مدعی ہی نہیں لہٰذا وہ تو قضاء قاضی کے بغیر ہی اس کا ہے اور جو آدھا مدعی نصف کے قبضہ میں ہے اس کا مدعی کل مدعی ہے اور وہ شخص خارج ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ شخص خارج کا بینہ معتبر ہوتا ہے نہ کہ قابض کا تو وہ نصف بھی قاضی اسی کو دلا دے گا۔

(۲۶۵۴/۴۹) وَاِذَا تَنَازَعَا فِيْ دَابَّةٍ وَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةً اَنَّهَا نَتَجَتْ وَذَكَرَا تَارِيْخًا وَسِنُّ الدَّابَّةِ تُوَافِقُ اِحْدَى التَّارِيْخَيْنِ فَهُوَ اَوْلٰى وَاِنْ اَشْكَلَ ذٰلِكَ كَانَتْ بَيْنَهُمَا.

حل لغات: نتجت: ماضی معروف باب (ض) مصدر نتجاً جننا۔ سِنّ: عمر جمع اَسنان کہا جاتا ہے ھُوَ حدیث السن، وہ نئی عمر کا ہے۔

ترجمہ: اگر جھگڑا کریں دو آدمی ایک جانور کے بارے میں اور ہر ایک گواہ قائم کر دے اس بات پر کہ وہ پیدا ہوا ہے میرے یہاں اور دونوں تاریخ ذکر کریں اور جانور کی عمر موافق ہو کسی ایک تاریخ کے تو وہ اولیٰ ہے اور اگر یہ بھی مشکل ہو جائے تو جانور دونوں کے درمیان مشترک رہے گا۔

تشریح: دو آدمیوں نے ایک جانور کے بارے میں دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور یہ بھی کہا کہ میرے یہاں پیدا ہوا ہے اور دونوں نے تاریخ پیدائش بھی ذکر کر دی اور گواہ بھی قائم کر دیئے تو جانور کی عمر جس کی تاریخ کی موافقت کرتی ہے اسی کے لئے جانور کا فیصلہ ہوگا مثلاً ایک نے کہا دو سال پہلے میرے یہاں پیدا ہوا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ایک سال پہلے پیدا ہوا ہے اور جانور کی عمر ایک سال ہے تو ایک سال والے کو دے دیا جائیگا اور اگر جانور کی عمر کسی کی موافقت نہیں کرتی ہے مثلاً نہ ایک سال کا ہے نہ دو سال کا تو اب دونوں کے لئے آدھے آدھے جانور کا فیصلہ ہوگا۔

(۲۶۵۵/۵۰) وَاِذَا تَنَازَعَا فِيْ دَابَّةٍ اَحَدُهُمَا رَاكِبُهَا وَالْاٰخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِلِجَامِهَا فَالرَّاكِبُ اَوْلٰى.

ترجمہ: دو آدمی جھگڑا کریں ایک جانور کے بارے میں ان میں سے ایک اس پر سوار ہے اور دوسرا اس کی لگام پکڑے ہوئے ہے تو سوار اولیٰ ہے۔

تشریح: جو شخص جانور پر سوار ہے اس کا قبضہ لگام پکڑنے والے سے زیادہ ہے اسلئے اسی کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

(۲۶۵۶/۵۱) وَكَذٰلِكَ اِذَا تَنَازَعَا بَعِيْرًا وَعَلَيْهِ حِمْلٌ لِاَحَدِهِمَا فَصَاحِبُ الْحِمْلِ اَوْلٰى.

حل لغت: حمل: بکسر الحاء وسکون المیم: بوجھ جمع احمال۔

ترجمہ: اسی طرح اگر جھگڑا کریں دو آدمی اونٹ میں اور اس پر ایک آدمی کا بوجھ لدا ہوا ہو تو بوجھ والا اولیٰ ہوگا۔

تشریح: جس شخص کا بوجھ اونٹ پر ہے ظاہر ہے کہ اس کا بوجھ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اونٹ اسی کا ہے اس لئے اونٹ بوجھ والے کا ہوگا۔

(۲۶۵۷/۵۲) وَكَذٰلِكَ اِذَا تَنَازَعَا قَمِيْصًا اَحَدُهُمَا لَابِسُهٗ وَالْاٰخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِكُمِّهٖ فَاللَّابِسُ اَوْلٰى.

ترجمہ: اسی طرح اگر جھگڑا کریں قیص میں ان میں سے ایک اس کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرا آستین پکڑے ہوئے ہو تو پہننے والا اولیٰ ہے۔

تشریح: جو آدمی قیص پہنے ہوئے ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ قیص اسی کی ہے ورنہ وہ کیسے پہن لیتا۔

(۲۶۵۸/۵۳) وَاِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الْبَيْعِ فَادَّعَى الْمُشْتَرِيْ ثَمَنًا وَادَّعَى الْبَائِعُ اَكْثَرَ مِنْهُ اَوِ اعْتَرَفَ الْبَائِعُ بِقَدْرٍ مِنَ الْمَبِيْعِ وَادَّعَى الْمُشْتَرِيْ اَكْثَرَ مِنْهُ وَاَقَامَ اَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ قُضِيَ لَهٗ بِهَا فَاِنْ اَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةً كَانَتِ الْبَيِّنَةُ الْمُثْبِتَةُ لِلزِّيَادَةِ اَوْلٰى فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةٌ قِيْلَ لِلْمُشْتَرِيْ اِمَّا اَنْ تَرْضٰى بِالثَّمَنِ الَّذِيْ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَاِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ وَقِيْلَ لِلْبَائِعِ اِمَّا اَنْ تُسَلِّمَ مَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِيْ مِنَ الْمَبِيْعِ وَاِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ.

ترجمہ: اور جب اختلاف کریں بائع اور مشتری بیع میں پس دعویٰ کرے مشتری کچھ قیمت کا اور دعویٰ کرے بائع اس سے زائد کا یا اقرار کرے بائع مبیع کی ایک مقدار کا اور دعویٰ کرے مشتری اس سے زائد کا اور قائم کردے بینہ ان میں سے ایک تو اسی کے لئے فیصلہ ہوگا اگر دونوں گواہ قائم کردیں تو زیادتی کو ثابت کرنے والا بینہ اولیٰ ہوگا اگر نہ ہو ان میں سے کسی کے پاس گواہ تو کہا جائے گا مشتری سے کہ یا تو راضی ہو اس قیمت پر جس کا دعویٰ کیا ہے بائع نے ورنہ تو ہم بیع فسخ کردیں گے اور کہا جائے گا بائع سے یا تو، تو اس مبیع کو سپرد کردے جس کا مشتری مدعی ہے ورنہ تو ہم بیع کو فسخ کردیں گے۔

آپس میں قسم کھانے کا بیان:

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے مقدار ثمن میں اختلاف کیا مثلاً مشتری نے دعویٰ کیا کہ یہ بھینس دس ہزار روپے میں خریدی ہے اور بائع نے دعویٰ کیا کہ ثمن پندرہ ہزار روپے ہے یا مبیع کی مقدار میں اختلاف کیا مثلاً بائع نے دعویٰ کیا کہ مبیع ایک کوئنل ہے اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ مبیع دو کوئنل ہے، پس دونوں میں سے کسی ایک

نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دیئے اور دوسرا عاجز آ گیا تو جس نے گواہ پیش کئے ہیں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ دوسری جانب میں صرف دعویٰ ہے اور اس جانب میں دعویٰ پر گواہ بھی ہے اور صرف دعویٰ سے گواہ اقویٰ ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کر دیئے تو جس کے گواہ زیادتی کو ثابت کریں گے اسی کے گواہوں پر فیصلہ کریں گے اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہو تو حاکم مشتری سے کہے گا کہ یا تو، تو اس ثمن پر راضی ہو جا جس کا بائع مدعی ہے ورنہ ہم عقد بیع کو فسخ کر دیں گے اور حاکم بائع سے کہے گا کہ یا تو تو اس مبیع کو سپرد کر دے جس کا مشتری مدعی ہے ورنہ تو ہم عقد بیع کو فسخ کر دیں گے کیونکہ مقصود جھگڑے کو ختم کرنا ہے اور یہ بھی جھگڑا ختم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

(۲۶۵۹/۵۴) فَاِنْ لَمْ يَتَرَاضَيَا اِسْتَحْلَفَ الْحَاكِمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى دَعْوَى الْآخَرِ.

ترجمہ: پھر اگر دونوں راضی نہ ہوئے تو قسم لے حاکم ان میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں نے اختلاف کیا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں اور حاکم کی ہدایت کے باوجود دونوں آپس میں رضامند بھی نہیں ہوئے تو حاکم دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ کے خلاف قسم لے گا۔

(۲۶۶۰/۵۵) وَيَبْتَدِئُ بِيَمِيْنِ الْمُشْتَرِيْ فَاِذَا حَلَفَا فَسَخَ الْقَاضِيْ الْبَيْعَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اور شروع کرے مشتری کی قسم سے جب وہ قسم کھالیں تو فسخ کر دے قاضی بیع دونوں کے درمیان۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جس صورت میں بائع اور مشتری دونوں سے قسم لی جاتی ہے اس صورت میں قاضی مشتری کی قسم سے ابتداء کرے یعنی پہلے مشتری سے قسم لے اور پھر بائع سے قسم لے، یہ امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف کا بھی آخری قول یہی ہے، یہی امام صاحب سے ایک روایت ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ ثمن کا مطالبہ پہلے مشتری سے ہوتا ہے تو وہی منکر ٹھہرا۔

آگے صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ اگر بائع اور مشتری دونوں نے قسم کھالی تو قاضی دونوں کے درمیان عقد بیع کو فسخ کر دے گا۔

(۲۶۶۱/۵۶) فَاِنْ نَكَلَ اَحَدُهُمَا عَنِ الْيَمِيْنِ لَزِمَهٗ دَعْوَى الْآخَرِ.

ترجمہ: اگر ان میں سے کوئی انکار کرے قسم سے تو لازم ہو جائے گا اس پر دوسرے کا دعویٰ۔

تشریح: بائع اور مشتری کو قسم کھانے کے لئے کہا ان میں سے کسی ایک نے قسم سے انکار کر دیا تو منکر پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا۔

(۲۶۶۲/۵۷) وَاِنِ اخْتَلَفَا فِى الْاَجَلِ اَوْ فِيْ شَرْطِ الْخِيَارِ اَوْ فِيْ اِسْتِيْفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ فَلَا

تَحالُفَ بَيْنَهُمَا وَالقَوْلُ قَوْلُ مَنْ يُنْكِرُ الْخِيَارَ وَالْاَجَلَ مَعَ يَمِيْنِهٖ.

حل لغات: الاجل: مدت جمع إجال. استيفاء: مصدر ہے، استوفی استیفاء حقّه، کامل و پورا حق لینا۔ تحالف: بروزن تفاعل ہے، دونوں طرف سے قسم لینا۔

ترجمہ: اور اگر اختلاف کریں مدت میں یا شرط خیار میں یا کچھ ثمن وصول کرنے میں تو ان کے درمیان باہمی قسم نہیں ہے اور اسی کا قول قبول ہوتا ہے جو خیار شرط اور مدت کا انکار کرتا ہو اس کی قسم کے ساتھ۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے اصل میعاد میں اختلاف کیا مثلاً ایک کہے کہ مدت مقرر تھی اور دوسرا انکار کرے یا خیار شرط میں اختلاف کریں مثلاً مشتری کہے کہ میں نے خیار شرط کے ساتھ خریدا ہے اور بائع اس کا انکار کرے یا ثمن میں سے کچھ وصول پانے میں اختلاف کیا مثلاً مشتری کہے کہ تو اتنی قیمت وصول کر چکا بائع اس کا انکار کرے تو ہمارے نزدیک ان تمام صورتوں میں دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ منکر کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

(۲۶۶۳/۵۸) وَاِنْ هَلَكَ الْمَبِيْعُ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِيْ فِي الثَّمَنِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَتَحَالَفَانِ وَيَفْسَخُ الْبَيْعُ عَلٰى قِيْمَةِ الْهَالِكِ.

ترجمہ: اور اگر مبیع ہلاک ہوجائے پھر اختلاف کریں ثمن میں تو قسم نہ کھائیں گے شیخینؒ کے نزدیک اور قول معتبر ہوگا مشتری کا قیمت میں اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں قسم کھائیں گے اور بیع فسخ ہوجائے گی ہلاک شدہ کی قیمت پر۔

تشریح: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد مبیع ہلاک ہوگئی پھر بائع اور مشتری نے ثمن کی مقدار میں اختلاف کیا تو شیخین کے نزدیک دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ مقدار ثمن کے سلسلہ میں مشتری کا قول مع الیمین معتبر ہوگا، امام محمد امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں سے قسم لی جائے گی چنانچہ اگر دونوں قسم کھا گئے تو بیع فسخ کردی جائے گی اور مشتری پر تلف شدہ مبیع کی قیمت دینا واجب کردیا جائے گا یعنی وہ مبیع کی بازاری قیمت بائع کو واپس کرے۔

(۲۶۶۴/۵۹) وَاِنْ هَلَكَ اَحَدُ الْعَبْدَيْنِ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا اَنْ يَّرْضَى الْبَائِعُ اَنْ يَّتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَتَحَالَفَانِ وَيَنْفَسِخُ الْبَيْعُ فِي الْحَيِّ وَقِيْمَةِ الْهَالِكِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: اور اگر ہلاک ہوجائے دو غلاموں میں سے ایک پھر اختلاف کریں دونوں ثمن میں تو قسم نہ کھائیں گے امام صاحبؒ کے نزدیک مگر یہ کہ راضی ہوجائے بائع ہلاک شدہ کے حصہ کو چھوڑنے پر اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں قسم کھائیں گے اور بیع فسخ ہوجائے گی زندہ میں اور ہلاک شدہ کی قیمت میں اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے دو غلام عقد واحد کے تحت فروخت کئے اور مشتری نے ان دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ان دونوں غلاموں میں سے ایک ہلاک ہوگیا اس کے بعد بائع اور مشتری نے مقدار ثمن میں اختلاف کیا چنانچہ بائع کہتا ہے کہ دونوں غلام دو ہزار میں فروخت کئے تھے اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے ان دونوں کو ایک ہزار کے عوض خریدا ہے تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی ہاں اگر بائع اس پر راضی ہو جائے کہ مرے ہوئے غلام کا حصہ چھوڑ دے جو کہ مشتری کہتا ہے اور زندہ غلام کو مشتری لے لے تو اس صورت میں دونوں سے قسم لی جائے گی۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ زندہ غلام کے بارے میں بائع اور مشتری دونوں سے قسم لی جائے گی اور تحالف کے بعد زندہ غلام میں عقد بیع فسخ کر دیا جائے گا اور تلف شدہ غلام کے حصہ ثمن میں مشتری کا قول مع الیمین معتبر ہوگا یعنی زندہ غلام تو بائع کو پھیر دیا جائے گا اور ہلاک شدہ کی قیمت جو مشتری کہے وہ دلا دی جائے گی۔

(۲۶۶۵/۶۰) وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي الْمَهْرِ فَادَّعَى الزَّوْجُ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِأَلْفٍ وَقَالَتْ تَزَوَّجْتَنِيْ بِأَلْفَيْنِ فَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ قُبِلَتْ بَيِّنَتُهُ وَإِنْ أَقَامَا مَعًا الْبَيِّنَةَ فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ تَحَالَفَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَمْ يُفْسَخِ النِّكَاحُ وَلٰكِنْ يُحَكَّمُ مَهْرُ الْمِثْلِ فَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقَلَّ قُضِيَ بِمَا قَالَ الزَّوْجُ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ أَوْ أَكْثَرَ قُضِيَ بِمَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ وَإِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ أَكْثَرَ مِمَّا اعْتَرَفَ الزَّوْجُ وَأَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ قُضِيَ لَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ.

ترجمہ: جب اختلاف کریں میاں بیوی مہر کے بارے میں چنانچہ دعویٰ کرے شوہر کہ میں نے اس سے شادی کی ہے ایک ہزار پر اور بیوی کہے کہ تو نے شادی کی ہے مجھ سے دو ہزار پر تو جو بھی گواہ قائم کرے اس کا بینہ قبول ہوگا اگر دونوں ایک ساتھ گواہ قائم کر دیں تو عورت کا بینہ معتبر ہوگا اور اگر بینہ دونوں کے پاس نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا لیکن حکم ٹھہرایا جائے گا مہر مثل کو پس اگر مہر مثل اتنا ہو جتنے کا اقرار کیا ہے شوہر نے یا اس سے کم ہو تو فیصلہ کیا جائے گا اتنے کا جتنا شوہر کہے اور اگر اتنا ہو جتنے کا دعویٰ کیا ہے عورت نے یا اس سے زیادہ ہو تو فیصلہ کیا جائے گا اتنے کا جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا اور اگر مہر مثل اس سے زیادہ ہو جتنے کا اقرار کیا ہے شوہر نے اور کم ہو اس سے جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا تو فیصلہ کیا جائے گا عورت کے لئے مہر مثل کا۔

زوجین میں مہر کی بابت اختلاف کا بیان

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر میاں بیوی نے مہر کی مقدار میں اختلاف کیا مثلاً شوہر نے کہا کہ میں نے اس عورت کے ساتھ ایک ہزار کے عوض نکاح کیا ہے، اور عورت نے دعویٰ کیا کہ اس مرد نے میرے ساتھ دو ہزار کے

عوض نکاح کیا ہے تو جوا پنا مدعا گواہوں سے ثابت کرے اسی کے حق میں فیصلہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنا دعویٰ بینہ سے ثابت کردیا ہے اور اگر میاں بیوی دونوں نے اپنا اپنا بینہ قائم کردیا تو عورت کا بینہ قبول ہوگا کیونکہ عورت کا بینہ زیادتی مہر کو ثابت کرتا ہے لیکن عورت کا بینہ اس وقت قبول ہوگا جب کہ مہر مثل اس سے کم ہو جس کا عورت دعویٰ کرتی ہے ورنہ اگر مہر مثل اس کے برابر ہو جس کا عورت دعویٰ کرتی ہے یا اس سے زیادہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں شوہر کا بینہ قبول ہوتا ہے اور اگر مرد وعورت دونوں بینہ قائم کرنے سے عاجز آگئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک دونوں سے قسم لی جائے گی مگر نکاح فسخ نہیں ہوگا کیونکہ ہر ایک کی قسم کا اثر یہ ہوگا کہ مہر کے سلسلہ میں دونوں کا دعویٰ معدوم ہوجائے اور ایسا ہوجائے گویا کہ مہر کا ذکر نہیں کیا ہے اور مہر کا ذکر نہ کرنا صحت نکاح کے لئے مخل نہیں ہوتا ہے کیونکہ مہر نکاح میں تابع ہوتا ہے چنانچہ اس قسم سے مہر کی تعیین تو ختم ہوجائے گی لیکن نکاح فسخ نہیں ہوگا اور جب نکاح فسخ نہیں ہوا اور مہر کا ذکر معدوم ہوگیا تو جھگڑا ختم کرنے کے لئے مہر مثل کو حکم بنایا جائے گا چنانچہ اگر مہر مثل شوہر کے اقرار کردہ مہر کے برابر ہو یا اس سے کم ہو تو جس قدر مہر کا شوہر نے اقرار کیا ہے اسی قدر کا حکم دیا جائے گا اور اگر مہر مثل اس قدر ہو جس قدر کا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہو تو جس قدر عورت نے دعویٰ کیا ہے اسی کا حکم دیا جائے گا اور اگر مہر مثل درمیانی ہو یعنی شوہر کے اقراری مہر سے زیادہ ہو اور عورت کے دعویٰ کردہ مہر سے کم ہو تو عورت کے واسطے مہر مثل کا حکم دیا جائے گا کیونکہ جب دونوں قسم کھا گئے تو نہ مہر مثل سے زائد ثابت ہوگا اور نہ اس سے کم ثابت ہوگا بلکہ مہر مثل کا حکم دیا جائے گا۔

(۲۶۶۶/۶۱) وَإِذَا اخْتَلَفَا فِي الْإِجَارَةِ قَبْلَ اِسْتِيفَاءِ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَتَرَادًا.

حل لغات: استيفاء: وفی سے مشتق ہے، وصول کرنا۔ **المعقود عليه:** جس پر عقد ہوا ہو، یہاں نفع مراد ہے جس پر معاملہ طے ہوتا ہے۔

ترجمه: اور اگر اختلاف کریں اجارہ میں معقود علیہ حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم کھائیں اور اجارہ کو پھیر لیں۔

اجارہ اور عقد کتابت میں اختلاف کا بیان

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ موجر (اجارہ پر دینے والے) اور مستاجر (اجرت پر لینے والے) نے اجرت کی مقدار میں اختلاف کیا یا معقود علیہ یعنی منفعت کی مقدار میں اختلاف کیا اور یہ اختلاف منافع حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوا تو اس صورت میں دونوں سے قسمیں لے کر عقد اجارہ فسخ کردیا جائے گا۔

(۲۶۶۷/۶۲) وَإِنِ اخْتَلَفَا بَعْدَ الْإِسْتِيفَاءِ لَمْ يَتَحَالَفَا وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْتَاجِر.

ترجمه: اور اگر اختلاف کریں منافع وصول کرنے کے بعد تو دونوں قسم نہ کھائیں گے اور قول معتبر ہوگا مستاجر کا۔

تشریح: اگر اجارہ میں منافع حاصل کرنے کے بعد دونوں نے اختلاف کیا ہو تو بالاتفاق دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ مستاجر کا قول مع الیمین معتبر ہوگا دونوں قسم اس لئے نہیں کھائیں گے کہ نفع وصول کرلیا اور وہ چونکہ عرض ہے اس لئے ہلاک بھی ہوگیا ہے تو جس طرح مبیع وصول کرے اور ہلاک ہو جائے تو مبیع کو واپس کرنا ناممکن ہے اور دونوں کو قسم کھلا کر بیع توڑنا مشکل ہے وہ تو ہوگئی اسی طرح نفع وصول کرنے کے بعد اور اس کے معدوم ہونے کے بعد اس کو توڑنا ناممکن ہے اس لئے دونوں کو قسم نہیں کھلائیں گے بلکہ یہاں موجر زیادتی ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اور مستاجر اس کا انکار کرتا ہے اور موجر کے پاس گواہ نہیں ہے اس لئے مستاجر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

(۲۶۶۸/۶۳) وَاِنِ اخْتَلَفَا بَعْدَ اِسْتِيفَاءِ بَعْضِ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَفُسِخَ الْعَقْدُ فِيْمَا بَقِيَ وَكَانَ الْقَوْلُ فِي الْمَاضِيْ قَوْلَ الْمُسْتَاجِرِ مَعَ يَمِيْنِهٖ.

ترجمہ: اور اگر اختلاف کریں کچھ معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد تو دونوں قسم کھائیں گے اور فسخ کیا جائے عقد مابقیہ میں اور معتبر ہوگا قول گذشتہ زمانے کے بارے میں مستاجر کا اس کی قسم کے ساتھ۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر عقد اجارہ میں کچھ منافع حاصل کرنے کے بعد موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا تو دونوں سے قسم لے کر مابقیہ میں عقد اجارہ فسخ کردیا جائے گا اور گذشتہ زمانہ کے بارے میں مستاجر کا قول معتبر ہوگا مثلاً ایک ماہ طے تھا اس میں سے پندرہ دن گذر گئے اور پندرہ دن ابھی باقی تھے کہ دونوں میں اختلاف ہوگیا تو پندرہ دن جو باقی ہیں ان کے بارے میں دونوں قسمیں کھائیں گے اور قسمیں کھلا کر اس معاملہ کو فسخ کردیا جائے گا اور جتنا کام کرچکا ہے وہ چونکہ وصول ہوگیا اور معدوم بھی ہوگیا اس لئے ان کے بارے میں دونوں کو قسم نہیں دیں گے بلکہ مستاجر منکر اور مدعی علیہ ہے اور موجر کے پاس گواہ نہیں ہے تو مدعی علیہ پر قسم ہوگی وہ قسم کھا جائے تو اس کی بات پر فیصلہ ہوگا۔

(۲۶۶۹/۶۴) وَاِذَا اخْتَلَفَ الْمَوْلٰى وَالْمُكَاتَبُ فِيْ مَالِ الْكِتَابَةِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا يَتَحَالَفَانِ وَتُفْسَخُ الْكِتَابَةُ.

ترجمہ: اور جب اختلاف کریں آقا اور مکاتب مال کتابت میں تو قسم نہ کھائیں گے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دونوں قسم کھائیں گے اور کتابت فسخ ہو جائے گی۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر آقا اور مکاتب نے بدل کتابت کی مقدار میں اختلاف کیا مثلاً آقا نے کہا کہ میں نے تم کو چار ہزار روپے پر مکاتب بنایا ہے اور مکاتب نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک ہزار روپے پر مکاتب بنایا ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک دونوں پر تحالف واجب نہ ہوگا بلکہ مکاتب کا قول مع الیمین معتبر ہوگا۔

صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے اور تحالف کے بعد عقد کتابت کو فسخ کردیا جائے گا کیونکہ کتابت ایسا عقد معاوضہ ہے جو فسخ کو قبول کرتا ہے پس یہ بیع کے مشابہ ہوگیا یعنی جس طرح اختلاف ثمن کی صورت میں

بائع اور مشتری پر تحالف واجب ہوتا ہے اسی طرح بدل کتابت میں اختلاف کی صورت میں بھی آقا اور مکاتب دونوں پر تحالف واجب ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ مکاتب پر بدل کتابت لازم ہی نہیں کیونکہ وہ خود کو عاجز قرار دے کر اس کو ختم کرسکتا ہے تو کتابت بیع کے معنی میں کہاں ہوئی؟ لہٰذا تحالف نہ ہوگا۔

(۲۶۷۰/۶۵) وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِيْ مَتَاعِ الْبَيْتِ فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ وَمَا يَصْلُحُ لِلنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْمَرْأَةِ وَمَا يَصْلُحُ لَهُمَا فَهُوَ لِلرَّجُلِ.

ترجمہ: جب اختلاف کریں میاں بیوی گھریلو سامان میں تو جو چیزیں مردوں کے لائق ہیں وہ مرد کے لئے ہوں گی اور جو چیزیں عورتوں کے لائق ہیں وہ عورت کیلئے ہوں گی اور جو چیزیں دونوں کے لائق ہیں وہ مرد کیلئے ہیں۔

گھریلو سامان میں زوجین کے اختلاف کا بیان

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر میاں بیوی نے گھریلو سامان میں اختلاف کیا کہ یہ سامان میری ملک ہے اور گواہ دونوں کے پاس موجود نہیں ہیں تو فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جو سامان مرد کے کارآمد ہو وہ سامان قسم لے کر مرد کو دے دیا جائے گا جیسے پگڑی، ٹوپی، تاج کتابیں گھوڑا آلات جہاد وغیرہ۔

اور جو سامان بیوی کے کارآمد ہو وہ سامان قسم لے کر عورت کو دے دیا جائے گا جیسے اوڑھنی کرتی، برقع، زیور، کنگن، انگوٹھی، پازیب ریشم کے کپڑے وغیرہ، اور جو سامان دونوں کے لائق ہے تو اس میں شوہر کا قول معتبر ہوگا جیسے چارپائی، چٹائی، برتن، فون، موبائل، وغیرہ۔

(۲۶۷۱/۶۶) فَإِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا وَاخْتَلَفَ وَرَثَتُهُ مَعَ الْآخَرِ فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْبَاقِيْ مِنْهُمَا وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يُدْفَعُ اِلَى الْمَرْأَةِ مَايُجَهَّزُ بِهِ مِثْلُهَا وَالْبَاقِيْ لِلزَّوْجِ.

ترجمہ: پھر اگر ان میں سے ایک مر جائے اور اختلاف کریں اس کے ورثاء دوسرے کے ساتھ تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے قابل ہوں وہ ان میں سے زندہ کی ہوں گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ عورت کو دیا جائے گا وہ سامان جو جہیز میں دیا جاتا ہو اور باقی شوہر کے لئے ہوگا۔

تشریح: اگر زوجین میں سے کوئی ایک مر گیا اور پھر میت کے ورثاء نے زندہ سے سامان کے بارے میں اختلاف کیا تو گھر کا کل سامان اس کے لئے ہوگا جو زندہ ہے خواہ وہ سامان مردوں کے لائق ہو خواہ عورتوں کے لائق ہو کیونکہ قبضہ زندہ آدمی کا معتبر ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا، یہ تفصیل امام صاحب کے نزدیک ہے حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ عورت جو سامان جہیز کے طور پر لایا کرتی ہے وہ سامان تو عورت کو دے دیا جائے یا اس کے مرنے کی صورت میں اس

کے وارث کو اور باقی سامان شوہر سے قسم لے کر اس کو دے دیا جائے یا اس کے وارث کا ہوگا۔

(۲۶۷۲/ ٦٧) وَاِذَا بَاعَ الرَّجُلُ جَارِيَةً فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ بَاعَهَا فَهُوَ ابْنُ الْبَائِعِ وَاُمُّهٗ اُمُّ وَلَدٍ لَهٗ وَيُفْسَخُ الْبَيْعُ وَيُرَدُّ الثَّمَنُ.

ترجمہ: اور جب بیچی کسی نے باندی اس نے بچہ جنا اور بائع نے دعویٰ کیا اس کا پھر اگر جنا ہو اس نے چھ ماہ سے کم میں اس دن سے جس دن کہ بیچا تھا اس کو تو وہ بائع کا بیٹا ہوگا، اور اس کی ماں بائع کی ام ولد ہوگی اور بیع فسخ ہو جائے گی اور قیمت لوٹائی جائے گی۔

دعویٰ نسب کا بیان

تشریح: ایک شخص نے باندی فروخت کی اس باندی نے وقت بیع سے چھ ماہ کے اندر اندر بچہ دیا اور بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ بچہ بائع کا ہو جائے گا، اور اس کی ماں بائع کی ام ولد بن جائے گی اور جو بیع کی تھی وہ فسخ ہو جائے گی اور بائع کو مشتری کی طرف ثمن واپس کرنا ہوگا امام زفر اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بائع کا دعویٰ باطل ہوگا کیونکہ بائع کا باندی کو فروخت کرنا اس بات کا اقرار ہے کہ وہ اس کی ام ولد نہیں، باندی ہے، حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قرار حمل ایک پوشیدہ امر ہے اور ملک بائع میں قرار حمل اس بات کی دلیل ہے کہ بچہ بائع کا ہے کیونکہ ولادت چھ ماہ سے کم میں ہے تو بائع کا دعویٰ اصل حمل کی طرف منسوب ہوگا معلوم ہوا کہ اس نے ام ولد کی بیع کی ہے لہٰذا بیع فسخ ہو جائے گی کیونکہ ام ولد کی بیع جائز نہیں اور ثمن واپس کرنا ضروری ہوگا۔

(۲۶۷۳/ ٦٨) وَاِنِ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِیْ مَعَ دَعْوَةِ الْبَائِعِ اَوْ بَعْدَهَا فَدَعْوَةُ الْبَائِعِ اَوْلٰی.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے اس کا مشتری بائع کے دعویٰ کے ساتھ یا اس کے بعد تو بائع کا دعویٰ اولیٰ ہوگا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ بائع کے دعویٰ کے بعد یا بائع کے دعویٰ کے ساتھ مشتری نے بھی دعویٰ کیا کہ بچہ میرا ہے پھر بھی بائع کے دعویٰ کو ترجیح دی جائیگی اور مشتری کا دعویٰ معتبر نہ ہوگا کیونکہ بائع کا دعویٰ بہر حال سابق ہے۔

(۲۶۷۴/ ٦٩) وَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ لِاَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ وَلِاَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ لَمْ تُقْبَلْ دَعْوَةُ الْبَائِعِ فِيْهِ اِلَّا اَنْ يُّصَدِّقَهُ الْمُشْتَرِیْ.

ترجمہ: اور اگر وہ بچہ جنے چھ ماہ سے زائد میں اور دو سال سے کم میں تو قبول نہیں کیا جائے گا بائع کا دعویٰ مگر یہ کہ تصدیق کر دے اس کی مشتری۔

تشریح: اگر باندی چھ ماہ سے زائد اور دو سال سے کم میں بچہ جنے اور بائع بچہ کا دعویٰ کرے کہ میرا ہے تو بائع

کی بات نہیں مانی جائے گی ہاں اگر مشتری اس کی تصدیق کرے کہ بچہ بائع ہی کا ہے تو بائع کی بات مان لی جائے گی کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ خریدنے کے بعد مشتری نے باندی سے صحبت کی ہو اور اس سے بچہ پیدا ہوا ہو تو بائع کا بچہ ہونا کوئی یقینی بات نہیں ہے لہٰذا مشتری کی تصدیق ضروری ہے پس اس کی تصدیق پر نسب ثابت بیع باطل بچہ آزاد اور اس کی ماں بائع کی ام ولد ہو جائے گی۔

(۷۰/۲۶۷۵) وَاِنْ مَاتَ الْوَلَدُ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَائَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ فِي الْوَلَدِ وَلَا الْاِسْتِيْلَادُ فِي الْاُمِّ.

ترجمه: اور اگر مر جائے بچہ پھر دعویٰ کرے اس کا بائع حالانکہ جنا تھا اس کو چھ ماہ سے کم میں تو ثابت نہ ہوگا نسب بچہ میں اور نہ ام ولد ہونا ماں میں۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ بچہ کی زندگی میں تو بائع نے دعویٰ نہیں کیا لیکن جب بچہ کا انتقال ہو گیا تو پھر بائع نے دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ بچہ کا نسب ثابت کرنا ایک مجبوری تھی کہ اگر نسب ثابت نہ کیا جاتا تو بچہ حرامی سمجھا جاتا لیکن انتقال کے بعد ثبوت نسب سے مستغنی ہو گیا اور جب اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا تو اس کی ماں ام ولد بھی نہیں بنے گی کیوں کہ یہ تابع ولد ہے۔

(۷۱/۲۶۷۶) وَاِنْ مَاتَتِ الْاُمُّ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَائَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ فِي الْوَلَدِ وَاَخَذَهُ الْبَائِعُ وَيَرُدُّ الثَّمَنَ كُلَّهُ فِي قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا يَرُدُّ حِصَّةَ الْوَلَدِ وَلَا يَرُدُّ حِصَّةَ الْاُمِّ.

ترجمه: اور اگر مر جائے ماں پھر دعویٰ کرے اس کا بائع حالانکہ جنا تھا اس کو چھ ماہ سے کم میں تو ثابت ہو جائے گا نسب بچہ میں اور لے لے گا اس کو بائع اور لوٹائے گا اس کو پوری قیمت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ لوٹائے گا بچہ کا حصہ اور نہیں لوٹائے گا ماں کا حصہ۔

تشریح: بچہ زندہ تھا ماں مر گئی اس کے بعد بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا اور بچہ چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تھا تو نسب ثابت ہو جائے گا اور بچہ بائع کا ہوگا اس لئے اب بائع بچہ کو مشتری سے واپس لے گا اور ماں ام ولد ہوگی اور بائع نے جتنی قیمت مشتری سے وصول کی ہے وہ سب مشتری کو واپس کرے یہ تفصیل امام صاحبؒ کے نزدیک ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ بائع صرف بچہ کا حصہ مشتری کی جانب واپس کرے اور بچہ واپس لے لے ماں کا حصہ مشتری کی جانب واپس نہ کرے۔

(۷۲/۲۶۷۷) وَمَنِ ادَّعٰى نَسَبَ اَحَدِ التَّوْأَمَيْنِ يَثْبُتُ نَسَبُهُمَا مِنْهُ.

ترجمہ: کسی نے دعویٰ کیا جڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا تو ثابت ہو جائیگا دونوں کا نسب اس سے۔

تشریح: ایک عورت کو جڑواں بچے پیدا ہوئے ان میں سے ایک کے بارے میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا بچہ ہے تو دونوں کا نسب اسی مدعی سے ثابت ہوگا کیونکہ ایک ماں میں دو بچے ایک ہی پانی سے ہوں گے جڑواں بچوں میں دوسرے کا پانی نہیں ہوسکتا اس لئے دوسرے بچہ کا نسب بھی اس باپ سے ثابت ہوگا۔

کتاب الشہادات

(یہ کتاب شہادت کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: کتاب الدعویٰ اور کتاب الشہادات میں مناسبت یہ ہے کہ دعویٰ کے اندر اکثر مدعی اور مدعی علیہ کو گواہی کی ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ دعویٰ مقدم ہوتا ہے گواہی مؤخر ہوتی ہے اس لئے کتاب الدعویٰ کے بعد کتاب الشہادات لا رہے ہیں۔

لغوی تعریف: شہادت کے لغوی معنی ہیں، مشاہدہ کے بعد کسی چیز کی صحت کی خبر دینا۔

اصطلاحی تعریف: کسی کا حق ثابت کرنے کے لئے قاضی کی مجلس میں لفظ شہادت کے ساتھ سچی بات کی خبر دینے کے ہیں۔

شہادت کا ثبوت: ارشاد باری ہے، واستشهدوا شهدين من رجالكم (اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو) آیت کے اس ٹکڑے سے شہادت ثابت ہوئی۔

(۱/۲۶۷۸) اَلشَّهَادَةُ فَرْضٌ تَلْزَمُ الشُّهُوْدَ وَلَا يَسَعُهُمْ كِتْمَانُهَا اِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِيْ.

ترجمہ: گواہی ایسا فرض ہے جو لازم ہے گواہوں پر اور اس کو چھپانے کی گنجائش نہیں ہے ان کے لئے جب کہ طلب کرے ان سے مدعی۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ شہادت کی ادائیگی اور اس کا تحمل مدعی کے مطالبہ کے وقت گواہوں پر ایسا فرض ہے جو گواہوں پر لازم ہے اور اس کا چھپانا ناجائز ہے ہاں اتنی بات تو ضرور ہے کہ اگر گواہی دینے والے ایک دو آدمی متعین ہوں تو گواہی دینا فرض عین ہوگا اور اگر جہت سے لوگ ہیں تو فرض کفایہ ہوگا شہادت فرض ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔ وَلَا يَأْبَى الشُّهَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوا یعنی جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں آیت میں چونکہ مطالبہ کے وقت انکار کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس لئے مطالبہ کے وقت حاضر ہونے کا امر ہوگا اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے لہٰذا شہادت دینا واجب اور لازم ہوگا۔

(۲/۲۶۷۹) وَالشَّهَادَةُ بِالْحُدُوْدِ يُخَيَّرُ فِيْهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ وَالسَّتْرُ اَفْضَلُ اِلَّا اَنَّهُ يَجِبُ اَنْ يَّشْهَدَ بِالْمَالِ فِي السَّرِقَةِ فَيَقُوْلُ اَخَذَ الْمَالَ وَلَا يَقُوْلُ سَرَقَ.

ترجمہ: اور حدود کی گواہی میں اختیار ہے گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنے کے درمیان لیکن چھپانا افضل ہے مگر یہ کہ واجب ہے گواہی دینا مال کی چوری میں چنانچہ کہے کہ اس نے لیا ہے اور نہ کہے کہ چرایا ہے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میں گواہ ہو تو اس کو اختیار ہے دل چاہے گواہی دے کر مبتلیٰ بہ کے عیب کو ظاہر کردے اور دل چاہے گواہی نہ دے کر اس کے عیب کی پردہ پوشی کرے کیوں کہ گواہ دونوں صورتوں میں اجر وثواب کا مستحق ہے اس طرح کہ اگر اس نے گواہی دی تو حد الٰہی قائم کرانے کی وجہ سے مستحق ثواب ہوگا اور اگر گواہی نہ دی تو ایک مسلمان کی پردہ دری کرنے سے بچنے کی وجہ سے مستحق ثواب ہوگا، آگے فرماتے ہیں کہ حدود میں گواہوں کو اگرچہ ستر اور اظہار دونوں کا اختیار ہے مگر گواہی نہ دینا افضل ہے کیونکہ حدیث میں ہے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے، بہر حال حدود میں گواہی چھپانا افضل ہے لیکن حد سرقہ میں سرقہ کی گواہی چھپانا اگرچہ افضل ہے لیکن مال کی گواہی دینا واجب ہے یعنی صرف یہ گواہی دے کہ اس نے مال لیا ہے اور یہ نہ کہے کہ اس نے چوری کی ہے اس صورت میں بندہ کا حق زندہ ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں چور پر ضمان تو واجب ہوگا لیکن اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۳/۲۶۸۰) وَالشَّهَادَةُ عَلٰى مَرَاتِبَ مِنْهَا الشَّهَادَةُ فِي الزِّنَا يُعْتَبَرُ فِيْهَا اَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ وَلَاتُقْبَلُ فِيْهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ.

ترجمہ: اور گواہی کے چند مراتب ہیں ان میں سے ایک زنا کی گواہی ہے جس میں اعتبار کیا جاتا ہے چار مردوں (کی گواہی) کا اور نہیں قبول کی جاتی ہے اس میں عورتوں کی گواہی۔

گواہی کے چند مراتب کا بیان

تشریح: امام قدوری فرماتے ہیں کہ شہادت کے چند مراتب (چار مراتب) ہیں اس عبارت میں اول کا تذکرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلی قسم زنا کی گواہی ہے یہ سب سے اعلیٰ ہے اس میں چار مردوں کی گواہی معتبر ہے کیونکہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم (وہ عورتیں جو بدکاری کریں) ان پر اپنوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ'' اس آیت میں چار کے عدد کی صراحت ہے اور گواہوں کا مرد ہونا اس طرح معلوم ہوا کہ لفظ 'اربعۃ' مؤنث ہے اور عربی قاعدہ کے اعتبار سے تین سے نو تک کا عدد اگر مذکر ہوتا ہے تو معدود مؤنث آتا ہے اور عدد اگر مؤنث ہو تو معدود مذکر ہوتا ہے اس جگہ آیت میں لفظ 'اربعۃ' مؤنث ہے اس لئے اس کا معدود مذکر ہوگا آگے صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ زنا

میں عورتوں کی گواہی قبول نہ ہوگی کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین کے زمانہ سے یہ سنت جاری ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ **کذا فی الھدایة ومجمع الانھر.**

(۴/۲۶۸۱) وَمِنْهَا الشَّهَادَةُ بِبَقِيَّةِ الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ تُقْبَلُ فِيْهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ وَلَاتُقْبَلُ فِيْهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ.

ترجمه: اور انہیں میں سے گواہی ہے باقی حدود اور قصاص کی قبول کی جاتی ہے ان میں دو مردوں کی گواہی اور نہیں قبول کی جاتی ہے ان میں عورتوں کی گواہی۔

تشریح: گواہی کا دوسرا مرتبہ حد زنا کے علاوہ دوسری حدود جیسے حد سرقہ حد قذف حد شرب خمر اور قصاص میں گواہی دینا ہے چنانچہ فرمایا کہ حد زنا کے علاوہ دوسری حدود وقصاص میں دو مردوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور عورتوں کی گواہی غیر معتبر ہے۔

(۵/۲۶۸۲) وَمَا سِوىٰ ذٰلِكَ مِنَ الْحُقُوْقِ تُقْبَلُ فِيْهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ سَوَاءٌ كَانَ الْحَقُّ مَالًا اَوْ غَيْرَ مَالٍ مِثْلُ النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالْوَكَالَةِ وَالْوَصِيَّةِ.

ترجمه: اور جو ان کے علاوہ ہوں حقوق میں سے تو قبول کی جائے گی ان میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا غیر مال ہو جیسے نکاح طلاق، وکالت، وصیت۔

تشریح: اس عبارت میں گواہی کے تیسرے مرتبہ کا تذکرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حدود وقصاص کے علاوہ جتنے حقوق ہیں چاہے وہ حقوق مالی ہوں یا حقوق غیر مالی ہوں ان سب میں دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے حقوق مالی کی مثال بیع وشراء ہے حقوق غیر مالی کی مثال نکاح طلاق وغیرہ ہے۔

(۶/۲۶۸۳) وَتُقْبَلُ فِي الْوِلَادَةِ وَالْبَكَارَةِ وَالْعُيُوْبِ بِالنِّسَاءِ فِيْ مَوْضِعٍ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمه: اور قبول کی جائے گی ولادت، باکرہ ہونے اور عورتوں کے ان عیوب میں جن پر مطلع نہیں ہو سکتے مرد صرف ایک عورت کی گواہی۔

تشریح: گواہی کا چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ ولادت بکارت اور عورتوں کے بدن پر ایسے پوشیدہ عیوب جن پر عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہوں اور مرد مطلع نہ ہو سکتے ہوں ان میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ولادت نام ہے ماں سے بچہ کا جدا ہونا اور ماں سے بچہ کے جدا ہونے پر مردوں کا مطلع ہونا ناممکن ہے اس لئے نفس ولادت پر عورتوں کی گواہی مقبول ہے اور بکارت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی نامرد اور اس کی بیوی کے درمیان اختلاف ہوا

اور نامرد شوہر نے کہا کہ میں نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے اور بیوی نے اس کا انکار کیا اور ایک عورت یا چند عورتوں نے اس کے باکرہ ہونے کی گواہی دی تو اس کے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی پھر ایک سال گذر جانے پر بھی شوہر نے صحبت کا دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کر دیا تو قاضی عورتوں کو حکم دے گا کہ وہ اس عورت کو دیکھیں باکرہ ہے یا ثیبہ ہے چنانچہ اگر عورتوں نے اس کے باکرہ ہونے کی خبر دی تو اس کو اختیار ہوگا خواہ نکاح کو باقی رکھے یا تفریق کرا لے اگر اس نے تفریق کو اختیار کیا تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا کیونکہ عورتوں کی گواہی کو ایک تائید حاصل ہوگئی یعنی باکرہ ہونا، اسی طرح جہاں مرد نہیں دیکھ سکتا وہاں صرف عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی، جیسے شرمگاہ وغیرہ کی بیماری اس کے بارے میں ایک عورت کی گواہی کافی مانی جائے گی اور اسی پر فیصلہ کیا جائے گا۔

(۲۶۸۴/۷) وَلَا بُدَّ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ مِنَ الْعَدَالَةِ وَلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ فَاِنْ لَّمْ يَذْكُرِ الشَّاهِدُ لَفْظَةَ الشَّهَادَةِ وَقَالَ اَعْلَمُ اَوْ اَتَيَقَّنُ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهٗ.

ترجمہ: اور ضروری ہے ان تمام میں عادل ہونا اور لفظ شہادت کا ہونا، چنانچہ اگر نہ ذکر کرے گواہ لفظ شہادت اور کہے کہ میں جانتا ہوں یا میں یقین کرتا ہوں تو نہیں قبول کی جائے گی اس کی گواہی۔

گواہوں کے عادل ہونے کا بیان

تشریح: گواہی میں عدل یہ ہے کہ انسان کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور صغیرہ پر مصر نہ ہو اس کی صلاح تقویٰ و پرہیزگاری فساد سے زیادہ ہو۔ خیر صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ گواہی کے مراتب اربعہ مذکورہ میں گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے اور لفظ شہادت شرط ہے یعنی گواہ گواہی دیتے وقت یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں یا میں گواہی دیتا ہوں حتی کہ اگر گواہی کے وقت گواہ نے کہا کہ میں جانتا ہوں یا میں یقین کرتا ہوں تو اس مقدمہ میں اس وقت اس کی گواہی قبول نہ ہوگی، گوہوں کا عادل ہونا اس لئے ضروری ہے کیونکہ آیت میں تاکید ہے، پروردگار عالم کا فرمان ہے **واشهدوا ذوی عدل منکم** یعنی تم مسلمانوں میں سے دو عادل آدمیوں کو گواہ مقرر کر لو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے اور لفظ شہادت یعنی گواہ کا لفظ 'اشہد' کے ساتھ گواہی دینا اس لئے شرط ہے کہ قرآن وحدیث اسی لفظ شہادت کے ساتھ وارد ہوئی ہے چنانچہ اللہ کا فرمان ہے **واقیموا الشهادة لِلّٰه** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اذا علمت مثل الشمس فاشهدوا لافدع.** یعنی اگر تجھ کو کسی بات کا علم آفتاب کی طرح واضح طور پر ہو جائے تو، تو گواہی دے ورنہ اس کو چھوڑ دے۔

(۲۶۸۵/۸) وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقْتَصِرُ الْحَاكِمُ عَلٰى ظَاهِرِ عَدَالَةِ الْمُسْلِمِ اِلَّا فِي الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ فَاِنَّهٗ يَسْأَلُ عَنِ الشُّهُوْدِ وَاِنْ طَعَنَ الْخَصْمُ فِيْهِمْ يَسْأَلُ عَنْهُمْ وَقَالَ

اَبُوْیُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی لَابُدَّ اَنْ یَسْأَلَ عَنْهُمْ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ.

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اکتفاء کرے حاکم مسلمان کی ظاہری عدالت پر مگر حدود اور قصاص میں کہ (ان میں) گواہوں کا حال دریافت کرے اور اگر طعن کرے مدعی علیہ گواہوں میں تو دریافت کرے ان کے حالات اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ضروری ہے ان کے متعلق تحقیق کرنا خفیہ اور علانیہ۔

تشریح: اس بات پر جملہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے، مگر اس اتفاق کے بعد امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب مدعی قاضی کی عدالت میں گواہ پیش کرے اور مدعی علیہ گواہوں پر کوئی طعن نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ مدعی کے گواہ جھوٹے ہیں یا غلام ہیں یا غیر مسلم ہیں یعنی گواہوں میں ایسی کوئی کمی بیان نہ کرے جس کی وجہ سے ان کی شہادت مردود ہو جاتی ہو تو قاضی مسلمان گواہوں میں ان کی ظاہری عدالت پر اکتفاء کرے یعنی ان کو عادل قرار دے ان کی عدالت و دیانت کے بارے میں تحقیق نہ کرے، صاحب قدوری نے فرمایا کہ اگر حدود و قصاص میں مسلمان گواہ گواہی دیں تو قاضی ان کی ظاہری عدالت پر اکتفاء نہ کرے خواہ مدعی علیہ طعن کرے یا طعن نہ کرے بلکہ ان کی عدالت دریافت کرے یعنی دیانت و امانت کے سلسلہ میں پورے طور پر تفتیش اور کھود کرید کرے۔

صاحبینؒ نے فرمایا کہ تمام حقوق میں خفیہ اور علانیہ گواہوں کا حال دریافت کرنا ضروری ہے خواہ مدعی علیہ نے گواہوں پر طعن کیا ہو یا طعن نہ کیا ہو اسی کے قائل امام احمد و امام شافعی ہیں، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ اس زمانہ میں عوام تو عوام خواص بھی چونکہ دروغ گوئی اور جھوٹ سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے گواہوں کے سچا یا جھوٹا ہونے کی تحقیق اور تفتیش کو ضروری قرار دیا گیا۔

(۲۶۸۶/۹) وَمَا یَتَحَمَّلُهُ الشَّاهِدُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ اَحَدُهُمَا مَا یَثْبُتُ حُکْمُهُ بِنَفْسِهِ مِثْلُ الْبَیْعِ وَالْاِقْرَارِ وَالْغَصْبِ وَالْقَتْلِ وَحُکْمِ الْحَاکِمِ فَاِذَا سَمِعَ ذٰلِکَ الشَّاهِدُ اَوْ رَاٰهُ وَسِعَهُ اَنْ یَشْهَدَ بِهٖ وَاِنْ لَمْ یُشْهَدْ عَلَیْهِ وَیَقُوْلَ اَشْهَدُ اَنَّهُ بَاعَ وَلَا یَقُوْلَ اَشْهَدَنِیْ.

ترجمہ: گواہ جس کی گواہی اٹھاتا ہے دو قسم پر ہے ایک وہ جس کا حکم ثابت ہوتا ہے بذات خود جیسے بیع، اقرار، غصب، قتل، اور حکم حاکم چنانچہ جب سنے ان کو گواہ یا دیکھے تو گنجائش ہے اس کے لئے ان کی گواہی دینا اگرچہ وہ اس معاملہ پر گواہ نہ بنایا گیا ہو، اور یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بیچا ہے یوں نہ کہے کہ مجھ کو گواہ بنایا ہے۔

کن چیزوں کا گواہ بن سکتا ہے؟

تشریح: صاحب قدوری مراتب شہادت کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب ان چیزوں کے اقسام ذکر کریں گے جن کی گواہی کو گواہ اٹھاتا ہے یعنی جن چیزوں کا گواہ بنتا ہے چنانچہ گواہ جن چیزوں کا گواہ بن سکتا ہے ان کی دو

قسمیں ہیں ایک وہ جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے ان میں گواہ بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے بیع اقرار غصب قتل حاکم کا حکم سو اس قسم میں گواہ صرف سنکر بھی گواہی دے سکتا ہے اگر سننے سے ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہو جیسے بیع اقرار حاکم کا حکم اور دیکھ کر بھی گواہی دے سکتا ہے اگر دیکھنے سے علم ہو جاتا ہو جیسے غصب اور قتل تو گواہ کے لئے محض سنکر یا محض دیکھ کر گواہی دینا جائز ہے اگر چہ اس کو گواہ نہ بنایا گیا ہو مثلاً کسی کو کوئی چیز فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو گواہی دے سکتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں چیز فلاں شخص کو فروخت کی ہے میں اس کی گواہی دیتا ہوں البتہ یہ نہ کہے کہ مجھے گواہ بنایا ہے کیونکہ واقعتاً اس کو کسی نے گواہ نہیں بنایا ہے بلکہ خود بخود بنا ہے۔

(۱۰/۲۶۸۷) وَمِنْهُ مَالَایَثْبُتُ حُکْمُهٗ بِنَفْسِهٖ مِثْلُ الشَّهَادَةِ عَلَی الشَّهَادَةِ فَاِذَا سَمِعَ شَاهِدًا یَشْهَدُ بِشَیْءٍ لَمْ یَجُزْ لَهٗ اَنْ یَّشْهَدَ عَلٰی شَهَادَتِهٖ اِلَّا اَنْ یُّشْهِدَهٗ وَکَذٰلِكَ لَوْ سَمِعَهٗ یُشْهِدُ الشَّاهِدُ عَلٰی شَهَادَتِهٖ لَمْ یَسَعْ لِلسَّامِعِ اَنْ یَّشْهَدَ عَلٰی ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور ان میں سے ایک قسم وہ ہے جس کا حکم خود ثابت نہیں ہوتا جیسے گواہی پر گواہی دینا چنانچہ جب سنے کسی گواہ کو گواہی دیتے ہوئے کسی چیز کی تو جائز نہیں اس کے لئے کہ وہ اس کی گواہی پر گواہی دے مگر یہ کہ اس کو گواہ بنائے اور اسی طرح اگر سنا کہ وہ گواہ بنا رہا ہے کسی کی گواہی پر تو گنجائش نہیں سننے والے کے لئے کہ وہ گواہی دے اس پر۔

تشریح: صورت مسئلہ سے قبل یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ میں تو مجلس قضا میں نہیں جاسکوں گا آپ جا کر میری گواہی پیش کریں اس کو شہادت علی الشہادۃ کہتے ہیں اب اصل مسئلہ سنئے صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ مذکورہ دو قسموں میں سے دوسری قسم وہ ہے جس کا حکم بذات خود ثابت نہ ہو بلکہ اس میں گواہ بنانے کی ضرورت پڑتی ہو جیسے شہادت علی الشہادۃ کہ جب تک اصلی گواہ کسی کو اپنی گواہی پر گواہ نہ بنائیں اس وقت تک شہود فرع کے لئے گواہی دینے کا حکم ثابت نہیں ہوتا چنانچہ اگر کسی نے کسی کو مجلس قاضی کے علاوہ میں سنا کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ زید کے عمر پر دس ہزار روپے قرض ہیں تو سننے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ زید کے عمر پر دس ہزار روپے قرض ہونے کی گواہی دے ہاں اگر اصلی گواہ نے اس کو اپنی گواہی پر گواہ بنا دیا ہو تو اب اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی نے حقیقی اور اصلی گواہ کو سنا کہ وہ اپنی گواہی پر کسی کو گواہ کرتا ہے تو سننے والے کو اصلی گواہ کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں ہے مثلاً زید نے سنا کہ خالد (اصلی گواہ) اپنی گواہی پر 'شاہد' کو گواہ کرتا ہے تو اب زید کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ خالد کی گواہی پر گواہی دے۔

(۱۱/۲۶۸۸) وَلَا یَحِلُّ لِلشَّاهِدِ اِذَا رَاٰی خَطَّهٗ اَنْ یَّشْهَدَ اِلَّا اَنْ یَّذْکُرَ الشَّهَادَةَ.

ترجمہ: اور جائز نہیں گواہ کے لئے جب وہ دیکھے اپنا خط یہ کہ گواہی دے دے مگر یہ کہ اس کو گواہی یاد آجائے۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر گواہ نے کسی دستاویز میں اپنی گواہی کی تحریر دیکھی لیکن جس واقعہ سے گواہی کا تعلق ہے نہ وہ واقعہ یاد آیا اور نہ گواہی دینا یاد آیا تو اس گواہ کے لئے محض تحریر دیکھ کر گواہی دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے ممکن ہے کہ یہ تحریر کسی دوسرے کی ہو۔

(۱۲/۲۶۸۹)　وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمٰی.

ترجمہ: اور قبول نہیں کی جاتی ہے نابینا آدمی کی گواہی۔

گواہان مقبول وغیر مقبول کا بیان

تشریح: اندھے کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے حدود وقصاص میں گواہی دی ہے تو یہ بالاتفاق غیر مقبول ہے اور اگر حدود وقصاص کے علاوہ میں گواہ ہے تو طرفینؒ کے نزدیک مطلقاً قبول نہ ہوگی مشہود بہ (جس چیز کی گواہی دے رہا ہے) خواہ ان چیزوں میں سے ہو جن میں لوگوں سے سن کر گواہی دینا جائز ہے جیسے موت نسب، خواہ ان چیزوں میں سے ہو جن میں لوگوں سے سن کر گواہی دینا جائز نہیں ہے جیسے بیع وشراء امام مالک واحمدؒ کے نزدیک نابینا کی گواہی مطلقاً مقبول ہے حضرت امام زفرؒ نے فرمایا کہ جن چیزوں میں لوگوں سے سن کر گواہی دینا جائز ہے ان چیزوں میں نابینا کی گواہی قبول کی جائے گی۔

(۱۳/۲۶۹۰)　وَلَا الْمَمْلُوْكِ.

ترجمہ: اور غلام کی گواہی بھی جائز نہیں ہے۔

تشریح: صاحب قدوری نے فرمایا کہ نابینا کی طرح غلام وباندی کی گواہی بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ گواہ وہی شخص ہوسکتا ہے جس کو ولایت کا حق حاصل ہوگا اور غلام وباندی کو جب اپنی ذات پر ہی ولایت کا حق حاصل نہیں ہے تو دوسرے پر بدرجہ اولیٰ ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا اور جب ولایت کا حق حاصل نہیں ہے تو ان کو گواہی دینے کا حق کس طرح حاصل ہوگا۔

(۱۴/۲۶۹۱)　وَلَا الْمَحْدُوْدِ فِيْ قَذْفٍ وَإِنْ تَابَ.

ترجمہ: اور تہمت میں حد لگائے ہوئے کی گواہی مقبول نہیں ہے اگر چہ وہ توبہ کرلے۔

تشریح: محدود فی القذف وہ شخص ہے جس نے کسی مسلمان کو زنا کی تہمت لگائی مگر اس کو ثابت نہ کرسکا تو اس تہمت لگانے کی سزا میں اس کو اسی کوڑے مارے گئے ہوں، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ محدود فی القذف کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ توبہ کرلے اور ائمہ ثلاثہ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے بعد محدود فی القذف کی گواہی قبول کی

جائے گی۔

(۱۵/۲۶۹۲) وَلَا شَهَادَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ وَلَا شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِاَبَوَيْهِ وَاَجْدَادِهٖ.

ترجمہ: اور نہ والد کی گواہی اپنے بیٹے اور اپنے پوتے کیلئے اور نہ بیٹے کی گواہی اپنے والدین اور اپنے دادا کے لئے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ والدین کی گواہی اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے حق میں قبول نہیں ہوگی اور نہ اولاد کی گواہی اپنے والدین یا اپنے دادا دادی کے حق میں قبول ہوگی کیونکہ اس میں رعایت کرنے کی تہمت ہے۔

(۱۶/۲۶۹۳) وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ اِحْدَى الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ.

ترجمہ: اور نہیں قبول کی جائے گی میاں بیوی میں سے ایک کی گواہی دوسرے کے لئے۔

تشریح: زوجین کے درمیان منافع متصل اور مشترک ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کا دوسرے کے لئے گواہی دینا من وجہ اپنے لئے گواہی دینا ہوگا اور آدمی اپنے لئے گواہی دے تو اس کی گواہی رد کردی جاتی ہے اس لئے مقبول نہ ہوگی۔

(۱۷/۲۶۹۴) وَلَا شَهَادَةُ الْمَوْلٰى لِعَبْدِهٖ وَلَا لِمُكَاتَبِهٖ.

ترجمہ: اور نہ آقا کی گواہی اپنے غلام اور نہ اپنے مکاتب کے لئے۔

تشریح: آقا کی گواہی خود اس کے غلام کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ آقا کا اپنے غلام کے حق میں گواہی دینا اپنے لئے گواہی دینا ہے اور یہ ناجائز ہے اور اگر آقا نے گواہی دے بھی دی تو قاضی اس کو قبول نہیں کرے گا اسی طرح آقا کی گواہی اس کے مکاتب کے حق میں بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ مکاتب غلام کے درجہ میں ہے۔

(۱۸/۲۶۹۵) وَلَا شَهَادَةُ الشَّرِيْكِ لِشَرِيْكِهٖ فِيْمَا هُوَ مِنْ شِرْكَتِهِمَا.

ترجمہ: اور نہ ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کے لئے اس چیز میں جس میں دونوں کی شرکت ہے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مال شرکت میں ایک شریک نے کسی پر کوئی دعویٰ کیا اور دوسرے شریک نے اس کے واسطے گواہی دی تو یہ گواہی بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ اپنے ہی مال کے لئے رعایت کر کے گواہی دے رہا ہے اور یہ باطل ہے۔

(۱۹/۲۶۹۶) وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الرَّجُلِ لِاَخِيْهِ وَعَمِّهٖ.

ترجمہ: اور قبول کی جائے گی آدمی کی گواہی اپنے بھائی اور اپنے چچا کے لئے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ ایک بھائی کی گواہی دوسرے بھائی کے لئے اور بھتیجہ کی گواہی اپنے چچا کے لئے قبول کی جائے گی کیونکہ دونوں کی ملکیت اور منافع الگ الگ ہیں اور بلا تکلف ایک کو دوسرے کے مال میں تصرف کا اختیار بھی نہیں ہوتا تو ان میں سے اگر ایک نے دوسرے کے حق میں گواہی دی تو گواہ اپنی گواہی میں متہم نہ ہوگا اس لئے اس کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔

(۲۰/۲۶۹۷)　وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مُخَنَّثٍ.

ترجمہ: اور نہیں قبول کی جائے گی مخنث کی گواہی۔

تشریح: صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ مخنث کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی مخنث سے مراد وہ ہے جو لوگوں کو اپنے ساتھ لواطت پر قدرت دیتا ہے اور زیب و زینت میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور مٹک مٹک کر چلتا ہے اور عورتوں جیسی نرم کلامی اختیار کرتا ہے تو ایسے مخنث کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ وہ فاسق ہے، ہاں اگر کسی شخص کی گفتگو میں فطری نرمی اور اعضاء میں پیدائشی اور قدرتی لوچ اور لچک ہو اور کسی برے فعل کے ساتھ مشہور نہ ہو تو اس کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔

(۲۱/۲۶۹۸)　وَلَا نَائِحَةٍ وَلَا مُغَنِّيَةٍ.

ترجمہ: اور نہ نوحہ کرنے والی ڈومنی دبچاری کی۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو پیشہ کے طور پر دوسروں کے غم وغیرہ کچھ نہیں ہے کرایہ پر نوحہ خوانی کرتی ہیں ایسی عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح مغنیہ یعنی وہ عورتیں جنہوں نے گانے کا پیشہ بنالیا اور ناچ گانے کی دعوت دیتی ہو اس کی شہادت بھی مقبول نہیں کیونکہ یہ دونوں عورتیں فعل حرام کے مرتکب ہونے کی وجہ سے فاسق ہیں اور فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

(۲۲/۲۶۹۹)　وَلَا مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَى اللَّهْوِ.

حل لغات: مدمن: اسم فاعل، ادمن الشیٔ ہمیشہ کرنا کہا جاتا ہے، رجل مدمن خمر، ہمیشہ شراب پینے والا مرد۔

ترجمہ: اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی گواہی لہو ولعب کے طور پر۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ لہو کے طور پر برابر شراب پینے والے کی گواہی بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ شراب پینا حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

نوٹ: صاحب کتاب نے دائمی طور سے پینے کی شرط اس لئے لگائی تا کہ اس کا شرابی ہونا لوگوں کے سامنے

ظاہر ہوجائے کیوں کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں شراب پیئے اور لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہوتو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اگر چہ گھر میں شراب پینا بھی گناہ کبیرہ ہے لیکن لوگوں پر اس کا فسق عیاں نہیں ہے۔

(۲۳/۲۷۰۰) وَلَا مَنْ يَلْعَبُ بِالطُّيُوْرِ.

ترجمہ: اور نہ اس کی جو پرندوں سے کھیل کرے۔

تشریح: پرندوں کے ذریعہ بازی لگاتا ہے یہ ایک قسم کا جوا ہے جو کہ حرام ہے نیز کبوتر بازی وتیتر بازی میں اپنے کوٹھے کی چھت پر چڑھے گا جس کی وجہ سے اس کی نظر غیر محرم عورتوں پر پڑے گی اور غیر محرم عورتوں کو دیکھنا حرام ہے لہٰذا مرتکب حرام ہونے کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

(۲۴/۲۷۰۱) وَلَا مَنْ يُغَنِّيْ لِلنَّاسِ.

ترجمہ: اور نہ اس کی جو لوگوں کے لئے گائے۔

تشریح: جو شخص دوسرے لوگوں کو گانا سناتا ہے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ سننے والوں کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ شخص لوگوں کو گناہ کبیرہ پر اکٹھا کرتا ہے اور گناہ کبیرہ پر لوگوں کو اکٹھا کرنا خود گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کی گواہی قبول نہیں کی جاتی ہے۔

(۲۵/۲۷۰۲) وَلَا مَنْ يَأْتِيْ بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ الَّتِيْ يَتَعَلَّقُ بِهَا الْحَدُّ.

ترجمہ: اور نہ اس کی جو ایسے کبیرہ گناہ کرے جن سے حد متعلق ہوتی ہے۔

تشریح: اگر کسی شخص نے ایسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا جس کے ساتھ حد متعلق ہوتی ہے جیسے چوری ڈاکہ زنی، زنا وغیرہ تو اس کی گواہی بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ ایسے گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے یہ شخص فاسق ہوگیا اور فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

(۲۶/۲۷۰۳) وَلَا مَنْ يَدْخُلُ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ اِزَارٍ.

حل لغت: حمام سے وہ جگہ مراد ہے جو ہوٹل میں تیار کردی جاتی ہے اور پھر مرد وعورت ہر طرح کا آدمی آکر اس میں غسل کرتا ہے۔

ترجمہ: اور نہ اس کی جو داخل ہو حمام میں بغیر لنگی کے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص برہنہ حمام میں داخل ہو یعنی ستر عورت کھول کر جائے اسکی گواہی بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ شرمگاہ اور واجب الستر بدن کا کھولنا حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

نوٹ: اگر غسل خانہ بند ہو اور ایک آدمی ننگا غسل کرے تو اس سے عدالت ساقط نہیں ہوتی، لیکن ایسا غسل خانہ جس میں بہت سے لوگ ایک ساتھ غسل کرتے ہوں، اس میں بالکل ننگا داخل ہو تو چونکہ بغیر ستر کے سب کے سامنے داخل ہوا اور سب کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے اس لئے عدالت ساقط ہو جائے گی۔

(۲۷۰۴/۲۷) وَلَا مَنْ يَّأْكُلُ الرِّبٰوا وَلَا الْمُقَامِرِ بِالنَّرْدِ وَالشَّطْرَنْجِ.

حل لغات: مقامر: اسم فاعل قامرہ قمار یا باہم جوا کھیلنا۔ النرد: ایک قسم کا کھیل جس کو اردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا یہ کھیل حرام ہے جس کی وجہ سے آدمی ائمہ اربعہ کے نزدیک مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔

الشطرنج: ایک مشہور کھیل ہے سنسکرت لفظ چترانگ کا معرب اس میں چھ قسم کے مہروں سے کھیلتے ہیں، جو شاہ، فرزین، فیل، اسپ، رخ اور پیدل کہلاتے ہیں۔

ترجمہ: اور نہ اس کی جو کھائے سود اور نہ اس کی جو کھیلے نرد اور شطرنج سے۔

تشریح: سود کھانے والے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی مگر اسی سود خور کی گواہی مردود ہوگی جو سود خوری میں مشہور ہو اور نرد کے ساتھ کھیلنے والا بغیر شرط کے مردود الشہادت ہے اور شطرنج کے ساتھ کھیلنے والے کی گواہی اس وقت مردود ہوگی جب کہ تین باتوں میں سے ایک بات پائی جائے۔ (۱) یا تو شطرنج کے ساتھ جوا کھیلتا ہو۔ (۲) اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز اور دینی فرائض چھوٹتے ہو۔ (۳) شطرنج کھیلنے میں جھوٹی قسمیں زیادہ کھاتا ہو۔

(۲۷۰۵/۲۸) وَلَا مَنْ يَّفْعَلُ الْاَفْعَالَ الْمُسْتَخِفَّةَ كَالْبَوْلِ عَلَي الطَّرِيْقِ وَالْاَكْلِ عَلَي الطَّرِيْقِ.

ترجمہ: اور نہ اس کی جو کرتا ہو حقیر و ذلیل کام جیسے راستہ میں پیشاب کرنا اور راستہ میں کھانا۔

تشریح: صاحب قدوری نے فرمایا کہ جو شخص حقیر و ذلیل حرکات کرتا ہو اس کی گواہی قبول نہ ہوگی جیسے راستہ پر پیشاب کرنا راستہ پر کھانا اور بازار میں برسر عام کھانا جو شخص ان کاموں کا عادی ہو وہ جھوٹ بولنے سے بھی شرم محسوس نہیں کرے گا لہٰذا اس کی گواہی بھی قبول نہ ہوگی۔

نوٹ: جس معاشرہ میں تھوڑا بہت راستہ پر کھانا معیوب نہیں ہے تو اس کے کھانے سے عدالت ساقط نہ ہوگی جیسے ہمارے معاشرہ میں راستہ پر پان کھانا بیڑی سگریٹ پینا۔

(۲۷۰۶/۲۹) وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ.

حل لغت: السلف: گذشتہ آباء و اجداد جمع اسلاف.

ترجمہ: اور قبول نہیں کی جائے گی اس کی گواہی جو برا بھلا کہتا ہو پہلے بزرگوں کو۔

تشریح: اگر کوئی شخص صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین کو کھلم کھلا برا بھلا کہتا ہو تو اس کی گواہی بھی قبول نہ ہوگی

کیونکہ ایسے شخص کا فاسق ہونا ظاہر ہے۔

(۲۷۰۷/۳۰) وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ اَهْلِ الْهَوَاءِ اِلَّا الْخَطَّابِيَّةَ.

حل لغات: اهل الهواء: وہ لوگ جو نفس کی متابعت اور سنت کی مخالفت کرتے ہیں، یہاں مراد ہے اہل سنت والجماعۃ کے علاوہ کے مذاہب وغیرہ جیسے شیعہ، رافضی، الخطابية: یہ رافضیوں کا ایک حد سے بڑھا ہوا فرقہ ہے جو ابوالخطاب محمد بن ابی وہب اجدع کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر فرقہ خطابیہ میں سے کوئی شخص کسی پر کسی چیز کا دعویٰ کرے تو اس جماعت کے باقی لوگوں پر اس کے حق میں گواہی دینا واجب ہے۔

ترجمہ: اور قبول کی جائے گی اہل ہواء کی گواہی سوائے خطابیہ کے۔

تشریح: حنفیہ کے نزدیک اہل ہواء کی گواہی قبول کی جائے گی لیکن اہل ہواء میں سے فرقہ خطابیہ کی گواہی قبول نہ ہوگی کیوں کہ اہل ہواء کا فسق صرف اعتقاد کے اعتبار سے ہے اور ان کا یہ اعتقاد اس کو حق سمجھ کر ہے لہٰذا ان کا عقیدہ دین داری کے خلاف نہیں ہے تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی رہا فرقہ خطابیہ سو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی، کیونکہ ان کی گواہی میں جھوٹ بولنے کا اندیشہ ہے اس طور پر کہ وہ اپنے گروہ کے لوگوں کے حق میں گواہی دینا واجب سمجھتے ہیں خواہ ان کا دعویٰ سچا ہو یا جھوٹا لہٰذا ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

(۲۷۰۸/۳۱) وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ اَهْلِ الذِّمَّةِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ وَاِنِ اخْتَلَفَ مِلَلُهُمْ.

حل لغات: اهل الذمة: وہ کفار جو جزیہ دے کر دارالاسلام میں مستقل رہتے ہوں۔ مللهم: مِلَل، ملت کی جمع ہے دین ومذہب۔

ترجمہ: اور قبول کی جائے گی ذمیوں کی گواہی بعض کی بعض کے خلاف اگر چہ ان کے مذاہب مختلف ہوں۔

تشریح: صاحب قدوریؒ نے فرمایا کہ ذمیوں میں سے بعض کی شہادت بعض کے خلاف قبول کر لی جائے گی یعنی اگر ایک ذمی دوسرے ذمی کے خلاف گواہی دے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اگر چہ ان کے مذاہب مختلف ہوں کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے مثلاً یہودی کا نصرانی کے خلاف اور نصرانی کا یہودی کے خلاف گواہی دینا جائز ہے۔

(۲۷۰۹/۳۲) وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْحَرْبِيِّ عَلَى الذِّمِّيِّ.

حل لغت: حربی: اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالحرب کا مستقل باشندہ ہو، مگر یہاں عبارت میں حربی مستامن مراد ہے، حربی مستامن اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالاسلام میں ویزا لے کر عارضی اقامت حاصل کئے ہوئے ہو۔

ترجمہ: اور قبول نہیں کی جائے گی حربی کی گواہی ذمی پر۔

تشریح: حربی مستامِن کی گواہی ذمی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ حربی مستامن کو ذمی پر کوئی

ولایت نہیں ہوتی کیونکہ حربی مستامن دار الحرب کا باشندہ ہے اور ذمی دار الاسلام کا رہنے والا ہے اور حکماً دارین کا اختلاف ولایت کو منقطع کر دیتا ہے، متن میں حربی مستامن اس لئے مراد لیا ہے کہ حربی غیر مستامن کی گواہی ناممکن ہے کیونکہ گواہی کے لئے قاضی کی مجلس ضروری ہے اور قضاء کے لئے دار الاسلام میں شہر کا ہونا شرط ہے پس حربی غیر مستامن جو دار الحرب میں مقیم ہے وہ اس شرط کو کس طرح پورا کر سکتا ہے؟

(۲۷۱۰/۳۳) وَاِنْ كَانَتِ الْحَسَنَاتُ اَغْلَبَ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ وَاِنْ اَلَمَّ بِمَعْصِيَةٍ.

حل لغت: اَلَمَّ: چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہونا۔

ترجمہ: اگر ہوں (کسی شخص کی) نیکیاں غالب برائیوں پر اور وہ پرہیز کرتا ہو کبیرہ گناہوں سے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ وہ صغیرہ گناہ کرتا ہو۔

تشریح: کسی شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی بشرطیکہ گناہ کبیرہ سے پرہیز کرتا ہو، اگرچہ اس نے کسی صغیرہ گناہ کا ارتکاب کر لیا ہو کیوں کہ تمام گناہ صغیرہ سے پرہیز کرنا تو آدمی کے لئے مشکل ہے اگر یہ قید لگا دیں کہ بالکل گناہ صغیرہ نہ کرے تو پھر گواہی کے لئے آدمی ملنا بھاری ہو جائے گا اس لئے گواہی دینے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اچھائیاں غالب ہوں اور گناہ کبیرہ سے پرہیز کرتا ہو بلکہ اگر گناہ کبیرہ کر بھی لیا اور بعد میں اس سے توبہ کر لی تب بھی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

(۲۷۱۱/۳۴) وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَقْلَفِ.

ترجمہ: اور قبول کی جائے گی غیر مختون کی گواہی۔

تشریح: غیر مختون کی گواہی قبول کی جائے گی کیونکہ ختنہ ہمارے نزدیک سنت ہے اور ترک سنت سے عدالت ساقط نہیں ہوتی ہاں اگر سنت سے اعراض کر کے دین کو حقیر سمجھ کر اس نے ختنہ نہ کرائی تو پھر اس کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اس حرکت سے مسلمان بھی نہ رہا۔

(۲۷۱۲/۳۵) وَالْخَصِيِّ

حل لغت: الخَصِيُّ: وہ شخص جس کے فوطے نکال لئے گئے ہوں جمع خِصْيَةٌ وَخِصْيَانٌ۔

ترجمہ: اور خصی کی گواہی مقبول ہے۔

تشریح: خصی وہ شخص ہے جس کے خصیتین نکال دیئے گئے ہوں، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ خصی کی گواہی قبول کی جائے گی کیونکہ خصی کا عضو ظلماً کاٹا گیا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ اگر کسی کے تمام اعضاء ظلماً کاٹ دیئے گئے

ہوں تو اس سے اس کی عدالت ساقط نہیں ہوتی ہاں اگر اس نے اپنی خوشی سے خصیہ نکال دیا ہو تو پھر گواہی قبول نہ ہوگی۔

(۲۷۱۳/۳۶) وَوَلَدِ الزِّنَا.

ترجمہ: اور قبول کرلی جائے گی حرامی کی گواہی۔

تشریح: صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ ولد الزنا کی گواہی قبول ہوگی بشرطیکہ عادل ہو کیونکہ زنا کا ارتکاب کرنے سے والدین فاسق ہوئے اور والدین کے فاسق ہونے سے بیٹے کی عدالت میں کوئی خلل نہیں آئے گا اس لئے ولد الزنا کی گواہی قبول کرنے میں کیا حرج ہے۔

(۲۷۱۴/۳۷) وَشَهَادَةُ الْخُنْثٰى جَائِزَةٌ.

ترجمہ: اور خنثیٰ کی گواہی جائز ہے۔

تشریح: خنثیٰ وہ ہے جس کے اندر مرد وعورت دونوں کی علامت پیدائشی ہو چنانچہ اگر خنثیٰ عادل ہو تو اس کی گواہی قبول ہوگی، کیوں کہ یہ مرد ہوگا یا عورت ہوگی، اور قرآن سے ثابت ہے کہ دونوں کی گواہی مقبول ہے، تو دونوں کے درمیان کی گواہی بھی مقبول ہوگی۔ مگر چونکہ خنثیٰ میں عورت ہونے کا بھی احتمال ہے اس لئے حدود وقصاص میں گواہی قبول نہ کرنا اچھا ہے۔

(۲۷۱۵/۳۸) وَاِذَا وَافَقَتِ الشَّهَادَةُ الدَّعْوٰى قُبِلَتْ وَاِنْ خَالَفَتْهَا لَمْ تُقْبَلْ.

ترجمہ: اور جب موافق ہو گواہی دعویٰ کے تو قبول کی جائیگی اور اس کے مخالف ہو تو قبول نہیں کی جائے گی۔

اتفاق واختلاف شہادت کا بیان

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر گواہی دعویٰ کے موافق ہو تو قبول ہوگی اور اگر مخالف ہو تو قبول نہ ہوگی چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر سرخ کپڑا چرانے کا دعویٰ کیا اور گواہ نے سفید کپڑے کی گواہی دی تو دعویٰ اور گواہی میں اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے گواہی رد کردی جائے گی۔

(۲۷۱۶/۳۹) وَيُعْتَبَرُ اِتِّفَاقُ الشَّاهِدَيْنِ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنْ شَهِدَ اَحَدُهُمَا بِاَلْفٍ وَالْآخَرُ بِاَلْفَيْنِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى تُقْبَلُ بِالْاَلْفِ.

ترجمہ: اور معتبر ہے دونوں گواہوں کا متفق ہونا لفظ اور معنی میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چنانچہ اگر گواہی دے ان میں سے ایک گواہ ایک ہزار کی اور دوسرا دو ہزار کی تو مقبول نہ ہوگی ان کی گواہی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبین

فرمایا کہ مقبول ہوگی ایک ہزار کی۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گواہوں کا لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے متفق ہونا ضروری ہے لیکن اگر ترادف کی وجہ سے لفظی اختلاف ہوگیا تو یہ گواہی کے لئے مانع نہ ہوگا مثلاً ایک گواہ ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی تو گواہی مقبول ہوگی کیونکہ ہبہ اور عطیہ دونوں مترادف ہیں، صاحبین کے نزدیک صرف معنی میں متفق ہونا ضروری ہے لفظوں میں ضروری نہیں ہے اب ایک مسئلہ متفرع کررہے ہیں کہ دو گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک مقبول نہ ہوگی کیونکہ دونوں کے الفاظ مختلف ہیں، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کمتر پر قبول کرلی جائے گی، کیونکہ دونوں گواہ ایک ہزار پر متفق ہیں اس لئے کہ دو ہزار ایک ہزار کو شامل ہیں اور ایک گواہ زیادتی میں اکیلا ہے، تو جس پر اتفاق ہے وہ ثابت ہوگا یعنی ایک ہزار۔

(۲۷۱۷/۴۰) وَاِنْ شَهِدَ اَحَدُهُمَا بِاَلْفٍ وَالْآخَرُ بِاَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَالْمُدَّعِيْ يَدَّعِيْ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا بِاَلْفٍ.

ترجمہ: اگر ان میں سے ایک گواہی دے ایک ہزار کی اور دوسرا پندرہ سو کی اور مدعی دعویٰ کررہا ہے پندرہ سو کا تو قبول کی جائے گی ان کی گواہی ایک ہزار کی۔

تشریح: ماقبل کے مسئلہ میں گذر چکا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک گواہوں کا لفظ اور معنی میں متفق ہونا گواہی کی قبولیت کے لئے شرط ہے اسی پر متفرع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر دو گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار درہم کی گواہی دی اور دوسرے نے پندرہ سو درہم کی گواہی دی اور مدعی بھی پندرہ سو ہی کا دعویدار ہے تو ایک ہزار درہم پر گواہی قبول ہوجائے گی کیونکہ دونوں گواہ ایک ہزار پر لفظاً بھی متفق ہیں اور معناً بھی تو قبولیت شہادت کی شرط پائے جانے کی وجہ سے ایک ہزار پر گواہی قبول کرلی جائے گی۔

(۲۷۱۸/۴۱) وَاِذَا شَهِدَا بِاَلْفٍ وَقَالَ اَحَدُهُمَا قَضَاهُ مِنْهَا خَمْسَ مِائَةٍ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا بِاَلْفٍ وَلَمْ يُسْمَعْ قَوْلُهُ اِنَّهُ قَضَاهُ مِنْهَا خَمْسَ مِائَةٍ اِلَّا اَنْ يَّشْهَدَ مَعَهُ آخَرُ.

ترجمہ: اور جب دو نے گواہی دی ایک ہزار کی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ان میں سے پانچ سو دے چکا تو قبول کی جائے گی دونوں کی گواہی ہزار کی اور نہیں سنی جائے گی اس کی یہ بات کہ پانچ سو ادا کرچکا مگر یہ کہ گواہی دے اس کے ساتھ دوسرا بھی۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے بھی ایک ہزار کی گواہی دی اور ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ مدعیٰ علیہ ان میں سے پانچ سو روپیہ ادا کرچکا ہے تو ایک ہزار پر دونوں کی گواہی قبول ہوجائے گی کیونکہ اس پر ان دونوں کا اتفاق ہے اور ایک گواہ کا یہ کہنا قابل قبول نہ ہوگا کہ مدعیٰ علیہ نے پانچ سو

روپے ادا کردیئے ہیں، کیونکہ یہ ایک مستقل گواہی ہے، اور گواہ صرف ایک ہے اور ایک کی گواہی سے کوئی حق ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے، ہاں اگر دوسرا بھی اس کے موافق گواہی دے دے تو مقبول ہوگی۔

(۲۷۱۹/۴۲) وَيَنْبَغِي لِلشَّاهِدِ إِذَا عَلِمَ ذٰلِكَ أَنْ لَّا يَشْهَدَ بِالْفِ حَتّٰى يُقِرَّ الْمُدَّعِي أَنَّهُ قَبَضَ خَمْسَ مِائَةٍ.

ترجمہ: اور مناسب ہے گواہ کے لئے جب وہ یہ جانتا ہو (کہ مدعی علیہ نے پانچ سو روپے ادا کئے ہیں) تو گواہی نہ دے وہ ہزار کی یہاں تک کہ اقرار کرے مدعی کہ اس نے پانچ سو پر قبضہ کیا ہے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ہزار روپے قرض کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ پر مدعی کے پاس دو گواہ موجود ہیں، مگر ان میں سے ایک گواہ کو یہ معلوم ہے کہ مدعی علیہ نے پانچ سو روپئے مدعی کو ادا کردیئے ہیں تو یہ گواہ ایک ہزار روپے کی گواہی اس وقت تک نہ دے جب تک کہ مدعی یہ اقرار نہ کرے کہ میں نے پانچ سو روپے مدعی علیہ سے وصول کر لئے ہیں کیونکہ اگر مدعی کے اقرار سے پہلے گواہ نے یہ گواہی دے دی کہ مدعی علیہ پر ایک ہزار بطور قرض کے ہیں تو قاضی دونوں گواہوں کے متفق ہونے کی وجہ سے مدعی علیہ پر ایک ہزار کا فیصلہ کرے گا اور اس صورت میں مدعی علیہ نے جو پانچ سو ادا کئے ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے اور یہ کھلم کھلا مدعی علیہ پر ظلم ہے اور اس ظلم میں وہ گواہ بھی مدعی کے ساتھ شریک ہوگیا کہ معلوم ہونے کے باوجود ایک ہزار کی گواہی دے بیٹھا۔

(۲۷۲۰/۴۳) وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ زَيْدًا قُتِلَ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ وَشَهِدَ اٰخَرَانِ أَنَّهُ قُتِلَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْكُوْفَةِ وَاجْتَمَعُوْا عِنْدَ الْحَاكِمِ لَمْ يَقْبَلِ الشَّهَادَتَيْنِ فَإِنْ سَبَقَتْ إِحْدٰهُمَا وَقَضٰى بِهَا ثُمَّ حَضَرَتِ الْأُخْرٰى لَمْ تُقْبَلْ.

ترجمہ: اور جب گواہی دی دو گواہوں نے کہ زید قتل کیا گیا ہے بقرعید کے دن مکہ میں اور دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ وہ مارا گیا بقرعید کے دن کوفہ میں اور یہ سب اکٹھے ہوئے حاکم کے پاس تو نہ قبول کرے دونوں گواہیاں اگر ایک گواہی پہلے ہوچکی اور اس پر حکم دے چکا پھر دوسری گواہی آئی تو قبول نہ ہوگی۔

تشریح: چار گواہوں نے قتل کی گواہی دی اور مکان قتل میں اختلاف کیا مثلاً دو نے کہا کہ زید بقرعید کے دن مکۃ المکرمہ میں قتل ہوا ہے ابھی اس پر قاضی کی جانب سے فیصلہ بھی نہیں کیا گیا تھا کہ دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ بقرعید کے دن کوفہ میں قتل ہوا ہے اور یہ سب گواہ حاکم کے سامنے حاضر ہوں تو حاکم دونوں گواہیوں کو رد کردے کیونکہ ان میں سے ایک گواہی یقیناً جھوٹی ہے اس لئے کہ ایک آدمی دو مرتبہ اور دو جگہ قتل نہیں ہوسکتا اور ان میں سے کسی ایک کو ترجیح ہے نہیں، لہٰذا دونوں گواہیاں ساقط ہوں گی اور اگر ان میں سے دو نے گواہی دی کہ مکہ میں قتل ہوا ہے اور اس پر فیصلہ کردیا گیا بعد میں دو گواہ آئے وہ کہنے لگے کہ بصرہ میں قتل ہوا ہے تو یہ دوسری گواہی مردود ہوگی، کیونکہ پہلی گواہی اتصال

قضاء کی وجہ سے راجح ہوگئی تو اب دوسری گواہی کی وجہ سے پہلے فیصلہ کونہیں توڑا جائے گا۔

(۲۷۲۱/۴۴) وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِيْ الشَّهَادَةَ عَلٰى جَرْحٍ وَلَا نَفْيٍ وَلَا يَحْكُمُ بِذٰلِكَ اِلَّا مَا اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور نہ سنے قاضی گواہی جرح کے ہونے نہ ہونے پر اور نہ اس پر حکم لگائے مگر جس کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

تشریح: صورت مسئلہ سمجھنے سے قبل مختصراً یہ خاص تمہید ذہن میں رکھیں۔ جرح طعن کرنا، عیب لگانا جرح کی دو قسمیں ہیں (۱) جرح مجرد (۲) جرح غیر مجرد۔ جرح مجرد وہ ہے جس کی وجہ سے نہ شریعت کا حق واجب ہوتا ہو اور نہ بندہ کا حق مثلاً مدعیٰ علیہ نے کہا کہ مدعی کے گواہ فاسق ہیں تو یہ مدعی کے گواہوں پر جرح مجرد ہے کیونکہ یہ کہنے سے حد واجب نہیں ہوتی اب اگر مدعیٰ علیہ اس پر گواہ پیش کردے تو یہ جرح مجرد پر گواہی ہے عبارت میں 'جرح' سے مراد جرح مجرد ہے۔ (۲) جرح غیر مجرد، وہ جرح ہے جس کی وجہ سے شریعت یا بندہ کا حق واجب ہوتا ہو مثلاً مدعی علیہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے مدعی کے گواہوں سے ایک ہزار روپے کے عوض اس بات پر صلح کی تھی کہ وہ میرے خلاف گواہی نہ دیں اور میں ایک ہزار روپے ادا بھی کر چکا ہوں لیکن انہوں نے یہ شرط پوری نہیں کی اس لئے مجھے ایک ہزار روپے واپس دلوائے جائیں چونکہ رشوت ثابت ہوگئی اس لئے مدعی کے گواہ فاسق کے دائرہ میں داخل ہو جائیں گے اور ان کی گواہی رد ہو جائے گی اب اگر مدعی علیہ کے گواہوں نے اس پر گواہی دی تو یہ جرح غیر مجرد پر گواہی ہوگی، عبارت میں **الا ما استحق علیه** سے جرح غیر مجرد مراد ہے، اس تمہید کے بعد صورت مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے مگر مدعیٰ علیہ نے ان گواہوں پر جرح مجرد کرتے ہوئے کہا کہ مدعی کے یہ گواہ فاسق ہیں یا زانی ہیں یا شرابی ہیں، اور مدعیٰ علیہ نے اپنی اس جرح مجرد پر گواہ بھی پیش کردیئے تو قاضی اس جرح مجرد پر مدعیٰ علیہ کے گواہوں کی گواہی قبول نہ کرے گا اور نہ اس جرح کے مطابق حکم دے گا کیونکہ مدعی علیہ کے گواہوں کا مدعی کے گواہوں کے فاسق ہونے پر گواہی دینا خود مدعی علیہ کے گواہوں کو فاسق کردیتا ہے، اور فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی، ہاں اگر مدعی کے گواہوں پر اللہ کے حقوق توڑنے مثلاً زنا کرنے شراب پینے کو ثابت کردیا جائے یا بندوں کے حقوق دبانے کو ثابت کردے تو قاضی اس جرح کو سنے گا اور فسق کی نفی یا اثبات کا فیصلہ بھی کرے گا۔

(۲۷۲۲/۴۵) وَلَا يَجُوْزُ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّشْهَدَ بِشَيْءٍ لَمْ يُعَايِنْهُ اِلَّا النَّسَبَ وَالْمَوْتَ وَالنِّكَاحَ وَالدُّخُوْلَ وَوِلَايَةَ الْقَاضِيْ فَاِنَّهُ يَسَعُهُ اَنْ يَّشْهَدَ بِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ اِذَا اَخْبَرَهُ بِهَا مَنْ يَّثِقُ بِهِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں گواہ کے لئے گواہی دینا ایسی چیز کی جس کو نہ دیکھا ہو گواہ نے علاوہ نسب، موت، نکاح، دخول، اور ولایت قاضی کے کہ گنجائش ہے اس کے لئے کہ گواہی دے ان چیزوں کی جب کہ خبر دی ہو ان کی اس کو قابل

اعتماد آدمی نے۔

تشریح: گواہ کے لئے ایسی چیزوں کے بارے میں گواہی دینا جس کا اس نے مشاہدہ نہ کیا ہو بالاتفاق جائز نہیں ہے مگر پانچ مسئلوں میں بلا معائنہ گواہی درست ہے جب کہ اس سے کوئی ایسا شخص بیان کرے جس پر اسے اعتماد ہو، مثلاً (۱) بچہ پیدا ہوتے وقت نہیں دیکھا پھر بھی سن کر گواہی دینا جائز ہے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ (۲) موت کا بغیر معائنہ کئے ہوئے صرف سن کر گواہی دینا درست ہے۔ (۳) گواہ نے لوگوں سے سنا کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے نکاح کر لیا ہے تو صرف سن کر گواہی دینے کی گنجائش ہے۔ (۴) گواہ نے سنا کہ فلاں عورت فلاں مرد کی بیوی ہے اور وہ اس کے پاس بلا تکلف خلوت میں آتا جاتا ہے تو دخول کی گواہی دینا درست ہے۔ (۵) لوگوں سے سنا کہ فلاں آدمی اس شہر کا قاضی ہے تو گواہی دے سکتا ہے کہ فلاں شخص فلاں شہر کا قاضی ہے۔

وجہ: ان امور میں سوائے خواص کے اور کوئی موجود نہیں ہوتا پس گواہی مقبول نہ ہونے کی صورت میں بڑا حرج لازم آئے گا۔

(۲۷۲۳/۴۶) وَالشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ جَائِزَةٌ فِيْ كُلِّ حَقٍّ لَايَسْقُطُ بِالشُّبْهَةِ وَلَا تُقْبَلُ فِيْ الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ.

ترجمہ: اور گواہی پر گواہی دینا جائز ہے ہر ایسے حق میں جو ساقط نہ ہو شبہ سے اور قبول نہ کی جائے گی حدود اور قصاص میں۔

گواہی پر گواہی دینے کا بیان

تشریح: صاحب قدوری نے فرمایا کہ شہادت علی الشہادت ہر ایسے حق میں جو شبہ کی وجہ سے ساقط نہ ہوتا ہو استحساناً جائز ہے، اگرچہ قیاساً ناجائز ہے کیونکہ شہادت عبادت بدنی ہے اور عبادات بدنیہ میں نیابت جاری نہیں ہوتی مگر استحساناً اس لئے جائز ہے کیونکہ بسا اوقات اصل گواہ بیمار ہوتے ہیں یا اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے مجلس قاضی میں نہ جا سکتے ہوں اگر شہادت علی الشہادت جائز نہ ہو تو لوگوں کے حقوق تلف ہو جائیں گے البتہ حدود و قصاص میں جائز نہیں کیونکہ حدود و قصاص ادنی شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور فروع کی گواہی میں شبہ ہوتا ہے۔

(۲۷۲۴/۴۷) وَيَجُوْزُ شَهَادَةُ شَاهِدَيْنِ عَلٰى شَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ وَاحِدٍ عَلٰى شَهَادَةِ وَاحِدٍ.

ترجمہ: اور جائز ہے دو گواہوں کا گواہی دینا دو گواہوں کی گواہی پر اور نہیں قبول کی جائے گی ایک کی گواہی ایک کی گواہی پر۔

تشریح: حنفیہ کے نزدیک دو اصلی گواہوں کی گواہی پر دو فرعی گواہوں کی گواہی جائز ہے یعنی دونوں فرعی گواہ پہلے ایک اصلی گواہ کی گواہی کو نقل کریں گے پھر یہی دونوں دوسرے اصلی گواہ کی گواہی نقل کریں گے اسی طرح دو فرعی گواہ دونوں اصلی گواہوں کی گواہی نقل کر سکتے ہیں، آگے فرمایا کہ ایک فرعی گواہ کی گواہی ایک اصلی گواہ کی گواہی پر قبول نہ کی جائے گی کیونکہ کسی بھی حق کو ثابت کرنے کے لئے نصاب شہادت ضروری ہے۔

(۲۷۲۵/۴۸) وَصِفَةُ الْإِشْهَادِ اَنْ يَّقُوْلَ شَاهِدُ الْاَصْلِ لِشَاهِدِ الْفَرْعِ اِشْهَدْ عَلٰى شَهَادَتِيْ اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ اَقَرَّ عِنْدِيْ بِكَذَا وَاَشْهَدَنِيْ عَلٰى نَفْسِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَقُلْ اَشْهَدَنِيْ عَلٰى نَفْسِهٖ جَازَ.

ترجمہ: اور گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کہے اصل گواہ فرع گواہ سے کہ گواہ ہو جا تو میری گواہی پر میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے اقرار کیا ہے میرے سامنے اتنے کا اور گواہ بنایا ہے مجھے اپنی ذات پر اور اگر "اشھدنی علی نفسه" نہ کہے تب بھی جائز ہے۔

تشریح: شاہد اصل کا شاہد فرع کو اپنی شہادت پر گواہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ فرع گواہ سے باضابطہ کہے کہ تم میری گواہی پر گواہ بنو اور اس کے بعد فرع گواہ کے سامنے یوں کہے کہ فلاں بن فلاں نے میرے سامنے فلاں بن فلاں کے لئے اتنے کا اقرار کیا ہے اور مُقر نے اپنی ذات پر مجھے گواہ بنایا ہے، تب بھی فرع کو گواہ بنانا درست ہے۔

(۲۷۲۶/۴۹) وَيَقُوْلُ شَاهِدُ الْفَرْعِ عِنْدَ الْاَدَاءِ اَشْهَدُ اَنَّ فُلَانًا اَقَرَّ عِنْدَهٗ بِكَذَا وَقَالَ لِيْ اِشْهَدْ عَلٰى شَهَادَتِيْ بِذٰلِكَ فَاَنَا اَشْهَدُ بِذٰلِكَ.

ترجمہ: اور کہے شاہد فرع ادائیگی کے وقت میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے اقرار کیا ہے اس کے پاس اتنے کا اور مجھ سے کہا ہے کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے پس میں گواہی دیتا ہوں اس کی۔

تشریح: صاحب قدوری اس عبارت میں فرعی گواہ کی گواہی کی کیفیت بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ فرعی گواہ قاضی کی مجلس میں گواہی دیتے وقت یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھ کو اپنی گواہی پر گواہ کیا ہے کہ فلاں بن فلاں نے اس کے پاس فلاں بن فلاں کے لئے اتنی رقم کا اقرار کیا ہے اور مجھ سے کہا کہ تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا لہٰذا میں اب اس کی گواہی پر گواہی دیتا ہوں۔

(۲۷۲۷/۵۰) وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ شُهُوْدِ الْفَرْعِ اِلَّا اَنْ يَّمُوْتَ شُهُوْدُ الْاَصْلِ اَوْ يَغِيْبُوْا مَسِيْرَةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اَوْ يَمْرَضُوْا مَرَضًا لَايَسْتَطِيْعُوْنَ مَعَهٗ حُضُوْرَ مَجْلِسِ الْحَاكِمِ.

ترجمہ: اور قبول نہیں کی جائے گی شہود فرع کی گواہی مگر یہ کہ مر جائیں شہود اصل یا غائب ہو جائیں تین دن یا

اس سے زیادہ کی مسافت پر یا ایسے بیمار ہو جائیں کہ اس کی وجہ سے حاکم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکتے ہوں۔

تشریح: گواہی کے لئے اصل گواہ ضروری ہیں فرع گواہ مجبوری کے درجہ میں مہیا کئے جائیں گے اس لئے شہود فرع کی گواہی تین وجوہات میں سے ایک وجہ کے ساتھ قبول کی جاسکتی ہے۔(۱) شہود اصل مر گئے ہوں (۲) شہود اصل مدت سفر شرعی یا اس سے زائد کی مسافت پر غائب ہوں (۳) شہود اصل ایسی بیماری میں مبتلا ہوں جس بیماری کے ساتھ قاضی کی مجلس میں حاضری دشوار ہو۔

(۵۱/۲۷۲۸) فَاِنْ عَدَّلَ شُهُوْدَ الْاَصْلِ شُهُوْدُ الْفَرْعِ جَازَ.

ترجمہ: اگر عادل بتائیں اصلی گواہوں کو فرعی گواہ تو جائز ہے۔

تشریح: فرعی گواہوں نے اصلی گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی فرعی گواہوں کی عدالت سے تو واقف ہے مگر اصل گواہوں کی عدالت سے واقف نہیں ہے تو اب قاضی نے اصول کی عدالت کے بارے میں تحقیق و تفتیش شروع کی فرعی گواہوں نے کہا کہ اصول عادل ہیں تو فروع کی تعدیل کرنے سے اصول کی عدالت ثابت ہو جائے گی۔

(۵۲/۲۷۲۹) وَاِنْ سَكَتُوْا عَنْ تَعْدِيْلِهِمْ جَازَ وَيَنْظُرُ الْقَاضِيْ فِيْ حَالِهِمْ.

ترجمہ: اور اگر چپ رہیں ان کو عادل کہنے سے تو یہ بھی جائز ہے اب قاضی ان کے حالات میں غور کرے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے فرعی گواہوں سے اصلی گواہوں کی عدالت کے سلسلہ میں دریافت کیا اور وہ خاموش رہیں، یعنی نہ یہ کہا کہ وہ عادل ہیں اور نہ یہ کہا کہ وہ غیر عادل ہیں یا یہ کہا کہ ہم کو اصول کا عادل ہونا معلوم نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فروع کی گواہی جائز ہے لیکن قاضی کی ذمہ داری ہے کہ فروع کے علاوہ دوسرے اہل تزکیہ حضرات سے دریافت کرے اگر دوسرے حضرات نے اصول کی تعدیل کر دی تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ صادر کرے گا ورنہ نہیں۔

(۵۳/۲۷۳۰) وَاِنْ اَنْكَرَ شُهُوْدُ الْاَصْلِ الشَّهَادَةَ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ شُهُوْدِ الْفَرْعِ.

ترجمہ: اور اگر انکار کر دیں شہود اصل گواہی کا تو قبول نہ ہوگی شہود فرع کی گواہی۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے گواہی کا انکار کر دیا یعنی یہ کہا کہ ہم نے فرع کو اپنا گواہ نہیں بنایا ہے تو چونکہ گواہ بنانا نہیں پایا گیا اس لئے فرعی گواہوں کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

(۵۴/۲۷۳۱) وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ شَاهِدِ الزُّوْرِ اُشَهِّرُهٗ فِي السُّوْقِ وَلَا اُعَزِّرُهٗ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى نُوْجِعُهٗ ضَرْبًا وَنَحْبِسُهٗ.

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی بازار میں تشہیر کروں گا اور اسکو سزا نہ دوں گا اور

صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہم اسے خوب تکلیف دیں گے اور قید کریں گے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں جھوٹے گواہ کی بازار میں تشہیر کروں گا کہ یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس سے بچو، اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کو مارا بھی جائے گا اور قید خانہ میں بھی رکھا جائے گا کیونکہ حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے لگائے تھے امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ قاضی شریح جھوٹے گواہ کی تشہیر کیا کرتے تھے رہی حدیث سو وہ سیاست پر محمول ہے صاحب فتح القدیر نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ الرُّجُوْعِ عَنِ الشَّهَادَةِ

(یہ باب شہادتوں سے پھر جانے کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: باب الرجوع عن الشہادۃ، کتاب الشہادات کے مناسب ہے اس طرح کہ رجوع عن الشہادۃ، شہادت کے بعد ہی واقع ہوگا۔

(۱/۲۷۳۲) اِذَا رَجَعَ الشُّهُوْدُ عَنْ شَهَادَتِهِمْ قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا سَقَطَتْ شَهَادَتُهُمْ وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: جب پھر جائیں گواہ اپنی گواہی سے فیصلہ کرنے سے پہلے گواہی کے ساتھ تو ساقط ہو جائے گی ان کی گواہی اور تاوان نہ ہوگا ان پر۔

گواہی سے رجوع کرنے کی تفصیلی مسائل کا بیان

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ گواہوں کا اپنی گواہی سے رجوع کرنا اگر قاضی کے فیصلہ کرنے سے پہلے ہے تو بالاتفاق گواہی ساقط ہو جائے گی یعنی اس گواہی سے مدعی علیہ پر کوئی حق ثابت نہیں کیا جائے گا اور گواہوں پر کوئی تاوان بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ تاوان کسی کی کوئی چیز تلف کرنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے حالانکہ یہاں کسی چیز کو تلف کرنا نہیں پایا گیا اس لئے کہ گواہوں نے نہ تو مدعی کی کوئی چیز تلف کی ہے اور نہ مدعی علیہ کی کوئی چیز تلف کی ہے۔

(۲/۲۷۳۳) فَاِنْ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ رَجَعُوْا لَمْ يَفْسَخِ الْحُكْمُ وَوَجَبَ عَلَيْهِمْ ضَمَانُ مَا اَتْلَفُوْهُ بِشَهَادَتِهِمْ.

ترجمہ: پھر اگر فیصلہ کر دے ان کی گواہی پر اس کے بعد پھر گئے تو فسخ نہ ہوگا حکم اور واجب ہوگا ان پر تاوان اس چیز کا جس کو تلف کیا ہو انہوں نے اپنی گواہی سے۔

تشریح: قاضی گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کر چکا ہے پھر اس کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا ہے تو قاضی کا فیصلہ کالعدم نہیں ہوگا بلکہ علی حالہ برقرار رہے گا اور اس صورت میں گواہوں نے جو کچھ اپنی گواہی سے تلف کیا ہے یعنی ان کی گواہی سے مدعی علیہ کا جو کچھ مال تلف ہوا ہے اس کا تاوان خود ان گواہوں پر واجب ہوگا۔

(۳/۲۷۳۴)　وَلَايَصِحُّ الرُّجُوْعُ اِلَّا بِحَضْرَةِ الْحَاكِمِ.

ترجمہ: اور صحیح نہیں رجوع کرنا مگر حاکم کی موجودگی میں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ گواہوں کا اپنی گواہی سے رجوع کرنا صرف قاضی کی مجلس میں معتبر ہوگا، قاضی خواہ وہی ہو جس کے سامنے گواہی دی گئی تھی یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا قاضی ہو بہر حال گواہی سے رجوع کرنے کے لئے بھی قاضی کی مجلس شرط ہے کیونکہ گواہی سے رجوع کرنا حقیقت میں گواہی کو فسخ کرنا ہے لہٰذا رجوع عن الشہادۃ اسی مجلس کے ساتھ مختص ہوگا جس کے ساتھ شہادت مختص ہے۔

(۴/۲۷۳۵)　وَاِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِمَالٍ فَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِهٖ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الْمَالَ لِلْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور جب گواہی دی دو گواہوں نے مال کی اور حکم کر دیا حاکم نے اس گواہی کے موافق اس کے بعد وہ پھر گئے تو مال کے ضامن ہوں گے مشہود علیہ کے لئے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے خلاف مال کی گواہی دی پھر قاضی نے اس گواہی کے مطابق حکم دے کر مدعی کو مال دلا دیا پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو دونوں گواہ مدعی علیہ کے لئے مال کے ضامن ہوں گے کیونکہ مدعی علیہ کے مال کو ناحق طریقہ پر ضائع کرنے کا سبب ان دونوں گواہوں نے مہیا کیا ہے اور گواہی سے رجوع کر کے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ ہم دونوں نے مدعی علیہ کا مال ناحق تلف کیا ہے تو ضمان انہیں گواہوں پر واجب ہوگا۔

(۵/۲۷۳۶)　وَاِنْ رَجَعَ اَحَدُهُمَا ضَمِنَ النِّصْفَ.

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ایک پھرا تو آدھے کا ضامن ہوگا۔

تشریح: اگر دو آدمی کسی مال کی گواہی دیں پھر ان میں سے ایک رجوع کرے تو رجوع کرنے والا آدھے مال کا ضامن ہوگا کیونکہ ایک گواہ جو اپنی گواہی پر باقی ہے اس کی گواہی سے آدھا مال باقی رہتا ہے لہٰذا ہر ایک کے مقابلہ میں آدھا مال ہوا۔

(۶/۲۷۳۷)　وَاِنْ شَهِدَ بِالْمَالِ ثَلَاثَةٌ فَرَجَعَ اَحَدُهُمْ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ وَاِنْ رَجَعَ اٰخَرُ ضَمِنَ

الرَّاجعَانِ نِصْفَ الْمَالِ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دے مال کی تین آدمی پھر ایک پھر جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر ایک اور پھر جائے تو ضامن ہوں گے دونوں پھرنے والے آدھے مال کے۔

تشریح: اگر تین آدمیوں نے مال کی گواہی دی پھر ان میں سے ایک نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو اس رجوع کرنے والے پر تاوان واجب نہ ہوگا کیونکہ رجوع کرنے والے کے علاوہ گواہوں کی اتنی تعداد باقی ہے جن کی گواہی سے پورا حق ثابت ہوجاتا ہے اور اگر تین میں سے ایک کے بعد دوسرے گواہ نے بھی رجوع کرلیا تو یہ دونوں رجوع کرنے والے آدھے مال کے مدعیٰ علیہ کے واسطے ضامن ہوں گے۔

کیونکہ تین گواہوں میں سے ایک گواہ باقی رہنے کی وجہ سے مدعی کا مدعیٰ علیہ پر آدھا حق باقی رہتا ہے لہٰذا رجوع کرنے والے نصف کے ضامن ہوں گے۔

(۲۷۳۸/۷) وَاِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ فَرَجَعَتْ اِمْرَأَةٌ ضَمِنَتْ رُبْعَ الْحَقِّ وَاِنْ رَجَعَتَا ضَمِنَتَا نِصْفَ الْحَقِّ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دے ایک مرد اور دو عورتیں اور پھر جائے ایک عورت تو ضامن ہوگی چوتھائی حق کی اور اگر دو پھر جائیں تو ضامن ہوں گی آدھے حق کی۔

تشریح: اگر مال پر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی پھر ایک عورت نے رجوع کرلیا تو یہ عورت چوتھائی حق کی ضامن ہوگی کیونکہ گواہی میں دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہیں، چنانچہ آدھا حق دونوں عورتوں کے مقابلہ میں ہوگا تو ایک عورت کے رجوع کرنے سے ایک چوتھائی حق تلف ہوا اور تین چوتھائی باقی رہا اس لئے رجوع کرنے والی عورت پر چوتھائی ضمان لازم ہوگا اور اگر دو عورتوں نے رجوع کرلیا تو دونوں نصف حق کی ضامن ہوں گی کیونکہ ایک مرد کی گواہی سے نصف حق باقی رہ گیا ہے۔

(۲۷۳۹/۸) وَاِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَعَشْرُ نِسْوَةٍ فَرَجَعَ ثَمَانُ نِسْوَةٍ مِنْهُنَّ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِنَّ فَاِنْ رَجَعَتْ اُخْرىٰ كَانَ عَلَى النِّسْوَةِ رُبْعُ الْحَقِّ فَاِنْ رَجَعَ الرَّجُلُ وَالنِّسَاءُ فَعَلَى الرَّجُلِ سُدُسُ الْحَقِّ وَعَلَى النِّسَاءِ خَمْسَةُ اَسْدَاسِ الْحَقِّ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا عَلَى الرَّجُلِ النِّصْفُ وَعَلَى النِّسْوَةِ النِّصْفُ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دیں ایک مرد اور دس عورتیں پھر رجوع کرلیں ان میں سے آٹھ عورتیں تو ان پر تاوان نہیں اگر ایک اور پھر جائے تو عورتوں پر چوتھائی حق لازم ہوگا اگر مرد اور عورتیں سب پھر جائیں تو مرد پر حق کا چھٹا حصہ واجب ہوگا اور عورتوں پر حق کے پانچ چھٹے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا مرد پر آدھا اور ساری عورتوں پر آدھا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک مرد اور دس عورتوں نے کسی مال کی گواہی دی پھر ان میں سے آٹھ نے رجوع کرلیا تو ان پر تاوان نہ ہوگا کیونکہ ایک مرد اور دو عورتوں کی پوری گواہی باقی ہے اور اگر آٹھ کے علاوہ ایک اور عورت نے رجوع کرلیا تو ان نو عورتوں پر ایک چوتھائی تاوان واجب ہوگا کیوں کہ گواہوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت باقی رہ گئی ہے اور ایک مرد کی گواہی سے آدھا حق باقی رہ گیا اور ایک عورت کی گواہی سے ایک چوتھائی حق باقی رہ گیا ہے تو اس طرح تین چوتھائی حق باقی رہ گیا اور ایک چوتھائی حق چونکہ نو عورتوں کے رجوع کرنے سے تلف ہوگیا ہے اس لئے ان نو پر ایک چوتھائی حق کا تاوان واجب ہوگا۔

اور اگر مرد اور دس کی دس عورتوں نے رجوع کرلیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرد پر مال کے چھٹے حصہ کا تاوان آئے گا اور عورتوں پر پانچ سدس حق کا تاوان واجب ہوگا، اور صاحبین نے فرمایا کہ مرد پر نصف حق کا تاوان واجب ہوگا اور دسوں عورتوں پر نصف حق کا ضمان واجب ہوگا مثلاً جس مال کی گواہی ایک مرد اور دس عورتوں نے دی وہ چھ ہزار روپے تھا اب رجوع کرنے والے مرد پر ایک چھٹا حصہ (۱۰۰۰) لازم ہوں گے اور دس عورتوں پر پانچ چھٹے حصے (۵۰۰۰) لازم ہوں گے، اور ہر عورت کے ذمہ پانچ سو روپے آئیں گے، اور صاحبین کے نزدیک مثال مذکور میں مرد پر تین ہزار اور عورتوں پر تین ہزار لازم ہوں گے اور ہر عورت پر تین سو روپے لازم ہوں گے۔

(۹/۲۷۴۰) وَاِنْ شَهِدَ شَاهِدَان عَلَى امْرَأَةٍ بِالنِّكَاحِ بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا اَوْ اَكْثَرَ ثُمَّ رَجَعَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ شَهِدَا بِاَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ ثُمَّ رَجَعَا لَمْ يَضْمَنَا النُّقْصَانَ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دے دو گواہ ایک عورت پر نکاح کی اس کے مہر مثل کی مقدار کے عوض یا اس سے زیادہ مقدار پر اس کے بعد وہ پھر گئے تو ان پر تاوان نہ ہوگا اور اگر گواہی دیں مہر مثل سے کم کے عوض اس کے بعد پھر گئے تو ضامن نہ ہوں گے کمی کے۔

تشریح: ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا خواہ مہر مثل کے عوض یا مہر مثل سے زیادہ یا کم اور اس پر گواہ بھی قائم کردیئے حالانکہ وہ منکر ہے اور قاضی نے ان کی گواہی کی وجہ سے نکاح کا فیصلہ کردیا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کرلیا اور یہ کہا کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی ہے تو ان کے رجوع کرنے سے نہ نکاح فسخ ہوگا اور نہ یہ دونوں گواہ کسی چیز کے ضامن ہوں گے کیونکہ گواہوں نے اپنی گواہی سے عورت کے منافع بضع کو تلف کیا ہے یعنی منافع بضع جن کی مالک عورت تھی گواہوں نے نکاح کی گواہی دے کر ان کا مالک مرد کو بنادیا ہے اور یہ عورت کے حق میں سراسر اتلاف ہے اور منافع بضع عندالاتلاف متقوم نہیں یعنی ملک بضع کی کوئی قیمت مالی نہیں ہے کیونکہ اتلاف کی وجہ سے کسی چیز کا ضامن بنانا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ ہلاک شدہ چیز اور شئی مضمون کے درمیان مماثلت موجود ہو حالانکہ یہاں منافع بضع اور وہ مال جس کے ساتھ عورت کو ضمان دیا جاسکتا ہے کوئی مماثلت نہیں ہے۔

(۱۰/۲۷۴۱) وَكَذٰلِكَ اِذَا شَهِدَا عَلٰى رَجُلٍ بِتَزْوِيْجِ امْرَأَةٍ بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا اَوْ اَقَلَّ.

ترجمہ: اور ایسے ہی جب گواہی دیں کسی مرد پر کسی عورت سے نکاح کرنے کی اس کے مہر مثل یا اس سے کم مقدار پر۔

تشریح: ایک عورت نے ایک مرد کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ میرا اس کے ساتھ مہر مثل یا مہر مثل سے کم کے عوض نکاح ہوا ہے اور مرد اسکا منکر ہے پھر دونوں گواہوں نے عورت کے دعویٰ کے موافق گواہی دی اور قاضی نے گواہی کے مطابق حکم صادر کر دیا پھر انہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو نہ یہ نکاح فسخ ہوگا اور نہ یہ دونوں گواہ شوہر کے لئے ضامن ہوں گے کیونکہ شوہر کو جو رقم دینی پڑی ہے اس کے بدلہ اس کو ملک بضع بھی حاصل ہو گیا ہے اس لئے شوہر کا کوئی نقصان نہیں ہوا اس وجہ سے گواہوں پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔

(۱۱/۲۷۴۲) وَاِنْ شَهِدَا بِاَكْثَرَ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الزِّيَادَةَ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دیں مہر مثل سے زیادہ کی اس کے بعد پھر جائیں تو ضامن ہوں گے زیادتی کے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت نے کسی مرد پر مہر مثل سے زائد کے عوض نکاح کا دعویٰ کیا مثلاً مہر مثل پانچ ہزار روپے ہیں اور اس نے آٹھ ہزار روپے کے عوض کا دعویٰ کیا اور مرد اس واقعہ کا منکر ہے دو گواہوں نے عورت کے دعویٰ کے موافق گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو نہ نکاح ختم ہوگا اور نہ یہ دونوں گواہ مہر مثل کی مقدار کے ضامن ہوں گے۔ البتہ مہر مثل سے زائد یعنی تین ہزار کے ضامن ہوں گے۔

کیونکہ مہر مثل کا اتلاف تو بعوض ملک بضع ہے اور مہر مثل کی مقدار سے زائد کا اتلاف بلاعوض ہے تو جو اتلاف بلاعوض ہوا اسی کے ضامن ہوں گے۔

(۱۲/۲۷۴۳) وَاِنْ شَهِدَا بِبَيْعِ شَيْءٍ بِمِثْلِ الْقِيْمَةِ اَوْ اَكْثَرَ ثُمَّ رَجَعَا لَمْ يَضْمَنَا وَاِنْ كَانَ بِاَقَلَّ مِنَ الْقِيْمَةِ ضَمِنَا النُّقْصَانَ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دیں کسی چیز کے بیچنے کی مثل قیمت یا زیادہ کے عوض اس کے بعد پھر گئے تو ضامن نہ ہوں گے اور اگر قیمت سے کم کی گواہی دیں تو ضامن ہوں گے نقصان کے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائع نے اپنا غلام جو پانچ ہزار روپے قیمت کا ہے پانچ ہزار کے عوض یا چھ ہزار کے عوض مجھ کو فروخت کیا ہے اور بائع اس کا منکر ہے مشتری نے گواہ پیش کئے اور ان گواہوں نے بھی مشتری کے دعویٰ کے موافق گواہی دی پھر قاضی کے فیصلہ کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو یہ دونوں گواہ بائع کے لئے ضامن نہ ہوں گے کیونکہ گواہوں نے اگرچہ اپنی گواہی سے مبیع یعنی غلام کو تلف کیا ہے لیکن بائع کو اس کا

بھر پور معاوضہ بھی مل گیا ہے تو یہ اتلاف بالعوض ہوا جس کا ضمان واجب نہیں ہوتا، اور اگر مشتری نے قیمت سے کم کے عوض مثلاً چار ہزار روپے کے عوض مذکورہ غلام خریدنے کا دعویٰ کیا اور اسی کے مطابق گواہوں نے گواہی دی پھر قضاء قاضی کے بعد گواہوں نے رجوع کرلیا تو دونوں گواہ بائع کے واسطے مقدار نقصان یعنی ایک ہزار کے ضامن ہوں گے۔

(۱۳/۲۷۴۴) وَاِنْ شَهِدَا عَلٰى رَجُلٍ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا نِصْفَ الْمَهْرِ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ لَمْ يَضْمَنَا.

ترجمہ: اور اگر گواہی دیں کسی مرد پر کہ اس نے طلاق دی اپنی بیوی کو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اس کے بعد پھر گئے تو ضامن ہوں گے نصف مہر کے اور اگر صحبت کے بعد ہو تو ضامن نہ ہوں گے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ میرا شوہر مجھ کو دخول سے پہلے ہی طلاق دے چکا ہے اور شوہر اس کا منکر ہے پھر عورت کے موافق دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت کے شوہر نے دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی ہے پس اس گواہی کے مطابق قاضی نے زوجین کے درمیان تفریق کردی، اس فیصلہ کے بعد دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو وہ دونوں شوہر کے لئے نصف مہر تاوان دینے کے ذمہ دار ہوں گے کیونکہ دخول سے پہلے شوہر پر صرف طلاق کے وقت مہر واجب ہوتا ہے۔

اس لئے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ عورت نعوذ باللہ مرتد ہوجائے یا شوہر کے بیٹے سے (جو دوسری بیوی سے ہے) پھنس کر حرام کاری کر بیٹھے حالاں کہ ان دونوں صورتوں میں عورت کے ناشزہ ہونے کی وجہ سے مہر بالکلیہ باطل ہوجاتا ہے بہر حال جس مہر کے ساقط ہونے کا احتمال تھا وہ نصف مہر گواہوں کی گواہی سے واجب ہوا ہے لہٰذا ایسا ہوگیا گویا ان گواہوں نے نصف مہر شوہر کے قبضہ سے غصب کر کے اس عورت کو دے دیا ہے اور غاصب شئ مغصوب کا چونکہ ضامن ہوتا ہے اس لئے یہ دونوں گواہ بھی نصف مہر کا تاوان ادا کریں گے اور اگر صورتِ مذکورہ بعد الدخول ہے تو گواہوں کے رجوع کرنے کی وجہ سے ان پر کسی طرح کا تاوان واجب نہ ہوگا، کیوں کہ صحبت کرنے کی وجہ سے شوہر پر مہر تو واجب ہو ہی چکا تھا لہٰذا ان گواہوں نے شوہر کی کوئی چیز تلف نہیں کی ہے، البتہ ملک نکاح کو ختم کردیا ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں ہے اس لئے گواہوں پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔

(۱۴/۲۷۴۵) وَاِنْ شَهِدَا اَنَّهٗ اَعْتَقَ عَبْدَهٗ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا قِيْمَتَهٗ.

ترجمہ: اور اگر گواہی دیں کہ اس نے آزاد کردیا اپنے غلام کو پھر دونوں پھر گئے تو ضامن ہوں گے اس کی قیمت کے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے اپنا غلام آزاد کردیا ہے جس کی وجہ سے قاضی نے آزاد ہونے کا فیصلہ کردیا پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو اب غلام تو آزاد ہی رہے گا البتہ دونوں گواہ

آقا کے لئے غلام کی قیمت کے بقدر مال کے ضامن ہوں گے دونوں گواہ خواہ مالدار ہوں یا تنگدست ہوں کیونکہ گواہوں کی گواہی کی وجہ سے بغیر کسی عوض کے زید کا غلام آزاد ہوا اور زید کو اس کا نقصان ہوا اس لئے گواہوں پر غلام کی قیمت لازم ہوگی۔

(۲۷۴۶/۱۵) وَاِنْ شَهِدَا بِقِصَاصٍ ثُمَّ رَجَعَا بَعْدَ الْقَتْلِ ضَمِنَا الدِّيَةَ وَلَا يُقْتَصُّ مِنْهُمَا.

ترجمہ: اور اگر گواہی دیں قصاص کی پھر پھر گئے قتل کے بعد تو ضامن ہوں گے دیت کے اور قصاص نہ لیا جائے گا ان سے۔

تشریح: دو گواہوں نے گواہی دی کہ خالد نے محمود کو جان بوجھ کر قتل کیا ہے قاضی نے ان کی گواہی کی وجہ سے خالد کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ مارا گیا اس کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو یہ گواہ خالد کے ورثاء کے لئے دیت کے ضامن ہوں گے البتہ ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک گواہوں پر قصاص واجب ہوگا کیونکہ خالد کو قصاصاً قتل کرنے کا سبب انہیں گواہوں کی گواہی ہے۔

ہماری دلیل: قاتل کے قتل کا حقیقی مرتکب تو ولی ہے اور گواہ سبب قتل ہیں لہٰذا ایک اعتبار سے یعنی سبب قتل ہونے کے اعتبار سے گواہ قاتل ہیں اور ایک اعتبار سے ولی قاتل ہے اور جب ایک اعتبار سے ولی قاتل ہے اور ایک اعتبار سے گواہ قاتل ہیں تو گواہوں پر قصاص واجب ہونے میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ قصاص کو دور کر دیتا ہے لہٰذا گواہوں پر سے قصاص دور کر دیا جائے گا مگر دیت مالی شبہات کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے لہٰذا دیت مالی شبہ کے باوجود گواہوں پر واجب ہوگی۔

(۲۷۴۷/۱۶) وَاِذَا رَجَعَ شُهُوْدُ الْفَرْعِ ضَمِنُوْا.

ترجمہ: اور جب پھر جائیں شہود فرع تو ضامن ہوں گے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر شہادت علی الشہادت کی صورت میں شہود فرع نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو وہ ضامن ہوں گے، کیونکہ قاضی کی عدالت میں شہود فرع ہی نے گواہی دی ہے، لہٰذا تلف کرنا بھی انہیں کی جانب منسوب ہوگا۔

(۲۷۴۸/۱۷) وَاِنْ رَجَعَ شُهُوْدُ الْاَصْلِ وَقَالُوْا لَمْ نُشْهِدْ شُهُوْدَ الْفَرْعِ عَلٰى شَهَادَتِنَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: اگر پھر جائیں شہود اصل اور کہیں کہ ہم نے گواہ نہیں بنایا شہود فرع کو اپنی گواہی پر تو ان پر ضمان نہ ہوگا۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر شہود اصل نے یہ کہا کہ ہم نے شہود فرع کو اپنی شہادت پر گواہ نہیں بنایا ہے اور شہود

فرع اپنی شہادت پر باقی ہیں تو شہود اصل پر بالاتفاق تاوان واجب نہ ہوگا کیونکہ ان کی جانب سے اتلاف نہیں ہے اور شہود فرع بھی ضامن نہ ہوں گے کیونکہ انہوں نے شہادت سے رجوع نہیں کیا۔

(۱۸/۲۷۴۹) وَاِنْ قَالُوْا شَهِدْنَا هُمْ وَغَلَطْنَا ضَمِنُوْا.

ترجمہ: اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے ان کو گواہ بنایا اور ہم نے غلطی کی تو ضامن ہوں گے۔

تشریح: اگر شہود اصل یہ کہیں کہ ہم نے ان کو گواہ تو بنایا ہے لیکن ہم سے غلطی ہوئی ہے تو امام محمد کے نزدیک شہود اصل ضامن ہوں گے کیونکہ شہود فرع گواہی نقل کرنے میں اصول کے قائم مقام ہیں اور فروع نے ہی اصول کی شہادت قاضی کی عدالت میں نقل کی ہے تو یہ ایسا ہو گیا گویا شہود اصل نے مجلس قاضی میں خود حاضر ہو کر گواہی دی ہے اور پھر مجلس میں حاضر ہو کر رجوع کیا ہے اور ایسا کرنے سے اصول پر تاوان واجب ہوتا ہے۔

(۱۹/۲۷۵۰) وَاِنْ قَالَ شُهُوْدُ الْفَرْعِ كَذَبَ شُهُوْدُ الْاَصْلِ اَوْ غَلَطُوْا فِيْ شَهَادَتِهِمْ لَمْ يُلْتَفَتْ اِلٰى ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور اگر کہے شہود فرع کہ جھوٹ بولا ہے شہود اصل نے یا انہوں نے غلطی کی ہے اپنی گواہی میں تو توجہ نہیں دی جائے گی اس کی طرف۔

تشریح: شہود فرع نے سچ اور صحیح سمجھ کر اصل گواہوں کی گواہی مجلس قضاء میں نقل کی اور قاضی کے فیصلے کے بعد کہہ رہے ہیں کہ شہود اصل نے مدعیٰ علیہ پر جھوٹی گواہی دی یا شہود اصل نے اس بارے میں غلطی کی تو شہود فرع کے اس قول کی جانب توجہ نہیں کی جائے گی اور قاضی جو فیصلہ دے چکا ہے وہ ان کے اس قول کی وجہ سے باطل نہ ہوگا کیونکہ ان کے اس قول میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہے اور احتمال کی وجہ سے قاضی کا فیصلہ نہیں ٹوٹتا اور اس کہنے کی وجہ سے فروع پر ضمان بھی واجب نہ ہوگا کیونکہ فروع نے اپنی گواہی سے رجوع نہیں کیا ہے اور اصول نے بھی چونکہ قاضی کی مجلس میں رجوع نہیں کیا ہے اس لئے وہ بھی ضامن نہ ہوں گے۔

(۲۰/۲۷۵۱) وَاِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا وَشَاهِدَانِ بِالْاِحْصَانِ فَرَجَعَ شُهُوْدُ الْاِحْصَانِ لَمْ يَضْمَنُوْا.

ترجمہ: اور اگر گواہی دی چار آدمیوں نے زنا کی اور دو گواہوں نے محصن ہونے کی اس کے بعد پھر گئے احصان کے گواہ تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔

تشریح: چار گواہوں نے عارف کے زنا کی گواہی دی پھر دو نے عارف کے محصن یعنی شادی شدہ ہونے کی گواہی دی چنانچہ عارف کو رجم کر دیا گیا پھر احصان کے گواہوں نے احصان کی گواہی سے رجوع کیا تو یہ احصان کے گواہ

عارف کے ورثاء کے لئے دیت کے ضامن نہ ہوں گے کیونکہ حد زنا کی علت زنا ہے، اور احصان کے گواہ زنا کو ثابت نہیں کرتے اس لئے کہ زنا تو احصان سے پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے اس لئے محصن ہونے کی گواہی دینے کے بعد رجوع کنندگاں پر دیت لازم نہ ہوگی۔

(۲۱/۲۷۵۲) وَاِذَا رَجَعَ الْمُزَكُّوْنَ عَنِ التَّزْكِيَةِ ضَمِنُوْا.

ترجمہ: اور جب پھر جائیں تزکیہ کرنے والے تزکیہ سے تو ضامن ہوں گے۔

تشریح: چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی پھر قاضی نے گواہوں کی عدالت کی تحقیق کے لئے آدمی بھیجے انہوں نے کہا گواہ عادل ہیں ان کے عادل کہنے کی وجہ سے قاضی نے رجم کا فیصلہ کیا پھر گواہوں کی عدالت ظاہر کرنے والے عدالت سے رجوع کر گئے۔ (جب کہ وہ جانتے تھے کہ گواہ مثلاً غلام ہیں) تو ان پر دیت ہوگی کیونکہ قاضی کے فیصلہ کی علت تو گواہی ہے اور گواہی کار آمد ہونے کی علت تعدیل ہے چنانچہ تعدیل کرنا علۃ العلۃ کے معنی میں ہوگیا اور حکم جس طرح علت کی جانب منسوب ہوتا ہے اسی طرح علۃ العلۃ کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے لہٰذا تزکیہ کرنے والے ضامن ہوں گے۔

(۲۲/۲۷۵۳) وَاِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِالْيَمِيْنِ وَشَاهِدَانِ بِوُجُوْدِ الشَّرْطِ ثُمَّ رَجَعُوْا فَالضَّمَانُ عَلٰى شُهُوْدِ الْيَمِيْنِ خَاصَّةً.

ترجمہ: اگر گواہی دی دو گواہوں نے قسم کی اور دو گواہوں نے شرط کے پائے جانے کی اس کے بعد سب پھر گئے تو ضمان خاص کر قسم کے گواہوں پر ہوگا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ خالد نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو ان دخلت هذه الدار فانت طالق کہا ہے پھر دوسرے دو گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ عورت مکان میں داخل ہوگئی ہے قاضی نے بیوی کے مطلقہ ہونے کا فیصلہ کر دیا پھر چاروں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا، تو نصف مہر کا تاوان خاص طور سے یمین کے گواہوں پر واجب ہوگا یعنی خالد کے لئے تاوان ان گواہوں پر واجب ہوگا جنہوں نے یہ گواہی دی تھی کہ خالد نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو ان دخلت هذه الدار فانت طالق کہا ہے اور جن گواہوں نے یہ گواہی دی تھی کہ دخول دار کی شرط پائی گئی ہے ان پر تاوان واجب نہ ہوگا۔ لِاَنَّ الْحُكْمَ يَتَعَلَّقُ بِالْيَمِيْنِ وَدُخُوْلِ الدَّارِ شَرْطٌ فِيْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَشُهُوْدِ الْاِحْصَانِ فِي الزِّنَا.

كِتَابُ آدَابِ الْقَاضِيْ

(یہ کتاب آداب القاضی کے بیان میں ہے)

ما قبل سے مناسبت: کتاب الشہادات کے شروع میں یہ بات گذر چکی ہے کہ مدعی کے مطالبہ کے وقت شہادت کی ادائیگی گواہوں پر لازم ہے اور مطالبہ قاضی کے پاس ہی ہوسکتا ہے اور قاضی کو ایسے امور اختیار کرنا ضروری ہے جو شرعاً پسندیدہ ہوں مثلاً جن کو آداب کہتے ہیں اس وجہ سے صاحب کتاب قضا کے مباحث کو بیان کررہے ہیں۔

آداب: جمع ہے ادب کی آداب القاضی سے مراد ایسے امور ہیں جو شرعاً پسندیدہ ہوں مثلاً انصاف کو عام کرنا ظلم کو ختم کرنا حدود شرع اور سنت پر قائم رہنا۔

(۱/۲۷۵۴) لَا تَصِحُّ وَلَايَةُ الْقَاضِيْ حَتّٰى تُجْمَعَ فِيْ الْمُوَلّٰى شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ وَيَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْاِجْتِهَادِ.

لغت: المولی: لام کے فتحہ کے ساتھ اسم مفعول، جس کو قضا سپرد کیا جارہا ہو۔

ترجمہ: صحیح نہیں ہے قاضی بنانا یہاں تک کہ جمع ہوں اس میں جس کو قاضی بنایا گیا ہے گواہی کی شرطیں اور ہو وہ اہل اجتہاد میں سے۔

قاضی میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے

تشریح: کسی آدمی کو قاضی بنانا اسی وقت جائز ہوگا جب کہ اس میں گواہی کی تمام شرطیں موجود ہوں مثلاً مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو آزاد ہو، عادل ہو، نابینا اور محدود فی القذف نہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس کو عہدۂ قضا سپرد کیا جارہا ہے وہ اہل اجتہاد میں سے ہو (مخلوق کے نفع کے لئے اپنی طاقت کے مطابق کتاب اور سنت سے احکام کا استنباط واستخراج کرنے کی صلاحیت کا ہونا) لیکن اہلیت اجتہاد کا ہونا بہتر ہے ضروری نہیں ظاہر الروایہ یہی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نوعمر تھے اور ابھی ان میں صفت اجتہاد نہیں آئی تھی پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قاضی بنا کر یمن بھیجا۔ (ابوداؤد ۱۴۸ باب کیف القضاء)

(۲/۲۷۵۵) وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُوْلِ فِيْ الْقَضَاءِ لِمَنْ يَثِقُ بِنَفْسِهٖ اَنَّهٗ يُؤَدِّيْ فَرْضَهٗ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں عہدۂ قضاء قبول کرنے میں اس کے لئے جس کو بھروسہ ہو اپنی ذات پر فرائض قضاء کی انجام دہی کا۔

تشریح: متن میں 'فرض' سے مراد حق ہے کیونکہ حق کے مطابق فیصلہ کرنا فرض ہے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو اپنی ذات پر یہ بھروسہ ہو کہ وہ حق کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے تو اس کے واسطے عہدۂ قضاء قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحابہؓ نے قضاء کا عہدہ قبول کیا ہے۔

(۳/۲۷۵۶) وَيَكْرَهُ الدُّخُولُ فِيْهِ لِمَنْ يَّخَافُ الْعِجْزَ عَنْهُ وَلَا يَأْمَنُ عَلٰى نَفْسِهِ الْحَيْفَ فِيْهِ.

ترجمہ: اور مکروہ ہے داخل ہونا قضاء میں اس کے لئے جس کو خوف ہو اس سے عاجز ہونے کا اور مطمئن نہ ہو اپنی ذات پر اس میں ظلم ہونے سے۔

عہدۂ قضا کا حکم

تشریح: ایمان باللہ کے بعد قضاء بالحق عظیم ترین عبادات میں سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: امام عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص عہدۂ قضاء کے لئے متعین ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس پر قضا کا قبول کرنا فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے، اور اگر اس کو ظلم کا اندیشہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور ظن غالب ہو تو حرام ہے اور اگر ظلم کا اندیشہ نہ ہو اور انصاف کی نیت ہو تو جائز ہے۔

(۴/۲۷۵۷) وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّطْلُبَ الْوِلَايَةَ وَلَا يَسْئَلَهَا.

ترجمہ: اور مناسب نہیں یہ کہ درخواست کرے عہدۂ قضاء کی اور نہ ہو اس کا طلب گار۔

عہدۂ قضا کا مطالبہ نہ کرے

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تب بھی اس کو چاہئے کہ نہ تو وہ دل سے اس کی خواہش کرے اور نہ زبان سے اس کی درخواست کرے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص عہدۂ قضا کا سوال کرے گا اس کو اس کی ذات کے سپرد کر دیا جائے گا (اس کو من جانب اللہ خیر کی توفیق نہ ہوگی) اور جس کو زبردستی قاضی بنایا جائے گا اس پر فرشتہ نازل ہوگا جو اس کو صراط مستقیم پر قائم رکھے گا۔

(۵/۲۷۵۸) وَمَنْ قُلِّدَ فِي الْقَضَاءِ سُلِّمَ اِلَيْهِ دِيْوَانُ الْقَاضِيْ الَّذِيْ كَانَ قَبْلَهٗ.

حل لغات: قلد: ماضی مجہول بنایا جائے، قاضی ہونے کا قلادہ ڈالا جائے۔ سلم: ماضی مجہول، سپرد کر دیا جائے۔

دیوان: چمڑے کے وہ تھیلے جن میں بغرض حفاظت کوئی چیز رکھ کر ان کا منہ بند کر دیتے ہیں یہاں پر 'دیوان' سے

مراد وہ تھیلے ہیں جن میں سرکاری فائلیں اور رکارڈ نیز دوسری دستاویزات مثلاً اوقاف کی فائلیں رکھی جاتی ہیں، اور شوہروں اور وارثوں پر جن لوگوں کے نفقات مقرر کئے جاتے ہیں ان کی تحریرات اور فائلیں رکھی جاتی ہیں۔

ترجمہ: اور جس شخص کو قاضی مقرر کیا گیا تو حوالے کیا جائے اس کے اس قاضی کا رجسٹر جو اس سے پہلے تھا۔

جدید قاضی کے مختلف احکام

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جس شخص کو عہدۂ قضاء سپرد کیا گیا ہے اس کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ معزول شدہ قاضی سے ان تھیلوں اور رجسٹروں کے بارے میں دریافت کرے جن میں احکام اور دستاویزیں ہوتی ہیں تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں لہٰذا ان کو موجودہ قاضی کے ہاتھ میں رکھا جائے گا کیونکہ اب تمام معاملات کا تعلق موجودہ قاضی سے ہے معزول قاضی سے کسی معاملہ کا کوئی تعلق نہیں رہا۔

(۶/۲۷۵۹) وَيَنْظُرُ فِيْ حَالِ الْمَحْبُوْسِيْنَ فَمَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ الْحَقَّ اَلْزَمَهُ اِيَّاهُ وَمَنْ اَنْكَرَ لَمْ يَقْبَلْ قَوْلَ الْمَعْزُوْلِ عَلَيْهِ اِلَّا بِبَيِّنَةٍ فَاِنْ لَمْ تَقُمِ الْبَيِّنَةُ لَمْ يُعَجِّلْ بِتَخْلِيَتِهٖ حَتّٰى يُنَادِيْ عَلَيْهِ وَيَسْتَظْهِرَ فِيْ اَمْرِهٖ.

حل لغات: محبوسین: حبس سے مشتق ہے قید کرنا یہاں پر مراد قیدی لوگ، تاکہ ان پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق و تفتیش کی جائے۔ تخلیة چھوڑنا، رہا کرنا۔ یستظهر: ظهر سے مشتق ہے ظاہر ہونے کا انتظار کرنا۔

ترجمہ: اور غور کرے قیدیوں کے حالات میں سو جو اقرار کرے ان میں سے حق کا تو اس پر وہ لازم کردے اور جو انکار کرے تو نہ مانے معزول قاضی کی بات اس کے خلاف مگر گواہوں کے ساتھ پھر اگر بینہ قائم نہ ہو تو جلدی نہ کرے اس (قیدی) کو رہا کرنے میں یہاں تک کہ اس پر منادی کرائے اور نظر کرے اس کے معاملہ میں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ جدید قاضی چارج لینے کے بعد سب سے پہلے قیدیوں کے حال پر نظر کرے یعنی کسی آدمی کو قید خانہ بھیج کران کی تعداد اور نام معلوم کرائے اور ان سے یہ دریافت کیا جائے کہ ان کو کس وجہ سے قید خانہ میں ڈالا گیا ہے، اگر کسی قیدی نے اپنے مدعی کے حق کا اپنے اوپر اقرار کرلیا تو قاضی اس پر وہ حق لازم کردے گا اور اگر قیدی نے اپنے مدعی کے اس حق کا انکار کردیا جو قید کا سبب ہے اور معزول قاضی نے اس کے سبب حبس کی خبر دی تو معزول قاضی کا قول قبول نہ ہوگا کیونکہ وہ معزول ہوکر رعایا کا ایک فرد ہوگیا ہے اور ایک فرد کی گواہی حجت نہیں ہوتی، ہاں اگر معزول قاضی نے قیدی پر دو گواہوں کی گواہی سے حق ثابت کیا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر قیدی کے خلاف بینہ پیش نہ کرسکا تو قاضی جدید قیدی کو رہا کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ چندروز منادی کرائے کہ قاضی کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر فلاں قیدی کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو تو وہ آکر درخواست کرے چندروز اعلان کرانے پر اگر مدعی

حاضر نہ ہوا تو جدید قاضی قیدی سے کفیل بنفسہ لے کر اس کو رہا کر دے۔

(۲۷۶۰/۷) وَيَنْظُرُ فِي الْوَدَائِعِ وَارْتِفَاعِ الْوُقُوْفِ فَيَعْمَلُ عَلٰى حَسْبِ مَا تَقُوْمُ بِهِ الْبَيِّنَةُ اَوْ يَعْتَرِفُ بِهٖ مَنْ هُوَ فِيْ يَدِهٖ.

حل لغات: ودائع: ودیعة کی جمع ہے وَدْعٌ سے مشتق ہے ودیعت اس چیز کو کہتے ہیں جو مالک کے علاوہ کسی اور کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھی جائے۔ ارتفاع: باب افتعال کا مصدر ہے، بلند ہونا یہاں آمدنی مراد ہے۔

ترجمہ: اور غور کرے امانتوں میں اور وقف کی آمدنیوں میں چنانچہ عمل کرے اس کے مطابق جس طور پر گواہ قائم ہوں یا اقرار کرے وہ شخص جس کے قبضہ میں ہیں یہ چیزیں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ جدید قاضی قیدیوں کی دیکھ بھال کے بعد ان امانتوں کی دیکھ ریکھ کرے جو معزول قاضی نے اپنے امینوں کے پاس رکھی ہیں اور اوقاف کی آمد اور خرچ پر بھی نظر کرے کہ اوقاف کی کتنی آمدنی آرہی ہے اور کہاں خرچ ہو رہی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ اوقاف کے متولی اوقاف کی جائدادوں کو ہڑپ کر رہے ہوں، چنانچہ امانتوں اور اوقاف کے اموال میں گواہوں کی گواہی کے موافق عمل کرے مثلاً اس بات پر گواہی دی گئی کہ منیر کے پاس جو امانت ہے وہ نجیب کی ہے تو قاضی وہ امانت نجیب کو دلوائے یا کوئی قابض اقرار کرے کہ میرے پاس یہ امانت فلاں کی ہے تو جدید قاضی اس اقرار کے مطابق عمل کرے گا۔

(۲۷۶۱/۸) وَلَا يَقْبَلُ قَوْلَ الْمَعْزُوْلِ اِلَّا اَنْ يَعْتَرِفَ الَّذِيْ هُوَ فِيْ يَدِهٖ اَنَّ الْمَعْزُوْلَ سَلَّمَهَا اِلَيْهِ فَيَقْبَلُ قَوْلَهٗ فِيْهَا.

ترجمہ: اور نہ مانے معزول قاضی کی بات مگر یہ کہ اقرار کرے وہ شخص جس کے قبضہ میں ہے کہ معزول قاضی نے اس کو سپرد کی ہے چنانچہ ان (امانتوں و اوقاف) کے بارے میں اس (معزول قاضی) کی بات مان لے۔

تشریح: معزول قاضی نے کہا کہ زید کے پاس عمر کے ایک ہزار روپے امانت ہیں زید نے اسکا انکار کر دیا اور کہا کہ یہ ایک ہزار روپے تو میرے ہیں تو جدید قاضی، معزول قاضی کے قول پر عمل نہ کرے کیونکہ وہ معزول ہونے کی وجہ سے رعایا کا ایک فرد ہو گیا ہے اور ایک آدمی کا قول حجت نہیں ہوتا، ہاں اگر قابض یہ اقرار کرے کہ معزول قاضی نے مجھ کو امانتیں اور اوقاف کی آمدنی سپرد کی تھی اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ کس کی ہے تو ان کی بابت معزول قاضی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ قابض کے اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ معزول قاضی کا قبضہ تھا۔

(۲۷۶۲/۹) وَيَجْلِسُ لِلْحُكْمِ جُلُوْسًا ظَاهِرًا فِي الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: اور بیٹھے فیصلہ کرنے کے لئے ظاہر طور پر مسجد میں۔

قاضی فیصلہ کے لئے کہاں بیٹھے؟

تشریح: صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ قاضی مقدمات کی سماعت کرنے کے لئے مسجد میں ایسی جگہ بیٹھے جہاں ہر آدمی آسانی سے فیصلہ کے لئے پہنچ سکے یا اپنے گھر میں بیٹھے اور لوگوں کو آنے کی عام اجازت دے۔

امام شافعیؒ کے یہاں مسجد میں فیصلہ کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ فیصلہ چاہنے کے لئے مشرک بھی آئیں گے، حائضہ اور نفساء بھی اور ان کے لئے دخول مسجد درست نہیں ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معتکف میں خلفاء راشدین، تابعین، تبع تابعین مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھتے تھے اور حائضہ ونفساء کے لئے قاضی باہر جائے اور جس جگہ مشرک کو نجس کہا گیا ہے وہاں ظاہری نجاست مراد نہیں بلکہ اعتقادی نجاست مراد ہے۔

(۲۷۶۳/۱۰) وَلَا يَقْبَلُ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ اَوْ مِمَّنْ جَرَتْ عَادَتُهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِمُهَادَاتِهٖ.

حل لغت: مهاداة: باب مفاعلة، هاداه، مُهاداةً وهِداءً ہر ایک کا دوسرے کو تحفہ دینا۔

ترجمہ: اور نہ قبول کرے ہدیہ سوائے اپنے ذی رحم محرم کے یا اس آدمی کے جس کی عادت جاری ہو قاضی ہونے سے پہلے باہمی ہدیہ لینے دینے کی۔

قاضی کے لئے احتیاطی احکام

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ قاضی دو آدمیوں کے علاوہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرے۔ (۱) قرابتدار (۲) قاضی بننے سے پہلے جن لوگوں کی عادت تھی کہ وہ ہدیہ دیا کرتے تھے تو ان لوگوں سے ہدیہ قبول کرے، بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو۔

ذی رحم محرم کا ہدیہ قبول کرنا اسلئے جائز ہے کہ یہ ہدیہ صلہ رحمی کی وجہ سے ہے اسی طرح قاضی ہونے سے پہلے جس کے ساتھ ہدیہ کے لین دین کی عادت جاری تھی قاضی ہونے کے بعد اس کا ہدیہ قبول کرنا سابقہ عادت کے تحت ہوگا۔

(۲۷۶۴/۱۱) وَلَا يَحْضُرُ دَعْوَةً اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ عَامَّةً.

ترجمہ: اور نہ جائے کسی دعوت میں مگر یہ کہ عام دعوت ہو۔

تشریح: قاضی خصوصی دعوت قبول نہ کرے البتہ عمومی دعوت قبول کرسکتا ہے کیونکہ خصوصی دعوت قاضی ہونے کی وجہ سے ہوگی اور اس کو قبول کرنے میں متہم ہوگا، برخلاف عمومی دعوت کے، خصوصی دعوت وہ ہے کہ اگر داعی کو یہ معلوم ہوجائے کہ قاضی نہیں آسکے گا تو وہ اس کو ملتوی کردے تو یہ دعوت خاصہ ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو دعوت عامہ ہے۔

(۱۲/۲۷۶۵) وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَعُوْدُ الْمَرِيْضَ.

ترجمہ: اور حاضر ہو جنازہ میں اور بیمار کی عیادت کرے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ قاضی جنازہ میں شرکت کرے اور بیمار کی عیادت کرے کیونکہ یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے حقوق میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں ان میں سے ایک جنازہ میں حاضر ہونا بھی ہے اور ایک مریض کی عیادت کرنا بھی ہے۔

(۱۳/۲۷۶۶) وَلَا يُضِيْفُ اَحَدَ الْخَصْمَيْنِ دُوْنَ خَصْمِهٖ.

ترجمہ: اور مہمان نوازی نہ کرے مدعی اور مدعی علیہ میں سے تنہا ایک کی۔

تشریح: قاضی کے پاس دو آدمیوں کا مقدمہ چل رہا ہو تو قاضی ایسا بھی نہ کرے کہ ان میں سے ایک کی دعوت کرے اور دوسرے کی دعوت نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے میں لوگ یہ خیال کریں گے کہ قاضی کا اس شخص کی جانب میلان ہے لہٰذا فیصلہ میں اس کی رعایت کی جائے گی۔

(۱۴/۲۷۶۷) فَاِذَا حَضَرَا سَوّٰى بَيْنَهُمَا فِي الْجُلُوْسِ وَالْاِقْبَالِ وَلَا يُسَارُّ اَحَدُهُمَا وَلَا يُشِيْرُ اِلَيْهِ وَلَا يُلَقِّنُهٗ حُجَّةً.

حل لغات: سوی: برابری کرے۔ یسار: فعل مضارع، ماضی سارَّ، سارَّۃً پوشیدہ بات کرنا کان میں بات کرنا۔ یلقن: فعل مضارع معروف (م) تلقین، کسی چیز کو بتانا دلائل سمجھانا بالمشافہ سمجھانا۔

ترجمہ: اور جب دونوں آئیں تو برابری کرے دونوں کے درمیان بیٹھنے اور توجہ کرنے میں اور ان میں سے کسی ایک سے کان میں بات نہ کرے اور نہ اس کی طرف اشارہ کرے اور نہ اس کو حجت کی تلقین کرے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب مدعی اور مدعی علیہ قاضی کے پاس حاضر ہوں تو قاضی کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے یہ محسوس ہو کہ یہ کسی ایک کی جانب مائل ہے، چنانچہ بیٹھنے اور توجہ کرنے میں دونوں کے درمیان برابری کرے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے حتی کہ اگر ایک کو مسند پر بٹھلانا مناسب ہو تو دوسرے کو بھی اسی طرح بٹھلائے اور ایک کو دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب بھی نہ بٹھلائے کیونکہ دائیں کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے اور دونوں کو ایک جانب میں بھی نہ بٹھلائے کیونکہ اس طرح ایک قاضی سے زیادہ قریب ہو جائے گا اس لئے مناسب یہ ہے کہ دونوں قاضی کے سامنے برابر برابر بیٹھیں اسی طرح قاضی دونوں کی طرف برابر متوجہ ہو اور دونوں کو یکسانیت کے ساتھ دیکھے پھر آگے فرماتے ہیں کہ قاضی کسی ایک کے ساتھ چپکے چپکے باتیں نہ کرے اور اپنے ہاتھ یا سر یا بھوؤں سے اشارہ نہ کرے اور نہ کسی ایک کو حجت کی تلقین کرے کیونکہ ایسا کرنے میں قاضی رشوت اور طرفداری کے ساتھ متہم ہو سکتا ہے۔

نوٹ: جب گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو دیگر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ قاضی گواہوں کو تلقین نہیں کرسکتا کہ تم اس طرح اپنی بات کہو جب کہ امام ابو یوسف اس کی نہ صرف اجازت دیتے ہیں بلکہ اسے مستحسن قرار دیتے ہیں بشرطیکہ اس سے مزید معلومات ہونے کی امید ہو فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(۲۷۶۸/۱۵) فَإِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ عِنْدَهُ وَطَلَبَ صَاحِبُ الْحَقِّ حَبْسَ غَرِيمِهِ لَمْ يُعَجِّلْ بِحَبْسِهِ وَأَمَرَهُ بِدَفْعِ مَا عَلَيْهِ.

ترجمہ: جب ثابت ہو جائے حق اس کے نزدیک اور مطالبہ کرے حق والا مقروض کو قید کرنے کا تو جلدی نہ کرے اس کو قید کرنے میں بلکہ حکم کرے اس کے ادا کرنے کا جو کچھ اس پر ہے۔

قید خانہ میں محبوس کرنے کے احکام

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب صاحب حق کا حق قاضی کے نزدیک ثابت ہو جائے اور صاحب حق اپنے مقروض کی گرفتاری کا مطالبہ کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) مدعی کا حق یا تو اقرار کے ذریعہ ثابت ہوگا۔ (۲) یا گواہوں کے ذریعہ ثابت ہوگا اگر اول ہے تو قاضی مدعی علیہ کو قید کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اس کو ادائیگی حق کا حکم کرے اگر وہ ادا نہ کرے اور بغیر کسی عذر کے ٹال مٹول کرے تو قاضی کو اختیار ہے کہ اس کو قید کرے، اور اگر ثانی ہے تو قاضی حق ثابت ہوتے ہی قید کرسکتا ہے۔

(۲۷۶۹/۱۶) فَإِنِ امْتَنَعَ حَبَسَهُ فِي كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهُ بَدَلاً عَنْ مَالٍ حَصَلَ فِي يَدِهِ كَثَمَنِ الْمَبِيعِ وَبَدَلِ الْقَرْضِ أَوِ الْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ.

حل لغات: بدل القرض: دراہم وغیرہ نقد جو قرض کے طور پر لیا گیا ہو اب اس کی ادائیگی بصورت بدل لازم ہوگی۔ المهر: اس جگہ مہر معجّل مراد ہے۔

کفالة: دوسرے کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لینا۔

ترجمہ: پھر اگر وہ (ادا کرنے سے) باز رہے تو قید کرے اس کو ہر ایسے قرض میں جو لازم ہوا ہو اس کو ایسے مال کے بدلہ میں جو حاصل ہوا ہو اس کے قبضہ میں جیسے مبیع کا ثمن اور قرض کا بدل یا اس کا التزام کیا ہو عقد کے ذریعہ جیسے مہر اور کفالہ۔

تشریح: اگر قاضی کے فیصلہ کے بعد قرضہ ادا کرنے سے مقروض رک گیا اور قرض خواہ نے اس کو قید کرنے کا مطالبہ کیا تو قاضی اس کو دو طرح کے قرضوں میں قید کرسکتا ہے۔ (۱) ایسا قرض جو کسی کے مال پر قبضہ کرنے کی وجہ سے لازم ہوا ہو جیسے کسی سے کوئی چیز خریدی اور اس کی قیمت ادا نہیں کی یا کسی سے قرض لیا اور اس کو خرچ کر دیا تو اس کا بدل

یعنی بدل قرض، اگر قرض خواہ اس صورت میں اس کو قید کروانا چاہتا ہے تو حاکم قید کرے گا۔ (۲) ایسا قرض جو کسی عقد کی وجہ سے لازم ہوا ہو جیسے مہر کا قرض سر پر آیا تو اس کے بدلہ میں بضع ہاتھ میں آتا ہے جو من وجہ مال شمار کیا جاتا ہے اسی طرح کسی کا کفیل بنا کہ وہ رقم ادا نہیں کریگا تو میں ادا کروں گا اب اگر وہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم اس کو قید کرے گا۔

(۲۷۷۰/۱۷) وَلَا يَحْبِسُهُ فِيمَا سِوىٰ ذٰلِكَ اِذَا قَالَ اِنِّي فَقِيرٌ اِلَّا اَنْ يُثْبِتَ غَرِيمُهُ اَنَّ لَهُ مَالاً.

ترجمہ: اور قید نہ کرے اس کو اس کے علاوہ میں جب کہ اس نے یہ کہا کہ میں فقیر ہوں مگر یہ کہ ثابت کردے اس کا قرض خواہ کہ اس کے پاس مال موجود ہے۔

تشریح: جن قرضوں کے بدلہ ہاتھ میں مال نہ آتا ہو جیسے غصب کی ہوئی چیز خرچ کردی تو اس کا عوض یا جیسے جنایت کا بدلہ کہ کسی کا نقصان کردیا اور اس کے بدلہ میں مال دینا پڑا تو اس قرض کے بدلہ میں ہاتھ میں کوئی مال نہیں آتا ہے، صرف جرم کی وجہ سے دینا پڑ رہا ہے تو ایسے قرضوں میں حاکم اس کو قید نہ کرے گا ہاں اگر قرض خواہ شہادت پیش کردے کہ اس کے پاس مال ہے تو حاکم اس کو قید کرے گا۔

(۲۷۷۱/۱۸) وَيَحْبِسُهُ شَهْرَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ يَسْأَلُهُ عَنْهُ فَاِنْ لَمْ يَظْهَرْ لَهُ مَالٌ خَلّٰى سَبِيْلَهُ.

ترجمہ: اور قید رکھے اس کو دو ماہ یا تین ماہ تک اور تحقیق کرتا رہے مال کے بارے میں اگر مال ظاہر نہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دے (رہا کردے)

تشریح: مفلس مذکور کو حاکم دو ماہ یا تین ماہ تک قید کرے گا اور اس کی حالت کے متعلق تحقیق کرتا رہے اگر اس مدت کے درمیان اس کے پاس مال کا سراغ نہ لگے تو حاکم اس کو رہا کردے، قید کرنا مال کی تحقیق کیلئے تھا سزا دینے کیلئے نہیں تھا اب تحقیق ہوگئی کہ مال نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دے، مزید تفصیل انوار القدوری جلد دوم ۱۳۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۷۷۲/۱۹) وَلَا يَحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ.

ترجمہ: اور نہ حائل ہو اس کے اور قرضخواہوں کے درمیان۔

تشریح: مفلس کے پاس مال کا پتہ نہیں لگا اس وجہ سے قاضی نے اس کو قید سے رہا کردیا تو اب قاضی، مقروض اور قرضخواہوں کے معاملہ میں نہ پڑے بلکہ ان کو چھوڑ دے کہ وہ مفلس کے پیچھے لگے رہیں، اور جب اس کے ہاتھ میں کہیں سے رقم آجائے تو اس سے اپنا قرض وصول کرلے۔

(۲۷۷۳/۲۰) وَيُحْبَسُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ.

ترجمہ: اور قید کیا جائے شوہر اپنی بیوی کے نفقہ میں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے کسی شخص پر اس کی بیوی کا نفقہ مقرر کردیا ہو یا میاں بیوی کے درمیان کسی مقدار پر صلح ہوگئی پھر شوہر نے بیوی کا نفقہ ادا نہ کیا اور بیوی نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا تو قاضی شوہر کو قید کرے گا کیونکہ نفقہ میں ٹال مٹول کی وجہ سے شوہر کا ظالم ہونا ظاہر ہوگیا ہے اور ظالم کی سزا قید ہے۔

(۲۱/۲۷۷۴) وَلَا يُحْبَسُ الْوَالِدُ فِيْ دَيْنِ وَلَدِهٖ اِلَّا اِذَا مْتَنَعَ مِنَ الْاِنْفَاقِ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور نہ قید کیا جائے باپ کو بیٹے کے قرض میں مگر جب کہ رک جائے اس پر خرچ کرنے سے۔

تشریح: باپ کو اس کی اولاد کے دین کے سلسلہ میں قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ قید ہونا ایک طرح کی سزا ہے اور بیٹے کو اپنے باپ پر ایسی سزا کا استحقاق نہیں ہے ہاں اگر باپ اپنی اولاد پر خرچ کرنے سے باز رہے اور اولاد صغیر وفقیر ہو تو باپ کو قید کردیا جائے گا کیونکہ نفقہ نہ دینے کی صورت میں بچوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے پس بچوں کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے روکنے کے لئے اس کو قید کیا جاسکتا ہے۔

(۲۲/۲۷۷۵) وَيَجُوْزُ قَضَاءُ الْمَرْاَةِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا فِي الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ.

ترجمہ: اور جائز ہے عورت کا قاضی ہونا ہر معاملہ میں سوائے حدود وقصاص کے۔

تشریح: حدود وقصاص کے علاوہ دیگر حقوق میں عورت قاضی ہوسکتی ہے کیونکہ عورت اگرچہ ناقص العقل ہے لیکن حدود وقصاص کے علاوہ میں گواہی دینے کی اہل ہے اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ جو اہل شہادت ہے وہ اہل قضاء بھی البتہ عورت کو قاضی بنانے والا گناہ گار ہوگا کیوں کہ بخاری کی روایت ہے کہ اس قوم کا بھلا نہ ہو جس نے اپنا کاروبار عورت کے سپرد کردیا۔

(۲۳/۲۷۷۶) وَيُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِيْ اِلَى الْقَاضِيْ فِي الْحُقُوْقِ اِذَا شُهِدَ بِهٖ عِنْدَهٗ فَاِنْ شَهِدُوْا عَلٰى خَصْمٍ حَاضِرٍ حَكَمَ بِالشَّهَادَةِ وَكَتَبَ بِحُكْمِهٖ وَاِنْ شَهِدُوْا بِغَيْرِ حَضْرَةِ خَصْمِهٖ لَمْ يَحْكُمْ وَكَتَبَ بِالشَّهَادَةِ لِيَحْكُمَ بِهَا الْمَكْتُوْبُ اِلَيْهِ.

ترجمہ: اور قبول کیا جائے گا ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام تمام حقوق میں جب گواہی دی جائے اس (خط کی) کی اس (قاضی دوم) کے سامنے پھر اگر گواہی دیں مدعی علیہ کے سامنے تو فیصلہ کرے گواہی پر اور لکھے اپنا فیصلہ، اور اگر گواہی دیں مدعی علیہ کی غیر موجودگی میں تو فیصلہ نہ کرے بلکہ گواہی لکھ لے تاکہ فیصلہ کرے اس پر مکتوب الیہ قاضی۔

ایک قاضی کی جانب سے دوسرے قاضی کی طرف خط لکھنے کا بیان

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ایسے حقوق میں مقبول ہے جو حقوق

شبہات کے باوجود ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ دو گواہ قاضی مکتوب الیہ کے پاس یہ گواہی دیں کہ یہ خط فلاں قاضی کاتب کا ہے اور یہ اسی کی مہر ہے پھر قاضی کے خط کی دو قسمیں ہیں: (۱) سجل (۲) کتاب حکمی۔ اگر گواہوں نے مدعیٰ علیہ کے سامنے گواہی دی ہے تو چونکہ حجت شرعی پائی گئی اس لئے قاضی کاتب گواہی کے موافق فیصلہ کردے گا اور اپنے اس فیصلہ کو تحریر کریگا کہ میں نے گواہی کے موافق فلاں مدعیٰ علیہ کے خلاف فیصلہ کردیا ہے، اس کو سجل کہتے ہیں، اور اگر گواہوں نے مدعیٰ علیہ کی عدم موجودگی میں گواہی دی ہو تو اب قاضی کاتب فیصلہ نہیں کرے گا بلکہ صرف گواہی تحریر کرے گا تاکہ مکتوب الیہ قاضی اس گواہی کے موافق فیصلہ کرے اس کو کتاب حکمی کہتے ہیں۔

سجل اور کتاب حکمی کے درمیان فرق یہ ہے کہ سجل جب قاضی مکتوب الیہ کے پاس پہنچے گا تو وہ اس کو نافذ کرے گا خواہ اس کی رائے کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ اس میں قاضی کا دیا ہوا فیصلہ موجود ہے اور کتاب حکمی کی صورت میں اگر قاضی مکتوب الیہ کی رائے کے موافق ہو تو نافذ کرے گا ورنہ نہیں کیوں کہ اس میں قاضی کاتب کا فیصلہ موجود نہیں ہے۔

(۲۴/۲۷۷۷) وَلَا يَقْبَلُ الْكِتَابَ اِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ.

ترجمہ: اور قبول نہیں کرے گا خط مگر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔

تشریح: قاضی مکتوب الیہ، قاضی کاتب کا خط اس وقت قبول کرے گا جب دو عادل مرد یا ایک مرد اور [illegible] گواہی دیں کہ یہ قاضی کاتب کا خط اور اس کی مہر ہے اور اس نے ہم کو گواہ مقرر کیا ہے۔

(۲۵/۲۷۷۸) وَيَجِبُ اَنْ يَّقْرَأَ الْكِتَابَ عَلَيْهِمْ لِيَعْرِفُوْا مَافِيْهِ ثُمَّ يَخْتِمُهُ وَيُسَلِّمُهُ اِلَيْهِمْ.

ترجمہ: اور ضروری ہے یہ کہ پڑھ کر سنادے خط گواہوں کے روبرو تاکہ واقف ہوجائیں وہ اس کے مضمون سے پھر مہر لگا کر ان کے حوالہ کردے۔

تشریح: قاضی کاتب اس مکتوب کو ان گواہوں کے سامنے پڑھے جو اس کا خط دوسرے قاضی کے پاس لے جائیں گے تاکہ وہ جان لیں کہ خط میں کیا لکھا ہوا ہے اور مکتوب الیہ قاضی کے سامنے گواہی دینے میں آسانی ہو اور ان کی موجودگی میں مہر لگا کر سیل کر کے طرفین ؒ کے نزدیک اس خط کو گواہوں کے حوالہ کردے اور امام ابو یوسف ؒ اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگاتے ان کے نزدیک بس اتنا کافی ہے کہ انہیں اس بات کا گواہ بنادیا جائے کہ یہ تحریر اور مہر قاضی مرسل کی ہے حتی کہ انہوں نے تحریر کو مہر بند کرنا بھی ضروری قرار نہیں دیا یہ مسئلہ چونکہ قضاء کا ہے اس لئے شمس الائمہ سرخسی نے امام ابو یوسف کی رائے کو ترجیح دی ہے نیز قاضی اول کا خط بھی مدعی کے حوالہ کیا جائے گا وھو قول ابی یوسف وھو اختیار الفتویٰ علی قول شمس الائمة.

(۲۶/۲۷۷۹) وَاِذَا وَصَلَ اِلَى الْقَاضِيْ لَمْ يَقْبَلْهُ اِلَّا بِحَضْرَةِ الْخَصْمِ.

ترجمہ: اور جب پہنچے یہ خط قاضی کے پاس تو قبول نہ کرے مگر مدعی علیہ کی موجودگی میں۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جب قاضی کاتب کا خط، قاضی مکتوب الیہ کو موصول ہوا تو قاضی مکتوب الیہ اس خط کو مدعی علیہ کی موجودگی میں قبول کرے یعنی مدعی علیہ کے حاضر ہونے پر اس خط کو مدعی یا گواہوں سے لے۔

(۲۷/۲۷۸۰) فَاِذَا سَلَّمَهُ الشُّهُوْدُ اِلَيْهِ نَظَرَ اِلٰى خَتْمِهٖ فَاِذَا شَهِدُوْا اَنَّهٗ كِتَابُ فُلَانِ الْقَاضِىْ سَلَّمَهٗ اِلَيْنَا فِىْ مَجْلِسِ حُكْمِهٖ وَقَضَائِهٖ وَقَرَأَهٗ عَلَيْنَا وَخَتَمَهٗ فَتَحَهُ الْقَاضِىْ وَقَرَأَهٗ عَلَى الْخَصْمِ وَاَلْزَمَهٗ مَافِيْهِ.

ترجمہ: پھر جب سپرد کردیں گواہ وہ خط قاضی کو تو دیکھے قاضی اس کی مہر پھر جب وہ گواہی دیں کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے سپرد کیا ہے اس کو ہمارے اپنی مجلس قضاء میں اور اس کو ہمارے سامنے پڑھا ہے اور مہر لگائی ہے تو کھولے اس کو قاضی اور پڑھ کر سنائے اس کو مدعی علیہ کے سامنے اور لازم کردے اس پر جو کچھ خط میں ہے۔

تشریح: صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ جب مدعی علیہ کی موجودگی میں گواہوں نے یا مدعی نے قاضی کا یہ خط قاضی مکتوب الیہ کو سپرد کردیا تو قاضی سب سے پہلے اس کی مہر کو ملاحظہ کرے کہ وہ صحیح ہے یا پھٹی ہوئی ہے اگر پھٹی ہوئی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خط کسی نے کھولا ہے اور مضمون میں کمی زیادتی ممکن ہے اس لئے پہلے مہر کو دیکھے کہ وہ سلامت ہے یا نہیں، پھر جب گواہوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں شہر کے قاضی کا خط ہے اس نے ہم کو یہ خط اپنی مجلس قضاء میں سپرد کیا پھر قاضی مکتوب الیہ، گواہوں سے پوچھے کہ قاضی نے اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ تم کو پڑھ کر سنایا تھا؟ اگر انہوں نے اقرار کرلیا اور گواہی دی کہ یہ خط اسی کا ہے اور اسی کی مہر ہے، تو قاضی مکتوب الیہ ان کی عدالت و دیانت دریافت کرے پس جب ان کی عدالت و دیانت ثابت ہوجائے تو مدعی علیہ کی موجودگی میں مکتوب الیہ قاضی خط کو کھولے اور مدعی علیہ کے سامنے پڑھ کر سنائے اور جو کچھ خط میں تحریر کیا گیا ہے اس کو مدعی علیہ پر لازم کردے بشرطیکہ قاضی مکتوب الیہ کی رائے میں قاضی کاتب کا لکھا ہوا فیصلہ اور گواہی شریعت اسلام کے موافق ہو اور مدعی علیہ کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت نہ ہو۔

(۲۸/۲۷۸۱) وَلَا يُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِىْ اِلَى الْقَاضِىْ فِى الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ.

ترجمہ: اور قبول نہ کیا جائے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام حدود اور قصاص میں۔

تشریح: ایسے حقوق جو شبہات کی وجہ سے دور ہوجاتے ہیں جیسے حدود وقصاص ان میں ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام قبول نہیں ہوتا ہے، کیونکہ حدود وقصاص میں امکانی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ان کو ساقط کردیا جائے حالانکہ خط قاضی قبول کرنے میں وہ اور مضبوط ہوں گے۔

(۲۹/۲۷۸۲) وَلَيْسَ لِلْقَاضِىْ اَنْ يَّسْتَخْلِفَ عَلَى الْقَضَاءِ اِلَّا اَنْ يُّفَوَّضَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور جائز نہیں قاضی کے لئے اپنا نائب بنانا عہدۂ قضاء پر مگر یہ کہ سپرد کر دیا گیا ہو اس کو یہ۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ قاضی کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے کسی دوسرے کو قضاء کے سلسلہ میں اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کرے کیونکہ حاکم وقت نے اسی کو قاضی بنایا ہے ہاں اگر بادشاہ اور حاکم اعلیٰ نے اس کو یہ اختیار دے دیا ہو خواہ صراحۃً مثلاً وہ کہہ دے کہ تو جس کو چاہے اپنا نائب بنا لے یا دلالۃً مثلاً وہ یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے قاضی القضاۃ کر دیا تو اس صورت میں دوسرے کو قاضی بنا سکتا ہے۔

(۳۰/۲۷۸۳) وَاِذَا رُفِعَ اِلَى الْقَاضِیْ حُکْمُ حَاکِمٍ اَمْضَاهُ اِلَّا اَنْ یُّخَالِفَ الْکِتَابَ اَوِ السُّنَّةَ اَوِ الْاِجْمَاعَ اَوْ یَکُوْنَ قَوْلًا لَا دَلِیْلَ عَلَیْهِ.

ترجمہ: اور جب (فیصلہ کے لئے) لایا جائے قاضی کے پاس کسی حاکم کا حکم تو نافذ کر دے اس کو مگر یہ کہ مخالف ہو کتاب یا سنت یا اجماع کے یا ہو ایسا قول جس پر کوئی دلیل نہیں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی قاضی کی عدالت میں کسی حاکم کا حکم اپیل کیا گیا تو قاضی اسی حکم کو نافذ کرے گا بشرطیکہ حاکم کا یہ حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور اجماع کے خلاف نہ ہو ورنہ اس حکم کو نافذ نہ کرے گا مثلاً متروک التسمیۃ عامداً کے حلال ہونے کا حکم دیا حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان، ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰه علیه کے خلاف ہے یا مثلاً یہ حکم دیا کہ مطلقہ ثلاثہ بغیر وطی کے محض زوج ثانی کے ساتھ نکاح کرنے سے زوج اول کے لئے حلال ہوگئی ہے حالانکہ یہ حکم حدیث عسیلہ کے خلاف ہے، یا مثلاً نکاح متعہ کے حلال ہونے کا حکم دیا حالانکہ یہ حکم اجماع صحابہ کے خلاف ہے یا حاکم کا حکم ایسا قول ہو جس پر کوئی دلیل نہ ہو مثلاً بارہ سال گذر جانے پر مطالبہ میں تاخیر کی وجہ سے مقروض کے ذمہ سے قرض ساقط ہونے کا حکم دیا یہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے تو ان صورتوں میں حاکم کا حکم قاضی اعلیٰ نافذ نہ کرے گا۔

(۳۱/۲۷۸۴) وَلَا یَقْضِیْ الْقَاضِیْ عَلٰی غَائِبٍ اِلَّا اَنْ یَحْضُرَ مَنْ یَقُوْمُ مَقَامَهٗ.

ترجمہ: اور فیصلہ نہ کرے قاضی کسی غائب پر مگر یہ کہ حاضر ہو اس کا کوئی قائم مقام۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ اگر غائب ہو خواہ شہر سے غائب ہو یا شہر میں چھپا ہوا ہو مگر قاضی کی مجلس سے غائب ہو تو ہمارے نزدیک قاضی گواہوں کی وجہ سے نہ اس کے خلاف فیصلہ کرے گا اور نہ موافق فیصلہ کرے گا ہاں اگر مدعیٰ علیہ غائب کا کوئی قائم مقام موجود ہو مثلاً اس کا وکیل ہو یا وصی ہو تو اس صورت میں غائب پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

دلیل: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو فرمایا تھا کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ میں سے کسی ایک کے حق میں کوئی فیصلہ نہ کرنا یہاں تک کہ تو دوسرے کی بات نہ سن لے۔ معلوم ہوا کہ فیصلہ کرنے کے لئے مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کی بات سننا ضروری ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب دونوں بذات خود موجود ہوں یا قائم

مقام موجود ہوں۔

(۲۷۸۵/۳۲) وَإِذَا حَكَّمَ رَجُلَانِ رَجُلًا بَيْنَهُمَا وَرَضِيَا بِحُكْمِهِ جَازَ إِذَا كَانَ بِصِفَةِ الْحَاكِمِ.

ترجمہ: اور جب فیصل بنالیں دو آدمی کسی کو اپنے درمیان اور راضی ہو جائیں اس کے فیصلہ پر تو جائز ہے جب کہ ہو حکم حاکم کی صفت پر۔

فیصل مقرر کرنے کا بیان

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے اپنے درمیان فیصلہ کے لئے کسی تیسرے آدمی کو حکم مقرر کیا اور اس نے گواہی یا اقرار یا انکار کے ذریعہ ان میں فیصلہ کر دیا اور وہ اس کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو یہ جائز ہے آگے صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ فیصل وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں قاضی اور حاکم بننے کی صلاحیت ہو یعنی جس طرح قاضی کے لئے شہادت کا اہل ہونا شرط ہے (قاضی ہونے کے وقت سے لے کر فیصلہ کے وقت تک) اسی طرح فیصل کے واسطے بھی شہادت کا اہل ہونا ضروری ہے (حکم بننے کے وقت سے لے کر فیصلہ صادر کرنے کے وقت تک) اگلی عبارت میں اسی مفہوم پر تفریع کا بیان ہے۔

(۲۷۸۶/۳۳) وَلَايَجُوزُ تَحْكِيمُ الْكَافِرِ وَالْعَبْدِ وَالذِّمِّيِّ وَالْمَحْدُودِ فِي الْقَذْفِ وَالْفَاسِقِ وَالصَّبِيِّ.

ترجمہ: اور نہیں جائز ہے فیصل بنانا کافر، غلام، ذمی اور تہمت میں حد لگے ہوئے، فاسق اور بچہ کو۔

تشریح: جس شخص میں شہادت کی اہلیت موجود نہ ہوں اس کو نہ قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے اور نہ حکم مقرر کیا جا سکتا ہے پس اسی وجہ سے کافر کو غلام کو ذمی کو محدود فی القذف کو، فاسق کو اور نابالغ کو حکم مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ اشخاص میں شہادت کی لیاقت موجود نہیں ہے، یہ بات ذہن نشین رہے کہ ذمی کو حکم مقرر کرنا اس وقت ناجائز ہے جب اس کو مسلمانوں نے حکم مقرر کیا ہو اور اگر ذمیوں نے کسی ذمی کو حکم مقرر کیا تو یہ جائز ہوگا۔

(۲۷۸۷/۳۴) وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَكِّمِينَ أَنْ يَرْجِعَ مَالَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: اور حکم بنانے والوں میں سے ہر ایک کے لئے جائز ہے یہ کہ وہ رجوع کر لیں جب تک کہ وہ (حَکَم) کوئی فیصلہ صادر نہ کرے ان پر۔

تشریح: جن لوگوں نے حکم بنایا تھا ان کو یہ اختیار ہے کہ جب تک پنچ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے اس سے پہلے پہلے دونوں میں سے ہر ایک یہ کہہ سکتا ہے کہ اب آپ میرے حکم نہیں ہیں۔

(۲۷۸۸/۳۵) وَإِذَا حَكَمَ عَلَيْهِمَا لَزِمَهُمَا.

ترجمہ: اور اگر دونوں پر فیصلہ کردیا تو دونوں کو لازم ہوجائے گا۔

تشریح: صاحب قدوری کہتے ہیں کہ اگر حکم نے کوئی حکم صادر کردیا تو حکم کا یہ حکم لازم ہوجائے گا، اور فریقین میں سے کسی کو انحراف کا حق نہ ہوگا۔

(۲۷۸۹/۳۶) وَإِذَا رُفِعَ حُكْمُهُ إِلَى الْقَاضِيْ فَوَافَقَ مَذْهَبَهُ أَمْضَاهُ وَإِنْ خَالَفَهُ أَبْطَلَهُ.

ترجمہ: اور جب لایا جائے اس کا حکم قاضی کے پاس اور وہ موافق ہو اس کے مذہب کے تو اس کو نافذ کردے، اور اگر اس کے مخالف ہو تو اس کو باطل کردے۔

تشریح: پنچ کا فیصلہ قاضی وقت کے پاس لے جایا گیا اور یہ فیصلہ قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو قاضی اس کو نافذ کردے اور اگر پنچ کا فیصلہ اس قاضی کے مذہب کے مخالف ہو جس کی عدالت میں وہ فیصلہ لے جایا گیا ہے تو قاضی حکم کے فیصلہ کو باطل کردے اور اپنا فیصلہ نافذ کردے۔

(۲۷۹۰/۳۷) وَلَا يَجُوْزُ التَّحْكِيْمُ فِي الْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں حکم بنانا حدود اور قصاص میں۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ فیصل اور پنچ مقرر کرنا ہر اس معاملہ میں صحیح ہے جس کے کرنے کا جھگڑا کرنے والوں کو اختیار ہو اور وہ بذریعہ صلح درست ہوجاتا ہو اور جو صلح سے جائز نہ ہوتا ہو اس میں حکم بنانا صحیح نہیں ہے، چنانچہ بیوع، نکاح، طلاق شفعہ میں حکم بنانا درست ہے اور یہی صحیح ہے، لیکن اس کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا بلکہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ ان میں قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر حکم بنانے کے جواز کا فتویٰ دے دیا گیا تو عوام دلیر ہوجائیں گے اور ہر شخص اپنی منشا و مرضی کے مطابق حکم مقرر کرکے فیصلہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ حدود و قصاص میں حکم بنانا صحیح نہیں ہے ہمارے علماء احناف میں سے یہ مذہب امام خصافؒ کا ہے، اسی کو صاحب کتاب اور صاحب ہدایہ نے اختیار فرمایا ہے۔

(۲۷۹۱/۳۸) وَإِنْ حَكَّمَاهُ فِيْ دَمِ الْخَطَأِ فَقَضَى الْحَاكِمُ عَلَى الْعَاقِلَةِ بِالدِّيَةِ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهُ.

ترجمہ: اور اگر حکم بنالیں کسی کو دم خطاء میں پھر فیصلہ کردے حکم عاقلہ پر دیت کا تو نافذ نہ ہوگا اس کا فیصلہ۔

تشریح: اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ نے قتل خطاء میں کسی کو حکم بنایا اور اس نے عاقلہ (مددگار برادری) پر خون بہا ادا کرنے کا حکم کردیا تو حکم کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ عاقلہ نے اپنی طرف سے اس کو فیصل مقرر نہیں کیا ہے اس لئے عاقلہ پر حکم کو کوئی ولایت بھی حاصل نہ ہوگی اور جب ولایت حاصل نہیں ہے تو حکم کا فیصلہ بھی نافذ اور لازم نہ ہوگا۔

(۳۹/۲۷۹۱) وَيَجُوزُ اَنْ يَّسْمَعَ الْبَيِّنَةَ وَيَقْضِيَ بِالنُّكُوْلِ.

ترجمہ: اور جائز ہے (حکم کے لئے) یہ کہ سنے گواہوں کی بات اور فیصلہ کرے انکار کرنے پر۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ دو آدمیوں نے کسی کو اپنا پنچ مقرر کیا تو پنچ کے لئے یہ بات جائز ہے کہ اگر مدعی گواہ پیش کرے تو اس کے گواہوں کی گواہی سنے اور اس پر فیصلہ کرے دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہیں ہے تو مدعی علیہ کو قسم کھلائے اگر وہ قسم سے انکار کردے تو حکم مدعی کے حق میں فیصلہ کردے ایک تیسری صورت بھی ہے وہ یہ ہے کہ مدعی علیہ نے مدعی کے حق کا اقرار کرلیا تو اس اقرار پر بھی حکم فیصلہ کردے۔

(۴۰/۲۷۹۲) وَحُكْمُ الْحَاكِمِ لِاَبَوَيْهِ وَوَلَدِهٖ وَزَوْجَتِهٖ بَاطِلٌ.

ترجمہ: اور حاکم کا فیصلہ اپنے والدین، اولاد، بیوی کے لئے باطل ہے۔

تشریح: حاکم خواہ قاضی ہو یا پنچ ہو اپنے والدین اپنی اولاد یا اپنی بیوی کے لئے فیصلہ کرے، تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ ان کے حق میں فیصلہ سے یہ شبہ ہے کہ ان کی رعایت کر کے فیصلہ کیا ہوگا۔

ہاں اگر کسی شخص نے بحیثیت قاضی یا بحیثیت حکم اپنے والدین یا اولاد یا بیوی کے خلاف فیصلہ کیا تو وہ معتبر ہوگا کیونکہ اس صورت میں تہمت کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے ان کے خلاف گواہی قبول کرلی جاتی ہے لہٰذا ان کے خلاف فیصلہ بھی قبول کرلیا جائے گا۔

كِتَابُ الْقِسْمَةِ

(یہ کتاب بٹوارہ کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: بٹوارہ بھی ایک قسم کی قضاء ہے کیونکہ لوگوں کا جھگڑا مکمل طریقہ سے جبھی ختم ہوگا کہ فیصلہ کے مطابق بٹوارہ بھی ہوجائے اس لئے کتاب القضاء کے بعد کتاب القسمۃ لا رہے ہیں۔

لغوی تحقیق: قاموس میں ہے کہ قسمة، تقسیم کا اسم ہے لیکن چونکہ اسم فاعل کا صیغہ، قاسم، مستعمل ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو، قَسَمَ الشئ کا مصدر قرار دیا جائے۔

اصطلاحی تعریف: حقوق کو ممتاز کرنا اور ہر شریک کا حصہ علیحدہ علیحدہ متعین کرنا۔

مشروعیت: ارشاد باری ہے ونبئهم ان الماءَ قسمة بينهم. (اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی ان میں بانٹ دیا گیا ہے) نیز حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر فرما رکھی تھی۔

(۱/۲۷۹۳) يَنبَغِي لِلْإِمَامِ اَنْ يَنصِبَ قَاسِمًا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِيُقَسِّمَ بَيْنَ النَّاسِ بِغَيْرِ اَجْرٍ.

ترجمه: امام کے لئے مناسب ہے کہ وہ مقرر کرے ایک تقسیم کرنے والا جس کو تنخواہ دے بیت المال سے تاکہ وہ تقسیم کرے لوگوں کے درمیان بغیر اجرت کے۔

قاسم کی اجرت کہاں سے دی جائے؟

تشریح: چونکہ قاضی، قضاء کے دیگر امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے لوگوں کی زمین جائداد وغیرہ تقسیم کرتا پھرے یہ بات مشکل ہوگی اس لئے حاکم کو چاہئے کہ وہ ایسا شخص مقرر کردے جو لوگوں کے درمیان بغیر اجرت کے بٹوارہ کیا کرے اور جس طرح قاضی کی تنخواہ بیت المال سے دیجاتی ہے اسی طرح قاسم کی تنخواہ بھی بیت المال سے ہوگی۔

(۲/۲۷۹۴) فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَبَ قَاسِمًا يُقَسِّمُ بِالْاُجْرَةِ.

ترجمه: اگر یہ نہ کرسکے تو مقرر کردے کوئی قاسم جو بٹوارہ کرے اجرت کے ساتھ۔

تشریح: اگر حاکم وقت مذکورہ طریقہ پر قاسم مقرر نہ کرسکے تو پھر ایسا کرے کہ کوئی شخص عادل اس کام کے لئے مقرر کردے اور اجرت ان لوگوں سے لیا کرے جن کا بٹوارہ کرے اور حاکم اس کی اجرت مثلی بھی مقرر کردے ورنہ وہ حکومت کا آدمی ہونے کی وجہ سے لوگوں پر ظلم کرتے ہوئے زیادتی کا مطالبہ کرسکتا ہے اور لوگ دینے پر مجبور ہوں گے۔

(۳/۲۷۹۵) وَيَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ عَدْلًا مَاْمُوْنًا عَالِمًا بِالْقِسْمَةِ.

ترجمه: اور ضروری ہے یہ کہ قاسم، عادل ہو امین ہو تقسیم کو جاننے والا ہو۔

قاسم کیسا ہونا چاہیئے؟

تشریح: قاسم کے اندر ان تین اوصاف کا ہونا ضروری ہے، عادل ہو امانت دار ہو، اور تقسیم کے مسائل سے واقف ہو کیونکہ تقسیم بھی ایک قسم کی قضاء ہے تو قاضی کے اوصاف اس کے اندر ہونے چاہئیں۔

(۴/۲۷۹۶) وَلَا يُجْبِرُ الْقَاضِيْ النَّاسَ عَلٰى قَاسِمٍ وَاحِدٍ.

ترجمه: اور مجبور نہ کرے قاضی لوگوں کو ایک ہی قاسم پر۔

تشریح: قاضی لوگوں کو مجبور نہ کرے کہ اسی قاسم سے بٹوارہ کرائیں کیونکہ اگر قاضی ایک ہی کو متعین کرے گا تو وہ لوگوں سے زیادہ اجرت لے گا یہ سمجھتے ہوئے کہ میرے علاوہ تو اور قاسم ہے نہیں اور یہ چیز عوام کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۵/۲۷۹۷) وَلَا يَتْرُكُ الْقُسَّامَ يَشْتَرِكُوْنَ.

ترجمہ: اور نہ چھوڑے تقسیم کرنے والوں کو کہ وہ شرکت کریں۔

تشریح: سارے قاسمین اکٹھے ہو کر اپنی کمپنی بنالیں اور شرکت میں کام کریں، اس کے اوپر قاضی پابندی عائد کردے ورنہ سب اتفاق کرلیں گے کہ اتنی اجرت ہوگی تو اجرت مہنگی ہوجائے گی اور جب الگ الگ کام کریں گے تو ہر ایک دوڑے گا کہ کہیں دوسرے قاسم کے پاس نہ چلا جائے تو اس طرح اجرت سستی رہے گی۔

(۶/۲۷۹۸) وَأُجْرَةُ الْقُسَّامِ عَلٰى عَدَدِ رُؤُسِهِمْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى قَدْرِ الْاَنْصِبَاءِ.

ترجمہ: اور تقسیم کرنے والوں کی اجرت حصہ داروں کی تعداد کے حساب سے ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ حصوں کے حساب سے ہوگی۔

قاسم کو اجرت کس حساب سے دی جائے گی؟

تشریح: قاسم کو اجرت کس حساب سے دی جائے گی اس بارے میں امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ حصہ دار ہیں قاسم کی اجرت ہر ایک پر برابر ہوگی حصوں کی کمی بیشی ملحوظ نہ ہوگی کیونکہ قاسم کو جتنا کام زائد حصہ والے کے لئے کرنا پڑے گا اتنا ہی کم حصہ والے کے لئے کرنا پڑے گا اور حساب کبھی کم حصہ کا دشوار ہوتا ہے کبھی زائد کا اس لئے ملک کا اعتبار متعذر ہے لہٰذا تمییز ہی کا اعتبار ہوگا۔

اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جس کو جتنا حصہ ملیگا اسی حساب سے اس پر اجرت ہوگی کیونکہ اجرت تقسیم ملک کے اخراجات میں سے ہے لہٰذا ملک ہی کے لحاظ سے معین کی جائے گی۔

(۷/۲۷۹۹) وَاِذَا حَضَرَ الشُّرَكَاءُ عِنْدَ الْقَاضِيْ وَفِيْ اَيْدِيْهِمْ دَارٌ اَوْ ضَيْعَةٌ وَادَّعَوْا اَنَّهُمْ وَرِثُوْهَا عَنْ فُلَانٍ لَمْ يَقْسِمْهَا الْقَاضِيْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى يُقِيْمُوْا الْبَيِّنَةَ عَلٰى مَوْتِهٖ وَعَدَدِ وَرَثَتِهٖ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَقْسِمُهَا بِاِعْتِرَافِهِمْ وَيَذْكُرُ فِيْ كِتَابِ الْقِسْمَةِ اَنَّهٗ قَسَّمَهَا بِقَوْلِهِمْ.

ترجمہ: اور جب حاضر ہوں شریک لوگ قاضی کے پاس اور ہو ان کے قبضہ میں گھر یا زمین اور دعویٰ کریں کہ انہوں نے میراث میں پایا ہے اس کو فلاں سے تو نہ تقسیم کرائے اس کو قاضی امام صاحبؒ کے نزدیک یہاں تک کہ قائم کردیں گواہ ان کی موت اور ورثاء کی تعداد پر اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تقسیم کرادے اس کو ان کے اقرار پر اور لکھ دے تقسیم کے رجسٹر میں کہ تقسیم کرایا ہے ان کے کہنے پر۔

بٹوارہ کب کرے؟

تشریح: کچھ لوگ قاضی کے پاس آ کر یوں کہیں کہ یہ زمین یا یہ گھر ہے، یہ فلاں آدمی کا تھا، اب وہ مر گیا ہے، اور ہم لوگ اس کے وارث ہیں، تو امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کے لئے اس وقت تک تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ یہ لوگ فلاں آدمی کے مرنے پر گواہ قائم نہ کریں اور اس بات پر بھی گواہ قائم کریں کہ ہم ہی لوگ وارث ہیں ہمارے علاوہ اور کوئی وارث نہیں ان دونوں باتوں پر گواہ قائم کریں تب ان کے درمیان گھر یا زمین تقسیم ہوگی، صاحبین کے نزدیک بغیر گواہ قائم کئے ان کے اقرار کے مطابق بٹوارہ کر دیا جائے گا البتہ قاضی یادداشت کی غرض سے تقسیم کے رجسٹر میں درج کر لے گا کہ یہ بٹوارہ ان کے قول کے موافق کیا گیا ہے، تا کہ اگر کوئی شریک نکلے تو اس کا نقصان نہ ہو۔

دلیل: زمین شرکاء کے قبضہ میں ہے جو ملک کی دلیل ہے اور ان کا اقرار ان کے صدق کی علامت ہے اور کوئی ان کے اس دعویٰ میں مخالف نہیں تو جیسے مال منقول کی وراثت کا دعویٰ ہو یا زمین کی خریداری کا دعویٰ ہو (بیان اگلی عبارت میں آ رہا ہے) ان صورتوں میں بغیر گواہ کے بٹوارہ ہو جاتا ہے ایسے ہی یہاں بھی ہونا چاہئے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ تقسیم کرنا قضاء علی المیت ہے اور چونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے جو میت کے اوپر حجت نہیں ہو سکتا اسلئے بینہ کا ہونا ضروری ہے تا کہ ان کا اقرار میت کے خلاف حجت ہو سکے نیز زمین بذات خود محفوظ ہے اسلئے اس کی تقسیم کی ضرورت نہیں بخلاف منقول کے کہ اس کو تقسیم کرنے میں اس کی حفاظت ہے اور حقدار کو اس کا حق پہنچانا ہے۔

(۸/۲۸۰۰) وَاِنْ كَانَ الْمَالُ الْمُشْتَرَكُ مِمَّا سِوَى الْعَقَارِ وَادَّعُوْا اَنَّهُ مِيْرَاثٌ قَسَمَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا.

ترجمہ: اور اگر ہو مشترک مال زمین کے علاوہ اور وہ دعویٰ کریں کہ یہ میراث ہے تو اس کو تقسیم کرا دے سب کے قول میں۔

تشریح: مشترک مال زمین اور گھر کے علاوہ ہے وارثین کہتے ہیں کہ یہ ہم کو فلاں مورث سے ملا ہے، ہم لوگ اس کے وارث ہیں تو چاہے مورث کے مرنے پر اور وارثین کی تعداد پر گواہ نہ بھی پیش کرے، پھر بھی ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو تقسیم کرا دے کیوں کہ یہ چیزیں زمین کی طرح بذاتِ خود محفوظ نہیں ہیں اس لئے ان کو تقسیم کرنے میں ہی ان کی حفاظت ہے۔

(۹/۲۸۰۱) وَاِنِ ادَّعُوْا فِي الْعَقَارِ اَنَّهُمُ اشْتَرَوْهُ قَسَمَهُ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کریں زمین کے بارے میں کہ انہوں (ہم نے) نے خریدی ہے تو تقسیم کرا دے ان میں۔

تشریح: کچھ لوگ قاضی کے پاس جا کر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ زمین ہے جس کو ہم لوگوں نے خریدا ہے تو بغیر

گواہ قائم کئے قاضی ان کے درمیان تقسیم کرادے، کیونکہ جب بائع نے کوئی چیز بیچ دی تو اب وہ اس کا مالک نہیں رہا اگرچہ خریدنے والوں نے آپس میں ابھی بٹوارہ بھی نہ کیا ہو تو یہاں قضاء علی الغیر لازم نہ آئے گی۔

(۲۸۰۲/۱۰) وَاِنِ ادَّعَوُا الْمِلْكَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا كَيْفَ انْتَقَلَ اِلَيْهِمْ قَسَمَهُ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کریں ملک کا اور یہ ذکر نہ کریں کہ کیسے منتقل ہوئی ان کے پاس تب بھی تقسیم کرادے۔

تشریح: شرکاء قاضی کے پاس جاکر تقسیم کا دعویٰ کریں اور یہ نہ بتائیں کہ یہ زمین ان کو کیسے ملی تو چونکہ انہوں نے کسی کے لئے ملکیت سابقہ کا اقرار ہی نہیں کیا کہ قضاء علی الغیر لازم آئے اس لئے قاضی ان کے درمیان اس زمین کو تقسیم کردے گا۔

(۲۸۰۳/۱۱) وَاِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الشُّرَكَاءِ يَنْتَفِعُ بِنَصِيْبِهٖ قُسِّمَ بِطَلَبِ اَحَدِهِمْ.

ترجمہ: اور جب شریکوں میں سے ہر ایک نفع اٹھا سکتا ہو اپنے حصہ سے تو تقسیم کردی جائے گی ایک کی طلب پر (اگرچہ دوسرا انکار بھی کرے)

ان چیزوں کا بیان جن کو تقسیم کیا جائے گا اور جن کو تقسیم نہیں کیا جائے گا

تشریح: اگر مشترک چیز ایسی ہو کہ تقسیم کے بعد ہر شخص اپنے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور شرکاء میں سے کوئی ایک تقسیم طلب کرے تو تقسیم کردی جائے گی جیسے شرکت میں دو بکرے ہوں تو تقسیم کے بعد ہر ایک اپنے اپنے بکرے سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور اس میں قاضی کے لئے منکر پر جبر جائز ہوگا۔

(۲۸۰۴/۱۲) وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمْ يَنْتَفِعُ وَالْاٰخَرُ يَسْتَضِرُّ لِقِلَّةِ نَصِيْبِهٖ فَاِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْكَثِيْرِ قُسِّمَ وَاِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْقَلِيْلِ لَمْ يُقَسَّمْ.

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ایک نفع اٹھائے اور دوسرا نقصان اپنا حصہ کم ہونے کی وجہ سے تو اگر طلب کرے زائد حصہ والا تو تقسیم کردی جائے گی اور اگر طلب کرے کم حصہ والا تو تقسیم نہیں کی جائے گی۔

تشریح: دو شریک ہیں ان میں سے ایک کا حصہ بہت کم ہے کہ تقسیم کے بعد جس سے انتفاع نہ ہو سکے اور دوسرے کا حصہ زیادہ ہے کہ تقسیم کے بعد بھی اس سے انتفاع ہوگا اور ان میں سے ایک تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے تو اب قاضی کیا کرے، فرماتے ہیں کہ اگر طلب کرنے والا صاحب کثیر ہے تو بٹوارہ کردیا جائے گا اور صاحب قلیل کی طلب پر بٹوارہ نہ ہوگا کیونکہ اول کی طلب تو معتبر ہے کہ اس کا نفع برقرار ہے اور دوسرے کی طلب غیر معتبر ہے، کیونکہ وہ اپنی بربادی کے درپے ہے۔

(۲۸۰۵/۱۳) وَاِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَسْتَضِرُّ لَمْ يُقَسِّمْهَا اِلَّا بِتَرَاضِيْهِمَا.

ترجمه: اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کو نقصان ہوتا ہو تو تقسیم نہ کرے مگر ان دونوں کی رضامندی کے ساتھ۔

تشریح: کوئی ایسی چیز ہے جس کو تقسیم کرنے کے بعد دونوں کو نقصان ہوگا تو قاضی اس وقت تقسیم کرسکتا ہے جب کہ دونوں راضی ہو جائیں ورنہ تقسیم نہیں کرے گا، جیسے ایک چکی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے اس کو تقسیم کرنے کے بعد کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا دونوں کو نقصان ہوگا، کیونکہ تقسیم کا مقصد یہ ہے کہ ہر شریک اپنی ملک خاص سے منتفع ہو اور یہاں تقسیم کی صورت میں یہ مقصد فوت ہوتا ہے لہٰذا تقسیم نہیں کی جائے گی۔

(۲۸۰۶/۱۴) وَيُقَسَّمُ الْعُرُوْضَ اِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ.

ترجمه: اور تقسیم کردے سامان جب کہ وہ ایک ہی قسم کا ہو۔

تشریح: شئی منقول میں شرکاء نے تقسیم کا مطالبہ کیا اور وہ جنس واحد ہے کپڑے ہیں تو جنس کے متحد ہونے کی وجہ سے یہاں برابری حاصل ہو سکے گی لہٰذا قاضی تقسیم کردے گا اور اس میں قاضی کے لئے منکر پر جبر جائز ہوگا۔

(۲۸۰۷/۱۵) وَلَا يُقَسَّمُ الْجِنْسَيْنِ بَعْضَهَا فِيْ بَعْضٍ.

ترجمه: اور تقسیم نہ کرے دو قسم کا سامان بعض کو بعض میں۔

تشریح: اگر دو جنس کے سامان ہوں مثلاً دس اونٹ ہیں اور بیس گھوڑے ہیں اب بغیر دونوں کی رضامندی کے ایک حصہ دار کو اونٹ دے دے اور دوسرے کو گھوڑے دے دے، ایسا نہیں کرسکتا بلکہ اس طرح کرسکتا ہے کہ پانچ اونٹ اور دس گھوڑے ایک کو اور پانچ اونٹ دس گھوڑے دوسرے کو دے دے اگر دونوں راضی ہو جائیں تو پھر ایک کو دس اونٹ اور دوسرے کو بیس گھوڑے دے سکتا ہے۔

(۲۸۰۸/۱۶) وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَايُقَسَّمُ الرَّقِيْقُ وَلَا الْجَوَاهِرُ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهِ تَعَالٰى يُقَسَّمُ الرَّقِيْقُ.

حل لغات: رقیق: غلام (واحد و جمع دونوں کے لئے) کہا جاتا ہے عَبْدٌ رَقِيْقٌ وَعَبِيْدٌ رَقِيْقٌ اور کبھی ارقاء جمع بولتے ہیں۔

الجواهر: جوهر کی جمع ہے، ہر وہ پتھر جس سے مفید چیز نکالی جائے قیمتی پتھر۔

ترجمه: اور فرمایا امام ابوحنیفہؒ نے کہ تقسیم نہ کیا جائے غلاموں کو اور جواہر کو اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تقسیم کیا جائے گا غلاموں کو۔

تشریح: امام صاحب فرماتے ہیں کہ غلاموں کو جب کہ ان کے ساتھ کوئی اور اسباب نہ ہو تقسیم نہیں کیا جائے گا کیونکہ غلام ظاہری اعتبار سے ایک جیسے ہوں لیکن باطنی خوبی کے اعتبار سے بہت فرق ہوتا ہے مثلاً ایک عقلمند ہے، دوسرا بیوقوف ہے ایک ذہین وہوشیار ہے دوسرا غبی وکند ذہن ہے ایک میں حیاء ہے دوسرا بے شرم ہے، ایک وفادار ہے، دوسرا بے وفا ہے، پس یہ اجناس مختلفہ کے مثل ہو گئے، اس لئے بغیر دونوں کی رضامندی کے ایک ایک غلام تقسیم نہ کرے، یہی حال جواہر کا ہے کیونکہ ہیروں کے اندر مطلق غلاموں سے زیادہ جہالت ہے اور جب غلاموں کے اندر جبراً تقسیم نہ ہوگی تو ہیروں کے اندر بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں غلاموں کو تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ جنس متحد ہے تو یہ اونٹ اور گھوڑوں کی طرح ہو گئے۔

(۲۸۰۹/۱۷) وَلَا يُقَسَّمُ حَمَّامٌ وَلَا بِئْرٌ وَلَا رَحًى إِلَّا أَنْ يَتَرَاضَى الشُّرَكَاءُ.

ترجمہ: اور نہیں تقسیم کیا جائے گا، حمام، کنواں، اور پن چکی مگر یہ کہ راضی ہو جائیں سب شریک۔

تشریح: جہاں تقسیم کرنے میں شرکاء کو نقصان ہو وہاں ان کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہیں کی جائے گی اسی وجہ سے حمام، کنواں اور پن چکیوں کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

(۲۸۱۰/۱۸) وَإِذَا حَضَرَ وَارِثَانِ عِنْدَ الْقَاضِي وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَفَاةِ وَعَدَدِ الْوَرَثَةِ وَالدَّارُ فِي أَيْدِيهِمْ وَمَعَهُمْ وَارِثٌ غَائِبٌ قَسَّمَهَا الْقَاضِي بِطَلَبِ الْحَاضِرِيْنَ وَنَصَبَ لِلْغَائِبِ وَكِيْلًا يَقْبِضُ نَصِيْبَهُ.

ترجمہ: اور جب حاضر ہوں دو وارث قاضی کے پاس اور قائم کر دیں گواہ وفات اور ورثاء کی تعداد پر اور گھر ان کے قبضہ میں ہو اور ان کے ساتھ کوئی غائب وارث ہو تو تقسیم کر دے اس کو قاضی حاضرین کی طلب پر اور مقرر کر دے غائب کے لئے ایک وکیل جو قبضہ کرے، اس کے حصہ پر۔

تشریح: اگر دو وارث حاضر ہوئے اور مورث کی وفات پر اور ورثاء کی تعداد پر گواہ قائم کر دیئے اور ایک وارث اور ہے جو غائب ہے اور گھر انہیں کے قبضہ میں ہے جو موجود ہیں، حاضرین ورثاء نے تقسیم طلب کی تو قاضی ان کے درمیان تقسیم کر دے گا اور وارث غائب کے لئے ایک وکیل مقرر کر دیا جائے گا جو اس کے حصہ پر قبضہ کرے گا تا کہ اس کی حق تلفی نہ ہو۔

(۲۸۱۱/۱۹) وَإِنْ كَانُوْا مُشْتَرِيْنَ لَمْ يُقَسِّمْ مَعَ غَيْبَةِ أَحَدِهِمْ.

ترجمہ: اور اگر وہ خریدار ہوں تو تقسیم نہ کرے ایک کی غیر حاضری میں۔

تشریح: دو آدمی قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے قبضہ میں کوئی گھر ہے انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے

اس گھر کو فلاں آدمی سے خریدا اور ہم تین شریک ہیں ہم میں ایک غائب ہے اور ہم تقسیم چاہتے ہیں تو کیا قاضی تقسیم کرے گا، صاحب کتاب نے فرمایا کہ اگر سب موجود ہوتے تو قاضی تقسیم کر دیتا مگر یہاں تقسیم نہیں کرے گا اگر چہ حاضرین شرکاء خریداری پر گواہ بھی قائم کر دیں۔

سوال: مسئلہ (۱۸) میں جب کہ کوئی وارث غائب ہو آپ نے بٹوارہ کرنے کو کہا تھا اور یہاں انکار کیوں؟

جواب: مسئلہ: (۱۸) میں مورث دنیا سے جا چکا ہے اس لئے وارث اس کی جانب سے خصم ہوں گے تو قضاء علی الغائب نہ ہوگا اور خریدنے کی شکل میں غائب آدمی دنیا میں موجود ہے اس کی جگہ کوئی خصم نہ بن سکے گا تو اگر اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ کریں تو قضاء علی الغائب ہوگا جو کہ جائز نہیں ہے۔

(۲۰/۲۸۱۲) وَاِنْ كَانَ الْعَقَارُ فِيْ يَدِ الْوَارِثِ الْغَائِبِ اَوْ شَيْءٌ مِّنْهُ لَمْ يُقَسَّمْ.

ترجمہ: اور اگر ہو زمین وارث غائب کے قبضہ میں یا اس کا کچھ حصہ ہو تو تقسیم نہ کرے۔

تشریح: یہ صورت مسئلہ (۱۸) کا تتمہ ہے: اس مسئلہ میں جب کہ زمین وغیرہ شرکاء حاضرین کے قبضہ میں تھی حکم یہ تھا کہ بٹوارہ کر دیا جائے گا اور یہاں تتمہ میں فرماتے ہیں کہ اگر زمین اسی وارث کے قبضہ میں ہے جو غائب ہے ساری اسی کے قبضہ میں ہو یا کچھ ہو بہر صورت قاضی تقسیم نہیں کرے گا کیونکہ غائب کا قبضہ ہے حالانکہ کوئی اس کا مقرر کردہ نائب موجود نہیں ہے تو یہاں اگر تقسیم کو جائز کر دیا جائے تو بغیر ایسے خصم کے جو اس کی جانب سے نائب ہو قضاء لازم آئے گی اور یہ قضاء علی الغائب ہوگی جو جائز نہیں ہے۔

(۲۱/۲۸۱۳) وَاِنْ حَضَرَ وَارِثٌ وَّاحِدٌ لَمْ يُقَسَّمْ.

ترجمہ: اور اگر ایک ہی وارث حاضر ہو تو تقسیم نہ کرے۔

تشریح: یہ بھی تتمہ مذکورہ کا جز ہے کہ اگر صرف ایک ہی وارث حاضر ہو اور گواہ بھی قائم کر دے تب بھی قاضی بٹوارہ نہیں کرے گا زمین اس کے قبضہ میں ہو یا غیر کے، کیونکہ فیصلہ کے لئے کم از کم دو شریک حاضر ہونا ضروری ہے۔

(۲۲/۲۸۱۴) وَاِذَا كَانَتْ دُوْرٌ مُّشْتَرَكَةٌ فِيْ مِصْرٍ وَّاحِدٍ قُسِّمَتْ كُلُّ دَارٍ عَلٰى حِدَتِهَا فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ كَانَ الْاَصْلَحُ لَهُمْ قِسْمَةَ بَعْضِهَا فِيْ بَعْضٍ قَسَّمَهَا.

ترجمہ: اور جب ہوں چند مشترک گھر ایک شہر میں تو تقسیم کیا جائے ہر گھر کو علیحدہ علیحدہ امام صاحبؒ کے قول میں اور صاحبینؒ نے فرمایا اگر ہو بہتر ان کے لئے بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر تقسیم کرنا تو تقسیم کر دے۔

تشریح: کچھ لوگوں کے درمیان چند مکان مشترک ہیں اور ایک ہی شہر میں ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ان

میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے گا باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں، ہر مکان میں ہر ایک کا حصہ ہوگا پھر ہر مکان کی قیمت لگا کر برابری کرلیں گے مثلاً تین مکان ہیں، ایک کی قیمت پندرہ لاکھ ہے دوسرے کی دس لاکھ ہے تیسرے کی پانچ لاکھ ہے تو جسے پانچ لاکھ والا مکان ملے گا اسے پندرہ لاکھ والا پانچ لاکھ روپے دے گا اب برابری ہوگئی، تینوں کو ایک ایک گھر ظاہری برابری کی بنیاد پر نہیں دیا جائے گا کیونکہ محلوں اور پڑوسیوں کے اچھے برے ہونے کے لحاظ سے اور مسجد و پانی کے نزدیک اور دور ہونے کے اعتبار سے مکانوں کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں جن میں برابری ناممکن ہے اس لئے ایک مکان میں ایک شریک کا حصہ آپس کی رضامندی کے بغیر جمع نہیں کیا جاسکتا۔

صاحبین کے ہاں علیحدہ علیحدہ تقسیم ضروری نہیں بلکہ اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ ایک مکان ایک شریک اور دوسرا مکان دوسرا شریک لے لے کیونکہ شکل وصورت کے لحاظ سے جنس واحد ہیں اور اختلاف مقاصد کے اعتبار سے مختلف ہیں تو ان کا معاملہ قاضی کی رائے پر چھوڑا جائے گا کہ شریکوں کے حق میں جو صورت بہتر ہو اس پر عمل کرے۔

(۲۳/۲۸۱۵) وَاِنْ كَانَتْ دَاراً وَضَيْعَةً اَوْ دَاراً وَحَانُوْتاً قَسَّمَ كُلَّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَتِهٖ.

ترجمہ: اور اگر ہو مکان اور زمین یا مکان اور دوکان تو تقسیم کرے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ۔

تشریح: زمین اور گھر، دوکان اور گھر، مختلف الجنس ہیں لہٰذا ان کا بٹوارہ الگ الگ ہوگا، ہاں اگر ایک آدمی صرف مکان لینے پر اور دوسرا آدمی صرف زمین لینے پر راضی ہو جائے تو ٹھیک ہے۔

(۲۴/۲۸۱۶) وَيَنْبَغِىْ لِلْقَاسِمِ اَنْ يُّصَوِّرَ مَايُقَسِّمُهٗ وَيُعَدِّلُهٗ وَيَذْرَعُهٗ وَيُقَوِّمُ الْبِنَاءَ وَيُفْرِدُ كُلَّ نَصِيْبٍ عَنِ الْبَاقِىْ بِطَرِيْقِهٖ وَشِرْبِهٖ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ لِنَصِيْبِ بَعْضِهِمْ بِنَصِيْبِ الْآخَرِ تَعَلُّقٌ وَيَكْتُبُ اَسَامِيْهِمْ وَيَجْعَلُهَا قُرْعَةً ثُمَّ يُلَقِّبُ نَصِيْبًا بِالْاَوَّلِ وَالَّذِىْ يَلِيْهِ بِالثَّانِىْ وَالَّذِىْ يَلِيْهِ بِالثَّالِثِ وَعَلٰى هٰذَا ثُمَّ يُخْرِجُ الْقُرْعَةَ فَمَنْ خَرَجَ اسْمُهٗ اَوَّلاً فَلَهُ السَّهْمُ الْاَوَّلُ وَمَنْ خَرَجَ ثَانِيًا فَلَهُ السَّهْمُ الثَّانِىْ.

ترجمہ: اور مناسب ہے تقسیم کرنے والے کے لئے کہ نقشہ بنالے اس کا جس کو تقسیم کرنا ہے اور برابر کر کے ناپ لے اور عمارت کی قیمت لگالے اور جدا کردے ہر ایک کا حصہ باقی سے اس کے راستہ اور نالی کے ساتھ یہاں تک کہ نہ رہے ایک کے حصہ کا دوسرے کے حصہ سے کوئی تعلق اور لکھ لے ان کے نام اور بنالے ان کا قرعہ۔

پھر نامزد کردے ایک حصہ کو اول کے ساتھ اور جو اس سے متصل ہو اس کو ثانی کے ساتھ اور اس کے برابر والے کو ثالث کے ساتھ اور اسی طرز پر پھر نکالے قرعہ پس جس کا نام نکلے پہلے تو اس کے لئے پہلا حصہ ہے اور جس کا نام نکلے دوبارہ تو اس کے لئے دوسرا حصہ ہے۔

تقسیم کے طریقہ کا بیان

تشریح: جب مصنفؒ نے یہ بیان کر دیا کہ کن چیزوں کو تقسیم کیا جائے گا اور کن کو نہیں تو اب تقسیم کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو تقسیم کرنا ہے ان کا پورا نقشہ کاغذ پر اتارے زمین وغیرہ ہو تو اس کے کتنے حصہ دار ہیں، اس کے اعتبار سے زمین کے حصے برابر کرے اور اس کی پیائش کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کتنی ہے، عمارت ہو تو اس کی قیمت لگائے اور مکان اور زمین کے ہر حصہ کو اس کے راستہ اور نالی کے ساتھ الگ الگ کرے تاکہ گھر سے نکلنے میں یا زمین کو سیراب کرنے میں دوسرے سے کوئی تعلق نہ رہے، اور جھگڑا بالکل ختم ہو جائے، پھر ہر ایک حصہ کا نام لکھ لے اور اس کا قرعہ بنالے اور زمین کے حصے لگا کر ان کو نامزد کرے کہ یہ پہلا حصہ ہے اور اس کے بعد والا دوسرا اور پھر تیسرا پھر قرعہ اندازی کرے تو جس کا نام پہلے نکلے اس کو پہلا حصہ دے اور جس کا دوسری مرتبہ میں نکلے اس کو دوسرا حصہ دے اور تیسرا کا بہر حال تیسرا ہے۔

نوٹ: سوال یہ ہے کہ کتنے حصوں پر زمین تقسیم کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مثلاً تین شریک ہیں اور سب کا حصہ برابر ہے تو تین سے تقسیم کیا جائے گا اور اگر تین شریک ہیں اور ایک کا حصہ نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس تو زمین کے چھ حصے کئے جائیں گے پھر اول کو تین اور ثانی کو دو اور ثالث کو ایک دیا جائے گا یعنی حصوں کی برابری کی صورت میں تقسیم عدد رؤس کے اعتبار سے ہوگی اور فرق کی صورت میں جو حصہ سب سے چھوٹا ہے اس کو لیا جائے گا۔

(۲۸۱۷/۲۵) وَلَا يَدْخُلُ فِي الْقِسْمَةِ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ اِلَّا بِتَرَاضِيهِمْ.

ترجمہ: اور داخل نہ ہوں گے تقسیم میں دراہم اور دنانیر مگر ان کی رضامندی سے۔

تشریح: زمین کے بٹوارہ میں شرکاء کی رضامندی کے بغیر دراہم و دنانیر کو داخل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کی شرکت زمین میں ہے نہ کہ دراہم و دنانیر میں مثلاً ایک مکان دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک چاہتا ہے کہ جدھر عمارت زیادہ ہے اس کو میں لے لوں اور دوسرے کو اس کا عوض دے دوں اب وہ دوسرا چاہتا ہے کہ میں اس کا عوض زمین لوں اور یہ چاہتا ہے کہ قیمت دے دوں تو قاضی جبر نہیں کر سکتا اور دوسرے کو زمین ہی دے گا لیکن جہاں روپے پیسوں کو داخل کئے بغیر چارۂ کار نہ ہو، وہاں مجبوراً داخل کیا جائے گا مثلاً مکان کا بعض حصہ ایسا ہو کہ اس کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر ہی نہیں سکتے تو ایسی مجبوری کے درجہ میں قاضی کو اختیار ہے کہ ایک کو مکان زیادہ دے دے اور اس کے بدلہ میں دوسرے کو درہم یا دینار دے دے۔

(۲۸۱۸/۲۶) فَاِنْ قُسِّمَ بَيْنَهُمْ وَلِاَحَدِهِمْ مَسِيلٌ فِي مِلْكِ الْآخَرِ اَوْ طَرِيقٌ لَمْ يُشْتَرَطْ فِي

الْقِسْمَةِ فَاِنْ اَمْكَنَ صَرْفُ الطَّرِيْقِ وَالْمَسِيْلِ عَنْهُ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّسْتَطْرِقَ وَيَسِيْلُ فِيْ نَصِيْبِ الْاٰخَرِ وَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْ فَسَخَتِ الْقِسْمَةُ.

حل لغات: مسیل: نالی، سَیْلٌ سے مشتق ہے، اسی سے یسیل مضارع ہے مصدر سیلاً وسیلاناً بہنا۔ یستطرق: فعل مضارع استطرق الشئ راستہ بنانا۔

ترجمہ: اگر تقسیم کردیا گیا مکان ان کے درمیان اور ان میں سے ایک کی نالی ہو دوسری کی ملک میں یا راستہ ہو حالانکہ تقسیم میں اس کی شرط نہیں تھی سو اگر ممکن ہو راستہ اور نالی کو ہٹانا اس کی طرف سے تو جائز نہیں اس کے لئے یہ کہ راستہ یا نالی نکالے دوسرے کے حصہ میں اور اگر ممکن نہ ہو تو ٹوٹ جائے گی تقسیم۔

تشریح: ایک مشترک مکان کی تقسیم ہوئی تو مکان کے ساتھ نکلنے کا راستہ بھی دوسرے حصہ داروں کے راستہ سے بالکل جدا ہونا چاہئے اسی طرح زمین کی تقسیم کا قاعدہ یہ ہے کہ پانی کی نالی دوسرے حصہ داروں سے جدا ہو اور اگر مجبوری ہو تو تقسیم کے وقت ہی شرط لگادے کہ یہ مکان والا فلاں راستہ سے گذرے گا یا یہ زمین والا فلاں نالی سے کھیت کی سنچائی کرے گا، لیکن اگر ایسی کوئی شرط نہیں لگائی تھی، اب صورت حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے حصہ میں کو گذرتا ہے اور اس کے حصہ میں اپنی نالی بہاتا ہے تو اب کیا ہوگا، تو فرمایا کہ اب دو صورتیں ہیں (۱) اگر اپنا راستہ اور نالی اپنے حصہ میں کرسکتا ہے تو پھر کرنا ضروری ہے۔ (۲) اور اگر نہیں کرسکتا تو یہ تقسیم ٹوٹ جائے گی اور قاسم دوبارہ اس طرح تقسیم کرے کہ اپنی زمین میں نالی اور راستہ بن سکے۔

(۲۸۱۹/۲۷) وَاِذَا كَانَ سِفْلٌ لَا عُلْوَ لَهُ اَوْ عُلْوٌ لَا سِفْلَ لَهُ اَوْ سِفْلٌ لَهُ عُلْوٌ قُوِّمَ كُلُّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَتِهٖ وَقُسِّمَ بِالْقِيْمَةِ وَلَا يُعْتَبَرُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ.

حل لغات: سفل: نیچے کا مکان۔ علو: دوسری منزل کا مکان، بالاخانہ۔

ترجمہ: اور جب ہو نچلا مکان جس کا بالاخانہ نہ ہو یا ہو بالاخانہ جس کا نچلا مکان نہ ہو یا نچلا اور بالاخانہ دونوں ہوں تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگائی جائے گی اور قیمت کے ذریعہ بٹوارہ کیا جائے گا۔

دومنزلہ مکانوں کی تقسیم کا بیان

تشریح: ایک نیچے والا مکان دو میں مشترک ہے اوپر والا کسی اور کا ہے یا اوپر والا دو میں مشترک ہے نیچے والا کسی اور کا ہے، یا نیچے اوپر کا ایک مکان دو میں مشترک ہے، تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسے مشترک مکانوں کی تقسیم علیحدہ علیحدہ قیمت لگا کر ہوگی، فتویٰ اسی قول پر ہے، مگر یہاں ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، مگر شامی وغیرہ میں صراحت ہے کہ عمارت کی قیمت لگائی جائے گی اور خالص زمین اور صحن کی تقسیم گزوں سے ہوگی

صورت مسئلہ مندرجہ ذیل نقشہ سے بخوبی واضح ہوسکتی ہے۔

یہ علو کسی اور کا ہے	یہ بالاخانہ دو میں مشترک ہے	اس میں بھی اشتراک ہے
اس میں اشتراک ہے	سفل کسی اور کا ہے	اس میں اشتراک ہے

امام محمدؒ کے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ نچلے مکان میں کنواں بنایا جاسکتا ہے، تہ خانہ اور اصطبل وغیرہ بنایا جاسکتا ہے، جو بالاخانہ میں نہیں بن سکتا، چناں چہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنسوں کے ہوئے اس لئے شرکاء کے حصوں میں برابری قیمت کے اعتبار سے ہوسکتی ہے۔

(۲۸۲۰/۲۸) وَاِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَقَاسِمُوْنَ فَشَهِدَ الْقَاسِمَانِ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا.

ترجمہ: اور جب اختلاف کریں تقسیم کرانے والے اور گواہی دیں تقسیم کرنے والے تو قبول کی جائے گی ان کی گواہی۔

تشریح: قاسمین نے شرکاء کے درمیان تقسیم کردی اب شرکاء میں اختلاف ہوا ان میں سے کسی نے کہا کہ میرا حصہ مجھ تک نہیں پہنچا، حالاں کہ میرے حصہ میں فلاں کمرہ بھی تھا اور دو قاسموں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ لے لیا ہے تو کیا ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی، تو امام قدوریؒ نے مطلقاً فرمایا کہ قبول کی جائے گی۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے امام محمد کے نزدیک گواہی قبول نہ ہوگی اور شیخین کا مذہب یہ ہے کہ گواہی قبول کی جائے گی۔

(۲۸۲۱/۲۹) وَاِنِ ادَّعٰی اَحَدُهُمَا الْغَلَطَ وَزَعَمَ اَنَّهٗ اَصَابَهٗ شَیْءٌ فِیْ یَدِ صَاحِبِهٖ وَقَدْ اَشْهَدَ عَلٰی نَفْسِهٖ بِالْاِسْتِیْفَاءِ لَمْ یُصَدَّقْ عَلٰی ذٰلِكَ اِلَّا بِبَیِّنَةٍ.

ترجمہ: اور اگر دعویٰ کرے ان میں سے ایک غلطی کا اور کہے کہ میرا کچھ حصہ دوسرے کے قبضہ میں ہے حالانکہ وہ اقرار کرچکا تھا اپنے نفس پر وصولیابی کا تو اس پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی مگر گواہوں کے ساتھ۔

تقسیم میں غلطی کے دعویٰ اور تقسیم میں استحقاق کے دعویٰ کا بیان

تشریح: ایک گھر تین آدمیوں کے درمیان مشترک تھا انہوں نے بٹوارہ کیا اور اپنے اپنے حق پر قابض ہوگئے اب ان میں سے ایک کہتا ہے کہ تقسیم صحیح نہیں ہوئی اور میرا کچھ حصہ دوسرے حصہ دار کے قبضہ میں چلا گیا حالانکہ وہ پہلے اپنا حصہ وصول کر لینے کا اقرار کر چکا تھا تو اب اگر تقسیم غلط ہونے پر دو گواہ پیش کر دے تو اس کی بات مانی جائے گی اور تقسیم توڑ کر دوبارہ تقسیم کی جائے گی، ورنہ اس کی طلب پر قاضی دوسرے شرکاء سے حلف لے گا ان میں سے ایک نے قسم کھالی اور ایک نے انکار کر دیا تو مدعی اور منکر کے حصوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کے حصوں کے بقدر پھر تقسیم کر دی جائے گی اور قسم کھانے والا درمیان سے خارج ہوگا۔

(۲۸۲۲/۳۰) وَاِنْ قَالَ اسْتَوْفَيْتُ حَقِّيْ ثُمَّ قَالَ اَخَذْتُ بَعْضَهٗ فَالْقَوْلُ قَوْلُ خَصْمِهٖ مَعَ يَمِيْنِهٖ.

حل لغات: استوفیت: فعل ماضی واحد متکلم مصدر استیفاء وصول کرنا۔

فالقول قول خصمه مع یمینه: اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی کے پاس گواہ نہیں ہے، تب مدعی علیہ کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر کہے کہ میں اپنا حق لے چکا تھا پھر کہے کہ میں نے اس کا کچھ حصہ لیا ہے تو قول اس کے مد مقابل کا معتبر ہوگا اس کی قسم کے ساتھ۔

تشریح: اولاً مدعی نے کہا کہ اپنا حق لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا حق لے لیا پھر بعد میں کہے کہ بعض حق لیا ہے تو اس کی باتوں میں تضاد ہے، اور گویا کہ مدعی اپنے خصم اور مد مقابل پر غصب کا دعویٰ کر رہا ہے اور وہ منکر ہے اور منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے لہٰذا خصم کا قول معتبر ہوگا۔

(۲۸۲۳/۳۱) وَاِنْ قَالَ اَصَابَنِيْ اِلٰى مَوْضِعِ كَذَا فَلَمْ يُسَلِّمْهُ اِلَيَّ وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْاِسْتِيْفَاءِ وَكَذَّبَهٗ شَرِيْكُهٗ تَحَالَفَا وَفُسِخَتِ الْقِسْمَةُ.

ترجمہ: اور اگر کہے کہ پہنچتا ہے مجھ کو فلاں جگہ تک اور نہیں دیا مجھ کو وہاں تک اور اس نے اقرار نہیں کیا اپنے نفس پر پورا حق لینے کا اور جھٹلایا اس کو اسکے شریک نے تو دونوں قسم کھائیں گے، اور تقسیم ٹوٹ جائے گی۔

تشریح: اگر ایک حصہ دار اپنا پورا حصہ لینے کا اقرار کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میری جگہ وہاں تک ہے جو مجھے

نہیں دی گئی اور دوسرا شریک منکر ہے، اور اس کو جھٹلاتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ فلاں جگہ تک اس کا حصہ پہنچا دیا گیا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو یہ دونوں قسمیں کھائیں گے اور تقسیم توڑ کر دوبارہ تقسیم کی جائے گی۔

(۳۲/۲۸۲۴) وَاِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ نَصِيْبِ اَحَدِهِمَا بِعَيْنِهٖ لَمْ تَفْسَخِ الْقِسْمَةُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَجَعَ بِحِصَّةِ ذٰلِكَ مِنْ نَصِيْبِ شَرِيْكِهٖ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ تَفْسَخُ الْقِسْمَةُ.

ترجمہ: اور اگر کسی اور کا نکل آئے ان میں سے خاص ایک کا کچھ حصہ تو تقسیم نہ ٹوٹے گی امام صاحبؒ کے نزدیک بلکہ لے لے گا اتنا ہی اپنے شریک کے حصہ میں سے، اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ تقسیم ٹوٹ جائے گی۔

تشریح: زید اور خالد کے درمیان ایک گھر مشترک تھا جو تین ہزار گز تھا، دونوں نے بٹوارہ کیا تو زید کے حصہ میں راستہ کی جانب کا حصہ آیا، جو قیمتی ہوتا ہے، تو زید کے ایک ہزار گز خالد کے دو ہزار گز کے برابر ہے، قیمت اور مالیت کے اعتبار سے جس کی صورت مندرجہ ذیل ہے۔
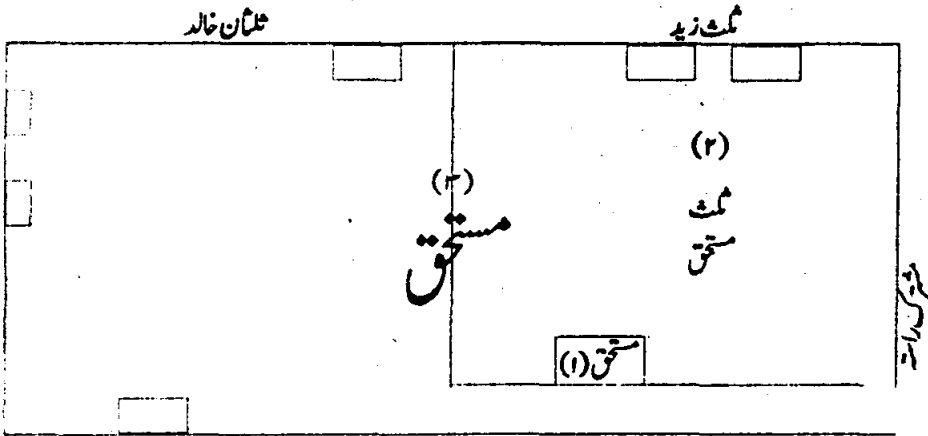
دونوں اپنے اپنے حصوں پر قابض ہو گئے، کہ راشد نے قاضی کی عدالت میں استحقاق کا دعویٰ کر دیا اور اس پر گواہ پیش کر دیے لہٰذا جتنا اس کا استحقاق تھا وہ راشد کو مل گیا اب تقسیم کا کیا حکم ہوگا تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) راشد زید کے حصہ میں صرف ایک کمرہ کا دعویٰ کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ راشد نے زید کے حصہ میں ایک معین جزء کا دعویٰ کیا ہے جس کو نقشہ میں مستحق (۱) سے تعبیر کیا گیا ہے (۲) راشد زید کے حصہ میں غیر معین جزء کا دعویٰ کرے یعنی کہے کہ اس میں میرا ثلث ہے اس کو نقشہ میں مستحق ثلث (۲) سے تعبیر کیا گیا ہے (۳) راشد دعویٰ کرے، کہ پورے گھر میں میرا آدھا ہے یعنی اس کا حصہ شائع ہے زید اور خالد دونوں کے حصوں میں۔

پہلی صورت میں بالاتفاق تقسیم نہیں ٹوٹے گی البتہ راشد نے جتنا حصہ زید سے لیا ہے اس کا حساب وہ خالد سے کر کے اپنے حساب کے بقدر خالد سے واپس لے گا۔

اور تیسری صورت میں بالاتفاق تقسیم ٹوٹ جائے گی اور دوبارہ ہوگی اور دوسری صورت اختلافی ہے، طرفین کے

نزدیک تقسیم نہیں ٹوٹے گی بلکہ پہلی صورت کی طرح زید خالد سے اپنے حساب کے بقدر واپس لے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک تقسیم فسخ کردی جائے گی یہ ہے اصل مسئلہ اور اس میں اختلاف کی تفصیل

مگر صاحب کتاب نے پہلی صورت ذکر کرکے اس میں وہ اختلاف نقل کردیا جو دوسری صورت میں ہے تو امام قدوریؒ کی یہ نقل خلاف حقیقت ہے۔

كِتَابُ الْإِكْرَاهِ

ماقبل سے مناسبت: کتاب الاکراہ کو کتاب القسمۃ سے مناسبت اس طرح ہے کہ قاضی کے لئے بٹوارہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والے کو مجبور کرنا درست ہے، اسی طرح مکرِہ (زبردستی کرنے والے) کو اکراہ سے روکنا اور مجبور کرنا درست ہے۔

اکراہ کی لغوی تعریف: کسی آدمی پر زبردستی کرکے کسی کام کے کروانے کو اکراہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: اکراہ وہ فعل ہے کہ آدمی دوسرے کی وجہ سے اس طرح کرے کہ اس کی رضامندی اور اختیار جاتا رہے۔

(۱/۲۸۲۵) اَلْاِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ اِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَقْدِرُ عَلٰى اِيْقَاعِ مَا يُوْعَدُ بِهٖ سُلْطَانًا كَانَ اَوْ لِصًّا.

حل لغات: یوعد: فعل مضارع مجہول (ض) ایعاداً دھمکی دینا اور بعض نسخوں میں تَوَعَّدَ بھی ہے اس کے معنی بھی دھمکی دینے کے ہیں۔ لص: چور جمع لُصُوْصٌ.

ترجمہ: اکراہ کا حکم ثابت ہوجاتا ہے جب حاصل ہو اس سے جو قدرت رکھتا ہو اس کے واقع کرنے پر جس کی دھمکی دی گئی ہے بادشاہ ہو یا چور۔

اکراہ کے ثبوت کی شرطوں کا بیان

تشریح: تحقق اکراہ کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) مُکرِہ اس امر پر قادر ہو جس کا وہ خوف دلا رہا ہے۔ (۲) مُکرَہ کو اس بات کا ظن غالب ہو کہ مُکرِہ جس امر کا خوف دلا رہا ہے وہ اس کے ساتھ کر گزرے گا، امام صاحبؒ کے نزدیک اکراہ کا ثبوت بادشاہ سے ہی متحقق ہوسکتا ہے، اس لئے کہ جس چیز کی دھمکی دی جارہی ہے اس پر قدرت بغیر لشکر کے نہیں ہوسکتی اور فوج بادشاہ کے پاس ہی ہوتی ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ بادشاہ کے علاوہ چور وغیرہ سے بھی اکراہ کا ثبوت ہوجائے گا تغیر زمانہ کی وجہ سے صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ دیا جائے گا۔

(۲/۲۸۲۶)وَإِذَا اُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ مَالِهٖ اَوْ عَلٰى شِرَاءِ سِلْعَةٍ اَوْ عَلٰى اَنْ يُقِرَّ لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ اَوْ يُوَاجِرَ دَارَهٗ وَاُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْقَتْلِ اَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيْدِ اَوْ بِالْحَبْسِ فَبَاعَ اَوِ اشْتَرٰى فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَمْضَي الْبَيْعَ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَهٗ وَرَجَعَ بِالْمَبِيْعِ.

حل لغات: سلعة: سامان جمع سِلَعٌ. یواجر: فعل مضارع مصدر ایجارا کرایہ پر دینا۔ المحبس: باب (ض) کا مصدر ہے قید کرنا۔

ترجمہ: اور جب مجبور کیا گیا کسی کو اپنے مال کے بیچنے یا کوئی سامان خریدنے یا کسی کے لئے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنے یا اپنا گھر کرایہ پر دینے پر اور مجبور کیا گیا ان تمام چیزوں پر قتل کر دینے یا سخت مارنے یا قید کرنے کی دھمکی کے ساتھ پس اس نے بیچ دیا یا خرید لیا تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے بیع کو باقی رکھے اور اگر چاہے اس کو توڑ دے اور مبیع واپس لے لے۔

اکراہ کے احکام کی تفصیل

تشریح: کسی آدمی کو مجبور کیا کہ وہ اپنا مال بیچ دے یا کوئی سامان خریدے یا کسی آدمی کے لئے ہزار درہم کا اقرار کرے یا اپنے گھر کو کرایہ پر دے اور مجبور بھی کیا قتل کرنے کی دھمکی دے کر یا سخت مار کی دھمکی دے کر یا قید کرنے کی دھمکی دے کر اس نے ان مجبوریوں کی وجہ سے سامان بیچ دیا یا خرید لیا، یا ایک ہزار کا اقرار کر لیا یا گھر کرایہ پر دے دیا تو زوال اکراہ کے بعد اس کو اختیار ہے چاہے ان عقود کو نافذ کرے اور چاہے فسخ کر ڈالے اور مبیع وغیرہ واپس لے لے کیونکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں مکرَہ کے تمام تصرفات قول کے لحاظ سے منعقد ہوتے ہیں، اب جو عقود فسخ کا احتمال رکھتے ہیں جیسے بیع اور اجارہ وغیرہ تو ان کو فسخ کر سکتا ہے، متن میں چاروں عقد ایسے ہی ہیں۔

(۳/۲۸۲۷) فَاِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ طَوْعًا فَقَدْ اَجَازَ الْبَيْعَ وَاِنْ كَانَ قَبَضَهٗ مُكْرَهًا فَلَيْسَ بِاِجَازَةٍ وَعَلَيْهِ رَدُّهٗ اِنْ كَانَ قَائِمًا فِيْ يَدِهٖ.

حل لغات: طوعا: خوشی سے۔ مکرہ: اسم مفعول جس پر زبردستی کی جائے۔

ترجمہ: اب اگر قیمت پر بخوشی قبضہ کر لے تو گویا بیع کو جائز قرار دے دیا اور اگر قبضہ کرے مجبور ہو کر تو یہ اجازت نہ ہوگی اور اس پر اس کا لوٹانا ہوگا اگر ہو اس کے پاس موجود۔

تشریح: بائع نے بیع مجبور کرنے کی وجہ سے کی اب ثمن پر قبضہ کرنے کا مرحلہ آیا تو دیکھا جائے گا کہ خوشی سے ثمن پر قبضہ کرتا ہے یا مجبوری کے درجہ میں، اگر اس کی قیمت لی بخوشی تو بخوشی قیمت لینا بیع کو نافذ کرنا اور اس سے راضی ہونا ہے اور اگر قیمت مجبور ہو کر لی تو یہ بیع کی اجازت نہ ہوگی اس صورت میں اگر ثمن اسکے پاس موجود ہو تو واپس کر دے۔

(۴/۲۸۲۸) وَاِنْ هَلَكَ الْمَبِيْعُ فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ وَهُوَ غَيْرُ مُكْرَهٍ ضَمِنَ قِيْمَتَهٗ وَلِلْمُكْرَهِ اَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ اِنْ شَاءَ.

ترجمہ: اور اگر مبیع ہلاک ہو جائے مشتری کے پاس اور وہ مجبور کیا ہوا نہیں تھا تو ضامن ہوگا اس کی قیمت کا (بائع کے لئے) اور مجبور کئے ہوئے کو حق ہے کہ وہ ضامن بنائے مجبور کرنے والے کو اگر چاہے۔

تشریح: بائع کو کسی نے مجبور کر کے بیع کروائی اور مشتری نے اس کو بلا جبر خریدا تو مشتری کو چاہئے تھا کہ بیع توڑ کر مبیع بائع کو واپس کرے لیکن ابھی ایسا نہیں کیا تھا کہ مبیع مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو مشتری بائع کو اس کی قیمت کا تاوان دے گا کیونکہ مُکرَہ کی بیع فاسد ہے اور بیع فاسد میں بھی مبیع مشتری پر مضمون ہوتی ہے لیکن مُکرَہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس نے اس پر زبردستی کی تھی اس سے قیمت کا تاوان لے لے اس صورت میں مکرہ مشتری سے وصول کرے گا۔

(۵/۲۸۲۹) وَاِنْ اُكْرِهَ عَلٰى اَنْ يَّأْكُلَ الْمَيْتَةَ اَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ فَاُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِحَبْسٍ اَوْ بِضَرْبٍ اَوْ قَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ لَهٗ اِلَّا اَنْ يُّكْرَهَ بِمَا يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَائِهٖ فَاِذَا خَافَ ذٰلِكَ وَسِعَهٗ اَنْ يُّقْدِمَ عَلٰى مَا اُكْرِهَ عَلَيْهِ وَلَا يَسَعُهٗ اَنْ يَّصْبِرَ عَلٰى مَا تُوُعِّدَ بِهٖ فَاِنْ صَبَرَ حَتّٰى اَوْقَعُوْا بِهٖ وَلَمْ يَأْكُلْ فَهُوَ اٰثِمٌ.

حل لغات: المیتۃ مردار جمع میتات. الخمر: انگوری شراب، ہر نشیلی چیز۔ حبس: قید خانہ۔ قید، پیروں میں بیڑی ڈالنا۔ یقدم: فعل مضارع مصدر اقدام کسی کام کو کرنا۔ توعد: ماضی مجہول باب تفعیل سے دھمکی دینا۔ اوقعوا: وقع سے مشتق ہے واقع کرنا، اس کام کو کر دیا جس کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ آثم: گناہ گار۔

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا جائے مردار کھانے یا شراب پینے پر حبس کرنے یا مارنے یا قید کرنے کی دھمکی کے ساتھ تو جائز نہ ہوگا اس کے لئے یہ مگر یہ کہ مجبور کیا جائے ایسی دھمکی سے جس سے ڈر ہو اپنی جان یا کسی عضو کا جب اس کا ڈر ہو تو جائز ہے یہ کہ اقدام کرے اس کا جس پر مجبور کیا گیا ہے، اور گنجائش نہیں ہے اس کے لئے کہ دھمکی پر صبر کر لے اگر وہ صبر کرے یہاں تک کہ وہ کر گزرے اس کے ساتھ پھر بھی نہ کھائے تو گناہ گار ہوگا۔

تشریح: کسی نے کسی کو حرام چیزوں کے کھانے پر مجبور کیا مثلاً مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا تو اگر قید کرنے یا تھوڑا بہت مارنے کی دھمکی دی گئی تو اس سے ان چیزوں کے کھانے کی گنجائش نہیں ہوگی ہاں اگر قتل کرنے کی دھمکی ہو یا کسی عضو کو کاٹ لینے کی دھمکی ہو اور غالب گمان ہو کہ ایسا کر ہی ڈالے گا تب اس کے لئے گنجائش ہے کہ مردار کھالے یا شراب پی لے، پھر بھی اس نے نہ مردار کھایا نہ شراب پی، آخر مجبور کرنے والے نے قتل کر دیا یا عضو کاٹ دیا تو نہ کھانے والا گناہ گار ہو کر مرے گا۔

(۶/۲۸۳۰) وَاِذَا اُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ بِسَبِّ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَيْدٍ اَوْ حَبْسٍ

اَوْ ضَرْبٍ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِكْرَاهًا حَتّٰى يُكْرَهَ بِاَمْرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَائِهٖ فَاِذَا خَافَ عَلٰى ذٰلِكَ وَسِعَهٗ اَنْ يُّظْهِرَ مَا اَمَرُوْهُ بِهٖ وَيُوَرِّیْ فَاِذَا اَظْهَرَ ذٰلِكَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَاِنْ صَبَرَ حَتّٰى قُتِلَ وَلَمْ يُظْهِرِ الْكُفْرَ كَانَ مَاجُوْرًا.

حل لغات: سب: باب نصر کا مصدر ہے، بہت گالی دینا۔ یوری: فعل مضارع، ورّی توریۃ اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنا ایسا جملہ کہنا جس سے مخاطب اپنے مطلب کی بات سمجھے حالانکہ قائل اس کا مطلب کچھ اور لے رہا ہے۔ ماجور: اسم مفعول ثواب دیا گیا نیک بدلہ دیا گیا۔

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا گیا اللہ کا انکار کرنے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے پر قید کرنے یا مارنے کی دھمکی سے تو یہ اکراہ نہ ہوگا، یہاں تک کہ مجبور کیا جائے ایسی دھمکی سے کہ جس سے خوف ہو اپنی جان پر یا کسی عضو پر جب اس کا خوف ہو تو گنجائش ہے یہ کہ ظاہر کرے اس کو جس کا انہوں نے حکم کیا ہے اور توریہ کرے جب وہ یہ ظاہر کردے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر وہ صبر کرے حتی کہ قتل کردیا جائے اور نہ ظاہر کرے کفر کو تو اس کو ثواب دیا جائے گا۔

تشریح: اگر کسی کو مار پٹائی یا قید کرنے کی دھمکی سے کلمہ کفر یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا گیا تو یہ اکراہ نہ ہوگا ہاں اگر کسی شخص کو کلمۂ کفر یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا گیا اور جان یا کوئی عضو تلف کردینے کی دھمکی دی گئی اور غالب گمان ہے کہ مجبور کرنے والا ایسا کر ہی ڈالے گا تو اس کو زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو حالانکہ یہاں محرم شرک یعنی حدوث عالم اور کفر کی حرمت پر دلالت کرنے والی نصوص اور حرمت دونوں موجود ہیں۔ پس اس کے باوجود اس کو اس کی رخصت دی گئی ہے یعنی اگر کلمہ کفر زبان سے کہہ لیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر یہ شخص کلمہ کفر کہنے سے رک گیا یہاں تک کہ اس کو قتل کردیا گیا تو اس کا حق صورۃً بھی فوت ہوجائے گا اور معنیً بھی صورۃً تو اس لئے کہ اس کی فطرت یعنی اصل ڈھانچہ ہی بگڑ جاتا ہے اور معنیً اس لئے کہ اس کی جان ختم ہوجاتی ہے البتہ کلمۂ کفر کہنے سے اللہ کا حق فوت نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ رکن اصلی یعنی تصدیق جس کا تعلق قلب سے ہے وہ باقی رہتا ہے پس کلمہ کفر کہنے سے رک جانا عزیمت ہے حتی کہ اگر اس نے صبر کیا اور قتل ہوگیا تو یہ شخص ماجور ہوگا اور اگر ہلاکت سے بچنے کے لئے کلمہ کفر زبان سے کہہ لیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔

(۱۳۱/۲۸/۷) وَاِنْ اُكْرِهَ عَلٰى اِتْلَافِ مَالِ مُسْلِمٍ بِاَمْرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَائِهٖ وَسِعَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ وَلِصَاحِبِ الْمَالِ اَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ.

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا گیا مسلمان کے مال کو ضائع کرنے پر ایسی دھمکی سے جس سے خوف ہو جان پر یا کسی عضو پر تو جائز ہے یہ کہ کر گزرے یہ اور مال والے کے لئے جائز ہے کہ تاوان لے لے مجبور کرنے والے سے۔

تشریح: اگر قتل نفس یا قطع عضو کی دھمکی سے کسی کو دوسرے کا مال تلف کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس کے لئے مال تلف کرنے کی اجازت ہوگی حالانکہ یہاں محرم اور حرمت دونوں موجود ہیں دلیل یہ ہے کہ مال تلف نہ کرنے کی صورت میں مکرہ کا حق بالکلیہ فوت ہو جاتا ہے اور مال تلف کرنے کی صورت میں مالک کا حق بصورت ضمان باقی رہتا ہے لہٰذا عزیمت اگرچہ مال کا تلف نہ کرنا ہے لیکن تلف کرنے کی بھی اجازت ہوگی اور صاحب مال اپنے مال کا تاوان مُکرِہ سے لے گا نہ کہ مُکرَہ سے۔

(۸/۲۸۳۲) وَاِنْ اُكْرِهَ بِقَتْلٍ عَلٰى قَتْلِ غَيْرِهٖ لَمْ يَسَعْهُ اَنْ يُّقْدِمَ عَلَيْهِ وَيَصْبِرُ حَتّٰى يُقْتَلَ فَاِنْ قَتَلَهٗ كَانَ اٰثِمًا وَالْقِصَاصُ عَلَى الَّذِیْ اَكْرَهَهٗ اِنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمَدًا.

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا گیا قتل کی دھمکی سے دوسرے کو قتل کرنے پر تو اس کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ اس کا اقدام کرے اور صبر کرے یہاں تک کہ قتل ہو جائے پھر اگر اس نے قتل کیا تو گنہگار ہوگا اور قصاص اس پر ہوگا جس نے مجبور کیا اگر قتل عمداً ہو۔

تشریح: کسی ظالم نے کسی آدمی کو قتل کی دھمکی دے کر کہا کہ اگر تم فلاں کو قتل نہیں کرو گے تو میں تم کو قتل کردوں گا اس قتل کی دھمکی کے باوجود اس کے لئے جائز نہیں کہ فلاں کو قتل کرے بلکہ صبر کرے اور خود قتل ہو جائے اور اگر مجبور نے فلاں کو قتل کر دیا تو یہ گناہ گار ہوگا کیونکہ کسی کو ناحق قتل کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں گناہ گار قتل کرنے والا بھی ہوگا اور مجبور کرنے والا بھی، آگے فرماتے ہیں کہ اگر مجبور نے جان بوجھ کر قتل کیا تو قصاص مجبور آدمی سے نہ لیا جائے گا بلکہ جس نے مجبور کیا ہے اس سے لیا جائے گا کیونکہ یہ آدمی حقیقت میں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اسے تو مجبور کیا ہے گویا کہ یہ دھار دار آلہ کی طرح ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ آلہ جو استعمال کرتا ہے اسی پر قصاص ہوتا ہے۔

(۹/۲۸۳۳) وَاِنْ اُكْرِهَ عَلٰى طَلَاقِ امْرَأَتِهٖ اَوْ عِتْقِ عَبْدِهٖ فَفَعَلَ وَقَعَ مَا اُكْرِهَ عَلَيْهِ وَيَرْجِعُ عَلَى الَّذِیْ اَكْرَهَهٗ بِقِيْمَةِ الْعَبْدِ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ مَهْرِ الْمَرْأَةِ اِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ.

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا گیا اپنی بیوی کو طلاق دینے یا اپنے غلام کو آزاد کرنے پر اس نے کر لیا تو واقع ہوگا وہ جس پر اس کو مجبور کیا گیا ہے اور لے گا اس سے جس نے مجبور کیا غلام کی قیمت اور بیوی کا آدھا مہر اگر طلاق صحبت سے پہلے ہو۔

تشریح: اگر بیوی کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا اور اس نے طلاق دے دی یا آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک یہ امور واقع ہو جائیں گے اب آزاد کرنے کی صورت میں مُکرَہ مُکرِہ سے غلام کی قیمت لے گا مالدار ہو یا غریب اور طلاق کی صورت میں متعین مہر کا آدھا لے گا اگر اس نے خلوت صحیحہ نہ کی ہو کیونکہ شوہر پر جو مہر واجب تھا اس کے ساقط ہونے کا احتمال تھا بایں معنی کہ عورت اپنے شوہر کے بیٹے سے زنا کا ارتکاب کر لیتی تو فرقت عورت کی جانب

سے ہوتی، لیکن جب طلاق واقع ہوگئی تو مہر مؤکد ہوگیا تو اتلاف مال مکرِہ کی جانب منسوب ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ ہوچکی ہوتو مکرِہ سے کچھ نہیں لے سکتا کیونکہ اب مہر وطی کی وجہ سے مؤکد ہوا ہے۔

(۱۰/۲۸۳۴) وَاِنْ اُكْرِهَ عَلَى الزِّنَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا اَنْ يُّكْرِهَهُ السُّلْطَانُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَايَلْزَمُهُ الْحَدُّ.

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا گیا زنا پر تو واجب ہوگی اس پر حد امام صاحبؒ کے نزدیک مگر یہ کہ مجبور کرے اس کو بادشاہ اور صاحبین نے فرمایا کہ حد لازم نہ ہوگی۔

تشریح: چونکہ صحبت بغیر انتشار آلہ کے نہیں ہوسکتی اور انتشار خوف کے ساتھ نہیں ہوسکتا انتشار تو اس وقت ہوتا ہے جب دل میں مزہ ہو اور نفس میں سکون ہو اب اگر کسی مرد کو زنا پر مجبور کیا گیا اور اس نے زنا کرلیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دل میں مزہ بھی ہے اور نفس میں سکون بھی ہے، تو سب کچھ اپنے اختیار سے کیا اس لئے اس پر حد ہوگی، برخلاف عورت کے کہ اس پر حد نہ ہوگی، کیونکہ اس سے زبردستی کرسکتا ہے اور چوں کہ امام صاحب کے نزدیک اکراہ کا ثبوت بادشاہ ہی سے متحقق ہوسکتا ہے اس لئے اگر بادشاہ نے مجبور کرکے کسی مرد سے زنا کا ارتکاب کروایا تو اس پر حد نہ ہوگی مذکورہ مسئلہ میں صاحبین کی رائے یہ ہے کہ حد لازم نہ ہوگی خواہ بادشاہ مجبور کرے یا کوئی اور کیونکہ اکراہ کا ثبوت بادشاہ کے علاوہ سے بھی ہوجاتا ہے، اس لئے یہاں شبہ ہے کہ خود سے زنا نہیں کیا اس لئے حد واجب نہ ہوگی۔

(۱۱/۲۸۳۵) وَاِذَا اُكْرِهَ عَلَى الرِّدَّةِ لَمْ تَبِنِ امْرَأَتُهُ مِنْهُ.

ترجمہ: اور اگر مجبور کیا گیا مرتد ہونے پر تو اس کی بیوی بائنہ نہ ہوگی۔

تشریح: اس سے قبل بات گذر چکی ہے کہ اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے صرف زبان سے کہا تو وہ اپنے اسلام پر ہی برقرار رہے گا اسی کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا تو اس کی بیوی جدا نہ ہوگی اور نہ نکاح ٹوٹے گا۔

كِتَابُ السِّيَر

(یہ کتاب جہاد کے احکام کے بیان میں ہے)

ماقبل سے مناسبت: جس طرح اکراہ میں مشقت برداشت کی جاتی ہے، اسی طرح جہاد میں بھی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اس اعتبار سے کتاب الاکراہ کے بعد کتاب السیر لا رہے ہیں۔

سیر کے معنی اور مطلب: سیر (سین کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) سیرۃ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں خصلت عادت طریقہ اور جب مطلق لفظ سیرۃ بولا جاتا ہے تو عموماً اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت طیبہ مراد ہوتی ہے، ابتداء میں جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھنی شروع کی تو اس میں چونکہ اکثر حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور سرایا وغیرہ کا تھا اس لئے مغازی اور سرایا اور جہاد پر لفظ 'سیر' کا اطلاق ہونے لگا اسی مناسبت سے حضرات فقہاء اپنی کتابوں میں کتاب السیر جو لاتے ہیں اس سے مراد جہاد اور مغازی ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی کتاب السیر سے یہی مراد ہے، اور اس میں جہاد کے احکام اور اس سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔

جہاد کی تعریف: جہاد کے لفظی معنی تو اگر چہ کوشش اور محنت کے ہیں اور اللہ کے دین کے لئے جو کوئی محنت اور کوشش کی جائے وہ سب لغت کے اعتبار سے جہاد میں داخل ہے لیکن اصطلاح میں جہاد اس عمل کو کہا جاتا ہے جس میں کسی دشمن یا کافر کا مقابلہ کیا جائے، چاہے مقابلہ کی یہ صورت ہو کہ دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم اس کے حملہ کا دفاع کر رہے ہیں یا ہم خود کسی دشمن پر جا کر حملہ آور ہو رہے ہیں دونوں صورتیں جہاد میں داخل ہیں اور یہ دونوں صورتیں مشروع ہیں۔

(۱/۲۸۳۶) اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَإِنْ لَّمْ يَقُمْ بِهِ اَحَدٌ اَثِمَ جَمِيْعُ النَّاسِ بِتَرْكِهِ.

ترجمہ: جہاد فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ کر لیں تو ساقط ہو جائے گا باقی کے ذمہ سے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے اس کو چھوڑنے سے۔

جہاد کا حکم

تشریح: اگر بعض لوگوں کے جہاد کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے سب کی ضرورت نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے کہ بعض کے کر لینے سے فرضیت سب سے ساقط ہو جائے گی اور اگر سب کی ضرورت ہو مثلاً دشمن مسلمانوں پر چڑھ آیا ہو تو فرض عین ہے۔

(۲/۲۸۳۷) وَقِتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَاِنْ لَمْ يَبْدَؤُنَا.

لغت: یبدؤ: فعل مضارع باب (ف) بدأ: شروع کرنا۔

ترجمہ: اور کفار سے قتال کرنا واجب ہے اگر چہ وہ ابتداء نہ کریں۔

تشریح: کفار جنگ کی ابتداء نہ بھی کریں تب بھی ان سے قتال کرنا واجب ہے، حدیث ہے کہ مدینہ کے یہود نے ساز باز کی تھی لیکن ابھی قتال شروع نہیں کیا تھا پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب نکلے اور مدینہ سے نکل جانے کا اشارہ دیا، (ابوداؤد ج ۲ ص ٦٦)

(۳/۲۸۳۸) وَلَا يَجِبُ الْجِهَادُ عَلٰى صَبِيٍّ وَلَا عَبْدٍ وَلَا امْرَأَةٍ وَلَا اَعْمٰى وَلَا مُقْعَدٍ وَلَا اَقْطَعَ.

حل لغات: مقعد: اپاہج، قعاد کی بیماری والا ہونا۔ (قُعَاد ایک بیماری ہے جس میں آدمی چلنے پھرنے سے معذور رہتا ہے۔ اقطع: کٹے ہوئے ہاتھ والا مؤنث قطعاء جمع قُطْعٌ.

ترجمہ: اور واجب نہیں ہے جہاد بچہ، غلام، عورت اندھے اپاہج اور لولے پر۔

کن لوگوں پر جہاد واجب نہیں؟

تشریح: بچہ مرفوع القلم ہے اور اس پر کوئی عبادت واجب نہیں ہے تو جہاد بھی نہیں ہے غلام پر جہاد اس وجہ سے نہیں ہے کیوں کہ وہ آقا کی خدمت میں مشغول ہے اور آقا کا حق فرض کفایہ پر مقدم ہے اسی طرح عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے مکلف نہیں ہے، نابینا، اپاہج اور لولے پر بھی جہاد واجب نہیں ہے، کیوں کہ یہ لوگ جہاد کرنے سے عاجز ہیں۔

(۴/۲۸۳۹) فَاِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰى بَلَدٍ وَجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ الدَّفْعُ تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا وَالْعَبْدُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَوْلٰى.

حل لغات: هجم: فعل ماضی معروف باب (ن) هُجُوْمًا عَلَيْهِ: غفلت کی حالت میں اچانک آنا۔ العدو: دشمن جمع اعداء.

ترجمہ: اگر چڑھ آئے دشمن کسی شہر پر تو واجب ہے تمام مسلمانوں پر مدافعت نکلے بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر۔

جہاد کی قسموں کا بیان

تشریح: جہاد کی دو قسمیں ہیں (۱) جہاد اقدامی (۲) جہاد دفاعی۔

اگر کفار یا باغی مسلمانوں پر یکبارگی چڑھ آئیں تو ان کے مقابلہ کے لئے تمام اہل اسلام کو نکلنا ضروری اور فرض عین ہے اس کو جہاد دفاعی کہتے ہیں اس عبارت میں اسی کا بیان ہے چناں چہ مصنفؒ نے فرمایا کہ بیوی بلا اجازت شوہر اور غلام بلا اجازت آقا بھی جہاد میں شرکت کریں گے اور عام حالات میں جب کفار مسلمانوں پر دھاوا نہ بولیں تو وہ جہاد اقدامی ہے، جس کا بیان مسئلہ (۱) میں گذر چکا ہے۔

(۵/۲۸۴۰) وَاِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُوْنَ دَارَ الْحَرْبِ فَحَاصَرُوْا مَدِيْنَةً اَوْ حِصْنًا دَعَوْهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَجَابُوْهُمْ كَفُّوْا عَنْ قِتَالِهِمْ وَاِنِ امْتَنَعُوْا دَعَوْهُمْ اِلٰى اَدَاءِ الْجِزْيَةِ فَاِنْ بَذَلُوْهَا فَلَهُمْ مَا

لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْهِمْ.

حل لغات: حاصروا: ماضی معروف، حاصروا حِصاراً ومحاصرةً گھیرا ڈال کر امداد کو روک دینا۔ حصن: محفوظ وبلند جگہ۔ قلعہ، جمع حُصُوْن. اَجَابوا: قبول کرلیں۔ کفوا: رک جائیں۔ جزیة: اسلامی حکومت میں غیر مسلم پر سالانہ ٹیکس مقدار ۳ روپیہ سالانہ سے ۱۹ روپے سالانہ تک تھی، بچے عورتیں بوڑھے اور مذہبی پیشوا مستثنیٰ تھے۔ بذل: خرچ کرے۔

ترجمہ: اور جب داخل ہوں مسلمان دارالحرب میں اور محاصرہ کریں کسی شہر یا قلعہ کا تو دعوت دیں ان کو اسلام کی اگر وہ مان لیں تو رک جائیں ان کے قتال سے اور اگر باز رہیں تو بلائیں ان کو ادائیگی جزیہ کی طرف اگر وہ دیدیں تو ان کے لئے وہ ہے جو مسلمانوں کے لئے ہے اور ان پر وہ ہے جو مسلمانوں پر ہے۔

کفار سے اجمالاً جنگ کرنے کا طریقہ

تشریح: اگر مسلمان کافروں کا محاصرہ کرلیں تو اولاً ان کو اسلام کی دعوت دی جائے گی اگر قبول کرلیں تو بہتر ہے کیوں کہ جہاد کا مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت کو توڑا جائے اور اسلام کی شوکت قائم کی جائے اور اللہ کا حکم بلند کیا جائے تو جب وہ لوگ قتال سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے، تو پھر قتال کرنے کی کیا ضرورت ہے، اور اگر وہ اسلام سے انکار کریں تو جزیہ دینے کے لئے کہا جائے گا بشرطیکہ وہ اہل جزیہ ہوں یعنی اہل کتاب یا آتش پرست یا عجمی بت پرست ہوں عرب کے مشرک اور مرتد نہ ہوں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے امراء کو اسی کا حکم فرمایا ہے، اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کا جان ومال مسلمانوں کی طرح محفوظ ہوگا اور مظلوم ہونے کی صورت میں ان کے لئے انصاف ہوگا اور ظالم ہونے کی صورت میں ان سے انتقام لیا جائے گا جیسا کہ مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اگر وہ جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو پھر اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کیا جائے گا۔

نوٹ: دارالحرب اس حکومت کو کہتے ہیں جس کا اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے اور نظام حکومت چلانے میں پورا اختیار انہیں کو ہے اور اگر مسلمانوں کو کوئی عہدہ حاصل بھی ہو تو وہ اس کے ذریعہ نظام حکومت میں کوئی تبدیلی نہ کرسکتے ہوں جیسے امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، چین، جاپان وغیرہ۔

(۶/۲۸۴۱) وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُقَاتِلَ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ الْاِسْلَامِ اِلَّا بَعْدَ اَنْ يَدْعُوْهُمْ وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يَدْعُوْا مَنْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے قتال اس سے جس کو نہ پہنچی ہو اسلام کی دعوت مگر دعوت دینے کے بعد اور مستحب ہے دعوت دینا اس کو جس کو پہنچ چکی ہو اسلام کی دعوت اور یہ واجب نہیں ہے۔

قتال سے قبل دعوتِ اسلام کیا حکم رکھتا ہے؟

تشریح: فقہاء کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ قتال سے پہلے دعوت دینا ضروری ہے، لیکن جمہور فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ دعوت دینا ضروری نہیں البتہ دعوت دینا مستحب ہے اور بعض فقہاء نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر ان لوگوں کو پہلے دعوت پہنچ چکی ہے تب تو ان کو دعوت دینا ضروری نہیں لیکن اگر ان کو پہلے دعوت نہیں پہنچی تو پھر قتال سے پہلے ان کو دعوت دینا ضروری اور واجب ہے، اس کے بغیر قتال جائز نہیں جمہور فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ اب دنیا کے تمام خطوں میں اسلام کی دعوت عام پہنچ چکی ہے کیوں کہ دنیا کا کوئی آدمی اب ایسا نہیں رہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے بحیثیت اجمالی واقف نہ ہو، لہٰذا اب کسی بھی جگہ جہاد سے پہلے دعوت دینا شرط نہیں البتہ مستحب ہے لہٰذا دعوت دیئے بغیر بھی اگر جہاد کیا جائے گا تو وہ جائز ہوگا ناجائز نہیں ہوگا۔ ۱۴۲۸/۵/۱۴ھ بروز جمعہ سوا پانچ بجے شام۔

(۲۸۴۲/۷) فَاِنْ اَبَوْا اِسْتَعَانُوْا بِاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ وَحَارَبُوْهُمْ وَنَصَبُوْا عَلَيْهِمُ الْمَجَانِيْقَ وَحَرَّقُوْهُمْ وَاَرْسَلُوْا عَلَيْهِمُ الْمَاءَ وَقَطَعُوْا اَشْجَارَهُمْ وَاَفْسَدُوْا زُرُوْعَهُمْ.

حل لغات: اَبَوْا: ماضی باب (ف) اباءً انکار کرنا۔ المجانیق: واحد مِنجنیق ایک آلہ جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے تھے، سنگباری کی قدیم دستی مشین۔ ارسلو: ماضی (م) ارسال چھوڑنا۔

ترجمہ: اگر وہ انکار کردیں تو اللہ سے مدد مانگ کر ان سے لڑائی کرے اور ان پر منجنیقیں لگادیں اور ان کو جلائیں اور ان پر پانی چھوڑ دیں ان کے درختوں کو کاٹ ڈالیں ان کی کھیتیاں اجاڑ دیں۔

کفار سے تفصیلاً جنگ کے احکام

تشریح: اگر کفار جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان سے قتال کیا جائے گا اور جنگی حکمت عملی میں ضرورت کے وقت ان پر منجنیقیں نصب کرنا ان کے گھروں کو آگ لگانا ان پر گرم پانی چھوڑنا تاکہ وہ مرجائیں یا مجبور ہوکر ہتھیار ڈال دیں عمارتوں کو گرانا اور درختوں کو کاٹنا اور ان کی کھیتیوں کو اجاڑنا سب جائز ہے، بعض حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ پھلدار درختوں کو کیوں کاٹا جاتا ہے؟ ان کو نہیں کاٹنا چاہئے، بات دراصل یہ ہے کہ جنگ ایک ایسی حالت ہے کہ اس میں فیصلے ضرورت کے تابع ہوتے ہیں جس وقت جیسی جنگی ضرورت اور مصلحت ہے اس کے مطابق کرنا درست ہے، جب جنگ میں انسان کی جان لی جاسکتی ہے، تو پھل دار درخت کا کاٹنا تو اس سے اہون ہے، اس لئے یہ سب کام جنگ کے دوران جائز ہیں۔

(۲۸۴۳/۸) وَلَا بَأْسَ بِرَمْيِهِمْ وَاِنْ كَانَ فِيْهِمْ مُسْلِمٌ اَسِيْرٌ اَوْ تَاجِرٌ وَاِنْ تَتَرَّسُوْا بِصِبْيَانِ

الْمُسْلِمِينَ اَوْ بِالْاَسَارىٰ لَمْ يَكُفُّوا عَنْ رَمْيِهِمْ وَيَقْصِدُوْنَ بِالرَّمْيِ الْكُفَّارَ دُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

حل لغات: رَمْیٌ: تیر پھینکنا۔ اسیر: قیدی جمع أساریٰ. تترّسوا: ماضی معروف، تترس ڈھال لگانا یا ڈھال سے اپنے آپ کو چھپانا۔ لم یکفوا: نفی جحد بلم کف سے مشتق ہے، نہ رکے۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ان پر تیر برسانے میں اگر چہ ان میں کوئی مسلمان قیدی یا تاجر ہو اور اگر وہ ڈھال کی طرح کرلیں مسلمانوں کے بچوں یا قیدیوں کو تب بھی نہ رکیں، تیر برسانے سے، اور ارادہ کریں تیر برسانے میں کفار کا نہ کہ مسلمانوں کا۔

تشریح: مسلمان بچوں یا قیدیوں کو کفار نے پکڑلیا اور ان کو آگے کردیا تا کہ مسلمانوں کے تیر مسلمان بچوں یا قیدیوں کو لگیں اور کفار بچ جائیں ایسی صورت میں بھی مسلمان کفار پر تیر برساتے رہیں اور اس میں کفار کو مارنے کا اردہ کریں تاہم اس سے مسلمان بچے یا قیدی مرجائیں تو گناہ نہیں ہے۔

(۹/۲۸۴۴) وَلَا بَأْسَ بِاِخْرَاجِ النِّسَاءِ وَالْمَصَاحِفِ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ اِذَا كَانُوْا عَسْكَرًا عَظِيْمًا يُؤْمَنُ عَلَيْهِ وَيُكْرَهُ اِخْرَاجُ ذٰلِكَ فِيْ سَرِيَّةٍ لَايُؤْمَنُ عَلَيْهَا.

حل لغات: مصاحف: مصحف کی جمع ہے، قرآن کریم۔ عسکر: جمع عساکر: لشکر۔ سریۃ: جمع سرایا دستہ، چھوٹا لشکر جس میں پانچ آدمی سے زیادہ، چار سو تک ہوں اور اہل حدیث کی اصطلاح میں وہ لشکر جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود موجود نہ ہوں بلکہ کسی صحابی کی ماتحتی میں روانہ کیا ہو۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے، عورتوں اور قرآن کو لے جانے میں، مسلمانوں کے ساتھ جب کہ بڑا لشکر ہو، اور ان پر اطمینان ہو اور مکروہ ہے ان کو لے جانا چھوٹے لشکر میں جس میں اطمینان نہ ہو۔

سفر جہاد میں قرآن اور عورتوں کو ساتھ لے جانے کا حکم

تشریح: آدمی سفر میں جاتے وقت اپنی ضرورت کی چیزیں ساتھ لیتا ہے، مسواک، لوٹا، مصلی وغیرہ، اب ظاہر ہے تلاوت قرآن کے لئے مصحف کی ضرورت ہے، تو کیا سفر جہاد میں اپنے ساتھ مصحف لینا چاہئے، اس بارے میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا بڑا لشکر ہو، تو کچھ حرج نہیں اور چھوٹے لشکر میں لے جانا خلاف احتیاط اور مکروہ ہے کہ مبادا دشمن اس کی بے حرمتی نہ کردے۔

اسی پر عورتوں کو ساتھ لے جانے کو بھی قیاس کرلیں یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر میں عورتوں کو ساتھ نہیں لے گئے کیونکہ وہاں توہین کا خطرہ تھا، اور جنگ احد میں عورتیں شریک ہوئیں کیونکہ وہ مدینہ سے قریب ہوئی وہاں کوئی خوف وخطرہ نہ تھا۔

(۱۰/۲۸۴۵) وَلَا تُقَاتِلُ الْمَرْأَةُ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا وَلَا الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهٖ اِلَّا اَنْ يَهْجُمَ الْعَدُوُّ.

ترجمہ: اور نہ قتال کرے عورت مگر شوہر کی اجازت سے اور نہ غلام مگر آقاء کی اجازت سے الا یہ کہ اچانک چڑھ آئیں دشمن۔

تشریح: کفار نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کردیا تو اپنی اور اپنی قوم کے دفاع کے لئے بغیر شوہر کی اجازت کے عورت قتال کرے گی، اور غلام بھی بغیر آقاء کی اجازت کے قتال کرے گا البتہ عام حالات میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام آقاء کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہ جائے۔

(۲۸۴۶/۱۱) وَيَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِينَ اَنْ لَّايَغْدِرُوْا وَلَا يَغُلُّوْا وَلَا يَمْثُلُوْا وَلَا يَقْتُلُوْا امْرَأَةً وَلَا صَبِيًّا وَلَا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا اَعْمٰى وَلَا مُقْعَدًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُ هٰؤُلَاءِ مِمَّنْ يَكُوْنُ لَهُ رَأْىٌ فِي الْحَرْبِ اَوْ تَكُوْنَ الْمَرْأَةُ مَلِكَةً وَلَا يَقْتُلُوْا مَجْنُوْنًا.

حل لغات: يغدر: فعل مضارع باب (ن، ض،س) غدراً وغدراناً عہد توڑنا۔ يغلوا: فعل مضارع باب (ن) غُلُوْلاً مال غنیمت سے چوری کرنا۔ يمثلوا باب (ن،ض) مثلاً ومثلةً ناک کان وغیرہ کاٹنا۔ ملكة: باب ضرب کا مصدر ہے، مالک ہونا۔

ترجمہ: اور مسلمانوں کو چاہئے کہ عہد نہ توڑیں نہ خیانت کریں نہ مثلہ کریں اور نہ عورت کو قتل کریں نہ بچہ کو، نہ بالکل بوڑھے کو نہ اندھے نہ اپاہج کو مگر یہ کہ ہو ان میں سے کوئی صاحب رائے جنگی معاملات میں، یا ہو عورت رانی اور نہ قتل کریں دیوانے کو۔

میدان کارزار میں کن کو قتل کرنا جائز نہیں؟

تشریح: مسلمانوں کے لئے مناسب ہے، کہ وعدہ کرنے کے بعد کفار سے عہد و پیان نہ توڑیں، امانت میں خیانت نہ کریں، قیدیوں کے ناک کان نہ کاٹیں اسی طرح عورتوں، بچوں اور شیخ فانی ان سب کو قتل کرنا جائز نہیں فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے، مگر بعض صورتوں میں ان کا قتل جائز ہے، وہ یہ کہ عورت یا بچہ قتال میں شریک ہو یا وہ عورت مشرکین کی ملکہ ہو ایسے ہی وہ شیخ فانی جو جنگ کے معاملہ میں تجربہ کار صاحب رائے ہو اس لئے کہ منقول ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا درید بن الصمتہ کے قتل کا غزوۂ حنین میں اس کے ذی رائے ہونے کی وجہ سے حالانکہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی اسی طرح اندھا، اپاہج، دیوانہ ان کو بھی قتل نہ کرے کیونکہ سب معذور ہیں۔

(۲۸۴۷/۱۲) وَاِنْ رَأَى الْاِمَامُ اَنْ يُصَالِحَ اَهْلَ الْحَرْبِ اَوْ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ وَكَانَ فِي ذٰلِكَ مَصْلِحَةٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ.

ترجمہ: اور اگر مصلحت سمجھے امام اہل حرب یا ان کی کسی جماعت سے صلح کرنے میں اور ہو اس میں بہترائی مسلمانوں کی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کفار سے صلح کرنے کا بیان

تشریح: اگر مسلمانوں کے حق میں کفار سے مصالحت کرنا بہتر ہو تو صلح کر لینا جائز ہے، اگرچہ صلح مال پر ہو یعنی ان سے مال لے کر یا ان کو مال دے کر ہر صورت سے صلح کرنا جائز ہے، اور اگر مصلحت نہ ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

(۱۳/۲۸۴۸) فَاِنْ صَالَحَهُمْ مُدَّةً ثُمَّ رَایٰ اَنَّ نَقْضَ الصُّلْحِ اَنْفَعُ نَبَذَ اِلَیْهِمْ وَقَاتَلَهُمْ.

لغت: نبذ الیهم: اس کا لفظی ترجمہ ہے، ان کی طرف پھینکنا اور محاوری ترجمہ ہے عہد کو دشمن کی جانب پھینک دینا یعنی عہد توڑ دینا۔

ترجمہ: اگر صلح کرلے ان سے ایک مدت کیلئے پھر سمجھے صلح توڑنا زیادہ نفع بخش تو صلح توڑ کر ان سے لڑے۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ ایک متعینہ مدت کے لئے صلح کر لی تھی پھر اگر مسلمانوں کے حق میں صلح کو توڑنا بہتر ہو تو توڑ دینا بھی درست ہے، اب اگر صلح کی مدت ابھی باقی ہو تو نقض صلح کا اعلان کر دیا جائے گا، تاکہ عہد شکنی جو کہ حرام ہے، لازم نہ آئے، قال الله تعالی واماتخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء (کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو آمنے سامنے صلح توڑ دو) اور اگر صلح کی مدت گذر چکی ہو تو پھر اعلان کی ضرورت نہیں کیونکہ صلح خود ہی باطل ہو گئی۔

(۱۴/۲۸۴۹) فَاِنْ بَدَؤُا بِخِیَانَةٍ قَاتَلَهُمْ وَلَمْ یَنْبِذْ اِلَیْهِمْ اِذَا کَانَ ذٰلِكَ بِاتِّفَاقِهِمْ.

ترجمہ: اگر وہ پہلے خیانت کرے تو ان سے جنگ کرے اور نقض عہد کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہے جب کہ ہو یہ ان سب کے اتفاق سے۔

تشریح: کفار کے ساتھ صلح کا معاملہ تھا لیکن ان سب نے مل کر عہد توڑ دیا تو نقض صلح کا اعلان کئے بغیر ان سے قتال کیا جائے گا کیونکہ وہ لوگ خود نقض عہد کو توڑنے والے ہو گئے۔

(۱۵/۲۸۵۰) وَاِذَا خَرَجَ عَبِیْدُهُمْ اِلٰی عَسْکَرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَهُمْ اَحْرَارٌ.

ترجمہ: اور جب نکل آئیں ان کے غلام مسلمانوں کے لشکر میں تو وہ آزاد ہیں۔

تشریح: اگر کفار کے غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں کے لشکر میں آجائیں تو وہ آزاد ہو جائیں گے کیونکہ مقام طائف کے کچھ غلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر آئے تو آپ نے ان کی آزادی کا فیصلہ کیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد شدہ ہیں۔

(۱۶/۲۸۵۱) وَلَا بَأْسَ اَنْ یَّعْلِفَ الْعَسْکَرُ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ وَیَأْکُلُوْا مَا وَجَدُوْهُ مِنَ الطَّعَامِ

وَيَسْتَعْمِلُوْا الْحَطَبَ وَيَدَّهِنُوْا بِالدُّهْنِ وَيُقَاتِلُوْا بِمَا يَجِدُوْنَهُ مِنَ السِّلَاحِ كُلُّ ذٰلِكَ بِغَيْرِ قِسْمَةٍ.

حل لغات: يعلفُ: فعل مضارع باب (ض) علفا جانور کو چارہ کھلانا۔ يدهنوا: (م) ادّهان، تیل لگانا۔ الدهن: تیل اس سے وہ تیل مراد ہے جو کھایا جاتا ہے جیسے زیتون کا تیل۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں کہ چارہ کھلائے لشکر دار الحرب میں اور کھالیں وہ جو پائیں کھانے سے اور کام میں لائیں ایندھن اور استعمال کریں تیل اور قتال کریں اس سے جو پائیں ہتھیار یہ سب تقسیم کئے بغیر۔

تقسیم کرنے سے قبل مالِ غنیمت استعمال کرنے کا حکم

تشریح: مجاہدین دار الحرب میں چارہ، کھانا، لکڑی، تیل، ہتھیار وغیرہ تقسیم سے قبل عند الضرورت بقدر ضرورت استعمال کر سکتے ہیں، لیکن اگر کھانے پینے کی چیزوں میں کمی اور تنگی ہو تو پھر تقسیم سے قبل کسی کو بھی نہیں لینا چاہئے اور ہتھیار اگر حرب اور قتال کی ضرورت سے استعمال کئے جارہے ہیں ہوں تو جائز ہے استعمال کر سکتے ہیں۔

(۲۸۵۲/۱۷) وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّبِيْعُوْا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَلَا يَتَمَوَّلُوْنَهُ.

لغت: لَا يَتَمَوَّلُوْنَهُ: تمول سے مشتق ہے اپنے لئے جمع کرنا۔

ترجمہ: اور جائز نہیں یہ کہ بیچیں ان میں سے کوئی چیز اور نہ اپنے لئے ذخیرہ کریں۔

تقسیم سے قبل مالِ غنیمت کی بیع

تشریح: مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے بقدر ضرورت استعمال تو کر سکتا ہے اس میں سے اگر چہ کچھ مقدار بچ جائے کھانے کی تو اس کو اسی جگہ یعنی دار الحرب میں فروخت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے کسی شئی کی بیع تقسیم سے پہلے خواہ وہ طعام یا غیر طعام جائز نہیں اور اگر کسی نے بیع کی تو ثمن کی واپسی مال غنیمت کی جانب بالاتفاق واجب ہے۔

(۲۸۵۳/۱۸) وَمَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمْ اَحْرَزَ بِاِسْلَامِهٖ نَفْسَهٗ وَاَوْلَادَهُ الصِّغَارَ وَكُلَّ مَالٍ هُوَ فِيْ يَدِهٖ اَوْ وَدِيْعَةٌ فِيْ يَدِ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ.

حل لغات: احرز: فعل ماضی (م) احرازاً محفوظ کرنا۔ اولاده الصغار: اس کا عطف نفسه پر ہے، وديعة: مرفوع ہے، هو، ضمیر پر عطف کی وجہ سے یا پھر منصوب ہے كُلَّ پر عطف کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور جو اسلام لائے ان میں سے تو محفوظ کرلے گا اسلام کی وجہ سے اپنی جان اپنی چھوٹی اولاد اور ہر اس مال کو جو اس کے قبضہ میں ہے یا کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہے۔

تشریح: دارالحرب میں کفار مسلمان ہوجائیں تو وہ خود بھی آزاد ہوجائیں گے، اور ان کی چھوٹی اولاد بھی آزاد سمجھی جائے گی اور قتل وغیرہ سے محفوظ ہوجائیں گے اور وہ مال جو ان کے قبضہ میں ہے، یا کسی مسلمان یا ذمی کے پاس بطور امانت ہے وہ مال غنیمت نہ ہوگا بلکہ انہیں کو دے دیا جائے گا البتہ جو مال کسی حربی کے قبضہ میں ہو وہ مال غنیمت شمار کیا جائے گا۔

(۲۸۵۴/۱۹) فَاِنْ ظَهَرْنَا عَلَى الدَّارِ فَعَقَارُهُ فَيْءٌ وَزَوْجَتُهُ فَيْءٌ وَحَمْلُهَا فَيْءٌ وَاَوْلَادُهُ الْكِبَارُ فَيْءٌ.

ترجمہ: اگر غالب آجائیں ہم اس کے گھر پر تو اس کی زمین اس کی بیوی، اس کا حمل، اور اس کی بالغ اولاد سب مال غنیمت ہے۔

تشریح: حربی مسلمان ہوجائے تو اس کی جان اس کا منقول مال اور چھوٹی اولاد تو محفوظ ہوجائیں گے لیکن اس کی زمین جو دارالحرب میں ہے وہ محفوظ نہیں ہوگی، بلکہ اگر دارالحرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو وہ زمین مال غنیمت میں شمار ہوگی، اس کی بیوی اگر ابھی تک کافرہ ہے تو وہ بھی مال غنیمت میں شمار ہوگی اس بیوی کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ بھی ماں کے تابع ہوکر مال غنیمت میں شمار ہوگا اور اس کی بالغ اولاد بھی مال غنیمت میں شمار ہوگی۔

(۲۸۵۵/۲۰) وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُبَاعَ السِّلَاحُ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ وَلَا يُجَهَّزُ اِلَيْهِمْ.

لغت: لاینبغی: یہ یحرم کے معنی میں ہے۔ يُجَهَّزُ: فعل مضارع باب (تفعیل) (م) تجهیز سامان مہیا کرنا۔

ترجمہ: اور مناسب نہیں ہے (حرام ہے) یہ کہ بیچے جائیں ہتھیار اہل حرب کے ہاتھ اور نہ لیجایا جائے ان کے یہاں اسباب۔

کیا لڑائی کے دوران ہتھیار دارالحرب کی طرف بھیج سکتے ہیں؟

تشریح: جب جنگ چل رہی ہو تو ایسے حالات میں دارالحرب کی طرف کسی طرح اسلحہ کو بھیجنا، اما بطریق البیع کہ دارالحرب جانے والے کے ہاتھ کوئی مسلمان ہتھیار فروخت کرے او بطریق الهبة والمبادلة ایسا کرنا حنفیہ کے یہاں جائز نہیں، کیونکہ ان ہتھیاروں سے وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے تو ہتھیار بھیج کر ان کو مسلمانوں کے خلاف طاقت ور بنانا ہے، جو کہ جائز نہیں۔

(۲۱/۲۸۵۶) وَلَا يُفَادىٰ بِالْاُسَارىٰ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يُفَادىٰ بِهِمْ اُسَارىٰ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا يَجُوْزُ الْمَنُّ عَلَيْهِمْ.

حل لغات: يفادىٰ: مضارع مجہول مفاداۃً مصدر ہے، مال وغیرہ لے کر چھوڑ دینا۔ اساریٰ: اسیر کی جمع ہے قیدی۔ المن: احسان کرنا۔

ترجمہ: اور نہ چھوڑا جائے قیدیوں کے بدلہ امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ رہا کر دیا جائے مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں اور جائز نہیں ان پر احسان کرنا۔

کیا کفار قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر سکتے ہیں؟

تشریح: فداء کی دو قسمیں ہیں: (۱) فداء الاسیر بالمال یعنی کافر قیدی کو مال لے کر چھوڑ دینا۔ (۲) فداء الاسیر بالاسیر یعنی مسلمان قیدی کے بدلہ میں جو کفار کے ہاں پھنسا ہوا ہے کافر قیدی کو چھوڑنا، حنفیہ کی ظاہر الروایت میں تو دونوں صورتیں ناجائز اور منسوخ ہیں اور صاحبین کے نزدیک دوسری قسم جائز ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جو کافر قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں ان کو از راہ احسان بغیر کسی معاوضہ کے رہا کر دینا جائز نہیں کیونکہ فتح کے بعد مجاہدین ان کے حقدار ہو گئے تو اب مفت چھوڑ دینے میں ان کی حق تلفی ہے۔

(۲۲/۲۸۵۷) وَاِذَا فَتَحَ الْاِمَامُ بَلْدَةً عَنْوَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَسَّمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ وَاِنْ شَاءَ اَقَرَّ اَهْلَهَا عَلَيْهَا وَوَضَعَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ وَعَلٰى اَرَاضِيْهِمُ الْخَرَاجَ.

حل لغات: عنوة: عنا يعنو عنوةً زبردستی لے لینا۔ غانمين: غانم کی جمع ہے، غنیمت حاصل کرنے والے، مجاہدین۔ خراج: زمین کا ٹیکس، وہ روپیہ جو والی ریاست بادشاہ کو دے۔

ترجمہ: اور جب فتح کرے امام کسی شہر کو طاقت سے تو اسے اختیار ہے اگر چاہے اسے تقسیم کر دے مجاہدین میں، اور اگر چاہے ان کے باشندوں کو برقرار رکھ کر ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے۔

تشریح: جس شہر کو حاکم مسلم بطور غلبہ فتح کرے اس کے متعلق اس کو اختیار ہے چاہے خمس نکال کر باقی کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا اس صورت میں وہ زمین مجاہدوں کی مملوک ہو جائے گی اور اس میں عشر ہوگا اور چاہے وہاں کے کافروں کو بطور احسان برقرار رکھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عراق میں کیا تھا کہ ان کے گھروں اور زمینوں کو انہیں کے تصرف میں رکھا اس صورت میں ان پر جزیہ اور خراج مقرر کیا جائے گا۔

(۲۳/۲۸۵۸) وَهُوَ فِى الْاُسَارىٰ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَتَلَهُمْ وَاِنْ شَاءَ اِسْتَرَقَّهُمْ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهُمْ

اَحْرَاراً ذِمَّةً لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّرُدَّهُمْ اِلٰى دَارِ الْحَرْبِ.

ترجمہ: اور قیدیوں کے بارے میں اختیار ہے اگر چاہے انہیں قتل کردے اور اگر چاہے انہیں غلام بنالے اور اگر چاہے چھوڑ دے انہیں ذمی بنا کر آزاد مسلمانوں کے لئے اور یہ جائز نہیں کہ انہیں دارالحرب کی طرف جانے دے۔

تشریح: جن کافر قیدیوں کو قید کرلیا گیا ان کے متعلق امام کو تین اختیار ہیں (۱) اگر بہت شریر ہوں تو ان کو قتل کردے تاکہ ان کی شرارت سے بچ سکیں۔ (۲) چاہے ان کو غلام بنا کر رکھے کیونکہ اس صورت میں دفع شر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی کامل منفعت ہے۔ (۳) چاہے ان کو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے جیسا کہ حضرت عمر نے کیا تھا بشرطیکہ وہ مشرکین عرب اور مرتدین نہ ہو کہ ان کا ذمی ہونا جائز نہیں، آگے فرماتے ہیں کہ ان کافر قیدیوں کو یوں ہی دارالحرب کی جانب واپس کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ پھر وہ اور مضبوط ہوجائیں گے اور دوبارہ جنگ کریں گے۔

(۲۸۵۹/۲۴) وَاِذَا اَرَادَ الْاِمَامُ الْعَوْدَ اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ وَمَعَهٗ مَوَاشٍ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلٰى نَقْلِهَا اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ ذَبَحَهَا وَحَرَّقَهَا وَلَا يَعْقِرُهَا وَلَا يَتْرُكُهَا.

حل لغات: مواش: ماشية کی جمع ہے، مویشی (بیل، بکری، اونٹ)۔

یعقر: فعل مضارع، باب (ض) عقراً کونچیں کاٹنا۔ ایڑی کے اوپر سے پاؤں کے پٹھے کاٹنا قدم کاٹ ڈالنا، لولا بنادینا۔

ترجمہ: اور جب واپس آنا چاہے امام دارالاسلام کی طرف اور اس کے ساتھ مویشی ہوں جن کو نہ لاسکے دارالاسلام میں تو ان کو ذبح کرکے جلادے نہ کونچیں کاٹے نہ یوں ہی چھوڑے۔

کفار کے جانوروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

تشریح: اگر مال غنیمت میں کچھ مویشی ہوں اور ان کو دارالاسلام میں لانا مشکل ہو تو ان کو ذبح کرکے جلادیا جائے تاکہ حربی اس سے فائدہ نہ اٹھاسکیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ذبح بھی نہ کرے بلکہ بغیر ذبح کئے دارالحرب میں ہی چھوڑ دیئے جائیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے علاوہ کسی اور غرض سے بکری کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی غرض صحیح کے پیش نظر جانور کو ذبح کرنا جائز ہے اور دشمن کی شان وشوکت توڑنے سے زیادہ صحیح غرض اور کیا ہوسکتی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ جانور کی کونچیں بھی نہ کاٹے کہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے اور ان کو ویسے ہی نہ چھوڑے کیونکہ کفار فائدہ اٹھائیں گے۔

(۲۸۶۰/۲۵) وَلَا يُقَسِّمُ غَنِيْمَةً فِيْ دَارِ الْحَرْبِ حَتّٰى يُخْرِجَهَا اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ.

ترجمہ: اور تقسیم نہ کرے غنیمت دار الحرب میں یہاں تک کہ نکال لائے اس کو دار الاسلام میں۔

تشریح: دار الحرب میں مال غنیمت تقسیم کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ امام کے پاس بار برداری کا کوئی انتظام نہ ہو اور اس غرض سے وہ بطور امانت مجاہدین پر تقسیم کردے تاکہ اس بہانے سے وہ دار الاسلام میں پہنچ جائے اور وہاں پھر از سر نو تقسیم ہو تو جائز ہے۔

(۲۸۶۱/۲۶) وَالرِّدْءُ وَالْمُقَاتِلُ فِي الْعَسْكَرِ سَوَاءٌ.

حل لغت مع ترکیب: ردء: راء کے کسرہ اور دال کے سکون کے ساتھ مددگار اور راء کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے، ردء مبتدا ہے، اور 'المقاتل' اس پر عطف ہے، اور 'فی العسکر' دونوں کا ظرف واقع ہے، سواء، خبر ہے، قیاس کے اعتبار سے، سَوَاءَ ان، آنا چاہئے تھا لیکن مفرد کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

ترجمہ: مددگار اور قتال کرنے والا لشکر میں برابر ہے۔

تشریح: کچھ مجاہدین باقاعدہ جنگ کر رہے ہیں اور کچھ ان کی مدد کر رہے ہیں تو مال غنیمت میں دونوں کا حصہ برابر ہے، کیونکہ جنگ میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض لڑتے ہیں اور بعض ان کی مدد کرتے ہیں۔

(۲۸۶۲/۲۷) وَإِذَا لَحِقَهُمُ الْمَدَدُ فِي دَارِ الْحَرْبِ قَبْلَ أَنْ يُخْرِجُوا الْغَنِيمَةَ إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ شَارَكُوهُمْ فِيهَا.

لغت: المدد: کمک، وہ فوج جو لڑائی میں مدد کے لئے بھیجی جائے۔

ترجمہ: اور جب پہنچے ان کو مدد دار الحرب میں قبل اس کے کہ لائیں وہ غنیمت دار الاسلام میں تو کمک والے شریک ہوں گے غنیمت میں۔

تشریح: ایک لشکر پہلے سے دار الحرب میں جنگ کر رہا تھا جنگ ختم ہونے کے بعد مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے مجاہدین کی دوسری جماعت ان کی مدد کے لئے پہنچ گئی تو ان کو بھی مال غنیمت میں برابر کا حصہ ملے گا۔

(۲۸۶۳/۲۸) وَلَا حَقَّ لِأَهْلِ سُوقِ الْعَسْكَرِ فِي الْغَنِيمَةِ إِلَّا أَنْ يُقَاتِلُوا.

لغت: اهل السوق: بازار والے دوکاندار۔

ترجمہ: اور کوئی حق نہیں لشکر کے بازار والوں کا غنیمت میں مگر یہ کہ وہ بھی قتال کریں۔

تشریح: لشکر میں جو لوگ بازاری ہوں ان کو مال غنیمت میں حصہ نہیں ملے گا کیونکہ ان کا وہاں جانا قتال کی نیت سے نہیں ہے بلکہ اپنی دوکان لگا کر تجارت کرنا ہے، ہاں اگر وہ کفار سے قتال کریں تو بے شک شریک ہوں گے۔

(۲۸۶۴/۲۹) وَإِذَا أَمَّنَ رَجُلٌ حُرٌّ وَامْرَأَةٌ حُرَّةٌ كَافِرًا أَوْ جَمَاعَةً أَوْ أَهْلَ حِصْنٍ أَوْ مَدِينَةٍ صَحَّ

اَمَانُهُمْ وَلَمْ يَجُزْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَتْلُهُمْ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ مَفْسَدَةٌ فَيَنْبِذُ اِلَيْهِمُ الْاِمَامُ.

ترجمہ: اور جب امن دے دے آزاد مرد یا آزاد عورت کسی کافر کو یا ایک جماعت کو یا اہل قلعہ کو یا اہل شہر کو تو صحیح ہے ان کا امن دینا اور اب جائز نہ ہوگا کسی مسلمان کے لئے ان کو قتل کرنا مگر یہ کہ اس میں کوئی خرابی ہو تو امام ان کے امن کو توڑ دے۔

مشرکین کو امن دینے کا بیان

تشریح: اگر کوئی مسلمان آزاد مرد، یا آزاد عورت کسی کافر کو یا ان کی ایک جماعت کو یا اہل قلعہ کو یا اہل شہر کو امان دے دے تو سارے مسلمانوں کی جانب سے امن سمجھا جائے گا اب کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو قتل کرے پھر امن دینے والے کا عادل ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر امن دینے والا فاسق یا نابینا، یا شیخ فانی ہو یا وہ بچہ اور غلام ہو جن کو لڑنے کی اجازت ہو تو ان کا امن دینا بھی صحیح ہے، ہاں اگر امن دینے میں کوئی خرابی ہو تو امام باضابطہ ان کے امن کو توڑ سکتا ہے پھر اس کے ساتھ جو معاملہ ہو کیا جائے۔

(۲۸٦۵/۳۰) وَلَا يَجُوْزُ اَمَانُ ذِمِّيٍّ وَّلَا اَسِيْرٍ وَّلَا تَاجِرٍ يَّدْخُلُ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: اور جائز نہیں ذمی، قیدی، اور ایسے تاجر کا امن دینا جو ان کے یہاں جاتا ہو۔

تشریح: دارالاسلام میں کوئی کافر جزیہ دے کر مستقل رہتا ہے وہ ذمی ہے اس نے کسی حربی کافر کو امن دے دیا تو امن دینا باطل ہے، کیونکہ مسلمانوں پر ذمی کو کوئی ولایت حاصل نہیں ہے، اسی طرح کوئی مسلمان ان کے ہاتھوں میں قید ہو اور وہ کسی حربی کو امان دے دے تو اس کے امان کا بھی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ وہ خود ان کی امان میں ہے، یا مسلمان تجارت کرنے کے لئے دارالحرب جاتا ہو وہ تاجران سے متاثر ہو کر یا سامان چھیننے کے خوف سے امن دے دے تو اس کا امن دینا بھی درست نہیں ہے۔

(۲۸٦٦/۳۱) وَلَا يَجُوْزُ اَمَانُ الْعَبْدِ الْمَحْجُوْرِ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا اَنْ يَّأْذَنَ لَهُ مَوْلَاهُ فِي الْقِتَالِ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَصِحُّ اَمَانُهُ.

ترجمہ: اور جائز نہیں مجور علیہ (جس کو قتال کی اجازت نہ ہو) غلام کا امن دینا امام صاحبؒ کے نزدیک مگر یہ کہ اجازت دے دے اس کا آقا اس کو لڑنے کی اور فرمایا صاحبینؒ نے کہ اس کا امن دینا صحیح ہے۔

تشریح: جس غلام کو قتال کی اجازت نہیں اس کا امان دینا بھی صحیح نہیں ہے، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **ذمة المسلمين واحدة يسعى بها ادنا هم.** سب مسلمانوں کا

ذمہ ایک ہے ادنی آدمی بھی اس کو پوری کرنے کی کوشش کریگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ معنوی حیثیت سے امان دینا بھی جہاد ہے، اور غلام قتال سے روک دیا گیا ہے، تو وہ امان کے سلسلہ میں بھی مجحور ہوگا۔

(۳۲/۲۸۶۷) وَاِذَا غَلَبَ التُّرْكُ عَلَى الرُّوْمِ فَسَبُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ مَلَكُوْهَا.

حل لغات: الترك: ترکی کی جمع ہے، ایک ملک ہے جو پہلے دار الحرب تھا اب دار الاسلام ہوگیا ہے۔
روم: رومی کی جمع ہے، ایک ملک کا نام ہے جو ابھی تک دار الحرب ہے، متن میں کفار ترک اور کفار رومی مراد ہیں۔
ترجمہ: اور جب غالب آجائیں ترکی رومیوں پر پھر ان کو قید کرلیں اور ان کا مال لے لیں تو وہ مالک ہو جائیں گے۔

غلبہ کفار کا بیان

تشریح: چونکہ زمانہ سابق میں ترکستان دار الحرب تھا اس اعتبار سے صاحب کتاب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دار الحرب کے لوگ دوسرے دار الحرب کے لوگوں پر غالب آجائیں اور ان کو قید کرلیں اور ان کے مال پر قبضہ کرلیں تو وہ اس کے مالک ہوجائیں گے اسی طرح رومی ترکیوں پر غالب آجائیں تو بھی یہی حکم ہے۔

(۳۳/۲۸۶۸) وَاِنْ غَلَبْنَا عَلَى التُّرْكِ حَلَّ لَنَا مَانَجِدُهٗ مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور اگر ہم غالب آجائیں ترکیوں پر تو حلال ہوگا ہمارے لئے جو کچھ ہم پائیں اس میں سے۔
تشریح: اہل اسلام نے حملہ کر کے ترکیوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو ترک والوں کا مال جو ہمارے ہاتھ میں آئے ہم اس کے مالک بن جائیں گے کیونکہ وہ سب مال غنیمت ہے، اور مال غنیمت مسلمانوں کی ملکیت ہوتی ہے اس لئے ترکیوں کا اپنا مال ہو یا وہ مال ہو جو انہوں نے رومیوں سے حاصل کیا ہے، دونوں پر مسلمانوں کی ملکیت ہوجائے گی۔

(۳۴/۲۸۶۹) وَاِذَا غَلَبُوْا عَلٰى اَمْوَالِنَا وَاَحْرَزُوْهَا بِدَارِهِمْ مَلَكُوْهَا.

لغت: احرز: جمع کرنا ایک ملک سے دوسرے ملک میں مال لے جانا۔
ترجمہ: اور اگر وہ ہمارے مال پر غالب آجائیں اور دار الحرب میں لے جائیں تو وہ اس کے مالک ہوجائیں گے۔
تشریح: کافر اگر مسلمان کے مال پر تسلط اور غلبہ پا کر اس کو اپنے قبضہ میں کرلے تو امام شافعیؒ کے نزدیک کافر اس مال کا مالک نہ ہوگا کیونکہ کافر کا مسلمان کے مال پر غلبہ حاصل کر کے اس کو دار الحرب میں محفوظ کرلینا فعل حرام ہے، اور مال کا مالک ہونا امر مشروع اور نعمت ہے اور فعل حرام کسی امر مشروع کا سبب نہیں ہوتا ہے اس لئے مسلمان کے مال پر

غلبہ پانے کی وجہ سے کافر اس مال کا مالک نہ ہوگا، ہمارے نزدیک اسی قبضہ کی وجہ سے کافر مسلمان کے مال کا مالک ہوجائے گا، کیونکہ مہاجرین جو مکۃ المکرمہ میں مالدار تھے اپنا مال مکہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے اور مدینہ میں مقیم ہونے کی وجہ سے ان کو فقراء کہا گیا ہے، اس لئے کہ ان کا جو مال مکہ میں رہ گیا تھا اس پر کفار مکہ نے قبضہ کرلیا تھا اور قبضہ پانے کی وجہ سے وہ اس کے مالک ہوگئے تھے، پس اگر کفار مکہ مسلمانوں کے مال پر تسلط پانے کے باجود اس کے مالک نہ ہوتے بلکہ مسلمان ہی اس کے مالک رہتے تو محض ہجرت کرنے سے ان کو فقراء نہ کہا جاتا مہاجرین کو فقراء کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ کفار مکہ مسلمانوں کے مال پر تسلط پاکر اس کے مالک ہوگئے ہیں۔ (نور الانوار)

(۲۸۷۰/۳۵) فَاِنْ ظَهَرَ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ فَوَجَدُوْهَا قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَهِيَ لَهُمْ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَاِنْ وَجَدُوْهَا بَعْدَ الْقِسْمَةِ اَخَذُوْهَا بِالْقِيْمَةِ اِنْ اَحَبُّوْا.

ترجمہ: پھر اگر اس پر مسلمان غالب آجائیں اور وہ مال پائیں تقسیم سے پہلے تو وہ انہیں کا ہے بغیر کسی عوض کے اور اگر پائیں اس کو تقسیم کے بعد تو لیں اسے قیمت کے بدلہ اگر چاہیں۔

تشریح: کافروں نے مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیا تھا اب مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کر کے مال واپس لے لیا تو اس بات پر تو سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر تقسیم غنیمت سے پہلے یہ معلوم ہوجائے کہ اس میں فلاں چیز فلاں مسلمان کی ہے، تو اس صورت میں اس مال کو اس مسلم کی جانب واپس کردیا جائے گا اور اس کے بدلہ اس سے کچھ نہیں لیا جائے گا اور اگر اس بات کا علم تقسیم غنیمت کے بعد ہو تو اس صورت میں حنفیہ و مالکیہ کہتے ہیں کہ تقسیم ہو کر جس کے قبضہ میں گیا اس کو قیمت دے کر اپنی چیز لے، اور اگر قیمت دے کر نہ لینا چاہے تو نہ لے، اور شوافع کے نزدیک بعد القسمۃ بھی اس مسلم کی جانب واپس کردیا جائے گا ان کے نزدیک اس مال کو مال غنیمت قرار دینا ہی صحیح نہیں۔

(۲۸۷۱/۳۶) وَاِنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ تَاجِرٌ فَاشْتَرىٰ ذٰلِكَ فَاَخْرَجَهٗ اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ فَمَالِكُهُ الْاَوَّلُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ بِالثَّمَنِ الَّذِيْ اشْتَرَاهُ بِهِ التَّاجِرُ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهٗ.

ترجمہ: اور اگر داخل ہوا دار الحرب میں کوئی تاجر اور وہ مال خرید کر دار الاسلام میں لے آیا تو اس کے پہلے مالک کو اختیار ہے اگر چاہے لے اس قیمت کے بدلہ جس سے خریدا ہے تاجر نے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

تشریح: حربی کافر مسلمانوں کا مال دار الحرب لے گئے اگر کوئی تاجر اس مال کو حربیوں سے خرید کر دار الاسلام لے آیا تو مالک اول کو دو اختیار ہیں (۱) جتنی قیمت دے کر تاجر لایا ہے اتنی قیمت تاجر کو دے کر اپنا مال لے لے۔ (۲) اگر قیمت دے کر لینا نہیں چاہتا ہے تو چھوڑ دے، کیونکہ تاجر سے مفت لینے میں اس کا نقصان ہے۔

(۲۸۷۲/۳۷) وَلَا يَمْلِكُ عَلَيْنَا اَهْلُ الْحَرْبِ بِالْغَلَبَةِ مُدَبَّرِيْنَا وَاُمَّهَاتِ اَوْلَادِنَا وَمُكَاتَبِيْنَا

وَاَحْرَارَنَا وَنَمْلِكُ عَلَيْهِمْ جَمِيعَ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور مالک نہیں ہوں گے اہل حرب ہم پر غالب آکر ہمارے مدبروں اور ام ولدوں مکاتبوں اور آزادوں کے اور ہم ان سب کے مالک ہو جائیں گے۔

تشریح: دونوں مسئلوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ غلبہ سے ملکیت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب وہ مباح مال پر ہو اور آزاد آدمی مباح مال نہیں بلکہ وہ آزادی کی وجہ سے معصوم ہوتا ہے نیز مکاتب وغیرہ میں بھی ایک قسم کی آزادی ہوتی ہے لہٰذا یہ غلام نہیں ہو سکتے اور ان کے مکاتب وغیرہ ہمارے لئے مباح ہیں اور مباح پر غلبہ حاصل ہونا سبب ملک ہے تو ہم مالک ہو جائیں گے۔

(۳۸/۲۸۷۳) وَاِذَا اَبِقَ عَبْدُ الْمُسْلِمِ فَدَخَلَ اِلَيْهِمْ فَاَخَذُوْهُ لَمْ يَمْلِكُوْهُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا مَلَكُوْهُ.

ترجمہ: اور جب بھاگ جائے مسلمان کا غلام پھر چلا جائے ان کے یہاں اور وہ اسے پکڑ لیں تو وہ اس کے مالک نہ ہوں گے امام صاحبؒ کے نزدیک اور فرمایا صاحبینؒ نے کہ مالک ہو جائیں گے۔

تشریح: اگر کسی مسلمان کا غلام کفار کی طرف از خود بھاگ کر چلا جائے اور کفار اسے پکڑ لیں تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ کفار اس کے مالک نہیں ہوتے بظاہر اس وجہ سے کہ یہاں استیلاء کہاں پایا گیا اس لئے کہ وہ غلام تو از خود بھاگ کر گیا تھا لہٰذا استیلاء کا ضابطہ اس پر نافذ نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک کفار اس قسم کے غلام کے مالک ہو جاتے ہیں جس طرح اور دوسری قسم کے مال کے مالک ہو جاتے ہیں۔

(۳۹/۲۸۷۴) وَاِنْ نَدَّ اِلَيْهِمْ بَعِيْرٌ فَاَخَذُوْهُ مَلَكُوْهُ.

لغت: ندَّ: ماضی باب (ض) ندًّا اونٹ کا بدک کر بھاگ جانا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی اونٹ بدک کر ان کے یہاں چلا جائے اور وہ اسے پکڑ لیں تو وہ مالک ہو جائیں گے۔

تشریح: جنگ کے دوران مسلمانوں کا کوئی اونٹ بدک کر کفار کی جانب چلا گیا تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

(۴۰/۲۸۷۵) وَاِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْاِمَامِ حَمُوْلَةٌ يَحْمِلُ عَلَيْهَا الْغَنَائِمَ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ قِسْمَةَ اِيْدَاعٍ لِيَحْمِلُوْهَا اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ يَرْجِعُهَا مِنْهُمْ فَيَقْسِمُهَا.

حل لغات: حمولة: حاء کے فتحہ کے ساتھ بار برداری کا جانور جمع حَمُوْلَات. ایداع: مصدر ہے، کہا جاتا ہے اودعه الشئ کسی کے پاس امانت رکھنا۔

ترجمہ: اور جب نہ ہوامام کے پاس سواری جس پرلادے مال غنیمت تو تقسیم کردے اس کو مجاہدوں میں بطور امانت تاکہ وہ لے آئیں اسے دارالاسلام میں پھران سے واپس لے کر تقسیم کرے۔

غنیمت کے باقی احکام

تشریح: امام کے پاس اتنے جانور نہیں ہیں کہ ان پر سارا مال غنیمت لاد کر دارالاسلام لا سکے ایسی صورت میں مال غنیمت امانت کے طور پر تھوڑا تھوڑا کر کے مجاہدین کو دیدے تاکہ وہ اپنے جانوروں پر لاد کر دارالاسلام تک لے آئیں جب دارالاسلام لے آئیں تو امام تمام مال جمع کر کے ہر مجاہد کو اس کے حصہ کے مطابق تقسیم کر کے دے دے۔

(۲۸۷۶/۴۱)　**وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْغَنَائِمِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ.**

ترجمہ: اور جائز نہیں مال غنیمت کو بیچنا تقسیم سے پہلے دارالحرب میں۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے کسی شی کی بیع قبل القسمۃ خواہ طعام ہو یا غیر طعام جائز نہیں اور اگر کسی نے بیع کی تو ردالثمن الی الغنیمۃ بالاتفاق واجب ہے۔

(۲۸۷۷/۴۲)　**وَمَنْ مَاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ فَلَا حَقَّ لَهٗ فِي الْقِسْمَةِ.**

ترجمہ: اور جو شخص مر جائے مجاہدوں میں سے دارالحرب میں تو اس کا کوئی حق نہیں تقسیم میں۔

تشریح: اگر لڑائی کے دوران کوئی آدمی شہید ہو گیا تو اس کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا، کیوں کہ دارالاسلام میں احراز کے بعد مجاہد مالِ غنیمت کا مالک ہوتا ہے اس لئے اس سے پہلے جو انتقال کر جائے اس کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا۔

(۲۸۷۸/۴۳)　**وَمَنْ مَاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ بَعْدَ اِخْرَاجِهَا اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ فَنَصِيْبُهٗ لِوَرَثَتِهٖ.**

ترجمہ: اور جو مجاہد مر جائے وہاں سے لے آنے کے بعد دارالاسلام تک تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کا ہوگا۔

تشریح: دارالاسلام میں مال غنیمت جمع کیا اس کے بعد کسی مجاہد کا انتقال ہوا تو اس کو غنیمت میں سے حصہ ملے گا اور یہ حصہ اس کے ورثاء کو دے دیا جائے گا۔

(۲۸۷۹/۴۴)　**وَلَابَأْسَ بِاَنْ يُّنَفِّلَ الْاِمَامُ فِيْ حَالِ الْقِتَالِ وَيُحَرِّضَ بِالنَّفْلِ عَلَى الْقِتَالِ فَيَقُوْلَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ اَوْ يَقُوْلَ لِسَرِيَّةٍ قَدْ جَعَلْتُ لَكُمُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ.**

حل لغات: یحرض: فعل مضارع (م) تحریضا ابھارنا۔ نفل: حصہ سے زائد دینا۔ سلب: چھینی ہوئی چیز جمع اسلاب، یہاں مراد ہے کافر مقتول کے ساتھ جو سامان ہوتا ہے لباس، ہتھیار سواری۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں کہ امام جنگ کی حالت میں انعام کا وعدہ کرے اور ابھارے انعام کے ذریعہ قتال پر اور کہے کہ جو جس کو قتل کرے گا تو مقتول کا ساز وسامان اسی کا ہے یا کہے کسی دستہ سے کہ میں نے کر دی ہے تمہارے لئے چوتھائی خمس کے بعد۔

تشریح: مال غنیمت میں حصہ کے علاوہ مزید انعام دے کر مجاہدین کو قتل پر ابھارنا جائز ہے اور لوگوں کو قتال پر اکسانے کے لئے امام یہ کہہ سکتا ہے کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اس کا سب ساز وسامان اسی کو دیا جائے گا یا کسی دستہ کے متعلق کہہ دے کہ جتنا مال غنیمت میں لاؤ گے اس میں سے خمس نکالنے کے بعد جو بچے گا اس میں سے چوتھائی تم لوگوں کو انعام دیں گے، اس کے بعد اس کو مالِ غنیمت کے طور پر لشکر میں تقسیم کریں گے یہاں ایک اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ مقتول کا سلب جو قاتل کو دیا جاتا ہے یہ من حیث الاستحقاق ہے یا من حیث التنفیل ؟ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک من حیث الاستحقاق ہے یعنی امام کی رائے اور اس کی عطاء پر موقوف نہیں وہ اسی کا اپنا حق ہے اور وہ جو حدیث میں آتا ہے من قتل الخ ان دونوں اماموں کے نزدیک یہ کوئی وقتی فیصلہ اور انعام نہیں ہے بلکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک سلب از قبیل تنفیل ہے یعنی امام کی طرف سے کسی مجاہد کو اس کے کارنامہ پر بطور حصہ زائدہ اور انعام کے دیا جاتا ہے، لہٰذا اگر امام کی جانب سے اعلان ہوا ہے من قتل الخ تب اس کے لئے ہوگا ورنہ نہیں۔

(۲۸۸۰/۴۵) وَلَا يُنَفِّلُ بَعْدَ اِحْرَازِ الْغَنِيْمَةِ اِلَّا مِنَ الْخُمُسِ.

ترجمہ: اور انعام نہ دے غنیمت جمع کرنے کے بعد مگر خمس سے۔

تشریح: لڑائی ختم ہوگئی لوگوں نے مال غنیمت بھی جمع کرلیا اب اس میں سے کسی کو انعام دینا جائز نہیں ہے اور اگر دینا ہی ہے تو پورے مال غنیمت میں سے جو پانچواں حصہ خمس نکالا ہے اس میں سے انعام دے۔

(۲۸۸۱/۴۶) وَاِذَا لَمْ يَجْعَلِ السَّلَبَ لِلْقَاتِلِ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْغَنِيْمَةِ وَالْقَاتِلُ وَغَيْرُهُ فِيْهِ سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور جب نہ کیا ہو مقتول کا سامان قاتل کے لئے تو وہ منجملہ غنیمت کے ہوگا جس میں قاتل وغیرِ قاتل برابر ہوں گے۔

تشریح: اگر امام نے مزید انعام دینے کا اعلان کیا تب تو مقتول کا ساز وسامان قاتل کے لئے ہوگا اور اگر یہ اعلان نہیں کیا تو مقتول کا ساز وسامان قاتل کے لئے نہیں ہوگا اس کو مال غنیمت میں شامل کر دیا جائے گا اور اس میں قاتل وغیرِ قاتل سب کا حصہ برابر ہوگا کیونکہ اس مال کو پورے لشکر کی طاقت سے لیا گیا ہے۔

(۲۸۸۲/۴۷) وَالسَّلَبُ مَا عَلَى الْمَقْتُوْلِ مِنْ ثِيَابِهٖ وَسَلَاحِهٖ وَمَرْكَبِهٖ.

ترجمہ: اور سلب وہ ہے جو ہو مقتول پر اس کے کپڑوں ہتھیاروں اور سواری سے۔

تشریح: اس عبارت میں صاحب کتاب یہ بتلا رہے ہیں کہ سلب کا مصداق مقتول کا کون کون سا سامان ہے چنانچہ فرمایا کافر مقتول کے ساتھ جو سامان ہوتا ہے لباس ہتھیار سواری وغیرہ ہتھیار کا سلب سے ہونا اجماعی ہے اور فرس ودابہ بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سلب میں داخل ہے البتہ امام احمد سے اس میں دو روایتیں ہیں۔

(۲۸۸۳/۴۸) وَاِذَا خَرَجَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ لَمْ يَجُزْ اَنْ يَّعْلِفُوْا مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَلَا يَاْكُلُوْا مِنْهَا شَيْئًا وَمَنْ فَضَلَ مَعَهٗ عَلَفٌ اَوْ طَعَامٌ رَدَّهٗ اِلَى الْغَنِيْمَةِ.

ترجمہ: اور جب نکل چکیں مسلمان دارالحرب سے تو جائز نہیں یہ کہ چارہ کھلائیں غنیمت سے اور نہ یہ کہ خود کھائیں اس میں سے کچھ اور جس کے پاس بچ جائے کچھ چارہ یا کھانا تو واپس کردے اس کو غنیمت میں۔

تشریح: جب تک مجاہدین دارالحرب میں ہیں تو کھانا وغیرہ عندالضرورت بقدر ضرورت استعمال کر سکتے ہیں لیکن جب دارالحرب سے باہر چلے گئے تو اب اس میں سے استعمال نہیں کر سکتے اب جو باقی بچا ہے اس کو بھی مال غنیمت میں شامل کرے کیونکہ دارالحرب سے نکلنے کے بعد یہ مال سب مجاہدین کا ہو گیا اس لئے مجاہدین میں تقسیم کر کے ہر آدمی اپنا اپنا حصہ استعمال کرے۔

(۲۸۸۴/۴۹) وَيُقَسِّمُ الْاِمَامُ الْغَنِيْمَةَ فَيُخْرِجُ خُمُسًا وَيُقَسِّمُ الْاَرْبَعَةَ الْاَخْمَاسَ بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ.

ترجمہ: اور تقسیم کرے امام غنیمت کو چناں چہ نکال لے اس کا خمس اور تقسیم کرے چار خمس مجاہدین میں۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کا بیان

تشریح: اولاً کل مال غنیمت کو جمع کیا جاتا ہے اور اس میں سے ایک خمس جدا کر لیا جاتا ہے اور جو پانچواں حصہ نکالا ہے اس کے بارے میں قرآن میں یہ ہدایت ہے کہ اس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے (تفصیل آگے آرہی ہے) اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے مثلاً مال غنیمت میں بیس اونٹ آئے اس میں سے پانچواں حصہ یعنی چار اونٹ نکلیں گے اور باقی سولہ اونٹ تمام مجاہدین پر بطور مال غنیمت تقسیم ہوں گے۔

(۲۸۸۵/۵۰) لِلْفَارِسِ سَهْمَانِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا لِلْفَارِسِ ثَلٰثَةُ اَسْهُمٍ.

ترجمہ: سوار کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور فرمایا صاحبین نے کہ سوار کے لئے تین حصے ہیں۔

تشریح: مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے کے بعد مجاہدین میں جو مال تقسیم ہوگا اس کی صورت یہ ہوگی

کہ جو گھوڑ سوار ہے اس کو دو حصے ملیں گے: ایک اس کا اور ایک اس کے گھوڑے کا اور جو پیدل جہاد کر رہا ہے، اس کو صرف ایک حصہ ملے گا یہ تفصیل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک گھوڑے کے لئے دو حصے ہیں، لہٰذا فرس اور فارس دونوں کو ملا کر تین حصے ہوئے۔

(۵۱/۲۸۸۶) وَلَا سَهْمَ إِلَّا لِفَرَسٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ: اور نہیں حصہ دیا جائے گا مگر ایک ہی گھوڑے کا۔

تشریح: اگر کوئی مجاہد دو گھوڑے لے کر جائے تو طرفین کے نزدیک اس کو ایک ہی گھوڑے کا حصہ ملے گا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو گھوڑوں کے دو حصے ملیں گے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کے دو گھوڑوں کے دو حصے مقرر فرمائے تھے، طرفین فرماتے ہیں کہ قتال ایک ہی گھوڑے پر ہو سکتا ہے، لہٰذا ایک ہی کا حصہ ملے گا نہ کہ دو کا جیسے تین اور چار گھوڑوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

(۵۲/۲۸۸۷) وَالْبَرَاذِيْنُ وَالْعِتَاقُ سَوَاءٌ

لغت: البراذین: واحد برذون چھوٹے قد کا گھوڑا ترکی گھوڑا۔ العتاق: واحد عتیق عربی گھوڑا۔

ترجمہ: دیسی اور عربی گھوڑے برابر ہیں۔

تشریح: ایسے گھوڑے جو جنگ کے کام آئیں لیکن قد میں تھوڑے چھوٹے ہوں جن کو دیسی گھوڑے کہتے ہیں اور عربی گھوڑے جو قد میں لمبے ہوتے ہیں، چونکہ دونوں قسم کے گھوڑوں سے کامل منفعت ہوتی ہے اس لئے دونوں کے حصے برابر ہیں۔

(۵۳/۲۸۸۸) وَلَا يُسْهَمُ لِرَاحِلَةٍ وَلَا بَغْلٍ.

حل لغات: راحلة: سفر و بار برداری کے لئے مضبوط اونٹ و اونٹنی (تا مبالغہ کے لئے ہے) جمع رواحل.
بغل: خچر (وہ دوغلا جانور جو گدھے اور گھوڑی کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے)

ترجمہ: اور حصہ نہ لگائے بوجھ اٹھانے والے اونٹ اور خچر کا۔

تشریح: اونٹ وغیرہ جن پر بوجھ لے جایا جاتا ہے ان کو خدمت کے عوض کچھ دے سکتے ہیں لیکن گھوڑے کی طرح غنیمت میں باقاعدہ حصہ نہیں ہے کیونکہ آیت میں دشمنوں کو ڈرانے کے لئے گھوڑے پالنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے خچر گدھے وغیرہ کے لئے غنیمت میں حصہ نہیں ہے۔

(۵۴/۲۸۸۹) وَمَنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ فَارِسًا فَنَفَقَ فَرَسُهُ اِسْتَحَقَّ سَهْمَ فَارِسٍ وَمَنْ دَخَلَ رَاجِلًا فَاشْتَرىٰ فَرَسًا اِسْتَحَقَّ سَهْمَ رَاجِلٍ.

ترجمہ: جو شخص داخل ہوا دار الحرب میں سوار ہو کر پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو حقدار ہوگا سوار کے حصہ کا اور جو داخل ہوا پیدل پھر اس نے گھوڑا خرید لیا تو مستحق ہوگا پیدل کے حصہ کا۔

تشریح: سوار اور پیدل کے حصوں کا استحقاق اس لحاظ سے ہے کہ اگر دار الاسلام سے جدا ہوتے وقت سوار تھا تو سوار کا اور پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پائے گا چناں چہ اگر کوئی سوار ہو کر دار الحرب میں داخل ہو پھر اس کا گھوڑا مر جائے تو وہ دو حصوں کا مستحق ہوتا ہے، اور اگر دار الحرب میں پیدل گیا اور وہاں جا کر گھوڑا خرید لیا تو ایک حصہ کا مستحق ہوگا۔

(۲۸۹۰/۵۵) وَلَا يُسْهَمُ لِمَمْلُوْكٍ وَلَا امْرَأَةٍ وَلَا ذِمِّيٍّ وَلَا صَبِيٍّ وَلٰكِنْ يُرْضَخُ لَهُمْ عَلٰى حَسْبِ مَا يَرَى الْإِمَامُ.

ترجمہ: اور حصہ نہ لگایا جائے غلام عورت ذمی اور بچہ کا لیکن دے دے کچھ ان کو امام جو مناسب سمجھے۔

تشریح: عورت غلام اور بچہ اگر جہاد میں شرکت کرتے ہیں، تو ان کے لئے غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ نہ ہوگا لیکن بخشش اور عطیہ کے طور پر کوئی معمولی چیز ان کو دے دی جائے گی اس معمولی چیز کو رضخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک غلام سے غیر ماذون غلام مراد ہے جس کے لے حصہ نہیں **بخلاف العبد الماذون فانه فی حکم الحر فی هذه المسئلة.**

قوله ولا ذمی: یہاں پر دو مسئلے ہیں (۱) مسلمان کسی مشرک کو اپنے ساتھ جہاد میں لے جا سکتے ہیں تا کہ وہ وہاں کام آئے؟ اس کا تذکرہ مصنف نے نہیں کیا ہے۔ (۲) اگر اس کو ساتھ لے جایا گیا تو اس کے لئے غنیمت میں حصہ ہوگا یا نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے حصہ صرف امام احمد کے یہاں ہے فی الراجح عندہ اس لئے کہ ان کے نزدیک اسلام شرائط اسہام میں سے نہیں اور عند الجمہور اس کے لئے غنیمت میں سے حصہ نہیں ہے البتہ خدمت کے مطابق امام جو مناسب سمجھے وہ دے دے۔

(۲۸۹۱/۵۶) وَأَمَّا الْخُمُسُ فَيُقَسَّمُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَسْهُمٍ سَهْمٌ لِلْيَتَامٰى وَسَهْمٌ لِلْمَسَاكِيْنِ وَسَهْمٌ لِأَبْنَاءِ السَّبِيْلِ.

ترجمہ: اور بہر حال خمس تو تقسیم کیا جائے گا اس کو تین حصوں میں ایک حصہ یتیموں کے لئے ایک حصہ مسکینوں کے لئے اور ایک مسافروں کے لئے۔

خمس تقسیم کرنے کے احکام

تشریح: خمس کے بارے میں قرآن میں ہدایت ہے کہ اس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے **للرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل** جب خمس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصہ میں ان پانچ

میں سے خمس الخمس آئے گا لیکن اب تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ (۱) یتیم۔ (۲) مسکین۔ (۳) مسافر۔ مزید تفصیل تیسرے مسئلہ میں آ رہی ہے۔

(۲۸۹۲/۵۷) وَيَدْخُلُ فُقَرَاءُ ذَوِي الْقُرْبٰى فِيْهِمْ وَيُقَدَّمُوْنَ وَلَايُدْفَعُ اِلٰى اَغْنِيَائِهِمْ شَيْءٌ.

ترجمہ: اور رشتہ دار فقراء انہیں میں داخل ہوں گے اور مقدم کئے جائیں گے اور نہ دیا جائے گا ان کے مالداروں کو کچھ۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ساقط ہوگئے اس لئے ان کو مال غنیمت میں الگ سے حصہ نہیں دیا جائے گا البتہ اگر وہ یتیم مسکین یا مسافر ہوتو ان کو مذکورہ تین طبقوں میں داخل کر کے دیا جائے گا اور بنو ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہوگا اور ان کا مسکین دوسرے مسکینوں پر مقدم ہوگا وہکذا۔

(۲۸۹۳/۵۸) فَاَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَفْسِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ مِنَ الْخُمْسِ فَاِنَّمَا هُوَ لِاِفْتِتَاحِ الْكَلَامِ تَبَرُّكًا بِاسْمِهٖ وَسَهْمُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام سَقَطَ بِمَوْتِهٖ كَمَا سَقَطَ الصَّفِيُّ وَسَهْمُ ذَوِي الْقُرْبٰى كَانُوْا يَسْتَحِقُّوْنَهٗ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنُّصْرَةِ وَبَعْدَهٗ بِالْفَقْرِ.

ترجمہ: جو حصہ ذکر کیا ہے اللہ نے قرآن میں خمس سے سو وہ شروع کلام میں اللہ کے نام سے تبرک حاصل کرنے کے لئے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ساقط ہو گیا، آپ کی وفات سے جیسے ساقط ہو گیا صفی اور رشتہ داروں کا حصہ مستحق ہوتے تھے وہ اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدد کی وجہ سے اور آپ کے بعد فقر کی وجہ سے۔

تشریح: واعلموا انما غنمتم من شئ الخ اس آیت میں مال غنیمت کی تقسیم اس طرح ہے کہ کل مال کا پانچواں حصہ اللہ، اللہ کے رسول، رسول کے رشتہ داروں اور فقیروں، یتیموں اور مسافروں کے لئے ہے، اس میں لفظ اللہ جمہور کے نزدیک کلام کے شروع میں برکت کے طور پر ہے کیونکہ تمام چیزیں اللہ ہی کی ہیں، اس کو حصہ کی ضرورت نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے انتقال کے بعد ساقط ہو گیا، کیوں کہ اب آپ کو کوئی ضرورت ہی نہیں رہی جس طرح صفی ساقط ہو گیا، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ جب مال غنیمت جمع ہو جائے تو اس میں سے جو آپ کو پسند ہو وہ لے لیں، لیکن آپ کے انتقال کے بعد یہ سب ساقط ہو گیا اور خلیفہ وغیرہ کے لئے بھی دروازہ بند ہو گیا، پھر رشتہ داروں کی دیکھ بھال انسان کی ذاتی ضروریات میں داخل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانی ذاتی ضرورتوں سے مبرا ہو گئے تو یہ حقوق بھی ساقط ہو گئے اب خمس کے صرف تین مصارف باقی رہ گئے آگے مصنف فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے رشتہ داروں کو خمس میں سے ایک حصہ اس لئے دیا جاتا تھا کہ وہ آپ کی ہر وقت مدد فرماتے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد مدد کا سلسلہ ختم ہو گیا، لہٰذا اب رشتہ داری کی بنا پر نہیں دیا جائے گا البتہ ان میں سے کوئی یتیم یا مسکین یا مسافر ہو تو یتیم ہونے یا مسکین ہونے یا مسافر ہونے کی بنا پر دیا جائے گا۔

(۵۹/۲۸۹۴) وَاِذَا دَخَلَ الْوَاحِدُ اَوِ الْاِثْنَانِ اِلٰى دَارِ الْحَرْبِ مُغِيْرِيْنَ بِغَيْرِ اِذْنِ الْاِمَامِ فَاَخَذُوْا شَيْئًا لَمْ يُخَمَّسْ.

حل لغات: مغیرین: رات کو دھاوا بولنا، غارت گری کرنا۔

ترجمہ: اور جب داخل ہوا ایک یا دو آدمی دار الحرب میں لوٹ مار کرتے ہوئے امام کی اجازت کے بغیر اور لے آئے کوئی چیز تو خمس نہ لیا جائے گا۔

تشریح: یہ مال غنیمت کا نہیں ہے، کیوں کہ غنیمت وہ ہے جو غلبہ کے ساتھ حاصل ہو پس ان کا لایا ہوا مال چھین جھپٹ کہلائے گا اس لئے اس میں خمس نہیں ہے۔

(۶۰/۲۸۹۵) وَاِنْ دَخَلَ جَمَاعَةٌ لَهُمْ مَنَعَةٌ فَاَخَذُوْا شَيْئًا خُمِسَ وَاِنْ لَمْ يَاْذَنْ لَهُمُ الْاِمَامُ.

حل لغت: منعة: روکنے کی طاقت۔

ترجمہ: اور اگر داخل ہوئی وہ جماعت جن کے لئے قوت ہے اور انہوں نے کوئی چیز لی تو خمس لیا جائے گا، اگر چہ امام نے ان کو اجازت نہ دی ہو۔

تشریح: اگر مسلمانوں کی کوئی باقوت جماعت دار الحرب سے مال لائے تو اس میں خمس لیا جائے گا، اگر چہ امام کی جانب سے ظاہری اجازت نہیں ہے، لیکن اندرونی طور پر اجازت ہے کیونکہ ایسے حالات میں امام تو چاہتے ہی ہیں کہ کافروں کو شکست ہو اور جانی و مالی نقصان ہو اور اس دستہ نے وہ سب کر دیا اس لئے اشارۃً اجازت موجود ہے اس لئے خمس لیا جائے گا۔

(۶۱/۲۸۹۶) وَاِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ تَاجِراً فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّتَعَرَّضَ بِشَيْءٍ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلَا مِنْ دِمَائِهِمْ فَاِنْ غَدَرَ بِهِمْ وَاَخَذَ شَيْئًا مَلَكَهٗ مِلْكاً مَحْظُوْرًا وَيُؤْمَرُ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِهٖ.

حل لغات: یتعرض: فعل مضارع معروف، مزاحمت کرنا، چھیڑنا، تاجراً: حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ غدر: ماضی (م) غدراً دھوکا دینا۔ محظوراً: روکا ہوا، حرام، ناجائز۔

ترجمہ: اور جب داخل ہو مسلمان دار الحرب میں تاجر ہو کر تو حلال نہیں ہے اس کے لئے چھیڑنا ان کے مالوں اور جانوں کو پھر اگر دھوکہ دے کر ان سے کوئی چیز لے لی تو اس کا مالک ہو جائے گا ممنوع طریقہ پر اور اس کو حکم کیا جائے گا صدقہ کر دینے کا۔

تشریح: کوئی مسلمان دار الحرب میں تاجر بن کر گیا تو گویا کہ امن لے کر گیا کہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اس لئے اس کو دھوکہ نہیں دینا چاہئے اور نہ کافروں کی جان و مال کو نقصان پہنچانا چاہئے اور اگر ان کو دھوکہ دے

کر مال دارالاسلام اٹھالیا تو مالک تو ہوجائے گا لیکن چونکہ دھوکہ کے ذریعہ مالک ہوا ہے اس لئے ممنوع طریقہ پر مالک سمجھا جائے گا اسی وجہ سے اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس مال کو صدقہ کردے۔

(۲۸۹۷/۶۲) وَاِذَا دَخَلَ الْحَرْبِیُّ اِلَیْنَا مُسْتَأمِنًا لَمْ یُمَکَّنْ لَہٗ اَنْ یُقِیْمَ فِیْ دَارِنَا سَنَۃً وَیَقُوْلُ لَہُ الْاِمَامُ اِنْ اَقَمْتَ تَمَامَ السَّنَۃِ وَضَعْتُ عَلَیْکَ الْجِزْیَۃَ فَاِنْ اَقَامَ سَنَۃً اُخِذَتْ مِنْہُ الْجِزْیَۃُ وَصَارَ ذِمِّیًّا وَلَا یُتْرَکُ اَنْ یَرْجِعَ اِلٰی دَارِ الْحَرْبِ وَاِنْ عَادَ اِلٰی دَارِ الْحَرْبِ وَیَتْرُکُ وَدِیْعَۃً عِنْدَ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّیٍّ اَوْ دَیْنًا فِیْ ذِمَّتِہِمْ فَقَدْ صَارَ دَمُہٗ مُبَاحًا بِالْعَوْدِ وَمَا فِیْ دَارِ الْاِسْلَامِ مِنْ مَالِہٖ عَلٰی خَطَرٍ فَاِنْ اُسِرَ اَوْ ظُہِرَ عَلَی الدَّارِ فَقُتِلَ سَقَطَتْ دُیُوْنُہٗ وَصَارَتِ الْوَدِیْعَۃُ فَیْئًا.

حل لغات: حربی: اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالحرب کا مستقل باشندہ ہو۔ مستأمن: اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالاسلام میں ویزا لے کر عارضی اقامت حاصل کئے ہوئے ہو۔ لم یمکن: مضارع مجہول تمکین (م) قدرت دینا۔ خطرٌ: قریب بہلاکت جمع اخطار کہا جاتا ہے۔ رکبوا الاخطار: وہ لوگ خطروں میں پڑ گئے، قولہٗ فان اسر الخ: اس عبارت میں علیٰ خطر کی تفصیل کا بیان ہے۔

ترجمہ: اور جب آجائے حربی ہمارے یہاں امن لے کر تو قدرت نہ دی جائے اس کو ٹھہرنے کی دارالاسلام میں سال بھر بلکہ کہہ دے گا اس سے امام اگر تم سال بھر ٹھہرے تو تم پر جزیہ مقرر کردوں گا پھر اگر ٹھہرا رہے ایک سال تو اس سے جزیہ لیا جائے گا اور وہ ذمی ہوجائے گا، اب اس کو واپس دارالحرب جانے نہیں دیا جائے گا، اگر وہ دارالحرب چلا گیا اور چھوڑ گیا کچھ امانت کسی مسلمان یا ذمی کے پاس یا کچھ قرض چھوڑ گیا ان کے ذمہ تو ہوگیا اس کا خون مباح واپس جانے کی وجہ سے اور جو کچھ دارالاسلام میں ہو اس کا مال تو وہ خطرے میں ہوگیا، چنانچہ اگر قید کرلیا گیا یا غلبہ ہوگیا دارالحرب پر اور وہ قتل کردیا گیا تو اس کا قرض ساقط ہوجائے گا اور امانت غنیمت سمجھی جائے گی۔

مستأمن کے احکام

تشریح: حربی کافر کا ہمیشہ دارالاسلام میں رہنا جائز نہیں، مگر دو شرطوں کے ساتھ۔ (۱) یا تو وہ غلام ہو (۲) یا جزیہ دینا قبول کرے اگر حربی کافر امن لے کر دارالاسلام میں آجائے تو وہ پورے ایک سال تک نہیں ٹھہر سکتا اس سے صاف کہہ دیا جائے گا کہ اگر تو سال بھر ٹھہرے گا تو ہم تجھ پر جزیہ مقرر کردیں گے، کیوں کہ اگر حربی زیادہ مدت تک ٹھہرے گا تو وہ کافروں کا جاسوس بن جائے گا اس لئے اس کا دارالاسلام میں آنا نقصان سے خالی نہیں مگر بالکل روکا بھی نہیں جاسکتا کیونکہ اس صورت میں تجارت بند ہوجائے گی اور تجارتی کاروبار ٹھپ ہوجائے گا اس لئے ایک سال کی مدت کو حد فاصل قرار دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں جزیہ واجب ہوتا ہے اگر حربی مستأمن امام کے صاف کہہ دینے کے بعد بھی سال بھر ٹھہرے تو وہ ذمی ہے اب اگر وہ واپس دارالحرب جانا چاہے تو نہیں جاسکتا کیونکہ عقد ذمہ منعقد ہونے

کے بعد توڑتا نہیں کرتا اگر وہ واپس چلا جائے اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ امانت یا ان کے ذمہ کچھ قرض چھوڑ جائے تو شرط توڑنے کی وجہ سے ذمی نہیں رہا بلکہ حربی ہو گیا اور اس کو قتل کرنا مباح ہو گیا اور اس کا جو مال دارالاسلام میں ہو وہ خطرہ میں ہو جائیگا یعنی اگر وہ گرفتار ہو جائے یا دارالحرب کو مسلمان فتح کر لیں اور یہ قتل ہو جائے تو اس کا قرض جاتا رہے گا اور اس کا امانت رکھا ہوا مال، مال غنیمت شمار ہوگا اور جو مال دارالاسلام کے وارثین کے پاس تھا وہ آپس میں تقسیم کر لیں گے۔

(۲۸۹۸/۶۳) وَمَا اَوْجَفَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ اَمْوَالِ اَهْلِ الْحَرْبِ بِغَيْرِ قِتَالٍ يُصْرَفُ فِي مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ كَمَا يُصْرَفُ الْخَرَاجُ.

حل لغات: اوجف: گھوڑے کو تیز دوڑانا، یہاں مراد ہے دوڑ کر مال جمع کر لینا۔

ترجمہ: اور جو لے لیا مسلمانوں نے حملہ کر کے اہل حرب کا مال لڑائی کئے بغیر تو خرچ کیا جائے گا مسلمانوں کی بہتری میں جیسے خرچ کیا جاتا ہے خراج۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ کفار قتال کے بغیر صرف رعب سے جھک گئے اور صلح کر لی تو جو مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہے اس میں مال غنیمت کے احکام جاری نہ ہوں گے، بلکہ پورا مال بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا اور مسلمانوں کی مصلحت جیسے پل سرائے مسافر خانے وغیرہ میں خرچ کیا جائے گا جس طرح خراج کا مال مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جاتا ہے۔

(۲۸۹۹/۶۴) وَاَرْضُ الْعَرَبِ كُلُّهَا اَرْضُ عُشْرٍ وَهِيَ مَابَيْنَ الْعُذَيْبِ اِلٰى اَقْصٰى حَجَرٍ بِالْيَمَنِ وَبِمَهْرَةَ اِلٰى حَدِّ مَشَارِقِ الشَّامِ.

ترجمہ: اور عرب کی کل زمین عشری ہے اور وہ مقام عذیب سے لے کر انتہائے حجر تک ہے اور مہرہ سے مشارق شام کی حد تک ہے۔

تشریح: پورے جزیرۃ العرب کی زمینوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشری قرار دیا ہے اور خلفاء راشدین نیز ان کے بعد سلاطین اسلام وارباب اقتدار نے بھی اسی طرح برقرار رکھا ہے جزیرۃ العرب میں پانچ خطے شامل ہیں، تہامہ، حجاز، نجد، عروض، یمن، حجاز کی جنوبی جانب کا نام تہامہ ہے، اور حجاز وعراق کے درمیانی حصہ کا نام نجد ہے اور حجاز وہ پہاڑی سلسلہ ہے جو یمن سے شروع ہو کر حدود شام تک پہنچتا ہے اسی میں مدینہ منورہ اور شام کا ساحل عمان شامل ہے اور عروض، یمامہ سے بحرین تک ہے یمن میں عدن بھی داخل ہے۔

(۲۹۰۰/۶۵) وَالسَّوَادُ كُلُّهَا اَرْضُ خَرَاجٍ وَهِيَ مَابَيْنَ الْعُذَيْبِ اِلٰى عُقْبَةِ حُلْوَانَ مِنَ الْعَلْثِ اِلٰى عَبَّادَانَ وَاَرْضُ السَّوَادِ مَمْلُوْكَةٌ لِاَهْلِهَا يَجُوْزُ بَيْعُهُمْ لَهَا وَتَصَرُّفُهُمْ فِيْهَا.

حل لغت: سواد: سواد سے مراد سواد العراق ہے، عراق کی زمین چونکہ بہت سرسبز اور کثیر الاشجار والمزارع ہے اس لئے اس کو سواد سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ سبزی دور سے مائل بہ سیاہی معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ: اور سواد عراق کی کل زمین خراجی ہے جو مقام عذیب سے مقام عقبہ حلوان تک اور علث سے عبادان تک ہے اور سواد عراق کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملک ہے انہیں اس کا بیچنا اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے۔

تشریح: عراق کی کل زمین خراجی ہیں حضرت فاروق اعظمؓ نے جب اس ملک کو فتح کیا تو تمام صحابہ کرامؓ کے سامنے اس کی زمینوں پر خراج کا حکم جاری فرمایا عراق کی حدود طولاً عذیب علاقہ کوفہ سے عقبہ حلوان قریب بغداد تک اور عرضاً علث شرق دجلہ سے ساحل عبادان تک ہے آگے فرماتے ہیں کہ سواد عراق کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملک ہے جس میں انہیں تصرف کرنا اور اس کو فروخت کرنا جائز ہے۔

(۲۹۰۱/۶۶) وَكُلُّ اَرْضٍ اَسْلَمَ اَهْلُهَا عَلَيْهَا اَوْ فُتِحَتْ عَنْوَةً وَقُسِمَتْ بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ فَهِيَ اَرْضُ عُشْرٍ.

ترجمہ: جس زمین کے باشندے اسلام لے آئے یا وہ بزور بازو فتح کرلی گئی اور مجاہدین کے درمیان تقسیم کردی گئی تو وہ عشری ہے۔

زمین کے عشری ہونے کی صورتیں

تشریح: کوئی ملک صلح کے ساتھ اس طرح فتح ہوا کہ اس کے باشندے بھی مسلمان ہوگئے تو وہ بدستور اپنی زمین کے مالک ہوں گے اور ان کی زمین عشری کہلائے گی جیسا کہ مدینہ طیبہ کے باشندے اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زمین کو بدستور ان کی ملکیت میں رکھتے ہوئے ان کی زمین پر عشر واجب قرار دیا اسی طرح طائف و نجران کی زمین بھی عشری ہے۔ (۲) اگر کوئی ملک بزور شمشیر فتح ہوا اور وہاں کے باشندے مسلمان نہیں ہوئے امیر المؤمنین نے کل زمین کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے حسب ضابطہ ایک حصہ بیت المال کو دے دیا اور چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کردیئے تو مجاہدین کے حصہ کی زمین شرعاً عشری ہوگی اور اس پر عشر واجب ہوگا۔

(۲۹۰۲/۶۷) وَكُلُّ اَرْضٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً فَاُقِرَّ اَهْلُهَا عَلَيْهَا فَهِيَ اَرْضُ خَرَاجٍ.

ترجمہ: اور جو زمین بزور بازو فتح کی گئی اور اسکے (کافر) باشندوں کو (مصلحۃً) وہیں رکھا گیا تو وہ خراجی ہے۔

زمین کے خراجی ہونے کی صورتیں

تشریح: جو ملک صلحاً فتح ہو یا جنگ و جہاد کے ساتھ فتح ہو اور وہاں کے باشندے اپنے سابق مذہب پر برقرار

رہیں تو ان کی زمین خراجی ہوگی جیسے شام عراق اور مصر کی زمین۔

تنبیہ: سطور بالا میں کسی زمین کے عشری وخراجی ہونے کو پہچاننے کے لئے جو ضابطہ تحریر کیا گیا اس باب میں اصل تو وہ ہی ہے البتہ بعض زمینیں مذکورہ بالا قاعدہ سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں مثلاً اراضی مکہ غلبۃً فتح ہوئی ہیں اور پھر مجاہدین کے درمیان ان زمینوں کو تقسیم کرنے کے بجائے باشندگان مکہ ہی کے قبضہ وتصرف میں ان کو چھوڑ دیا گیا تو مذکورہ ضابطہ کے مطابق مکہ کی زمینوں کو خراجی ہونا چاہئے، لیکن صاحب بدائع کے بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل کی وجہ سے احترام حرم کے پیش نظر اصل ضابطہ کو چھوڑ کر مکہ معظمہ کی زمینوں کو عشری ہی قرار دیا گیا۔

(۲۹۰۳/۶۸) وَمَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَوَاتًا فَهِيَ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ مُعْتَبَرَةٌ بِحَيِّزِهَا فَاِنْ كَانَتْ مِنْ حَيِّزِ اَرْضِ الْخَرَاجِ فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ وَاِنْ كَانَتْ مِنْ حَيِّزِ اَرْضِ الْعُشْرِ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ وَالْبَصْرَةُ عِنْدَنَا عُشْرِيَّةٌ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ اَحْيَاهَا بِبِئْرٍ حَفَرَهَا اَوْ بِعَيْنٍ اِسْتَخْرَجَهَا اَوْ بِمَاءِ دِجْلَةَ اَوِ الْفُرَاتِ اَوِ الْاَنْهَارِ الْعِظَامِ الَّتِيْ لَا يَمْلِكُهَا اَحَدٌ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ وَاِنْ اَحْيَاهَا بِمَاءِ الْاَنْهَارِ الَّتِيْ اِحْتَفَرَهَا الْاَعَاجِمُ مِثْلُ نَهْرِ الْمَلِكِ وَنَهْرِ يَزْدَجَرْدَ فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ.

ترجمہ: جس نے مردہ زمین کو زندہ کرلیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا اعتبار برابر والی زمین سے ہوگا اگر برابر والی خراجی ہو تو وہ خراجی ہوگی اور اگر برابر والی عشری ہو تو وہ عشری ہوگی اور بصرہ ہمارے نزدیک عشری ہے اجماع صحابہؓ کی وجہ سے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس کو زندہ کرے کنواں کھود کر یا چشمہ نکال کر یا دجلہ یا فرات یا ان بڑی نہروں کے پانی سے جن کا کوئی مالک نہیں تو وہ عشری ہے اور اگر زندہ کرے ان نہروں کے پانی سے جن کو کھودا ہے عجمیوں نے جیسے نہر ملک اور نہر یزدجرد، تو وہ خراجی ہے۔

تشریح: ایسی زمینیں جو ملک فتح ہونے کے وقت نہ کسی کی ملک تھیں نہ قابل زراعت بعد میں اسلامی امیر کی اجازت سے ان کو قابل کاشت بنایا گیا یا آبادیوں میں کوئی مکان تھا اس کو باغ یا قابل کاشت زمین بنالیا گیا تو اگر ایسے کرنے والے غیر مسلم ہیں تو ان کی یہ زمینیں بھی خراجی ہوں گی اور اگر مسلمانوں نے اسے قابل کاشت بنایا ہے تو ان زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا دارومدار امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرب وجوار کی زمینوں پر ہوگا وہ عشری ہیں تو ان کو بھی عشری قرار دیا جائے گا اور اگر قرب وجوار کی زمینیں خراجی ہیں تو ان کو بھی خراجی سمجھا جائے گا اور اگر قرب وجوار میں دونوں قسم کی زمینیں ہیں تو یہ نو آباد زمینیں عشری ہوں گی اور مسلمان یا ذمی کافر نے اس زمین کو گاہے عشری پانی اور گاہے خراجی پانی سے سیراب کیا ہے، تو مسلمان کی زمین سے عشر اور کافر کی زمین سے خراج وصول کیا جائے گا۔

عشر وخراج کے مذکورہ ضابطہ سے استثناء

شہر بصرہ جو حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں آباد کیا گیا یہ ارض موات یعنی غیر آباد زمین تھی مسلمانوں نے

اس کا احیاء کیا اور قابل کاشت بنایا مگر بصرہ کا محل وقوع عراق کی خراجی زمینوں سے متصل ہے اس لئے امام ابو یوسفؒ کے قول پر ضابطۂ مذکورہ کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اس کی زمینیں بھی خراجی قرار دی جاتیں مگر باجماع صحابہ اس کی زمینوں پر عشر عائد کیا گیا اس لئے یہ ہمیشہ کے لئے عشری ہے۔

اس کے بعد امام محمدؒ کا قول بیان کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ امام محمدؒ کے نزدیک ارض موات کے سلسلہ میں دارومدار اس پانی پر ہوگا کہ جس پانی سے اس کو سیراب کیا گیا ہے وہ پانی عشری ہے تو وہ زمینیں عشری کہلائیں گی اور اگر وہ پانی خراجی ہے تو وہ زمینیں بھی خراجی قرار دی جائیں گی علامہ شامی نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو معتمد قرار دیا ہے۔

خراجی وعشری پانی کی تشریح

مذکورہ سطور میں بعض زمینوں کے عشری وخراجی ہونے کا حکم پانی کے عشری وخراجی ہونے کی بنیاد پر لگایا گیا ہے، اس لئے یہاں پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ کون پانی عشری ہے اور کون پانی خراجی تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بارش کا پانی کنوؤں اور قدرتی چشموں کا پانی اسی طرح امام محمدؒ کے نزدیک بڑے دریاؤں کا پانی جو قدرتی طور پر جاری ہے نہ ان کو کسی نے کھودا ہے اور نہ وہ عادۃً کسی کی ملک ہیں جیسے عراق میں دجلہ وفرات مصر میں دریائے نیل خراسان میں جیجون وسیحون اور ہندوستان میں گنگا وجمنا وغیرہ (زمین ہند عشری ہے یا خراجی مسئلہ مختلف فیہ ہے) بڑے دریاؤں کا پانی کہ یہ تمام عشری ہیں اور وہ نہریں جو کسی غیر مسلم حکومت یا جماعت نے اپنی محنت اور خرچ سے نکالی ہیں اور وہ عادۃً نکالنے والوں کی ملک ہیں جیسے بڑے دریاؤں سے نکالی ہوئی نہریں مثلاً نہر ملک نہر یزدجرد، چونکہ یہ نہریں فتح اسلامی سے قبل غیر مسلموں کی ملک تھیں اس لئے ان کا پانی خراجی ہے مگر بڑے دریاؤں کے پانی میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے ان کے نزدیک وہ بھی خراجی ہے۔

(۲۹۰۴/۶۹) وَالْخَرَاجُ الَّذِیْ وَضَعَهُ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی اَهْلِ السَّوَادِ مِنْ کُلِّ جَرِیْبٍ یَبْلُغُهُ الْمَاءُ وَیَصْلُحُ لِلزَّرْعِ قَفِیْزٌ هَاشِمِیٌّ وَهُوَ الصَّاعُ وَدِرْهَمٌ وَمِنْ جَرِیْبِ الرَّطْبَةِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَمِنْ جَرِیْبِ الْکَرْمِ الْمُتَّصِلِ وَالنَّخْلِ الْمُتَّصِلِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ وَمَاسِوٰی ذٰلِكَ مِنَ الْاَصْنَافِ یُوْضَعُ عَلَیْهَا بِحَسْبِ الطَّاقَةِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ مَا وُضِعَ عَلَیْهَا نَقَّصَهَا الْاِمَامُ.

حل لغات: خراج: اس کا لغوی اطلاق غلہ کی اس مقدار پر ہوتا ہے جسے لوگ اپنی پیداوار میں سے سالانہ نکالتے ہیں، اور اصطلاح میں خراج اس ٹیکس کو کہا جاتا ہے جو غیر مسلم رعایا سے خراجی اراضی پر وصول کیا جاتا ہے۔ **قفیز هاشمی:** ایک صاع ہوتا ہے۔ **الرطبة:** تر، یہاں ترکاری مراد ہے۔ **الکرم المتصل:** انگور کا گھنا باغ۔

ترجمہ: جو خراج مقرر کیا تھا حضرت عمرؓ نے اہل عراق پر وہ ہر اس جریب سے جسے پانی پہنچتا ہو اور کھیتی کے

قابل ہوا ایک قفیز ہاشمی ہے یعنی ایک صاع اور درہم اور ترکاریوں کے ایک جریب میں پانچ درہم ہیں اور انگور اور کھجور جو گھنے ہوں ان کے ایک جریب میں دس درہم ہیں اس کے علاوہ اور قسم کی زمینوں میں مقرر کیا جائے ان کی برداشت کے مطابق اگر وہ برداشت نہ کرسکیں جوان پر مقرر کیا گیا ہے، تو امام اس سے کم کردے۔

خراج کی قسموں کا بیان

تشریح: خراج کی دو قسمیں ہیں: (۱) خراج مقاسم (۲) خراج موظف خراج مقاسم کے معنی بٹائی کے ہیں کہ پیداوار کا کوئی حصہ مثلاً نصف یا ثلث مقرر کردیا جائے اور خراج موظف کے معنی یہ ہیں کہ نقد رقم مقرر کردی جائے اس عبارت میں صاحب قدوریؒ نے خراج موظف کی مقدار بیان کی ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیف کو سرزمین عراق کی پیمائش (سروے) کا حکم دیا اور حضرت حذیفہ کو اس کام کا نگراں مقرر فرمایا پوری مفتوحہ زمین کی پیمائش کی گئی تو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب نکلی حضرت عمرؓ نے عراق کی ان سب زمینوں پر جن میں پانی پہنچتا ہے اور قابل کاشت ہیں خراج موظف اس تفصیل کے ساتھ مقرر فرمایا کہ عام زمینوں پر فی جریب ایک درہم نقد اور ایک صاع گندم یا جو یا پھر وہ چیز جو اس میں بوئی جائے اور ترکاری کی ایک جریب میں پانچ درہم انگور یا کھجور کا ایسا باغ جو متصل درختوں پر مشتمل ہو یعنی وہ ایسے گنجان ہوں کہ ان میں کھیتی نہ ہوسکے تو فی جریب دس درہم مقرر فرمائے حضرت عمرؓ نے اس زمانہ کی عام پیداوار کا جائزہ لے کر درج بالا اشیاء کا خراج متعین فرمایا ان کے سوا دوسرے پہلوؤں کے باغات خواہ گنجان ہوں کہ جن میں کھیتی نہ ہوسکے یا متفرق ہوں نیز انگور و کھجور کے وہ باغات جن میں کاشت ہوسکتی ہو اور دوسری قابل کاشت اشیاء جن کا خراج حضرت فاروق اعظمؓ نے متعین نہیں فرمایا ان کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کی برداشت کے مطابق خراج لگایا جائے جو پیداوار کے پانچویں حصہ سے کم نہ ہو اور نصف سے زائد نہ ہو اگر اندازہ لگانے کے بعد تجربہ سے ثابت ہو کہ پیداوار بہت کم ہوئی ہے اور محنت بہت زیادہ کرنی پڑی ہے تو خمس سے کم کرنا بھی جائز ہے البتہ نصف پیداوار سے زیادہ خراج مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: ایک جریب کا طول ۶۰ ذراع ہوتا ہے اور یہاں پر ذراع سے مراد سات قبضہ کا ذراع ہے جبکہ عام ذراع چھ قبضہ کا ہوتا ہے، اور ایک قبضہ چار انگشت کا ہوتا ہے، اس حساب سے ایک ذراع پونے دو فٹ (کسریٰ کا ذراع مراد ہے) = ۲۸ / انگشت ہوا اور ساٹھ ذراع = ۱۰۵ فٹ = ۳۵ / گز یا ۳۲ میٹر ایک فٹ ہوا اور اس طرح ایک مربع جریب گیارہ ہزار پچیس مربع فٹ ہوا۔

اور قدیم جریب موجودہ زمانہ کی جریب سے چھوٹی ہے، موجودہ زمانہ کی جریب کا حساب سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل حساب ذہن میں رکھنا چاہئے تاکہ موجودہ جریب کا حساب قدیم جریب سے منطبق کرنا آسان ہوجائے۔

ایک جریب	=	۲۰ر گٹھے
ایک گٹھا	=	۹۰ر انچ
۲۰ گٹھے	=	۱۸۰۰ر انچ
۱۲ر انچ	=	ایک فٹ
۱۸۰۰ر انچ	=	۱۵۰ر فٹ
۳۶ر انچ	یعنی ۳ فٹ =	ایک گز
۱۵۰ر فٹ	=	۵۰ گز
۳۹ر انچ	=	ایک میٹر
۱۸۰۰ر انچ	=	۴۶ میٹر ۶ر انچ

ایک ذراع تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے، اس طرح ایک جریب سو ذراع کے برابر ہوتی ہے، مذکورہ بالا تفصیل سے جریب کی لمبائی کا سمجھنا نہایت سہل ہوگیا ہے، اب اسی حساب سے زمین کی مربع پیمائش اس طرح نکلے گی۔
ایک جریب × ایک جریب یعنی ۵۰ گز × ۵۰ گز = ۲۵۰۰ گز = ایک بیگھہ پختہ = تین بیگھہ خام رقبہ ہوتا ہے۔

(۲۹۰۵/۷۰) وَاِنْ غَلَبَ عَلٰی اَرْضِ الْخَرَاجِ الْمَاءُ اَوِ انْقَطَعَ عَنْهَا اَوِ اصْطَلَمَ الزَّرْعَ آفَةٌ فَلَا خَرَاجَ عَلَيْهِمْ.

حل لغت: اصطلم: صلم سے مشتق ہے جڑ سے اکھیڑنا کھیتی برباد کرنا۔

ترجمہ: اور اگر غالب آجائے خراجی زمین پر پانی یا اس سے بند ہوجائے یا برباد کردے کھیتی کو کوئی آفت تو ان کاشتکاروں پر خراج نہ ہوگا۔

وہ اسباب جن سے خراج ساقط ہوجاتا ہے

تشریح: اس عبارت میں وہ اسباب بیان فرماتے ہیں جن سے خراج ساقط ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہیں کہ کسی خارجی سبب سے زمین کے اندر نمو کی صلاحیت نہ ہو مثلاً زمین پر پانی کا غلبہ ہو یا پانی ختم ہوجائے جس کی وجہ سے زمین پیداوار نہ اگا سکے تو ایسی صورت میں خراج ساقط ہوجائے گا، اسی طرح پیداوار کسی سماوی آفت سے ہلاک ہوجائے مثلاً کھیتی سیلاب سے غرق ہوجائے یا آگ لگنے سے جل جائے یا شدت ٹھنڈک سے ضائع ہوجائے اور سال کا اتنا حصہ باقی نہ ہو کہ اس میں دوبارہ کھیتی کی جاسکے تو ایسی صورت میں بھی خراج ساقط ہوجائے گا۔

(۲۹۰۶/۷۱) وَاِنْ عَطَّلَهَا صَاحِبُهَا فَعَلَيْهِ الْخَرَاجُ.

ترجمہ: اور اگر بیکار چھوڑ دے زمین والا تو اس پر خراج ہوگا۔

تشریح: زمین کے قابل کاشت ہونے کے باوجود اپنی غفلت وکوتاہی سے کاشت نہ کی تو خراج موظف وصول کیا جائے گا وہ معاف نہ ہوگا مگر خراج مقاسمہ اس صورت میں بھی معاف ہو جائے گا کیونکہ مقاسمہ تو پیدوار سے متعلق ہے اور جب پیدوار نہیں ہوئی تو خراج بھی نہ ہوگا۔

(۲۹۰۷/۷۲) وَمَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ الْخَرَاجِ اُخِذَ مِنْهُ الْخَرَاجُ عَلٰى حَالِهٖ.

ترجمہ: جو خراج دینے والا اسلام لے آئے تو اس سے خراج لیا جائے گا بدستور سابق۔

تشریح: زمین پر خراج مقرر ہو جانے کے بعد مالک زمین کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں بھی وظیفہ زمین تبدیل نہ ہوگا خراج ہی واجب ہوگا۔

(۲۹۰۸/۷۳) وَيَجُوْزُ اَنْ يَّشْتَرِىَ الْمُسْلِمُ مِنَ الذِّمِّىِّ اَرْضَ الْخَرَاجِ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ الْخَرَاجُ.

ترجمہ: اور جائز ہے یہ کہ خریدے مسلمان ذمی سے خراجی زمین اور اس سے خراج ہی لیا جائے گا۔

تشریح: مسلمان کو کسی کافر سے خراجی زمین خریدنا جائز ہے مگر مسلمان ہونے کے باوجود بھی وظیفہ زمین بدستور خراج ہی رہے گا بہت سے صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ انہوں نے خراجی زمینیں خریدیں اور ان کا خراج ادا کرتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو خراجی زمین خریدنا اور اس کا خراج ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(۲۹۰۹/۷۴) وَلَا عُشْرَ فِى الْخَارِجِ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ.

ترجمہ: اور عشر نہیں ہے خراجی زمین کی پیداوار میں۔

تشریح: وجوب عشر کی شرائط میں سے ایک شرط زمین کا عشری ہونا ہے، خراجی زمین میں عشر واجب نہیں کیوں کہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک زمین میں دو وظیفے عشر وخراج جمع نہیں ہو سکتے۔

(۲۹۱۰/۷۵) وَالْجِزْيَةُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ جِزْيَةٌ تُوْضَعُ بِالتَّرَاضِىْ وَالصُّلْحِ فَتُقَدَّرُ بِحَسْبِ مَايَقَعُ عَلَيْهِ الْاِتِّفَاقُ وَجِزْيَةٌ يَبْتَدِئُ الْاِمَامُ بِوَضْعِهَا اِذَا غَلَبَ الْاِمَامُ عَلَى الْكُفَّارِ وَاَقَرَّهُمْ عَلٰى اَمْلَاكِهِمْ فَيَضَعُ عَلَى الْغَنِىِّ الظَّاهِرِ الْغِنَاءِ فِىْ كُلِّ سَنَةٍ ثَمَانِيَةً وَّاَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا يَاْخُذُ مِنْهُ فِىْ كُلِّ شَهْرٍ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ الْحَالِ اَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِىْ كُلِّ شَهْرٍ دِرْهَمَيْنِ وَعَلَى الْفَقِيْرِ الْمُعْتَمِلِ اثْنَىْ عَشَرَةَ دِرْهَمًا فِىْ كُلِّ شَهْرٍ دِرْهَمٌ.

ترجمہ: جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جزیہ جو مقرر کیا جائے رضامندی اور صلح سے پس مقرر کیا جائے گا جس پر اتفاق ہو جائے اور ایک وہ جزیہ جو ابتداءً مقرر کرے امام جب وہ غالب آئے کفار پر اور برقرار رکھے ان کے مالکوں کو

ان کی ملکیتوں پر چناں چہ مقرر کرے کھلی مالداری والے پر ہر سال ۴۸ درہم اور لے اس سے ہر ماہ چار درہم اور اوسط درجہ کے آدمی پر چوبیس درہم ہر ماہ دو درہم اور مزدوری کرنے والے فقیر پر بارہ درہم ہر ماہ ایک درہم۔

جزیہ کے احکام

تشریح: جزیہ وہ رقم جو غیر مسلموں کو اسلامی حکومت میں سکونت اختیار کرنے کے لئے سالانہ ادا کرنی پڑتی ہے اس کا مادہ جزیٰ یجزی ہے جس کے معنی ادا کرنے کے آتے ہیں، جزیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو کفار پر ان کی رضامندی سے مقرر کیا جاتا ہے، اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں بلکہ امام کی رائے کے سپرد ہے جتنا مناسب سمجھے مقرر کردے اس جزیہ کو جزیہ صلح کہا جاتا ہے، دوسری قسم کا جزیہ وہ ہے جو قہراً اور غلبۃً مقرر کیا جاتا ہے جب کہ مسلمان کفار پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں اور ان کو ان کی ملکیتوں پر برقرار رکھا جاتا ہے اس جزیہ کی مقدار متعین ہے اور اسکے تین درجے ہیں (۱) اگر کافر مالدار ہو تو اڑتالیس درہم لئے جائیں گے چار درہم ماہانہ کے اعتبار سے۔ (۲) اگر اوسط درجہ کا آدمی ہو تو چوبیس درہم لئے جائیں گے ماہانہ دو درہم کے اعتبار سے۔ (۳) اگر فقیر ہو لیکن کھاتا کماتا ہو تو بارہ درہم لئے جائیں گے ایک درہم ماہانہ کے اعتبار سے اس جزیہ کو جزیہ جبر کہتے ہیں۔

(۲۹۱۱/۷۶) وَتُوضَعُ الْجِزْيَةُ عَلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمَجُوْسِ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ مِنَ الْعَجَمِ وَلَا تُوْضَعُ عَلٰى عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ مِنَ الْعَرَبِ وَلَا عَلَى الْمُرْتَدِّيْنَ وَلَا جِزْيَةَ عَلَى امْرَأَةٍ وَلَا صَبِيٍّ وَلَا زَمِنٍ وَلَا عَلٰى فَقِيْرٍ غَيْرِ مُعْتَمِلٍ وَلَا عَلَى الرُّهْبَانِ الَّذِيْنَ لَا يُخَالِطُوْنَ النَّاسَ.

حل لغات: عبدة الاوثان: اوثان وثن کی جمع بت۔ عبدة الاوثان بت کے بندے۔ المجوس وہ قوم جو آگ کی پوجا کرتی ہے، یہ لوگ عقیدہ کے اعتبار سے دو چیزوں کو اصل مانتے ہیں ایک نور اور ایک ظلمت اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جتنی بھی دنیا میں خیر ہے وہ فعل نور ہے اور جتنے شرور ہیں وہ ظلمت سے سرزد ہوئے ہیں۔

معتمل: عمل سے مشتق ہے کام کرنے والا۔ الرهبان: راهب کی جمع ہے گرجاؤں کا گوشہ نشیں۔

ترجمه: اور مقرر کیا جائے گا جزیہ اہل کتاب پر مجوسیوں پر عجمیوں بت پرستوں پر اور مقرر نہ کیا جائے گا عرب کے بت پرستوں پر نہ مرتد لوگوں پر اور نہیں ہے جزیہ عورت پر نہ بچہ پر نہ اپاہج پر اور نہ ایسے فقیر پر جو بیکار ہو نہ ان راہبوں پر جو نہ ملتے جلتے ہوں لوگوں سے۔

تشریح: اولاً صاحب قدوری نے یہ بیان کیا ہے کہ جزیہ کن کفار سے لیا جاتا ہے، ثانیاً یہ بیان کیا ہے کہ کن کفار سے نہیں لیا جاتا اول کی تفصیل یہ ہے کہ جزیہ اہل کتاب سے تو سب سے لیا جائے گا لیکن مشرکین میں یہ تخصیص ہے کہ مشرکین عجم اور مجوس سے تو لیا جائے گا مگر مشرکین عرب سے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کا کفر بہت سخت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے درمیان مبعوث ہوئے اور آپ انہیں کی قوم کے ایک فرد تھے پھر آپ کے مخاطبین اولین بھی

یہی مشرکین تھے اور قرآن بھی انہیں کی زبان میں اترا ان تمام امور کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ ایمان قبول کرتے اگر وہ اب بھی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے تو ان کی دو ہی صورتیں ہیں، جنگ یا اسلام۔

ثانی کی تفصیل یہ ہے کہ مرتد پر جزیہ اس لئے نہیں ہے کہ اگر وہ مرد ہے تو یا تو دوبارہ اسلام قبول کرے یا تین دن کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور جزیہ کا مطلب یہ ہے کہ کفر کی حالت میں جزیہ دے کر زندہ رہے اور زندہ رہنے کا حق نہیں ہے خواہ عرب کا مرتد ہو یا عجم کا۔

اور جزیہ چونکہ قتل کے بجائے لیا جاتا ہے گویا جان کا بدل ہے اور قتل کا حکم صرف کفار مردوں کے لئے ہے اس وجہ سے بچوں عورتوں اپاہج اور کام نہ کرنے کے لائق لوگ اور جو راہب لوگوں سے اختلاط نہ کرتا ہو چونکہ وہ بھی نہیں کما سکتا اس لئے ان سب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

(۲۹۱۲/۷۷) وَمَنْ اَسْلَمَ وَعَلَيْهِ جِزْيَةٌ سَقَطَتْ عَنْهُ.

ترجمہ: جو شخص اسلام لے آیا اور اس کے ذمہ جزیہ ہو تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل جزیہ میں سے اگر کوئی اسلام لے آئے تو اس پر سے جزیہ ساقط ہو جائے گا البتہ جس شخص پر جزیہ واجب ہو چکا ہو اور پھر وہ اسلام لے آئے تو امام شافعیؒ کے نزیک ایسے شخص سے وہ واجب شدہ جزیہ وصول کیا جائے گا جب کہ حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

(۲۹۱۳/۷۸) وَاِنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الْحَوْلَانِ تَدَاخَلَتِ الْجِزْيَتَانِ.

ترجمہ: اور اگر اس پر دو سال کا جزیہ چڑھ جائے تو ان میں تداخل ہو جائے گا۔

تشریح: اگر کسی سے چند سالوں کا جزیہ نہ لیا گیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک سالہائے گذشتہ کا جزیہ ساقط ہو جائے گا اور صرف سال رواں کا جزیہ لیا جائے گا، صاحبین کے نزدیک ساقط نہ ہوگا، ائمہ ثلاثہ بھی اسی کے قائل ہیں کیونکہ ہر سال کا جزیہ مستقل طور پر واجب ہے، لہٰذا تاخیر سے ساقط نہ ہوگا، امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ جزیہ بطور سزا واجب ہوتا ہے اور جب سزائیں آپس میں اکٹھی ہو جائیں تو ان میں تداخل ہو جاتا ہے لہٰذا جزیہ ایک ہی سال کا واجب ہوگا۔

(۲۹۱۴/۷۹) وَلَا يَجُوْزُ اِحْدَاثُ بِيْعَةٍ وَلَا كَنِيْسَةٍ فِيْ دَارِ الْاِسْلَامِ.

حل لغات: بیعۃ: کلیسا، گرجا، یہودیوں کا عبادت خانہ، کنسیۃ: نصاریٰ کا عبادت خانہ۔

ترجمہ: اور جائز نہیں یہود و نصاریٰ کو نیا عبادت خانہ بنانا دارالاسلام میں۔

تشریح: مذکورہ چیزوں سے ان کی شان وشوکت بڑھے گی اور دوسرے دین کی اشاعت ہوگی اس لئے اجازت نہ ہوگی۔

(۲۹۱۵/۸۰) وَاِذَا انْهَدَمَتِ الْبِيَعُ وَالْكَنَائِسُ الْقَدِيْمَةُ اَعَادُوْهَا.

ترجمہ: اور اگر منہدم ہو جائیں پرانی گرجائیں تو دوبارہ بنا سکتے ہیں۔

تشریح: جب کفار ذمی بن کر دارالاسلام میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں تو ان کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اس لئے جو گرجائیں پہلے سے ہیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری بھی مسلمانوں پر ہے اس لئے منہدم ہو جانے کے بعد ان کو دوبارہ بنانے کی اجازت ہے۔

(۲۹۱۶/۸۱) وَيُؤْخَذُ اَهْلُ الذِّمَّةِ بِالتَّمَيُّزِ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ زِيِّهِمْ وَمَرَاكِبِهِمْ وَسُرُوْجِهِمْ وَقَلَانِسِهِمْ وَلَا يَرْكَبُوْنَ الْخَيْلَ وَلَا يَحْمِلُوْنَ السِّلَاحَ.

حل لغات: زیّ: زاء کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ، ہیئت، لباس۔ مراکب: مرکب کی جمع ہے، سواری۔ سروج: واحد سرج زین۔ قلانس: واحد قلنسوۃ ٹوپی۔

ترجمہ: اور عہد لیا جائے گا ذمیوں سے ممتاز رہنے کا مسلمانوں سے پوشاک سواریوں زینوں اور ٹوپیوں میں اور وہ سوار نہ ہوں گے گھوڑوں پر اور نہ اٹھائیں گے ہتھیار۔

تشریح: ذمیوں کو دارالاسلام میں رکھا جائے گا لیکن وہ ہر اعتبار سے مسلمانوں سے ممتاز رہیں گے تاکہ ذلت کے ساتھ رہیں اور ان کو احساس ہو اور جلدی مسلمان ہو جائیں اس بنا پر ان سے عہد لیا جائے گا کہ لباس ٹوپی عمامہ، جوتا میں متمیز رہیں باتوں میں بھی متمیز رہیں اور یہ کہ مسلمانوں کی عزت کریں گے، اگر مسلمان بیٹھنا چاہیں تو ان کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور نہ کوئی ہتھیار بنائیں گے اور نہ اس کو اٹھائیں گے تاکہ کہیں دوبارہ جنگ کرنے کی صلاحیت نہ پیدا کرلیں، اور مسلمانوں کے لئے مشکلات نہ پیدا کردیں۔

(۲۹۱۷/۸۲) وَمَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ اَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا اَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهٗ.

ترجمہ: جو شخص باز رہے جزیہ دینے سے یا قتل کردے کسی مسلمان کو یا گالی دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا زنا کرے کسی مسلمان عورت سے تو نہ ٹوٹے گا اس کا عہد۔

تشریح: جو ذمی جزیہ نہیں دے رہا ہے تو جبراً اس سے جزیہ وصول کیا جائے گا اگر کسی مسلمان کو قتل کردے تو اس کے بدلہ اسے قتل کیا جائے گا، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا قرآن یا دین اسلام کو برا بھلا کہے تو اسے قتل کردیا جائے گا اور مسلمہ سے زنا کرنے کی وجہ سے حد زنا کا مستحق ہوگا، لیکن ان تمام صورتوں میں ذمی نے جو عہد کیا تھا وہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ ابھی بھی ذمی بحال رہے گا۔

(۲۹۱۸/۸۳) وَلَا يَنْتَقِضُ الْعَهْدُ اِلَّا بِاَنْ يَلْحَقَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوْ يَغْلِبُوْا عَلٰى مَوْضِعٍ

فَيُحَارِبُوْنَنَا.

ترجمہ: اور نہیں ٹوٹتا عہد مگر یہ کہ چلا جائے دارالحرب میں یا کسی جگہ پر غلبہ پاکر ہم سے لڑنے کو تیار ہو جائیں۔

تشریح: ذمی بھاگ کر دارالحرب چلا جائے تو ذمیت کا عہد ٹوٹ جائے گا یا دارالاسلام میں ہی کسی جگہ پر ذمی لوگ غلبہ حاصل کر کے ہم سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی عہد ٹوٹ جائے گا۔

(۸۴/۲۹۱۹) وَاِذَا ارْتَدَّ الْمُسْلِمُ عَنِ الْاِسْلَامِ عُرِضَ عَلَيْهِ الْاِسْلَامُ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ شُبْهَةٌ كُشِفَ لَهٗ وَيُحْبَسُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ اَسْلَمَ وَاِلَّا قُتِلَ.

ترجمہ: اور جب پھر جائے مسلمان اسلام سے تو پیش کیا جائے اس پر اسلام، اگر اس کو کوئی شبہ ہو تو اس کو دور کیا جائے اور قید رکھا جائے تین دن اگر اسلام لے آئے تو بہتر ہے، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

مرتدین کے احکام

تشریح: اگر کوئی شخص اسلام سے پھر جائے تو دوبارہ اسلام پیش کیا جائے گا اور جو شکوک وشبہات اس کے دل میں ہیں ان کو دور کیا جائے گا اور تین دن قید میں رکھا جائے گا تا کہ اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے اگر بات سمجھ میں آجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ جب ایک شخص ایک مرتبہ اسلام میں داخل ہو گیا، اور اسلام کے محاسن سے وہ آگاہ ہو گیا اب اگر وہ اسلام کو چھوڑنا چاہتا ہے تو دارالاسلام میں رہتے ہوئے اس کا یہ عمل فساد کا موجب ہے اگر اسلام چھوڑنا ہے تو دارالاسلام سے نکل جائے اور دارالحرب چلا جائے اور وہاں جا کر جو چاہے کرے، کیونکہ اس پر وہاں ہماری ولایت نہیں ہے اور دارالاسلام میں رہتے ہوئے اگر وہ اسلام چھوڑے گا تو وہ ایسا ہے جیسے جسم کا ایک عضو فاسد ہو چکا ہو اب اگر اس عضو کو باقی رکھا جائے گا تو اس کا فساد دوسرے اعضاء کی طرف سرایت کر جائے گا اس وجہ سے مرتد کو قتل کرنا ہی ضروری ہے۔

(۸۵/۲۹۲۰) فَاِنْ قَتَلَهٗ قَاتِلٌ قَبْلَ عَرْضِ الْاِسْلَامِ عَلَيْهِ كُرِهَ لَهٗ ذٰلِكَ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْقَاتِلِ.

ترجمہ: پھر اگر قتل کر دے اس کو کوئی اس پر اسلام پیش کرنے سے پہلے تو یہ مکروہ ہے اور کچھ واجب نہیں قاتل پر۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ اگر مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے کسی نے قتل کر دیا تو ایسا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اسلام پیش کرنا مستحب ہے، اور قاتل نے استحباب کے خلاف کیا ہے، اور چونکہ مرتد مباح الدم ہو چکا ہے اس لئے قاتل سے نہ قصاص لیا جائے گا اور نہ اس پر دیت لازم ہوگی۔

(۸۶/۲۹۲۱) وَاَمَّا الْمَرْأَةُ [illegible] لٰكِنْ تُحْبَسُ حَتّٰى تُسْلِمَ.

ترجمه: اور رہی پھر جانے والی عورت سو قتل نہ کی جائے بلکہ قید رکھی جائے یہاں تک کہ [illegible]
تشریح: اگر عورت اسلام سے پھر جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیوں کہ حضور صلی اللہ [illegible] نے عورتوں کے قتل سے منع کیا ہے لیکن اس کو قید خانہ میں رکھا جائے گا اس کے اسلام لانے تک کیونکہ وہ اللہ کے [illegible] کو پورا کرنے سے رک گئی ہے اسکے اقرار کے بعد چناں چہ قید میں ڈال کر اسے حق پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

(۸۷/۲۹۲۲) وَيَزُوْلُ مِلْكُ الْمُرْتَدِّ عَنْ اَمْوَالِهٖ بِرِدَّتِهٖ زَوَالاً مُرَاعًى فَاِنْ اَسْلَمَ عَادَتْ اِلٰى حَالِهَا.

حل لغت: زوالا مراعیٰ: مراعیٰ رعایت سے مشتق ہے رعایت کی جائے گی یعنی معاملہ موقوف رہے گا۔
ترجمه: اور زائل ہوجاتی ہے مرتد کی ملکیت اس کے مال سے مرتد ہونے کی وجہ سے بزوال موقوف پھر اگر اسلام لے آئے تو لوٹ آئے گی اپنی حالت پر۔
تشریح: مرتد کے مال سے اس کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے مگر بزوال موقوف یعنی اگر وہ مسلمان ہوجائے تو اس کا مال واپس دیا جائے گا، صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کی ملکیت زائل نہ ہوگی۔

(۸۸/۲۹۲۳) وَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ عَلٰى رِدَّتِهٖ اِنْتَقَلَ مَا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ الْاِسْلَامِ اِلٰى وَرَثَتِهٖ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مَا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ فَيْئًا.

ترجمه: اور اگر مرجائے یا قتل کردیا جاے ردت ہی پر تو منتقل ہوجائے گی اس کی کمائی حالت اسلام کی اس کے مسلم ورثاء کی جانب اور اس کی ردت کے زمانہ کی کمائی غنیمت ہوگی۔
تشریح: فرماتے ہیں کہ اگر مرتد ہونے کی حالت میں مرگیا یا مرتد ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تو اسلام کے زمانہ میں کمایا ہوا مال مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا اور کفر کے زمانہ میں کمایا ہوا مال غنیمت شمار ہوگا کیونکہ مرتد ہونے کے بعد وہ حربی ہوگیا اور حربی کا کمایا ہوا مال ہاتھ آجائے تو وہ غنیمت کا مال شمار ہوتا ہے اس لئے مرتد ہونے کے زمانہ کا مال غنیمت ہوگا اور مرتد ہونا گویا کہ مرجانا ہے اور مرنے کے بعد اسکا مال ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے اس لئے مرتد کا مال مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

(۸۹/۲۹۲۴) فَاِنْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا وَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِلِحَاقِهٖ عَتَقَ مُدَبَّرُوْهُ وَاُمَّهَاتُ اَوْلَادِهٖ وَحَلَّتِ الدُّيُوْنُ الَّتِيْ عَلَيْهِ وَانْتَقَلَ مَا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ الْاِسْلَامِ اِلٰى وَرَثَتِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمه: اگر بھاگ گیا مرتد ہوکر دارالحرب اور فیصلہ کردیا حاکم نے اس کے چلے جانے کا تو آزاد

ہو جائیں گے اس کے مدبر اور ام ولد اور فوری واجب ہو جائیں گے وہ قرض جو اس کے ذمہ تھے (میعادی) اور منتقل ہو جائے گی اس کے دور اسلام کی کمائی اس کے مسلم ورثاء کی جانب۔

تشریح: مرتد دار الحرب بھاگ جائے اور حاکم دار الحرب کے ساتھ مل جانے کا فیصلہ کردے تو وہ موت حکمی کے درجہ میں ہو جائے گا اور اس کے تمام معاملات میں مردے کے احکام نافذ کئے جائیں گے مثلاً آقا کے حقیقتاً مر جانے کے بعد مدبر اور ام ولد آزاد ہو جاتے ہیں تو یہاں بھی موت حکمی کی وجہ سے آزاد ہو جائیں گے اور جو قرض کسی متعینہ تاریخ میں ادا کرنا تھا اس کا ابھی ادا کرنا لازم ہو جائے گا کیوں کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے مال میں فوری قرض ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور حالت اسلام میں جو مال کمایا تھا وہ مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

(۹۰/۲۹۲۵) وَتُقْضَى الدُّيُوْنُ الَّتِيْ لَزِمَتْهُ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ مِمَّا اكْتَسَبَهُ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ وَمَا لَزِمَهُ مِنَ الدُّيُوْنِ فِيْ رِدَّتِهٖ يُقْضٰى مِمَّا فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ.

ترجمہ: اور ادا کئے جائیں گے اس کے وہ قرض جو اس کو لازم ہوئے ہوں دور اسلام میں اس کی دور اسلام کی کمائی سے اور جو قرض لازم ہوئے ہوں اس کی ردت کی حالت میں تو وہ ادا کئے جائیں گے، ردت کے زمانہ کی کمائی سے۔

تشریح: جب کوئی شخص اسلام سے پھر جائے اور دوبارہ اسلام نہ لائے تو مرتد ہونے کے وقت سے ہی مردہ شمار کیا جائے گا، اس لئے مرنے سے پہلے یعنی اسلام کی حالت میں جو قرض لیا تھا وہ اسلام کی حالت میں جو مال کمایا تھا اس سے ادا کیا جائے گا، اور مرنے کے بعد یعنی مرتد ہونے کے بعد جو قرض لیا اس کو مرتد ہونے کے بعد جو مال کمایا ہے اس سے ادا کیا جائے گا۔

(۹۱/۲۹۲۶) وَمَا بَاعَهُ اَوِ اشْتَرَاهُ اَوْ تَصَرَّفَ فِيْهِ مِنْ اَمْوَالِهٖ فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ مَوْقُوْفٌ فَإِنْ اَسْلَمَ صَحَّتْ عُقُوْدُهُ وَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتْ.

ترجمہ: اور جو اس نے بیچا یا خریدا ہو یا تصرف کیا ہو اپنے مال میں مرتد ہونے کی حالت میں تو یہ سب موقوف ہوں گے اگر اسلام لے آئے تو یہ سب عقود صحیح ہو جائیں گے اور اگر مر جائے یا قتل کر دیا جائے یا چلا جائے دار الحرب تو باطل ہو جائیں گے۔

تشریح: ارتداد کی حالت میں خرید و فروخت کی یا اپنے مال میں تصرف کیا تو یہ سب موقوف رہیں گے اگر اسلام لے آئے تو ملکیت اور معاملات بحال ہو جائیں گے اور اسلام نہ لائے اور انتقال ہو جائے یا قتل کر دیا جائے یا دار الحرب بھاگ جائے تو مرتد ہونے کے دن سے ہی مردہ شمار کیا جائے گا جس کی وجہ سے ارتداد کے بعد کے معاملات باطل ہوں گے۔

(۹۲/۲۹۲۷) وَاِنْ عَادَ الْمُرْتَدُّ بَعْدَ الْحُكْمِ بِلِحَاقِهٖ اِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ مُسْلِمًا فَمَا وَجَدَهُ فِيْ يَدِ

وَرَثَتِهٖ مِنْ مَالِهٖ بِعَيْنِهٖ اَخَذَهٗ.

ترجمہ: اور اگر لوٹ آئے مرتد دارالحرب میں چلے جانے کے فیصلہ کے بعد دارالاسلام کی طرف مسلمان ہوکر تو جو پائے اپنے ورثاء کے قبضہ میں اپنا مال بعینہٖ لے لے اس کو۔

تشریح: مرتد بھاگ کر دارالحرب چلا گیا اس کے بعد قاضی نے دارالحرب بھاگ جانے کا فیصلہ کر دیا پھر وہ مسلمان ہوکر واپس دارالاسلام آیا تو اس کا جو مال ورثاء کے ہاتھ میں اپنی حالت پر موجود ہے، وہ واپس لے لے اور جو مال خرچ کر چکا ہے اس کو ورثاء سے وصول نہیں کرسکتا۔

(۲۹۲۸/۹۳) وَالْمُرْتَدَّةُ اِذَا تَصَرَّفَتْ فِيْ مَالِهَا فِيْ حَالِ رِدَّتِهَا جَازَ تَصَرُّفُهَا.

ترجمہ: اور مرتدہ عورت جب تصرف کرے اپنے مال میں اپنی ردت کے زمانہ میں تو جائز ہوگا اسکا تصرف۔

تشریح: جب مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ توبہ کرنے تک زندہ رکھا جائے گا تو ظاہر ہے کہ خرید وفروخت کی بھی اجازت ہونی چاہئے ورنہ زندگی کیسے گزارے گی اس وجہ سے اس کو اپنے مال میں تصرف کی اجازت ہوگی۔

(۲۹۲۹/۹۴) وَنَصَارىٰ بَنِيْ تَغْلِبَ يُؤْخَذُ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ضِعْفُ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الزَّكوٰةِ وَيُؤْخَذُ مِنْ نِّسَائِهِمْ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْ صِبْيَانِهِمْ.

ترجمہ: اور بنی تغلب کے نصاریٰ سے لیا جائے گا ان کے مال سے اس کا دوگناہ جو لی جاتی ہے مسلمانوں سے زکوۃ اور لیا جائے گا ان کی عورتوں سے بھی اور نہیں لیا جائے گا ان کے بچوں سے۔

تشریح: نصاریٰ بنی تغلب کی سرزمین پر اصولاً خراج عائد تھا لیکن جب ان لوگوں نے خراج کو اپنے اوپر ذلت سمجھ کر دینے سے انکار کر دیا مگر زکوۃ کے نام پر دوگنا دینے پر راضی تھے، چناں چہ گورنر نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے استصواب کیا آپ نے فرمایا هذه جزية سموها ماشئتم یعنی یہ جزیہ ہے تم اس کا جو چاہو نام رکھو اب مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ ان سے جزیہ میں دوگنی زکوۃ لی جائے اور صدقہ کے ہی نام سے لی جائے چنانچہ اس پر معاہدہ ہوگیا اور چونکہ زکوۃ عورتوں سے بھی لی جاتی ہے اس لئے بنی تغلب کی عورتوں سے بھی دوگنی زکوۃ مقرر ہوئی اور زکوۃ بچوں پر نہیں ہے اس لئے یہ خراج بھی بچوں پر نہ ہوگا۔

نوٹ: فی الحال نصاریٰ بنی تغلب کا وجود نہیں ہے۔

(۲۹۳۰/۹۵) وَمَا جَبَاهُ الْاِمَامُ مِنَ الْخَرَاجِ وَمِنْ اَمْوَالِ بَنِيْ تَغْلِبَ وَمَا اَهْدَاهُ اَهْلُ الْحَرْبِ اِلَى الْاِمَامِ وَالْجِزْيَةُ يُصْرَفُ فِيْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ فَيُسَدُّ مِنْهُ الثُّغُوْرُ وَتُبْنَى الْقَنَاطِرُ وَالْجُسُوْرُ وَيُعْطىٰ مِنْهُ قُضَاةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَعُمَّالُهُمْ وَعُلَمَاؤُهُمْ مَايَكْفِيْهِمْ وَيُدْفَعُ مِنْهُ اَرْزَاقُ الْمُقَاتِلَةِ

وَذَرَارِيهِمْ.

حل لغات: جباه: (ن) جباً وجبواً جمع کرنا۔ یسد: مضارع مجہول باب (ن) سداً بند کرنا۔ الثغور: واحد ثغرٌ سرحد۔ القناطر: واحد قنطرة وہ پل جو عمدہ اور مضبوط ہو اور مستقل کے لئے بنایا گیا ہو۔ الجسور: جَسر کی جمع ہے، بکسر الجیم وفتحہا وہ پل جو دریا وغیرہ پر ہوتا ہے اور عارضی ہوتا ہے۔ عمال: عامل کی جمع ہے وہ شخص جو کسی کے امور مالی وغیرہ کا متولی ہو۔ ارزاق: واحد رزق وظیفہ۔ المقاتلة: لڑنے والی جماعت تا تانیث کے لئے جماعت کی تاویل کی وجہ سے ہے واحد مُقَاتِل. ذراری: ذرية کی جمع نسل آل واولاد۔

ترجمہ: اور جو کچھ جمع کیا ہوا امام نے خراج سے اور بنی تغلب کے اموال سے اور جو کچھ ہدیۃً دیا ہو اہل حرب نے امام کو اور جزیہ کا مال خرچ کیا جائے گا مسلمانوں کی بہتری میں چناں چہ بند کی جائیں گی اس سے سرحدیں اور بنائے جائیں گے اس سے پل اور دیا جائے گا اس سے مسلمانوں کے قاضیوں عاملوں اور عالموں کو اتنا جو ان کے لئے کافی ہو اور دیا جائے گا اس سے مجاہدوں اور ان کی اولاد کا وظیفہ۔

تشریح: امیر المؤمنین جو رقم خراج اراضی سے یا بنی تغلب کے دو گنے عشر سے حاصل کرے یا اس کو اہل حرب کی طرف سے کوئی ہدیہ ملے اور جو کچھ رقم جزیہ سے حاصل ہو وہ سب مسلمانوں کی مصالح میں خرچ کی جائے گی جیسے سرحدوں کی اصلاح اور مستقل پلوں کی تعمیر عارضی پل اس سے مستثنیٰ ہیں کما فی فتح القدیر، اور اس سے قاضیوں عمال حکومت اور علماء کرام کو ان کی ضروریات کی کفایت کی حد تک عطایا دی جائیں گی اور اسی میں سے مجاہدین اور فوج اور ان کے عیال کا گذارہ دیا جائے گا فتح القدیر میں ہے کہ مدرسین وطلبہ علم دین کو بھی اس میں سے دیا جائے گا۔

(۲۹۳۱/۹۶) وَإِذَا تَغَلَّبَ قَوْمٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى بَلَدٍ وَخَرَجُوْا مِنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ دَعَاهُمْ إِلَى الْعَوْدِ إِلَى الْجَمَاعَةِ وَكَشَفَ عَنْ شُبْهَتِهِمْ وَلَا يَبْدَأُ هُمْ بِالْقِتَالِ حَتّٰى يَبْدَؤُهُ فَإِنْ بَدَؤُا قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُفَارِقَ جَمَاعَتَهُمْ وَإِنْ كَانَتْ لَهُمْ فِئَةٌ أَجْهَزَ عَلٰى جَرِيْحِهِمْ وَاتَّبَعَ مُوَلِّيَهُمْ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُمْ فِئَةٌ لَمْ يُجْهِزْ عَلٰى جَرِيْحِهِمْ وَلَمْ يَتَّبِعْ مُوَلِّيَهُمْ وَلَاتُسْبٰى لَهُمْ ذُرِّيَّةٌ وَلَا يُقْسِمُ لَهُمْ مَالٌ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُقَاتِلُوْا بِسِلَاحِهِمْ إِنِ احْتَاجَ الْمُسْلِمُوْنَ إِلَيْهِ وَيَحْبِسُ الْإِمَامُ أَمْوَالَهُمْ وَلَايَرُدُّهَا عَلَيْهِمْ وَلَايُقَسِّمُهَا حَتّٰى يَتُوْبُوْا فَيَرُدُّهَا عَلَيْهِمْ.

حل لغات: تغلب: تغلب: زبردستی قبضہ جمالے۔ فئة: جماعت۔ اجهز على الجريح: مار ڈالنا جریح مجروح کے معنی میں ہے زخمی۔ مُوَلّی: پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

ترجمہ: اور جب مسلط ہو جائے مسلمانوں کی کوئی قوم کسی شہر پر اور نکل جائے امام کی اطاعت سے تو دعوت دے ان کو جماعت میں شامل ہونے کی اور دور کرے ان کے شبہ کو اور ابتداء نہ کرے ان سے لڑنے میں یہاں تک کہ وہی

ابتداء کریں اگر وہی ابتداء کریں تو ہم ان سے لڑیں گے یہاں تک کہ ان کی جماعت ٹوٹ جائے اگر ان کی اور جماعت بھی ہو تو گرفتار کرے ان کے زخمیوں کو اور پیچھا کرے بھاگنے والوں کا اور اگر کوئی اور جماعت نہ ہو تو نہ گرفتار کرے ان کے زخمیوں کو اور نہ پیچھا کرے بھاگنے والوں کا اور نہ قید کرے ان کی اولاد کو اور نہ تقسیم کرے ان کا مال اور کوئی حرج نہیں ہے قتال کرنے میں انہیں کے ہتھیاروں سے اگر ضرورت ہو اس کی مسلمانوں کو اور روکے امام ان کا مال اور نہ دے ان کو اور نہ تقسیم کرے یہاں تک کہ توبہ کریں پس دے دے ان کو ان کا مال۔

باغیوں کے احکام

تشریح: مسلمانوں کی ایک جماعت امام حق کی اطاعت سے باہر ہو کر کسی شہر پر قابض ہو جائے، امام ان کو اپنی اطاعت کی جانب بلائے اور اس سلسلہ میں ان کے جو شبہات ہوں ان کو دور کرے اور چونکہ وہ مسلمان ہیں اس لئے جب تک وہ ہم سے جنگ شروع نہ کریں ہم ان سے جنگ نہ کریں گے اور اگر باغی جماعت ہم سے جنگ شروع کر دے تو اب ان سے قتال کیا جائے گا تاکہ ان کی جمعیت ٹوٹ جائے اور اگر ان کی کوئی ایسی جماعت ہو کہ یہ لوگ ان سے مل کر مضبوط ہو جائیں تو ان کے زخمیوں کو امام قتل کر ڈالے اور جو فرار ہو جائیں ان کا پیچھا کرے تاکہ وہ بدحواس ہو کر دوبارہ جمع ہونے کی کوشش نہ کریں، اور اگر ان کی کوئی اچھی خاصی جماعت نہ ہو تو ان کے زخمیوں کو قتل نہ کرے اور نہ بھاگنے والوں کا پیچھا کرے کیونکہ اصل میں ان کو منتشر کرنا ہے اور وہ منتشر ہو گئے آگے صاحب کتاب فرماتے ہیں چوں کہ یہ لوگ مسلمان ہیں اس لئے ان کی اولاد کو غلام باندی نہ بنائے اور نہ ان کا مال تقسیم کرے اور اگر ضرورت ہو تو انہیں کے ہتھیار استعمال کرے ان کے مالوں کو اپنے قبضہ میں لے لے اور جب تک وہ تائب نہ ہوں مال ان کو نہ دے۔

(۲۹۳۲/۹۷) وَمَا جَبَاهُ اَهْلُ الْبَغْيِ مِنَ الْبِلَادِ الَّتِيْ غَلَبُوْا عَلَيْهَا مِنَ الْخَرَاجِ وَالْعُشْرِ لَمْ يَأْخُذْهُ الْإِمَامُ ثَانِيًا فَاِنْ كَانُوْا صَرَفُوْهُ فِيْ حَقِّهٖ اَجْزَأَ مَنْ اُخِذَ مِنْهُ وَاِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا صَرَفُوْهُ فِيْ حَقِّهٖ فَعَلٰى اَهْلِهٖ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يُعِيْدُوْا ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور جو وصول کر لیا ہو باغیوں نے ان شہروں سے جن پر وہ غالب آگئے تھے خراج یا عشر تو نہ لے امام ان سے دوبارہ پس اگر صرف کیا ہو انہوں نے صحیح موقعہ پر تو کافی ہوگا اس کی طرف سے جس سے لیا گیا ہے، اور اگر اس کے موقعہ پر صرف نہ کیا ہو تو ان لوگوں پر واجب ہے دیانۃً یہ کہ دوبارہ ادا کریں۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ باغی جن شہروں پر قابض ہو گئے وہاں کے لوگوں سے خراج اور عشر یا زکوٰۃ وصول کر لی تو مالکوں کی جانب سے ادا ہو گئی اگر امیر المؤمنین دوبارہ ان شہروں پر قابض ہو جائے تو ان لوگوں سے دوبارہ خراج عشر زکوٰۃ نہ لے اب اگر باغیوں نے مصارف میں خرچ کر دی تو مالک کی جانب سے زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اگر باغیوں نے صحیح

مصارف میں خرچ نہ کی تو مالکین پر دیانۃً دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے قضاء واجب نہیں ہے۔

نوٹ: عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں اور جس طرح ادائے زکوۃ کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی مستحق زکوۃ کو بغیر کسی معاوضہ خدمت وغیرہ کے مالکانہ طور پر قبضہ کرادیا جائے اسی طرح عشر کی ادائیگی میں بھی تملیک ضروری ہے اور مصارف خراج مسئلہ (۱۰۵) میں گذر چکے ہیں۔ بروز اتوار ۲/۶/۲۸ھ رات بارہ بج کر ۲۰ منٹ۔ وسیم احمد غفرلہ

کِتَابُ الْحَظْرِ وَالْاِبَاحَةِ

ماقبل سے مناسبت: اس سے قبل جہاد کے احکامات کو بیان فرمایا ہے اور جہاد میں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے اور مال غنیمت میں بعض چیزوں کا استعمال جائز ہوتا ہے اور بعض کا ناجائز اسی طرح جواز وعدم جواز مال غنیمت کے علاوہ دوسری چیزوں میں بھی ہوتا ہے اس لئے کتاب السیر کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ لائے ہیں۔

حظر کے معنی روکنا اور اباحت کے معنی اطلاق وجواز ہے اس کتاب میں ان مسائل کو بیان کیا جائے گا جو ممنوع اور مباح ہیں۔

(۱/۲۹۳۳) لَایَحِلُّ لِلرِّجَالِ لُبْسُ الْحَرِیْرِ وَیَحِلُّ لِلنِّسَاءِ.

ترجمہ: حلال نہیں مردوں کے لئے ریشم کا کپڑا پہننا اور حلال ہے عورتوں کے لئے۔

ریشم کے پہننے کا جواز وعدم جواز

تشریح: فرماتے ہیں کہ مردوں کے لئے ریشمی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے کیوں کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام باہر تشریف لائے اور آپ کے ایک ہاتھ میں ریشم اور دوسرے ہاتھ میں سونا تھا اور فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

نوٹ: ریشم پہننا حرام ہے مگر قلیل مقدار معاف ہے اور قلیل کی مقدار تین چار انگل ہے جیسے نقش ونگار یا ریشم کا جھالر۔

(۲/۲۹۳۴) وَلَا بَأْسَ بِتَوَسُّدِهِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ یُکْرَهُ تَوَسُّدُهٗ.

حل لغت: توسد: الوِسادۃ سر کے نیچے تکیہ رکھنا۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں اس کا تکیہ لگانے میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ ہے اس کا تکیہ لگانا۔

تشریح: امام صاحبؒ کے نزدیک ریشم کا تکیہ لگانے میں اور ایسے تکیہ پر سونے میں کوئی حرج نہیں ہے امام محمد نے اس کو مکروہ کہا ہے اور صاحب کتاب نے امام ابو یوسف کو امام محمدؒ کے ساتھ بیان کیا ہے اور جامع صغیر میں امام صاحبؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف مذکور ہے، مذکورہ مسئلہ میں اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۳/۲۹۳۵) وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ عِنْدَهُمَا وَيُكْرَهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حل لغت: الدیباج: ریشم کا وہ کپڑا جس کا تانا اور بانا ریشم کا ہو۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ریشم اور دیباج پہننے میں لڑائی میں صاحبین کے نزدیک اور مکروہ ہے امام صاحب کے نزدیک۔

تشریح: حریر اور دیباج کا استعمال صاحبین کے نزدیک جنگ کے موقع پر حلال ہے کیونکہ اس کی چمک سے دشمن مرعوب ہو جاتا ہے اور اس میں تلوار کاٹ نہیں کرتی امام صاحب خالص ریشم کے پہننے کو جنگ کے اندر بھی ناجائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی ممانعت میں جو احادیث ہیں ان میں جنگ اور غیر جنگ کی تفصیل نہیں ہے، البتہ حالت جنگ اور حالت مرض میں ایسا مخلوط کپڑا پہننا جائز ہے جس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا غیر ریشم کا ہو۔

فائدہ: جب فوجی جنگ کی تیاری کرے تو ریشم پہننے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ ابھی دشمن نہ حاضر ہو لیکن اس میں نماز نہیں پڑھے گا البتہ اگر دشمن کا خوف ہو تو اس میں نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۴/۲۹۳۶) وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْمُلْحَمِ اِذَا كَانَ سَدَاهُ اِبْرِيْسَمًا وَلُحْمَتُهُ قُطْنًا اَوْ خَزًّا.

حل لغات: مُلحم: جس کا تانا ریشمی اور بانا غیر ریشمی ہو۔ سدا: تانا، لحمته: بانا۔ الابریسمُ: ریشم۔ خز: اون مراد ہے جمع خُزُوْزٌ۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں مُلحم کے پہننے میں جب کہ ہو اس کا تانا ریشم کا اور بانا روئی یا اون وغیرہ کا۔

تشریح: وہ کپڑا جس کا تانا ریشمی ہو اور بانا روئی یا اون وغیرہ کا ہو تو اس کا پہننا جائز ہے کیوں کہ کپڑا تانے سے نہیں بنتا بلکہ بانے سے بنتا ہے پس اگر بانا سوت یا اون کا ہو تو وہ سوت یا اون ہی شمار ہوگا ریشم شمار نہیں ہوگا، اس لئے اس کا استعمال جائز ہے جنگ میں بھی اور ویسے بھی۔

(۵/۲۹۳۷) وَلَا يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ التَّحَلِّيْ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں مرد کے لئے زیور پہننا سونے اور چاندی کا۔

سونے وچاندی کے استعمال کے احکام

تشریح: مردوں کے لئے سونے اور چاندی کا زیور جائز نہیں ہے اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علیؓ سے منقول مسئلہ (۱) میں گذر چکی ہے، اور اس حدیث میں اگرچہ فقط سونے کا ذکر ہے لیکن چاندی بھی اسی کی جنس سے ہے اس لئے چاندی کا بھی وہی حکم ہوگا۔

(۶/۲۹۳۸) وَلَا بَأْسَ بِالْخَاتَمِ وَالْمِنْطَقَةِ وَحِلْيَةِ السَّيْفِ مِنَ الْفِضَّةِ.

حل لغات: الخاتم: انگوٹھی جمع خواتم. المنطقة: پٹکا جو کمر پر باندھا جائے۔ حلية: زیور خوبصورتی کی کوئی چیز۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں انگوٹھی پٹکے اور تلوار کے زیور میں جو ہو چاندی کا۔

تشریح: چاندی کی انگوٹھی اور چاندی کا کمر بند (پٹکا) اور چاندی کا وہ زیور جو تلوار پر چڑھا دیا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ بقصد تکبر نہ ہو۔

فائدہ: (۱) مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال (چار گرام کے بقدر) پہننا جائز ہے بعض حضرات نے بغیر ضرورت کے انگوٹھی پہننے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ مکروہ تو نہیں البتہ بغیر ضرورت اس کا ترک افضل ہے۔

فائدہ: (۲) چاندی کے علاوہ باقی کسی اور دھات کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز نہیں ہے اور سونا اور چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

(۷/۲۹۳۹) وَيَجُوْزُ لِلنِّسَاءِ التَّحَلِّيْ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

ترجمہ: اور جائز ہے عورتوں کے لئے زیور پہننا سونے اور چاندی کا۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کا زیور پہننا جائز ہے، صاحب جوہرۃ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے اجازت صرف سونے وچاندی کے زیورات کی ہے ورنہ سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال اور ان میں کھانے اور ان میں لے کر تیل لگانے میں عورتیں عدم جواز کے اندر مردوں کے مانند ہیں۔

(۸/۲۹۴۰) وَيُكْرَهُ اَنْ يُلْبِسَ الصَّبِيَّ الذَّهَبَ وَالْحَرِيْرَ.

ترجمہ: اور مکروہ ہے یہ کہ پہنایا جائے بچہ کو سونا اور ریشم۔

تشریح: جس طرح سونا اور ریشم مردوں کو پہننا حرام ہے ایسے ہی چھوٹے لڑکوں کو پہنانا بھی حرام ہوگا جیسے

شراب پینا حرام ہے ایسے ہی پلانا بھی حرام ہے۔

(۲۹۴۱/۹) وَلَا يَجُوْزُ الْاَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْاِدِّهَانُ وَالتَّطَيُّبُ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں کھانا پینا تیل لگانا اور خوشبو استعمال کرنا سونے چاندی کے برتنوں میں مردوں اور عورتوں کے لئے۔

تشریح: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا اور دیگر چیزوں میں استعمال کرنا حرام ہے مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی اسی طرح سونے چاندی کا چمچہ اور سلائی، سرمہ دانی، شیشہ، قلم، دوات، دستر خوان، وضو کا طشت، انگیٹھی سب کا یہی حکم ہے۔

(۲۹۴۲/۱۰) وَلَا بَأْسَ بِاسْتِعْمَالِ آنِيَةِ الزُّجَاجِ وَالرَّصَاصِ وَالْبِلَّوْرِ وَالْعَقِيْقِ.

حل لغات: الزجاج: شیشہ۔ الرصاص: رانگ (ایک نرم دھات) واحد رَصَاصَةٌ. البلور: ایک چمکدار معدنی جوہر کا نام، صاف شفاف چمکدار، العقیق: ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں کانچ رانگ بلور اور سرخ مہروں کے برتن استعمال کرنے میں۔

مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے برتن استعمال کر سکتے ہیں

تشریح: مذکورہ تمام برتن ہمارے نزدیک قابل استعمال ہیں اور امام شافعیؒ نے ان کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ تفاخر کے بارے میں سونے اور چاندی کے مثل ہیں ہم کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے یعنی ان کے ذریعہ تفاخر نہیں ہوتا۔

(۲۹۴۳/۱۱) وَيَجُوْزُ الشُّرْبُ فِي الْاِنَاءِ الْمُفَضَّضِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالرُّكُوْبُ عَلَى السَّرْجِ الْمُفَضَّضِ وَالْجُلُوْسُ عَلَى السَّرِيْرِ الْمُفَضَّضِ.

حل لغات: المفضض: جس پر چاندی چڑھی ہو، یعنی اسکے کناروں پر چاندی لگادی گئی ہو۔ سرج: زین۔

ترجمہ: اور جائز ہے پینا چاندی چڑھے برتن میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور سوار ہونا چاندی چڑھی زین پر اور بیٹھنا چاندی چڑھی چارپائی پر۔

تشریح: امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب خالص چاندی کا برتن نہیں بلکہ برتن یا آلۂ استعمال کسی اور چیز کا ہے اور اس کے کناروں پر چاندی چڑھادی گئی ہو تو اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ چاندی کی جگہ سے پرہیز کرے یعنی

اگر پینے کا برتن ہے تو چاندی کی جگہ منھ نہ لگائے بلکہ دوسری جگہ منہ لگائے اسی طرح اگر زین پر چاندی چڑھادی گئی ہوتو چاندی کی جگہ پر نہ بیٹھے دوسری جگہ پر بیٹھے تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر چارپائی پر چاندی چڑھادی گئی ہوتو چاندی کی جگہ پر نہ بیٹھے تو جائز ہے، اور اگر سونا چڑھادیا گیا ہوتو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۲/۲۹۴۴) وَيُكْرَهُ التَّعْشِيرُ فِي الْمُصْحَفِ وَ النُّقَطِ.

ترجمه: اور مکروہ ہے ہر دس آیت پر نشان لگانا قرآن میں اور نقطے لگانا۔

قرآن میں نقطے وغیرہ لگانا

تشریح: حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کو غیر قرآن سے خالی کرو، اسی وجہ سے آمین بھی نہیں لکھا جاتا تو قرآن پر نقطے لگانا اسی طرح ہر دس آیت کے بعد نشان لگانا اور جیسے رکوع مقرر کرنا سب مکروہ ہے لیکن مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں عجمیوں کے لئے اعراب کا اور نقطہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ اس کے بغیر نہیں پڑھ سکیں گے اور قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھیں گے اسی وجہ سے اعراب وغیرہ کا لگانا مستحسن ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔
فائده: ممانعت نزول قرآن کے زمانہ تک مخصوص ہے نیز ان کے لئے بغیر اعراب کے پڑھنا آسان تھا تو ان کے حق میں یہ سب چیزیں حفظ کرنے میں مخل تھیں اور ہمارے زمانہ میں یہ بات نہیں ہے اور زمان ومکان کے اختلاف سے احکام میں اختلاف ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے اب یہ سب امور مستحسن ہیں۔

(۱۳/۲۹۴۵) وَلَا بَأْسَ بِتَحْلِيَةِ الْمُصْحَفِ وَنَقْشِ الْمَسْجِدِ وَزَخْرَفَتِهِ بِمَاءِ الذَّهَبِ.

حل لغت: زخرفه: خوبصورت بنانا، آراستہ کرنا، مزین کرنا۔
ترجمه: اور کوئی حرج نہیں قرآن کو آراستہ کرنے میں اور مسجد کو منقش کرنے میں اور اس کو مزین کرنے میں سونے کے پانی سے۔
تشریح: قرآن کریم کو سونے اور چاندی سے آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں قرآن کی تعظیم ہے جیسے مسجد کو سونے کے پانی سے مزین کرنا جائز ہے لیکن یہ تزئین مسجد کے مال سے نہ ہونی چاہئے بلکہ متولی اپنے مال سے کرے اگر مسجد کے مال سے کرے گا تو متولی ضامن ہوگا۔

(۱۴/۲۹۴۶) وَيُكْرَهُ اِسْتِخْدَامُ الْخِصْيَانِ.

حل لغت: خصیان: وہ شخص جس کے فوطے نکال لئے گئے ہوں واحد خَصِي.
ترجمه: اور مکروہ ہے خصی سے خدمت لینا۔

خصی سے خدمت لینا مکروہ ہے

تشریح: جو لوگ خصیے نکلوا کر ہجڑے اور خصی ہو جاتے ہیں ان سے خدمت لینا مکروہ ہے، کیونکہ ان سے خدمت لی جائے گی تو دوسرے لوگوں کو رغبت ہوگی کہ یہ تو آمدنی کا ذریعہ ہے تو وہ بھی ہجڑے بنیں گے حالانکہ یہ حرام ہے کیوں کہ یہ مثلہ ہونا ہے، نیز ان سے خدمت لینے میں شہوت اُبھرنے کا اندیشہ ہے۔

(۱۵/۲۹۴۷) وَلَا بَأسَ بِخِصَاءِ الْبَهَائِمِ وَاِنْزَاءِ الْحَمِيْرِ عَلَي الْخَيْلِ.

حل لغات: خصاء: باب (ض) کا مصدر ہے خصی کرنا۔ بھائم: بهيمة کی جمع ہے، چوپائے۔ انزاء: کودانا، جفتی کرانا۔ حمیر: حمار کی جمع گدھا۔

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں چوپاؤں کو خصی کرنے میں اور گدھوں کو گھوڑی پر چڑھانے میں۔

تشریح: جانور کو خصی کرنے میں جانور کا بھی فائدہ ہے کہ وہ خوب موٹا تازہ ہوتا ہے، اور انسانوں کا بھی فائدہ ہے کہ اس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں نیز گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا تا کہ خچر پیدا ہو جائے جائز ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ خچر پر سوار نہ ہوتے کہ کہیں فعل ممنوع کا دروازہ نہ کھل جائے اور وہ جو ابن عباس کی روایت کے اندر آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھائیں اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو ہاشم کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کثرت کو پسند فرمایا اس لئے حکم دیا ورنہ تو خچر ہی پیدا ہوتے رہیں گے۔

(۱۶/۲۹۴۸) وَيَجُوْزُ اَنْ يُقْبَلَ فِي الْهَدِيَّةِ وَالْاِذْنِ قَوْلُ الْعَبْدِ وَالصَّبِيِّ.

ترجمہ: اور جائز ہے یہ کہ قبول کیا جائے ہدیہ اور اجازت میں غلام اور بچہ کا قول۔

تشریح: بچہ یا غلام یا باندی کوئی ہدیہ لاتے ہیں کہ میرے آقا نے یا میرے باپ نے بھیجا ہے یا وہ دوکان پر کوئی سامان خریدنے جاتے ہیں کہ ہم کو خرید وفروخت کی اجازت ہے تو ان کا قول قبول کر لیا جائیگا کیوں کہ عادت یہی ہے۔

فائدہ: کسی نے کسی کے مکان پر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی بچہ نے آکر اجازت کی خبر دی تو اس کا قول قبول کر لیا جائے گا۔

(۲) چھوٹا بچہ دوکان پر اپنے کھانے پینے کی چیز لینے گیا تو اس کو بیچنا جائز ہے کیوں کہ آج کل عام طور سے عادت جاری ہے کہ والدین ان کو چند پیسے دے دیتے ہیں کہ وہ خرید کر کچھ کھالیں تو یہ اجازت ہے۔

(۱۷/۲۹۴۹) وَيُقْبَلُ فِي الْمُعَامَلَاتِ قَوْلُ الْفَاسِقِ وَلَايُقْبَلُ فِي اَخْبَارِ الدِّيَانَاتِ اِلَّا قَوْلُ الْعَدْلِ.

ترجمہ: اور قبول کیا جائے گا معاملات میں فاسق کا قول اور نہیں قبول کیا جائے گا، دیانات کی خبروں میں مگر عادل شخص کا قول۔

تشریح: دیانات میں صرف ایسے مسلمان کا قول معتبر ہوگا جو عادل ہو اور معاملات کا وقوع مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان ہوتا ہے تو اگر اس میں عدالت کی شرط لگا دی جائے تو حرج کثیر لازم آئے گا اس وجہ سے یہ حکم دیا گیا کہ فاسق کا قول بھی معاملات میں معتبر ہوگا یہ بات یاد رہے کہ معاملات سے مطلق معاملات مراد نہیں بلکہ وہ معاملات مراد ہیں جن میں الزام نہ ہو جیسے وکالت مضاربت تجارت میں اجازت وغیرہ ان میں عادل فاسق کافر و مسلم غلام و آزاد مرد و عورت سب برابر ہیں اور سب کا قول معتبر ہوگا، اور دیانات سے مراد وہ امور ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان جاری ہوتے ہیں جیسے عبادات حلت و حرمت وغیرہ، ان میں فقط مسلم عادل کا قول معتبر ہوگا فاسق کا نہیں کیوں کہ فاسق تو خود ہی اپنے جھوٹ بولنے کی وجہ سے متہم ہے تو اس خبر میں بھی وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔

(۲۹۵۰/۱۸) وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّنْظُرَ الرَّجُلُ مِنَ الْاَجْنَبِيَّةِ اِلَّا اِلٰى وَجْهِهَا وَ كَفَّيْهَا فَاِنْ كَانَ لَا يَاْمَنُ مِنَ الشَّهْوَةِ لَمْ يَنْظُرْ اِلٰى وَجْهِهَا اِلَّا لِحَاجَةٍ.

ترجمہ: اور جائز نہیں دیکھنا مرد کو اجنبی عورت کا بدن سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے پس اگر مامون نہ ہو شہوت سے تو نہ دیکھے اس کا چہرہ مگر ضرورت سے۔

مرد و عورت کو دیکھنے اور چھونے کے احکام

تشریح: دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور چہرہ کے علاوہ عورت کا پورا بدن نماز کا حجاب ہے اور اجنبیوں سے پورے بدن کا حجاب ہے حتی کہ آواز بھی حجاب میں داخل ہے اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مستثنی ہیں اور تنہا امام شافعیؒ چہرہ کو بھی مستثنی کرتے ہیں ان کے نزدیک نماز کا جو حجاب ہے وہی اجنبیوں کا حجاب ہے مگر امام شافعیؒ کا چہرہ کو مستثنی کرنا درست نہیں، کیوں کہ سورۃ الاحزاب آیت ۵۹ میں ہے۔ ''اے نبی! آپ اپنی عورتوں سے اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادریں چہرہ پر نیچے تک لٹکا لیا کریں'' اس آیت میں صاف صراحت ہے کہ اجنبیوں کے حجاب میں چہرہ داخل ہے اگر چہرہ کھولنے کی شدید ضرورت پڑ گئی مثلاً گواہی دینے کے لئے آنا ہے یا نکاح کرنے کے لئے ہونے والے شوہر کو چہرہ دکھلانا ہے تو ایسی سخت ضرورت میں چہرہ کھول سکتی ہے۔

(۲۹۵۱/۱۹) وَيَجُوْزُ لِلْقَاضِيْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّحْكُمَ عَلَيْهَا وَلِلشَّاهِدِ اِذَا اَرَادَ الشَّهَادَةَ عَلَيْهَا النَّظْرُ اِلٰى وَجْهِهَا وَاِنْ خَافَ اَنْ يَّشْتَهِيَ.

ترجمہ: اور جائز ہے قاضی کیلئے جب وہ عورت پر حکم لگانا چاہے اور گواہ کیلئے جب وہ عورت پر گواہی دینا

جا ہے دیکھنا اس کے چہرہ کو اگر چہ خوف ہو شہوت ہونیکا۔

تشریح: قاضی اور گواہ کو فیصلہ اور ادائے شہادت کیلئے عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے اگر چہ شہوت کا خوف ہو تب بھی کیوں کہ اگر وہ خوف شہوت کیوجہ سے دیکھنے سے رکیں گے تو فیصلہ کیسے کرے گا اور گواہی کیسے دے گا تو فیصلہ اور ادائے شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا جس سے لوگوں کے حقوق پامال ہوں گے۔

(۲۰/۲۹۵۲) وَيَجُوْزُ لِلطَّبِيْبِ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا.

ترجمہ: اور جائز ہے طبیب کے لئے یہ کہ دیکھے عورت کے مرض کی جگہ کو۔

تشریح: اگر عورت بیمار ہو اور مرض نازک جگہ پر ہو تو طبیب کیلئے جائز ہے صرف بیماری کی جگہ کو دیکھے اور اس کا علاج کرے کیوں کہ یہ جواز بر بناء ضرورت ہے تو بقدر ضرورت ہی ثابت ہوگا اور بہتر تو یہ ہے کہ مرد خود علاج نہ کرے بلکہ کسی عورت کو بتادے وہ اس کام کو انجام دے دے کیوں کہ اگر چہ عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی شرمگاہ یا ستر دیکھے مگر بہر حال جنس کا جنس کی طرف دیکھنا پھر بھی ہلکا ہے لیکن اگر کوئی عورت ایسی نہ ملے تو پھر سارے بدن کو چھپایا جائے اور صرف اسی جگہ کو طبیب دیکھے جہاں مرض ہے۔

(۱۹/۲۹۵۳) وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ اِلٰى جَمِيْعِ بَدَنِهٖ اِلَّا مَا بَيْنَ سُرَّتِهٖ اِلٰى رُكْبَتِهٖ.

ترجمہ: اور دیکھ سکتا ہے مرد دوسرے مرد کا سارا بدن مگر جو کہ اس کی ناف کے درمیان ہے اس کے گھٹنے تک۔

تشریح: اس عبارت میں مرد کے ستر کا بیان ہے احناف کے نزدیک مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں تک ہے یعنی گھٹنا ستر میں داخل ہے اور ناف خارج ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناف ستر میں داخل ہے اور گھٹنا خارج۔

(۲۱/۲۹۵۴) وَيَجُوْزُ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَنْظُرَ مِنَ الرَّجُلِ اِلٰى مَايَنْظُرُ اِلَيْهِ الرَّجُلُ.

ترجمہ: اور جائز ہے عورت کے لئے یہ کہ دیکھے مرد کا اتنا بدن جتنا دیکھ سکتا ہے مرد۔

تشریح: مرد کے بدن کا جو حصہ دوسرا مرد دیکھ سکتا ہے اس کو عورت بھی دیکھ سکتی ہے، یعنی اس کا پیٹ اور پیٹھ بشرطیکہ شہوت نہ ہو۔

(۲۲/۲۹۵۵) وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ اِلٰى مَايَجُوْزُ لِلرَّجُلِ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهِ مِنَ الرَّجُلِ.

ترجمہ: اور دیکھ سکتی ہے عورت دوسری عورت کا اتنا بدن جتنا دیکھ سکتا ہے مرد دوسرے مرد کا۔

تشریح: مرد دوسرے مرد کے بدن کا جتنا حصہ دیکھ سکتا ہے اتنا ہی ایک عورت دوسری عورت کا دیکھ سکتی ہے، کیوں کہ یہ ہم جنس ہیں، اور عموماً شہوت نہیں ہوتی جیسے مرد کے دیکھنے میں دوسرے مرد کی جانب۔

(۲۳/۲۹۵۶) وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ اَمَتِهِ الَّتِيْ تَحِلُّ لَهٗ وَزَوْجَتِهٖ اِلٰى فَرْجِهَا.

ترجمہ: اور مرد دیکھ سکتا ہے اپنی اس باندی سے جو اس کیلئے حلال ہے، اور اپنی بیوی سے اسکی شرمگاہ کی طرف۔

تشریح: مرد اپنی بیوی اور وہ باندی جو اس کے لئے حلال ہے سارا بدن دیکھ سکتا ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو کیوں کہ جب چھونا اور صحبت کرنا جائز ہے تو پھر دیکھنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا مگر بہر حال نہ دیکھنا اولیٰ ہے۔

فوائد: من امته التی تحل له: اس قید کا اضافہ اس وجہ سے کیا کہ وہ باندی جس کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور وہ دوسرے کی بیوی بن گئی تو اب آقا اس باندی سے صحبت نہیں کر سکتا لہٰذا ناف سے لے کر گھٹنے تک اس کے بدن کا دیکھنا بھی درست نہ ہوگا اس وجہ سے فرمایا کہ ایسی باندی جس سے صحبت کرنا حلال ہو اس کی شرمگاہ دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔(الجوہرۃ النیر ۃ ۲/۳۸۶)

(۲۴/۲۹۵۷) وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهٖ اِلَى الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ وَالصَّدْرِ وَالسَّاقَيْنِ وَالْعَضُدَيْنِ وَلَايَنْظُرُ اِلٰى ظَهْرِهَا وَبَطْنِهَا وَفَخِذِهَا.

ترجمہ: اور دیکھ سکتا ہے مرد اپنی ذی رحم محرم عورتوں کے چہرہ سر سینہ پنڈلیوں اور بازوؤں کو اور نہ دیکھے اس کی پیٹھ پیٹ اور ران کو۔

تشریح: جو عورتیں مرد کی ذی رحم محرم ہیں ان کا چہرہ سر سینہ پنڈلی، بازو، دیکھ سکتا ہے، اور پیٹ پیٹھ ران نہیں دیکھ سکتا اور ذی رحم محرم ہر وہ عورت ہے جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے، خواہ نسب کی وجہ سے ہو یا رضاعت سے یا مصاہرت سے اور مصاہرت نکاح کے ذریعہ سے ہو یا زنا سے ہو۔

(۲۵/۲۹۵۸) وَلَابَأْسَ بِاَنْ يَمَسَّ مَاجَازَ لَهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهِ مِنْهَا.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں اس میں کہ چھوئے اس عضو کو جس کو دیکھنا جائز ہے۔

تشریح: ذی رحم محرم عورتوں کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے ضرورت پڑنے پر ان کو چھونا بھی جائز ہے، بشرطیکہ شہوت ابھرنے کا خطرہ نہ ہو کیوں کہ سفر وغیرہ میں عورتوں کو بس اور ٹرین میں چڑھانے اور اتارنے میں ان کے ہاتھ اور پاؤں پکڑنے کی ضرورت پڑتی ہے اور ان کے چھونے میں شہوت ابھرنے کا خطرہ کم ہے، کیوں کہ احترام مانع ہے، اس لئے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے ان کو چھونا بھی جائز ہے۔

(۲۶/۲۹۵۹) وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ مَمْلُوْكَةِ غَيْرِهٖ اِلٰى مَا يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهِ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهٖ.

ترجمہ: اور دیکھ سکتا ہے آدمی دوسرے کی باندی کا اتنا بدن جتنا دیکھنا جائز ہے اپنی ذی رحم محرم عورتوں کا۔

تشریح: مرد اپنی ذی رحم محرم عورتوں کا جتنا بدن دیکھ سکتا ہے اتنا ہی بدن دوسروں کی باندی کا دیکھ سکتا ہے،

کیوں کہ وہ باندی اپنے آقا کے کام کاج کے لئے باہر نکلتی ہے اور اپنے آقا کے مہمانوں کی خدمت کرتی ہے، تو جیسے محارم کے حق میں آزاد عورت کا حال ہے گھر کے اندر رہتے ہوئے وہی حال باندی کا گھر سے باہر ہے۔

(۲۹۶۰/۲۷) وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَمَسَّ ذٰلِكَ اِذَا اَرَادَ الشِّرٰى وَاِنْ خَافَ اَنْ يَشْتَهِيَ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں اس کو چھونے میں جب اسے خریدنا چاہے اگرچہ شہوت کا اندیشہ ہو۔

تشریح: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ شہوت کے باوجود بھی چھونا جائز ہے، جب کہ خریدنے کا ارادہ ہوتا کہ پتہ چل جائے کہ باندی کتنی گداز و نرم ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر شہوت ہو تو ہمارے زمانہ میں چھونے کو جائز نہیں کہا جائے گا۔

(۲۹۶۱/۲۸) وَالْخَصِيُّ فِي النَّظْرِ اِلَى اَجْنَبِيَّةٍ كَالْفَحْلِ.

ترجمہ: اور خصی آدمی اجنبی عورت کو دیکھنے میں مرد کی طرح ہے۔

تشریح: اجنبیہ کو دیکھنے میں جو حکم مکمل مرد کا ہے وہی خصی کا ہے، کیونکہ وہ بھی جماع پر قدرت رکھتا ہے اور یہی مقطوع الذکر کا حکم ہے، کیوں کہ وہ بھی رگڑ رگڑ کر منی کو خارج کرسکتا ہے، اور جو بناوٹی ہجڑا ہے وہ بھی نر کے حکم میں ہے۔

(۲۹۶۲/۲۹) وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يَنْظُرَ مِنْ سَيِّدَتِهٖ اِلَّا اِلٰى مَايَجُوْزُ لِلْاَجْنَبِيِّ النَّظْرُ اِلَيْهِ مِنْهَا.

ترجمہ: اور جائز نہیں غلام کے لئے دیکھنا اپنی مالکہ کے جسم کو مگر اتنا حصہ کہ جس حصہ کو اجنبی دیکھ سکتا ہے۔

تشریح: غلام اپنی مالکہ کا اتنا بدن ہی دیکھ سکتا ہے جتنا کہ دوسرا اجنبی مرد دیکھ سکتا ہے کیونکہ فی الجملہ غلام اس سے نکاح کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ آزاد کردے تو نکاح جائز ہو جائے گا اور شہوت بھی پوری ہے اور غلام ایسا نر ہے جو نہ محرم ہے اور نہ شوہر اور یہاں ضرورت بھی نہیں کیوں کہ غلام تو گھر سے باہر کام کاج کرتا ہے۔

فائدہ: غلام صرف مالکہ کے ہاتھ اور پاؤں دیکھ سکتا ہے۔

(۲۹۶۳/۳۰) وَيَعْزِلُ عَنْ اَمَتِهٖ بِغَيْرِ اِذْنِهَا وَلَا يَعْزِلُ عَنْ زَوْجَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهَا.

ترجمہ: اور عزل کرسکتا ہے اپنی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر اور عزل نہیں کرسکتا اپنی بیوی سے مگر اس کی اجازت سے۔

کیا عزل کرنا جائز ہے؟

تشریح: عزل کے یہ معنی ہیں کہ مرد اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرے اور جب انزال کا وقت آئے تو عضو

مخصوص کو اس کی شرمگاہ سے باہر نکال کر خارج شرمگاہ انزال کرے۔

عزل کے بارے میں احادیث مختلف ہیں بعض روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے اس کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے، ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ عزل اگر کسی غرض صحیح سے ہو تو جائز ہے آزاد عورت کے ساتھ اس کی اجازت سے اس لئے کہ وطی اس کا حق ہے، اور باندی کے ساتھ مطلقاً احادیث جواز اسی صورت پر محمول ہیں لیکن یہ اس وقت ہے جب کوئی شخص اس کام کو انفرادی طور پر انجام دے اور اگر کسی شخص کی عزل سے غرض فاسد ہو مثلاً مفلسی کا اندیشہ یا لڑکی ہونے سے بدنامی کا خیال ہو تو ایسی صورت میں عزل ناجائز ہے روایات ممانعت اسی پر محمول ہیں۔

(۲۹۶۴/۳۱) وَيُكْرَهُ الْاِحْتِكَارُ فِيْ اَقْوَاتِ الْآدَمِيِّيْنَ وَالْبَهَائِمِ اِذَا كَانَ ذٰلِكَ فِيْ بَلَدٍ يَضُرُّ الْاِحْتِكَارُ بِاَهْلِهٖ وَمَنِ احْتَكَرَ غَلَّةَ ضَيْعَتِهٖ اَوْ مَا جَلَبَهٗ مِنْ بَلَدٍ آخَرَ فَلَيْسَ بِمُحْتَكِرٍ.

حل لغات: الاحتکار: مہنگا، بیچنے کے لئے روکنا۔ اقوات: قوت کی جمع ہے، غذا۔ البھائم: بھیمۃ کی جمع ہے، چوپایہ، ضیعۃ: زمین۔ جلب: باہر سے لانا۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے روک لینا آدمیوں اور چوپاؤں کی غذا کو ایسے شہر میں جہاں تکلیف دہ ہو روکنا اہل شہر کے لئے اور جس نے روک لیا اپنی زمین کے غلہ کو یا اس کو جو لایا ہے دوسرے شہر سے تو وہ روکنے والا نہیں ہے۔

احتکار کا بیان

تشریح: احتکار جس کی حدیث کے اندر ممانعت ہے، اس کی تعریف علامہ نووی نے یہ لکھی ہے کہ غلہ کو مہنگائی کے زمانہ میں تجارت کی نیت سے خرید کر رکھ لینا اور فی الحال اس کی بیع نہ کرنا مزید گرانی کے انتظار میں تاکہ پیسے زیادہ حاصل ہوں اور بدائع میں لکھا ہے کہ احتکار یہ ہے کہ اپنے شہر سے غلہ خرید کر رکھ لینا اور اس کو فروخت نہ کرنا جب کہ اہل شہر کو ایسا کرنے سے نقصان پہنچ رہا ہو، اور اگر بڑا شہر ہو جہاں ایسا کرنے سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو یہ احتکار ممنوع نہیں ہے، ایسے ہی اپنے کھیت میں کافی غلہ پیدا ہوا یا کسی دور دراز علاقہ سے غلہ خرید کر اپنے شہر میں لا کر اس کو روک لے تب بھی احتکار نہ ہوگا صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ احتکار اور ذخیرہ اندوزی انسان کی ضرورت کی چیزوں میں بھی ہوتی ہے اور جانوروں کے کھانے کی اشیاء میں بھی ہوتی ہے۔

احتکار کن چیزوں میں منع ہے:

کھانے پینے کی چیزوں میں تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں احتکار جائز نہیں لیکن ان کے علاوہ دوسری اشیاء میں احتکار جائز ہے یا نہیں اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک غذائی اجناس کے علاوہ دوسری اشیاء میں احتکار جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک احتکار ہر ضرورت کی چیز میں ناجائز ہے۔

احتکار کی ممانعت کی علت ضرر ہے:

یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ احتکار کی ممانعت اسی وقت ہے جب اس کی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے عوام کو نقصان پہنچے عوام کو اس چیز کی ضرورت ہو اور یہ شخص اس کو فروخت کرنے کے لئے نہ نکالے لیکن اگر اس کی ذخیرہ اندوزی سے عوام کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے بلکہ بازار میں اس چیز کی فراوانی ہے تو اس صورت میں ذخیرہ اندوزی کرنے کی ممانعت نہیں اور اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(۳۲/۲۹۶۵) وَلَا يَنبَغِي لِلسُّلطَانِ اَنْ يُسَعِّرَ عَلَى النَّاسِ.

ترجمہ: اور مناسب نہیں بادشاہ کے لئے یہ کہ بھاؤ مقرر کردے لوگوں پر۔

تشریح: بادشاہ کنٹرول ریٹ مقرر نہ کرے کیوں کہ ثمن عاقد کا حق ہے تو بادشاہ کو مناسب نہیں کہ دوسرے کے حق میں دخل دے مگر تفصیل اس طرح ہے کہ جو لوگ غلہ فروش ہیں جیسے ہمارے یہاں بنیے جو لوگوں پر ظلم وستم کرنے پر کمر بستہ ہیں اور بغیر کنٹرول ریٹ کے لوگوں کے حقوق کی حفاظت مشکل ہے تو اس وقت کنٹرول ریٹ مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن قاضی کو چاہئے کہ ہر زمانہ میں باشعور لوگوں سے مشورہ کرے کہ کیا ریٹ مقرر کیا جائے جن کو غلہ کے معاملہ میں تجربہ اور شعور ہوتا ہے کہ فریقین نقصان اور خسارہ سے محفوظ رہ سکیں۔

(۳۳/۲۹۶۶) وَيُكرَهُ بَيعُ السِّلَاحِ فِي اَيَّامِ الفِتنَةِ.

ترجمہ: اور مکروہ ہے ہتھیار بیچنا فتنہ کے زمانہ میں۔

تشریح: فتنہ کے ایام میں ایسے شخص کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ اہل فتنہ میں سے ہے جیسے خوارج اور باغی وغیرہ کیوں کہ یہ معصیت پر تعاون ہے اور اگر یہ معلوم نہیں کہ یہ باغیوں میں سے ہے تو پھر اس کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۴/۲۹۶۷) وَلَا بَأسَ بِبَيعِ العَصِيرِ مِمَّن يَعلَمُ اَنَّهُ يَتَّخِذُهُ خَمرًا.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے شیرۂ انگور بیچنے میں اس شخص کے ہاتھ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس کی شراب بنائے گا۔

تشریح: کسی شخص کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ شیرۂ انگور کی شراب بنائے گا جیسے مجوسی یا ذمی وغیرہ، اس کے باوجود بھی اس کے ہاتھ شیرۂ انگور فروخت کرنا جائز ہے کیوں کہ معصیت شراب کے ساتھ وابستہ ہے اور شراب اس کو متغیر کرنے کے بعد بنے گی برخلاف ہتھیار کے کیوں کہ معصیت ہتھیار سے بغیر تبدیلی کے قائم ہوتی ہے اس لئے ایام فتنہ میں ہتھیار کی بیع مکروہ ہے اور شیرۂ انگور کی جائز ہے۔

کِتَابُ الْوَصَایَا

(یہ کتاب ہے وصیتوں کے احکام کے بیان میں)

ماقبل سے مناسبت: کتاب الوصایا کو صاحب قدوری اخیر میں اس وجہ سے لا رہے ہیں کہ انسان کی دنیا میں آخری حالت موت ہے اور وصیت مرنے کے وقت ہی کی جاتی ہے۔

وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت کا استعمال معنی مصدری یعنی ایصاء اور ما یوصی بہ یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے دونوں میں ہوتا ہے۔

وصیت کی تعریف شرعاً یہ کی گئی ہے: وہ معاملہ جس کا تعلق مابعد الموت سے ہو اور وصیت کا استعمال بمعنی نصیحت یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی ہوتا ہے، صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ وصیت اصطلاح شرع میں وہ نیک کام اور تبرعات ہیں جن کی تعلیق انسان اپنی موت پر کرتا ہے مثلاً کسی شخص کو کہنا کہ میرے مرنے کے بعد تم میری فلاں چیز کے مالک ہو۔

وصیت کے صحیح ہونے کی شرطیں:

(۱) موصی (وصیت کرنے والا) آزاد عاقل بالغ ہو۔ (۲) موصی نے مرنے سے پہلے وصیت سے رجوع نہ کیا ہو (۳) موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی ہے) بوقت وصیت موجود ہو (زندہ ہو) (۴) موصی لہ موصی کا قاتل نہ ہو۔ (۵) موصی بہ (جس چیز کی وصیت کی گئی ہے) مباح اور جائز ہو حرام چیز کی وصیت کا اعتبار نہیں (۶) موصی بہ قابل تملیک چیز ہو۔

وصیت کا ثبوت:

چوں کہ وصیت کا تعلق مابعد الموت سے ہے اور موت کے بعد انسان میں کسی بھی فعل کی خواہ وہ تملیک ہو یا کچھ اور صلاحیت باقی نہیں رہتی لہٰذا وصیت کا جواز خلاف قیاس ہے مگر استحساناً اور ضرورۃً اسکو جائز قرار دیا گیا ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی پر مغرور ہوتا ہے اور کاموں کو ٹالتا رہتا ہے زندگی کے غرور میں بہت سی واجب الاداء چیزیں ذمہ میں رہ جاتی ہیں اچانک موت پیش آنے کی وجہ سے تو اس کی تلافی کے لئے شریعت نے یہ صورت نکالی ہے۔

(۱/۲۹۶۸) الوَصِیَّةُ غَیْرُ وَاجِبَةٍ وَهِیَ مُسْتَحَبَّةٌ.

ترجمہ: وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

وصیت کا حکم

تشریح: بعض لوگ فرماتے ہیں کہ وصیت کرنا واجب ہے اس لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ وصیت کرنا مستحب ہے جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی کہ کس وارث کو کتنا ملے گا اس وقت تک ورثاء کے لئے وصیت کرنا واجب تھا لیکن جب آیت میراث نازل ہوگئی تو وارثین کے علاوہ دوسروں کے لئے وصیت کرنا مستحب رہ گیا کیوں کہ وارثین کو تو حصہ مل ہی جائے گا اب دوسرے لوگوں کو وصیت کر کے مال دینا گویا کہ ہدیہ ہے اور ہدیہ دینا مستحب ہے۔

(۲/۲۹۶۹) وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْوَارِثِ اِلَّا اَنْ يُجِيْزَهَا الْوَرَثَةُ.

ترجمہ: اور جائز نہیں وصیت کرنا وارث کے واسطے مگر یہ کہ جائز رکھیں اس کو سب ورثاء۔

وارث کے لئے وصیت باطل ہے

تشریح: وارث کے لئے وصیت باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حق متعین کر دیا ہے، میت کو اس سلسلہ میں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر عاقل بالغ ورثاء چاہیں تو وارث کے لئے بھی وصیت نافذ کر سکتے ہیں کیوں کہ امتناع وصیت تو حق ورثاء ہی کی وجہ سے ہے اور جب وہ خود ہی راضی ہیں تو ممانعت ختم ہو جائے گی۔

فائدہ: وارث کی تعریف: ورثاء جمع ہے وارث کی، علماء فرائض کے عرف میں وارث وہ شخص کہلاتا ہے جو باقی رہے اس شخص کے فنا ہونے کے بعد جس سے اس کا نسب یا سبب ثابت ہو۔

(۳/۲۹۷۰) وَلَا يَجُوْزُ بِمَازَادَ عَلَى الثُّلُثِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں تہائی سے زیادہ کی۔

تہائی سے زائد کی وصیت باطل ہے

تشریح: تجہیز و تکفین اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی تہائی سے زائد کی وصیت باطل ہے، البتہ اگر تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے تہائی سے زائد میں بھی وصیت نافذ ہو سکتی ہے، اسی طرح جو ورثاء عاقل بالغ ہوں ان کے حصہ میں ان کی اجازت سے نافذ کی جا سکتی ہے، البتہ نابالغ ورثاء کی اجازت کا شرعاً اعتبار نہیں اور اگر تہائی سے کم مال کی وصیت کی ہے تو اسی کے مطابق نفاذ ہوگا، احادیث میں صراحۃً ثلث مال کی وصیت کا جواز اور ثلث سے زائد میں وصیت کی ممانعت وارد ہوئی ہے، مثلاً حدیث ابو ہریرہؓ: انَّ اللّٰہ تصدق علیکم عند وفاتکم بثلث اموالکم زیادۃً فی اعمالکم. (ابن ماجہ ص:۱۹۴)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ فرمایا ہے تمہاری وفات کے وقت تمہارے تہائی مال کے ذریعہ تاکہ تمہارے اعمال (حسنہ) میں اضافہ کرے یعنی مرنے کے بعد بھی تمہیں تمہارے مال کے ذریعہ اجر و ثواب مل سکے۔

(۴/۲۹۷۱) وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْقَاتِلِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں وصیت قاتل کے واسطے۔

تشریح: قاتل کے لئے وصیت باطل ہے، لیکن اگر عاقل بالغ ورثاء چاہیں تو قاتل کے لئے بھی وصیت نافذ کر سکتے ہیں۔

(۵/۲۹۷۲) وَيَجُوْزُ اَنْ يُوْصِيَ الْمُسْلِمُ لِلْكَافِرِ وَالْكَافِرُ لِلْمُسْلِمِ.

ترجمہ: اور جائز ہے یہ کہ وصیت کرے مسلمان کافر کے واسطے اور کافر مسلمان کے واسطے۔

مسلمان کا کافر کے لئے وصیت کرنا یا کافر کا مسلمان کے لئے وصیت کرنا

تشریح: کافر سے مراد ذمی ہے، کیوں کہ حربی کافر کے واسطے وصیت باطل ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ذمی کے واسطے اور ذمی مسلمان کے واسطے وصیت کر سکتے ہیں، کیوں کہ عہد و پیمان کی وجہ سے ذمی معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے، اسی وجہ سے جانبین سے تبرع واحسان زندگی میں جائز ہے، تو اسی طرح موت کے وقت بھی جائز ہوگا۔

فائدہ: حربی مستأمن کا حکم بھی ذمی کے مثل ہے۔

(۶/۲۹۷۳) وَقَبُوْلُ الْوَصِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنْ قَبِلَهَا الْمُوْصٰى لَهٗ فِيْ حَالِ الْحَيَاةِ اَوْ رَدَّهَا فَذٰلِكَ بَاطِلٌ

ترجمہ: اور وصیت قبول کرنا مرنے کے بعد ہے، پس اگر قبول کرے اس کو موصیٰ لہ موصی کی زندگی میں یا اس کو رد کر دے تو یہ باطل ہے۔

تشریح: موصی کے مرنے کے بعد موصیٰ لہ کے رد کرنے یا قبول کرنے کا اعتبار ہے، موصی کی زندگی میں رد کیا یا قبول کیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے، کیوں کہ حکم وصیت کا ثبوت بعد موت ہوتا ہے لہٰذا قبول بھی اسی وقت معتبر ہوگا۔

(۷/۲۹۷۴) وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يُوْصِيَ الْاِنْسَانُ بِدُوْنِ الثُّلُثِ.

ترجمہ: اور مستحب ہے یہ کہ وصیت کرے آدمی تہائی سے کم کی۔

تہائی سے کم کی وصیت مستحب ہے

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ان کے کئی بار کے اصرار کے بعد فرمایا تھا:

''تہائی کی وصیت کراور تہائی بھی بہت ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تہائی مال سے کم کی وصیت کرے۔

(۸/۲۹۷۵) وَاِذَا اَوْصٰی اِلٰی رَجُلٍ فَقَبِلَ الْوَصِیَّۃَ فِیْ وَجْہِ الْمُوْصِیْ وَرَدَّھَا فِیْ غَیْرِ وَجْہِہٖ فَلَیْسَ بِرَدٍّ وَاِنْ رَدَّھَا فِیْ وَجْہِہٖ فَھُوَ رَدٌّ.

ترجمہ: اور جب وصیت کی کسی نے کسی کو (وصی بنایا) اور قبول کی اس نے وصیت موصی کے سامنے اور رد کردی اس کے پس پشت تو یہ رد نہ ہوگی اور اگر رد کی اس کے سامنے تو رد ہو جائے گی۔

تشریح: ایک شخص نے کسی کو اپنی وصیت نافذ کرنے کا وصی بنایا یا اپنے قرض کی ادائیگی کا، وصی نے موصی کے سامنے قبول کرلیا تو وصیت پختہ ہوگئی اب اگر رد کرنا چاہے تو موصی کے سامنے رد کرے یا کم از کم اس کی زندگی میں رد کرنے کی خبر بھجوادے کہ میں تمہاری وصیت نافذ کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوں تاکہ زندگی میں اس کو اطمینان ہوجائے کہ میرا مال میرے پاس واپس آگیا ہے، اب کسی اور کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے، اور اگر وصی نے موصی کے سامنے رد نہ کیا اور نہ اس کی زندگی میں رد کرنے کی خبر بھجوائی بلکہ اس کے مرنے کے بعد رد کی یا رد تو اس کی زندگی میں کردی مگر غائبانہ رد کی جس کی موصی کو کوئی خبر نہیں پہنچی تو وصیت رد نہ ہوگی بلکہ وہ مال موصی لہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے گا۔

(۹/۲۹۷۶) وَالْمُوْصٰی بِہٖ یُمْلَکُ بِالْقَبُوْلِ اِلَّا فِیْ مَسْئَلَۃٍ وَاحِدَۃٍ وَھِیَ اَنْ یَّمُوْتَ الْمُوْصِیْ ثُمَّ یَمُوْتَ الْمُوْصٰی لَہٗ قَبْلَ الْقَبُوْلِ فَیَدْخُلُ الْمُوْصٰی بِہٖ فِیْ مِلْکِ وَرَثَتِہٖ.

ترجمہ: جس کی وصیت کی جائے وہ ملک میں آجاتی ہے قبول کرنے سے مگر ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ مرجائے موصی پھر مرجائے موصی لہ قبول کرنے سے پہلے تو داخل ہو جائے گی موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملک میں۔

وصیت کے تفصیلی احکام کا بیان

تشریح: موصی بہ موصی لہ کی ملک میں اس کے قبول کرنے سے آتی ہے مگر ایک مسئلہ میں بلا قبول بھی آجاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ موصی وصیت کر کے مرجائے پھر موصی لہ بھی موصی بہ کے قبول کرنے سے پہلے مرجائے تو اس صورت میں موصیٰ بہ اس کے ورثاء کی ملک میں آجاتی ہے مگر استحساناً۔ قیاس کی رو سے وصیت باطل ہو جانی چاہئے کیوں کہ ملک کا ثبوت قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے تو یہ ایسا ہوگیا جیسے مشتری بائع کے ایجاب کے بعد مبیع قبول کرنے سے پہلے مرجائے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ موصی کی طرف سے اس کے مرجانے کے باعث وصیت پوری ہوچکی جو اس کی طرف سے کسی طرح فسخ نہیں ہوسکتی اور اس میں توقف صرف موصی لہ کے حق کی وجہ سے تھا، جب وہ مرگیا تو یہ اس کی ملک میں آگئی جیسے اس بیع میں ہوتا ہے جس میں مشتری کے لئے خیار شرط ہو اور وہ بیع کو نافذ کرنے سے پہلے مرجائے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ۲/۳۹۲)

(۱۰/۲۹۷۷) وَمَنْ اَوْصٰی اِلٰی عَبْدٍ اَوْ کَافِرٍ اَوْفَاسِقٍ اَخْرَجَهُمُ الْقَاضِی مِنَ الْوَصِیَّةِ وَنَصَبَ غَیْرَهُمْ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی غلام یا کافر یا فاسق کو تو خارج کردے ان کو قاضی وصیت سے اور مقرر کردے ان کے علاوہ کو۔

تشریح: اگر زید نے خالد کے غلام کو اپنا وصی بنایا یا کسی کافر اور فاسق کو وصی بنایا تو صاحب کتاب نے فرمایا ہے کہ قاضی ان تینوں کو وصیت سے خارج کردے گا اور ان کے علاوہ کو مقرر کردے گا، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری کا یہ کلام اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وصیت صحیح ہوجائے گی، اس لئے کہ اخراج اسی وقت ہوگا جبکہ وصیت صحیح ہوگئی ہو، صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں کے اندر اصل شفقت تو ہے لیکن اس میں نقصان ہے اور کمی ہے تو اصل کے پائے جانے کی وجہ سے صحت ہوگی اور نقصان کے پائے جانے کی وجہ سے اخراج صحیح ہوگیا، اور وہ نقصان یہ ہے کہ غلام کی ولایت تو آقا کی نظر کرم پر ہے اگر وہ اجازت دیدے تو باقی ہے ورنہ ختم اور کافر میں نقصان کا باعث یہ ہے کہ وہ کافر ہے جس کو دینی دشمنی اس بات پر ابھار سکتی ہے کہ وہ مسلمان کے لئے شفقت کو چھوڑ دے اور فاسق میں یہ کمی ہے کہ وہ خیانت کے ساتھ متہم ہے ان وجوہات کی بنا پر قاضی ان کی جگہ اور کو مقرر کرسکتا ہے تاکہ شفقت کا پورا پورا خیال رہ سکے۔

(۱۱/۲۹۷۸) وَمَنْ اَوْصٰی اِلٰی عَبْدِ نَفْسِهٖ وَفِی الْوَرَثَةِ کِبَارٌ لَمْ تَصِحَّ الْوَصِیَّةُ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی اپنے غلام کو حالانکہ ورثاء میں عاقل بالغ موجود ہیں تو صحیح نہ ہوگی وصیت۔

تشریح: مرنے والے نے اپنے غلام کو وصی بنایا حالانکہ ورثاء میں بالغ آدمی موجود ہے، تو غلام کو وصی بنانا درست نہیں ہے، کیوں کہ بالغ کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ غلام کو تصرف سے روک دے لہٰذا غلام حق وصیت کو پورا کرنے سے عاجز ہوجائے گا اور اگر ورثاء میں صرف چھوٹے بچے ہوں تو غلام کو نگراں اور وصی بنایا جاسکتا ہے، کیونکہ وارثین میں ایسا کوئی آدمی موجود نہیں ہے جو بذات خود تصرف وغیرہ پر قادر ہو اس لئے مجبوری کے درجہ میں غلام وصی رہ سکتا ہے۔

(۱۲/۲۹۷۹) وَمَنْ اَوْصٰی اِلٰی مَنْ یَعْجِزُ عَنِ الْقِیَامِ بِالْوَصِیَّةِ ضَمَّ اِلَیْهِ الْقَاضِیْ غَیْرَهٗ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی اس کو جو عاجز ہے وصیت انجام دینے سے تو شامل کردے اس کے ساتھ قاضی کسی اور کو۔

تشریح: موصی نے ایسے آدمی کو وصی بنایا جو وصیت کو کما حقہ انجام نہیں دے سکتا تو قاضی کسی ایسے آدمی کو اس کے ساتھ شامل کردے جو وصیت اچھی طرح انجام دے سکے کیوں کہ ایسا کرنے میں مکمل شفقت حاصل ہوجائے گی۔

(۱۳/۲۹۸۰) وَمَنْ اَوْصٰی اِلَی اثْنَیْنِ لَمْ یَجُزْ لِاَحَدِهِمَا اَنْ یَتَصَرَّفَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ

رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَ صَاحِبِهٖ اِلَّا فِيْ شِرَاءِ كَفَنِ الْمَيِّتِ وَتَجْهِيْزِهٖ وَطَعَامِ اَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَكِسْوَتِهِمْ وَرَدِّ وَدِيْعَةٍ بِعَيْنِهَا وَتَنْفِيْذِ وَصِيَّةٍ بِعَيْنِهَا وَعِتْقِ عَبْدٍ بِعَيْنِهٖ وَقَضَاءِ الدَّيْنِ وَالْخُصُوْمَةِ فِيْ حُقُوْقِ الْمَيِّتِ.

حل لغات: کسوة: کپڑا، پوشاک۔ ودیعة: وہ چیز جو مالک کے علاوہ کسی اور کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھی جائے۔ خصومة: مقدمہ دائر کرنا۔

ترجمہ: اور جس نے وصی بنایا دو کو تو جائز نہ ہوگا ان میں سے ایک کے لئے یہ کہ تصرف کرے طرفین کے نزدیک دوسرے کے بغیر مگر کفن میت کی خریداری اور اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے چھوٹے بچوں کے کھانے پوشاک مخصوص امانت کی واپسی خاص وصیت نافذ کرنے متعین غلام آزاد کرنے قرض ادا کرنے اور میت کے حقوق میں مقدمہ دائر کرنے میں۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دو آدمیوں کو ایسے معاملات میں وصی بنایا جن میں رائے اور مشورے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے خرید و فروخت مضاربت وغیرہ، تو ان دونوں وصیوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کی رائے کے بغیر اس میں تصرف کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ موصی ان دونوں کی رائے سے راضی ہوا تھا نہ کہ ایک کی رائے سے، اس لئے دونوں کی رائے شامل ہونا ضروری ہے، لیکن صاحب کتاب نے چند صورتیں ایسی بیان کی ہیں کہ جہاں دو آدمیوں کو وصی کرنے کے باوجود ایک وصی کا تصرف کرنا جائز ہے، مثلاً کفن لانے اور تجہیز و تکفین کرنے کے لئے دو آدمیوں کو وصی بنایا تو ایک آدمی بھی کفن خرید کر لا سکتا ہے، او تجہیز و تکفین کر سکتا ہے، اسی طرح چھوٹے بچوں کے کھانے اور ان کے کپڑوں کا معاملہ ہے اسی طرح متعین امانت کو واپس کرنے کی وصیت دو آدمیوں کو کی تو صرف ایک وصی بھی اس امانت کو واپس کر سکتا ہے، یا متعین وصیت کو نافذ کرنے کے لئے دو آدمیوں کو وصیت کی یا مرنے والے کے ذمہ قرضہ ہے اس کو ادا کرنے کے لئے دو آدمیوں کو وصی بنایا یا متعین غلام کو آزاد کرنے کا دو آدمیوں کو وصی بنایا تو ان دونوں میں سے ایک بھی وہ قرض دے کر آ سکتا ہے یا قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کرنے کے لئے دو آدمیوں کو وصی بنایا لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کے بغیر مقدمہ پیش کر دیا تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر دونوں ہی عدالت میں بولنے لگیں تو شور ہوگا اور یہ آداب مجلس کے خلاف ہے۔

(۱۴/۲۹۸۱) وَمَنْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلِلْاٰخَرِ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ.

ترجمہ: کسی نے وصیت کی ایک کے لئے اپنے تہائی مال کی اور دوسرے کے لئے بھی تہائی کی اور ورثاء نے اس کو منظور نہیں کیا تو تہائی ان دونوں میں آدھی آدھی ہوگی۔

تشریح: کسی نے زید کے لئے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور عمرو کے لئے بھی تہائی کی، اور ورثاء نے اس کو منظور نہیں کیا تو تہائی مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کیوں کہ محل نفاذ وصیت فقط ثلث ہے اور ورثاء نے ثلث سے زیادہ میں اجازت نہیں دی تو ایک ثلث زید اور عمرو کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔

(۱۵/۲۹۸۲) وَاِنْ اَوْصٰى لِاَحَدِهِمَا بِالثُّلُثِ وَلِلْآخَرِ بِالسُّدُسِ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا.

ترجمہ: اگر ایک کیلئے تہائی کی وصیت کی اور دوسرے کیلئے چھٹے کی تو تہائی ان دونوں میں تین تہائی ہوگا۔

تشریح: اگر موصی نے خالد کے لئے تہائی مال کی وصیت کی اور بکر کے لئے چھٹے حصہ کی تو صرف ثلث ہی ان دونوں کو دیا جائے گا جس کی صورت یہ ہوگی کہ خالد کو ثلث میں سے $\frac{2}{3}$ اور بکر کو $\frac{1}{3}$ ملیں گے۔

(۱۶/۲۹۸۳) وَاِنْ اَوْصٰى لِاَحَدِهِمَا بِجَمِيْعِ مَالِهٖ وَلِلْآخَرِ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا عَلٰى اَرْبَعَةِ اَسْهُمٍ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى الثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ وَلَا يَضْرِبُ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُوْصٰى لَهٗ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ اِلَّا فِى الْمُحَابَاةِ وَالسِّعَايَةِ وَالدَّرَاهِمِ الْمُرْسَلَةِ.

ترجمہ: اور اگر وصیت کر دے ایک کے لئے کل مال کی اور دوسرے کے لئے تہائی کی تو تہائی ان دونوں میں چار حصوں پر ہوگا صاحبینؒ کے نزدیک اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ تہائی ان میں آدھا آدھا ہوگا اور نہیں دلاتے امام صاحب موصی لہ کو تہائی سے زیادہ مگر محابات سعایت اور دراہم مرسلہ میں۔

تشریح: زید نے خالد کے لئے اپنے پورے مال کی وصیت کر دی اور بکر کے لئے ثلث مال کی اور ورثاء نے اجازت نہیں دی تو صاحبین کے نزدیک خالد کے لئے $\frac{3}{4}$ اور بکر کے لئے $\frac{1}{4}$ ہوگا، اور امام صاحب کے نزدیک صورت مذکورہ میں دونوں ثلث کے اندر برابر کے شریک ہوں گے کیوں کہ ثلث سے زیادہ کی وصیت جب کہ ورثاء اجازت نہ دیں باطل ہے اور باطل کا کچھ اعتبار نہیں تو ثلث تک باقی رہی پھر ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ خالد و بکر کے حقوق کا تناسب دیکھا تو جاتا ہے مگر تہائی مال تک دیکھا جاتا ہے، اور اگر وصیت تہائی سے بڑھ جائے تو پھر حقوق کا تناسب نہیں دیکھا جائے گا بلکہ دونوں کو برابر برابر ثلث میں شریک کر دیا جائے گا اور صورت مذکورہ میں وصیت ثلث مال سے بڑھی ہوئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے، مذکورہ قاعدہ سے تین مسائل مستثنیٰ ہیں۔ (۱) محابات فی البیع، زید کے دو غلام ہیں ان میں سے ایک کی قیمت گیارہ سو روپے ہے اور دوسرے کی چھ سو روپے ہے، پہلے غلام کی وصیت زید نے خالد کے لئے اور دوسرے کی بکر کے لئے کی اور یوں کہا کہ یہ غلام خالد کو فروخت کر دینا سو روپے میں اور یہ دوسرا فروخت کر دینا سو روپے میں چناں چہ ایسا ہی کر دیا گیا اور زید نے ان دونوں غلاموں کے علاوہ اتنا مال چھوڑا ہے جو ان کا دو ثلث یا زیادہ ہے، تو یہ وصیت پوری پوری نافذ ہوگی اور اگر زید نے ان دونوں کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا ہے تو وہ وصیت صرف تہائی میں نافذ ہوگی

اور وہ تہائی دونوں موصی لہ کو ان کے حق کے تناسب سے ملے گی تو گویا زید نے خالد کے لئے ہزار روپے اور بکر کے لئے پانچ سو روپے وصیت کئے ہیں جن کا تہائی ۵۰۰ر ہے تو خالد کے لئے ۵۰۰ر کا ۲/۳ ۳۳۳ روپے، ۳۴ر پیسے اور بکر کو ۱/۳ ۱۶۶ روپے ۶۶ پیسے ملیں گے اور باقی قیمت موصی کے ورثاء کو دیں گے بہر حال اگر امام کے نزدیک یہ صورت مستثنیٰ نہ ہوتی تو خالد اور بکر دونوں کے لئے ۵۰۰ میں سے آدھا آدھا ہوتا اور باقی قیمت موصی کے ورثاء کو دیتے مگر یہاں امام صاحب نے اپنے اس اصول کو چھوڑ دیا ہے۔

(۲) سعایہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے اپنے دو غلاموں کے عتق کی وصیت کی اور زید کا کوئی مال ان دونوں غلاموں کے علاوہ نہیں ہے اور ان میں سے ایک کی قیمت دو ہزار ہے اور دوسرے کی ایک ہزار تو یہ وصیت تہائی کے اندر نافذ ہوگی اور دو ثلث کے اندر ان پر قیمت واجب ہوگی جو یہ کما کر ورثاء کو دیں گے لیکن اس تہائی کے اندر دونوں کی قیمت کے تناسب سے بٹوارہ ہوگا اور ان دونوں کی قیمت کا مجموعہ ۳۰۰۰ ہے، جس کا تہائی ہزار ہے تو جس غلام کی قیمت دو ہزار ہے اس کی قیمت میں سے ۶۶۶ روپے ساقط ہو جائیں گے اور باقی وہ کما کر ورثاء کو دے گا اور جس غلام کی قیمت ہزار روپے ہے اس کی قیمت میں سے ۳۳۳ر روپے ساقط ہو جائیں گے، اور وہ اپنی بقیہ قیمت کما کر ورثاء کو دے گا۔

(۳) دراہم مرسلہ: کا مطلب یہ ہے کہ یہ متعین نہ کیا جائے کہ ثلث اس کا ہے اور نصف اس کا ہے بلکہ وہ مطلقاً یوں کہتا ہے کہ دو سو روپے کی وصیت خالد کے لئے ہے اور بکر کے لئے سو کی اور اس کے پاس صرف یہی مال ہے تو یہ وصیت صرف ثلث یعنی سو میں نافذ ہوگی جن میں سے اول کو ۶۶ روپے اور دوسرے کو ۳۳ر روپے ملیں گے۔

(۱۷/۲۹۸۴) وَمَنْ اَوْصٰى وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيْطُ بِمَالِهٖ لَمْ يَجُزِ الْوَصِيَّةُ اِلَّا اَنْ يَبْرَأَ الْغُرَمَاءُ مِنَ الدَّيْنِ.

ترجمہ: کسی نے وصیت کی اور اس کے ذمہ اتنا قرض ہے جو اس کے مال کو محیط ہے تو جائز نہ ہوگی وصیت مگر یہ کہ بری کر دیں قرضخواہ قرض سے۔

تشریح: اگر کسی شخص پر اتنا قرض ہو جو اس کے مال کو محیط ہے تو اس کے لئے وصیت کرنا ناجائز ہے کیونکہ قرضہ وصیت پر مقدم ہے، البتہ اگر قرضخواہوں نے مقروض کو قرض سے بری کر دیا تو اب اس کی وصیت مذکورہ جائز ہو جائے گی کیونکہ قرض ختم ہونے کی وجہ سے مانع زائل ہو چکا ہے لہذا جس صورت میں جتنی وصیت جائز ہے وہ اب سب جائز ہو جائے گی۔

فائدہ: جس کا نہ کوئی وارث ہو اور نہ اس پر قرض ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے صدقہ کرنے کے بعد جو مال باقی بچے اس تمام کی وصیت کر جائے۔ (۲) اگر حربی مستامن اپنے سارے مال کی وصیت کر دے تو جائز ہے کیونکہ ورثاء موجود نہیں ہیں۔

(۱۸/۲۹۸۵) وَمَنْ اَوْصٰى بِنَصِيْبِ ابْنِهٖ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی اپنے بیٹے کے حصہ کی تو وصیت باطل ہے۔

تشریح: اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے بیٹے کو میری وراثت میں سے جتنا حصہ ملے گا وہی حصہ فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں تو یہ وصیت باطل ہے، کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹے کی ملکیت ہوگا تو موصی کو یہ حق کہاں ہے کہ وہ غیروں کے مال کی وصیت کردے لہٰذا یہ وصیت باطل ہوگی۔

(۱۹/۲۹۸۶) وَاِنْ اَوْصٰی بِمِثْلِ نَصِیْبِ ابْنِهٖ جَازَتْ فَاِنْ کَانَ لَهٗ ابْنَانِ فَلِلْمُوْصٰی لَهُ الثُّلُثُ.

ترجمہ: اور اگر وصیت کردے بیٹے کے حصہ کے مثل کی تو جائز ہوگی اب اگر اس کے دو بیٹے ہوں تو موصی لہ کے لئے تہائی ہوگا۔

تشریح: اگر موصی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے بیٹے کا جتنا حصہ ہے اتنے کی میں نے فلاں کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے کیونکہ یہاں موصی نے دوسروں کے مال کی وصیت نہیں کی بلکہ موصی بہ کو غیر کے مال سے ناپا ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شئی کا مثل اسی شئی کا غیر ہوا کرتا ہے، معلوم ہوا کہ موصی نے دوسروں کے حق کی وصیت نہیں کی بلکہ بیٹے کے حق سے موصی بہ کو ناپا ہے اور موصیٰ بہ کا اندازہ لگایا ہے، آگے فرماتے ہیں کہ اگر موصی کے دو بیٹے تھے تو موصی لہ کو تیسرا بیٹا شمار کیا جائے گا اور تینوں کو ایک ایک تہائی مل جائے گی۔

(۲۰/۲۹۸۷) وَمَنْ اَعْتَقَ عَبْدَهٗ فِیْ مَرَضِهٖ اَوْ بَاعَ وَحَابٰی اَوْ وَهَبَ فَذٰلِكَ کُلُّهٗ جَائِزٌ وَهُوَ مُعْتَبَرٌ مِنَ الثُّلُثِ وَیُضْرَبُ بِهٖ مَعَ اَصْحَابِ الْوَصَایَا.

ترجمہ: اور جس نے آزاد کیا اپنا غلام اپنی بیماری میں یا بیچ دیا اور محابات کی یا ہبہ کردیا تو یہ سب جائز ہے جو تہائی سے معتبر ہے، اور شریک کیا جائے گا اس کو اصحاب وصایا کے ساتھ۔

تشریح: یہاں قدوری کے نسخے مختلف ہیں بعض نسخوں میں ہے "فذلك كله جائز" اور بعض میں اس کے بجائے یوں ہے "فهو وصية" اور دونوں باتوں کا مآل ایک ہے مرض الموت میں آزاد کرنا وصیت کے درجہ میں ہے کیوں کہ معتق ایسے زمانہ میں احسان کررہا ہے جب کہ اس کے مال کے ساتھ ورثاء کا حق متعلق ہوگیا ہے، صورت مسئلہ یہ ہے کہ مرض الموت میں کسی نے اپنا غلام آزاد کیا تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اس سے زائد آزاد نہ ہوگا مثلاً اس کے پاس کل مال چھ ہزار ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار ہے تو پورا غلام آزاد ہوجائے گا لیکن اگر غلام کی قیمت چار ہزار ہے تو آدھا غلام آزاد ہوگا جو میت کے مال کا تہائی ہے، یعنی دو ہزار کے مطابق اور باقی آدھا سعی کرکے وارثین کو دے گا اور اگر کسی اور کے لئے دو ہزار دینے کی وصیت بھی کر رکھی ہے تو اب غلام کا ایک ہزار یعنی آدھا آزاد ہوگا اور ایک ہزار کی سعی کرے گا اور وصیت والے کو ایک ہزار دیا جائے گا۔

قوله او باع وحابى: مرض الموت میں کسی نے غلام بیچ دیا اور بیع میں محابات کی مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار تھی

ایک سو میں بیچ دیا تو یہ بیچنا جائز تو ہے لیکن مرض الموت میں ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیت وصیت کی طرح ہوگئی یعنی یہ دو ہزار اگر کل مال کا تہائی ہے تب تو جائز ہے اور تہائی سے زیادہ ہے تو تہائی تک نفاذ ہوگا اور اگر اور بھی وصیت کر رکھی ہے تو تہائی مال پر تقسیم کی جائے گی مثلاً دو ہزار کی دوسری وصیت بھی کی ہے، تو یہ مل کر چار ہزار ہو گئے اور ملکیت کل چھ ہزار ہے تو محابات اور وصیت میں آدھا آدھا کم ہو جائے گا ایک ہزار وصیت والے کو دیا جائے گا اور ایک ہزار محابات والے کا معاف ہوگا باقی ایک ہزار میں مشتری کو خریدنا ہوگا۔

قوله او وهب: مرض الموت میں غلام ہبہ کر دیا تو یہ جائز ہے لیکن اس کی حیثیت بھی وصیت کی طرح ہو جائے گی جیسا کہ بالتفصیل ماقبل میں آچکا ہے، اور اگر اس کے علاوہ بھی وصیتیں ہیں تو سب کو حصوں پر تقسیم کریں گے۔

ویضرب به مع اصحاب الوصایا: یعنی اگر مریض نے اس کے علاوہ اوروں کے لئے بھی وصیت کی تو اسی تہائی میں وہ بھی شریک ہوں گے، کما مر مفصلاً۔

(۲۱/۲۹۸۸) فَإِنْ حَابٰى ثُمَّ أَعْتَقَ فَالْمُحَابَاةُ أَوْلٰى عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِنْ أَعْتَقَ ثُمَّ حَابٰى فَهُمَا سَوَاءٌ وَقَالَا الْعِتْقُ أَوْلٰى فِي الْمَسْئَلَتَيْنِ.

ترجمہ: اگر پہلے محابات کرے پھر آزاد کرے تو محابات اولیٰ ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور اگر آزاد کرے پھر محابات کرے تو یہ دونوں برابر ہیں اور صاحبین نے فرمایا کہ آزادی اولیٰ ہے، دونوں مسئلوں میں۔

تشریح: اگر محابات اور عتق جمع ہو جائیں تو اب کون مقدم ہوگا تو اس میں صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ عتق ہر حال میں محابات سے اولیٰ ہے، اور امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر پہلے مریض نے محابات کی ہو اور اس کے بعد آزاد کیا ہو تو اس صورت میں تو محابات عتق سے اولیٰ ہے، اور اگر اس نے پہلے آزاد کیا ہو اور پھر محابات کی ہو تو دونوں برابر ہیں، برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ثلث میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے اور محابات کے مقدم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ثلث کے اندر پہلے محابات کو جاری کیا جائے گا اگر کچھ بچ جائے تو مابقیہ میں آزادی نافذ ہوگی ورنہ نہیں اور عتق کے مقدم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ثلث سے پہلے آزادی کو نافذ کریں گے اگر کچھ بچ جائے تو مابقیہ میں محابات کو جاری کریں گے ورنہ نہیں۔

محابات کے اولیٰ کی مثال: مرض الموت میں دو ہزار کے غلام کو ایک سو میں فروخت کر دیا اور دوسرے غلام کو آزاد کر دیا وہ بھی دو ہزار کا تھا اور کل مالیت چھ ہزار تھی تو اب محابات کو ترجیح دے کر غلام کی بیع ایک سو میں نافذ کر دی جائے گی اور جس غلام کو آزاد کیا ہے وہ اپنی پوری قیمت کما کر دے گا۔

برابر ہونے کی مثال: پہلے آزاد کیا پھر محابات کی مثلاً آزاد کردہ غلام دو ہزار کا اور محابات کردہ غلام بھی دو ہزار کا ہے اور کل ملکیت چھ ہزار ہے تو آزاد کردہ غلام کا آدھا آزاد ہوگا اور باقی آدھا یعنی ایک ہزار کما کر میت کے

ورثاء کو دے گا اور محابات کردہ غلام کی قیمت ایک ہزار مشتری کو ادا کرنی ہوگی۔

آزادی کے مقدم ہونے کی مثال: محابات پہلے کی ہو یا آزاد پہلے کیا ہو ہر حال میں آزادی کو ترجیح دی جائے گی مثلاً کل ملکیت چھ ہزار ہے اور آزاد کردہ غلام دو ہزار کا ہے اور محابات کردہ بھی دو ہزار کا ہے تو اب غلام آزاد ہوگا اور محابات والے کو غلام کی پوری قیمت دے کر خرید نا ہوگا۔

(۲۲/۲۹۸۹) وَمَنْ اَوْصٰی بِسَھْمٍ مِنْ مَالِہٖ فَلَہٗ اَخَسُّ سِھَامِ الْوَرَثَۃِ اِلَّا اَنْ یَنْقُصَ عَنِ السُّدُسِ فَیُتَمَّ لَہُ السُّدُسُ وَاِنْ اَوْصٰی بِجُزْءٍ مِّنْ مَالِہٖ قِیْلَ لِلْوَرَثَۃِ اَعْطُوْہُ مَاشِئْتُمْ.

ترجمہ: کسی نے وصیت کی اپنے مال کے ایک حصہ کی تو اس کے لئے ورثاء کے حصوں میں سے گھٹیا ہے مگر یہ کہ کم ہو گھٹیا چھٹے سے تو پورا کر دیا جائے گا اس کے لئے چھٹا، اور اگر وصیت کر دے اپنے مال کے ایک جزء کی تو کہا جائے گا ورثاء سے کہ دے دو جو چاہو۔

تشریح: اگر موصی نے وصیت ان الفاظ میں کی کہ میرے مال کا ایک حصہ فلاں کے لئے ہے، یا میرے مال کا ایک جزء فلاں کے لئے ہے تو سہم (حصہ) اور جزء دونوں ہم معنی ہیں اور دونوں کے اندر جہالت ہے اور جہالت وصیت کے لئے نقصان دہ نہیں تو وصیت تو جائز و درست ہوگئی مگر یہ ابہام اس میں رہ گیا کہ کس کو کتنا ملے گا تو یہ فیصلہ موصی کی وضاحت پر موقوف ہے، اور اگر موصی وضاحت نہ کر سکا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا تو اب اس کے ورثاء موصی کے قائم مقام ہوگئے، لہٰذا ورثاء اس کی وضاحت کریں گے کہ سہم اور جزء سے کیا مراد ہے ورثاء جو بھی وضاحت کر دیں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اسی پر عمل کیا جائے گا یہ ہے اصل مسئلہ مگر اہل کوفہ کی اصطلاح میں سہم بمعنی سدس مستعمل ہوتا تھا اس لئے امام صاحبؒ وصاحبین کے نزدیک سہم بولنے کی صورت میں اختلاف ہوگیا، صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر سہم بولا تو موصی کے ورثاء کے سہام کو دیکھا جائے گا ان میں سے جو سہم سب سے کم ہو اتنا ہی حصہ موصی لہ کو دے دیا جائے گا لیکن اگر اتفاق سے کوئی جگہ ایسی آجائے کہ جس میں سہم ثلث سے بڑھ جائے تو وہاں ورثاء کی اجازت کے بغیر ثلث سے زیادہ نہیں دیا جائے گا اور امام صاحب کے نزدیک صورت مذکورہ میں موصی لہ کو سدس دیا جائے گا نہ اس سے کم کریں گے نہ زیادہ اور یہی سدس نسبی ذوی الفروض کے سہام میں اخس السہام ہے۔

(۲۳/۲۹۹۰) وَمَنْ اَوْصٰی بِوَصَایَا مِنْ حُقُوْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی قُدِّمَتِ الْفَرَائِضُ مِنْھَا عَلٰی غَیْرِھَا قَدَّمَھَا الْمُوْصِیْ اَوْ اَخَّرَھَا مِثْلُ الْحَجِّ وَالزَّکٰوۃِ وَالْکَفَّارَاتِ وَمَالَیْسَ بِوَاجِبٍ قُدِّمَ مِنْہُ مَا قَدَّمَہُ الْمُوْصِیْ.

ترجمہ: جس نے چند وصیتیں کیں حقوق اللہ کی تو مقدم کیا جائے گا فرائض کو ان میں سے اور وصیتوں پر مقدم کیا ہو ان کو موصی نے یا مؤخر جیسے حج، زکوۃ اور کفارات اور جو واجب نہیں تو ان میں مقدم کیا جائے گا اس کو جس کو مقدم کیا ہے موصی نے۔

کونسی وصیتیں مقدم ہوں گی اور کونسی مؤخر ہوں گی

تشریح: اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ کوئی اللہ تعالیٰ کا حق ہے مثلاً نماز یا روزہ یا حج یا کفارہ یا نذر یا صدقۂ فطر تو اب دو صورتیں ہیں مرنے والے نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے یا نہیں اگر نہیں کی تو ورثاء پر ان کی ادائیگی واجب نہیں ہے بلکہ ورثاء کو نکالنے اور نہ نکالنے کا اختیار ہے، اگر وصیت کی ہو تو مرحوم کے تہائی مال سے ان کی ادائیگی واجب ہوگی پھر وصیتوں میں کونسی وصیت مقدم ہوگی تو اس میں تفصیل ہے، وہ وصایا اللہ کا حق ہوں گی یا بندوں کا اور جو اللہ کا حق ہیں وہ یا تو سب وصایا فرائض میں داخل ہونگی جیسے زکوۃ اور حج اور روزہ اور نماز یا سب واجبات میں داخل ہوں گی جیسے کفارات اور نذر اور صدقۂ فطر یا سب وصایا تطوع میں داخل ہوں گی جیسے حج نفلی کی وصیت اور فقراء پر صدقہ کی وصیت اگر موصی نے ان تمام وصایا کو جمع کر دیا ہو تو اگر موصی کا ثلث مال تمام وصایا کے نفاذ کے لئے کافی ہو سکے تو ان تمام وصایا کو نافذ کر دیا جائے گا اور اگر موصی کا ثلث مال ان تمام وصایا کے لئے کافی نہ ہو لیکن ورثاء نے اجازت دے دی ہو کہ ان تمام وصایا کو نافذ کر دیا جائے تو ان سب کو نافذ کر دیا جائے گا اور اگر ورثاء نے اجازت نہ دی ہو تو اب دیکھا جائے کہ یہ تمام وصایا فرائض میں داخل ہیں یا نہیں اگر سب فرائض میں داخل ہوں تو جس وصیت کو مقدم بیان کیا ہے اس سے ابتداء کی جائے گی اور اگر بعض فرائض اور بعض غیر فرائض ہوں تو اولاً فرائض سے ابتداء کی جائے گی اگر چہ موصی نے ذکر میں فرائض کو مؤخر کیا ہو اور واجبات و نوافل کو مقدم کیا ہو اور وصایا جب فرائض و واجبات میں سے نہ ہوں بلکہ نوافل میں سے ہوں تو جس کو موصی نے مقدم بیان کیا ہے اسی کو مقدم کیا جائے گا۔

(۲۹۹۱/۲۴) وَمَنْ اَوْصٰی بِحَجَّةِ الْاِسْلَامِ اَحَجُّوْا عَنْهُ رَجُلًا مِنْ بَلَدِهٖ يَحُجُّ رَاكِبًا.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی حج کرنے کی تو حج کے لئے روانہ کریں کسی شخص کو اس کے شہر سے جو حج کے لئے جائے سوار ہو کر۔

تشریح: زید کے اوپر حج فرض ہے اس نے مرض الموت میں وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرا دینا تو ایسی صورت میں ورثاء پر واجب ہوگا کہ اس کے مال سے حج کرائیں اور کسی شخص کو منتخب کریں کہ وہ موصی کے شہر سے حج کرے اور یہ غیر جو حج کرے گا سوار ہو کر کرے گا کیونکہ زید کے اوپر پیدل چل کر حج کرنا لازم نہیں تھا بلکہ سوار ہو کر واجب تھا تو اسی طریقہ سے غیر ادا کریگا۔

(۲۹۹۲/۲۵) فَاِنْ لَمْ تَبْلُغِ الْوَصِيَّةُ النَّفَقَةَ اَحَجُّوْا عَنْهُ مِنْ حَيْثُ تَبْلُغُ.

ترجمہ: اگر نہ پہنچے وصیت نفقہ کو تو حج کرائیں جہاں سے ہو سکے۔

تشریح: اگر مریض نے وصیت کی کہ میرے مال سے حج کرایا جائے لیکن اس کے مال کا تہائی اتنا نہیں ہے

کہ گھر سے سوار ہو کر حج کروا سکے، تو ایسی صورت میں جس جگہ سے حج ہو سکے وہاں سے حج کرایا جائے مثلاً اتنا مال نہیں ہے کہ ریڑھی تا چپورہ سے حج ہو سکے البتہ ممبئی سے حج ہو سکتا ہے تو ممبئی سے حج کرایا جائے۔

(۲۹۹۳/۲۶) وَمَنْ خَرَجَ مِنْ بَلَدِهٖ حَاجًّا فَمَاتَ فِي الطَّرِيْقِ وَاَوْصٰى اَنْ يُّحَجَّ عَنْهُ حُجَّ عَنْهُ مِنْ بَلَدِهٖ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يُحَجُّ عَنْهُ مِنْ حَيْثُ مَاتَ.

ترجمه: اور جو شخص نکلا اپنے شہر سے حج کے لئے پھر مر گیا وہ راستہ میں اور وصیت کر گیا حج کرانے کی تو حج کرایا جائے اس کے شہر سے اس کی جانب سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ حج کرایا جائے وہاں سے جہاں وہ مرا ہے۔

حاجی راستہ میں مر جائے اور حج کی وصیت کر کے جائے تو اب کیا حکم ہے؟

تشریح: زید اپنے گھر سے نکلا اور صرف حج کے ارادہ سے نکلا تجارت وغیرہ مقصود نہیں اور وہ راستہ میں مر گیا اور یہ وصیت کر گیا کہ میری جانب سے حج کرایا جائے تو اس کی جانب سے حج کرایا جائے گا لیکن اختلاف اس میں ہے کہ یہ حج کہاں سے کرایا جائے گا مرنے والے کے شہر سے یا اس جگہ سے جہاں اس کا انتقال ہوا ہے؟ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ جہاں زید کا انتقال ہوا ہے وہیں سے زید کی جانب سے حج کرایا جائے گا اور صاحبین نے یہ حکم استحساناً بیان کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ وامام زفر کا قول یہ ہے کہ زید کے شہر سے حج کرایا جائے گا۔

(۲۹۹۴/۲۷) وَلَا تَصِحُّ وَصِيَّةُ الصَّبِيِّ وَالْمُكَاتَبِ وَاِنْ تَرَكَ وَفَاءً.

ترجمه: اور صحیح نہیں بچہ اور مکاتب کی وصیت اگرچہ وہ چھوڑ جائے اتنا مال جو کافی ہو۔

کن لوگوں کی وصیت صحیح نہیں؟

تشریح: بچہ اگر وصیت کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں ہمارا اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک اگر بچہ وجوہ خیر میں وصیت کرے تو جائز ہے، اور اگر غلام یا مکاتب نے تعلیقاً وصیت کی کہ جب میں آزاد ہو جاؤں تو میرا اتنا مال فلاں کیلئے وصیت ہے تو یہ وصیت صحیح ہوگی کیونکہ عدم جواز حق آقا کی وجہ سے تھا اور جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب آقا کا حق باقی نہ رہا، اور تنجیزاً مکاتب کی وصیت جائز نہیں ہے مثلاً وہ یوں کہے اَوْصَيْتُ بِثُلُثِ مَالِي لِفُلَانٍ، اگر وہ بدل کتابت کے برابر بھی مال چھوڑ کر مرے تب بھی اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔

(۲۹۹۵/۲۸) وَيَجُوْزُ لِلْمُوْصِيْ الرُّجُوْعُ عَنِ الْوَصِيَّةِ.

ترجمہ: اور جائز ہے موصی کیلئے رجوع کرنا وصیت سے۔

وصیت سے رجوع کرنے کا بیان

تشریح: وصیت کرنے کے بعد وصیت کرنے والا موت سے پہلے اپنی وصیت میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتا ہو یا وصیت کو ختم کرنا چاہتا ہو تو اس کو حق ہے کیوں کہ وصیت مکمل ہوتی ہے موصی لہٗ کے قبول کرنے کے بعد اور موصی لہٗ موصی کے مرنے کے بعد ہی قبول کر سکے گا اس لئے وصیت کو قبول کرنے سے پہلے وصیت سے رجوع کر سکتا ہے۔

(۲۹/۲۹۹۶) وَاِذَا صَرَّحَ بِالرُّجُوْعِ كَانَ رُجُوْعًا.

ترجمہ: اور جب صراحۃً رجوع کرے تو یہ رجوع ہو جائے گا۔

تشریح: ماقبل میں آچکا ہے کہ موصی کیلئے وصیت سے رجوع جائز ہے اب فرما رہے ہیں کہ رجوع کے دو طریقے ہیں (۱) صراحۃً رجوع کر لیا جائے مثلاً صاف لفظوں میں کہے کہ میں اس وصیت کو واپس لیتا ہوں (۲) کوئی ایسا کام کر دیا جائے جو رجوع پر دلالت کرے مثلاً پہلے کہا تھا کہ اس غلام کو فلاں کیلئے وصیت کر دیا اور پھر اس کو بیچ دے یا آزاد کر دے بہر حال دونوں صورتوں میں رجوع کرنا درست ہے قدوری کے بعض نسخوں میں دونوں طریقے مذکور ہیں۔

(۳۰/۲۹۹۷) وَمَنْ جَحَدَ الْوَصِيَّةَ لَمْ يَكُنْ رُجُوْعًا.

ترجمہ: اور جو انکار کرے وصیت کا تو یہ رجوع نہ ہوگا۔

تشریح: یہاں سے یہ مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر موصی سرے سے وصیت ہی کا انکار کر دے یعنی یوں کہے کہ میں نے کبھی وصیت کی ہی نہیں ہے تو صاحب قدوریؒ نے یہاں پر امام محمدؒ کا قول ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ انکار رجوع نہ ہوگا کیوں کہ کسی چیز سے رجوع کرنا پہلے اس چیز کے ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کا انکار نہ ہونے کا تقاضا کرتا ہے پس اگر انکار کو رجوع مانا جائے تو وصیت کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کو مقتضی ہوگا اور یہ محال ہے کہ ایک چیز ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ مبسوط کی روایت کے مطابق امام ابو یوسفؒ کا اور عیون کی روایت کے مطابق ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ انکار میں بھی رجوع کا معنیٰ پایا جاتا ہے لکن المتون كلها على قول محمد وبه يفتى كمافي المجمع.

(۳۱/۲۹۹۸) وَمَنْ اَوْصٰى لِجِيْرَانِهٖ فَهُمُ الْمُلَاصِقُوْنَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حل لغات: جیران: جار کی جمع ہے پڑوسی، الملاصقون واحد ملاصق، اسم فاعل مصدر ملاصقة چپکانا، مراد متصل، ملا ہوا۔

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی اپنے پڑوسیوں کیلئے تو ملے ہوئے پڑوسی مراد ہوں گے امام صاحبؒ کے نزدیک۔

اقارب وغیرا قارب کیلئے وصیت کرنے کا بیان

تشریح: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال کا تہائی میرے پڑوسیوں کیلئے ہے تو اس سے کون سا پڑوسی مراد ہوگا؟ کیوں کہ پڑوسی کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) جس سے قرابت کا پڑوس ہو (۲) زمین کا پڑوسی (۳) گھر کا پڑوسی، یہاں بالاتفاق گھر کا پڑوسی مراد ہے پھراس کی تفسیر میں اختلاف ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جیران سے مراد وہ پڑوسی ہیں جن کا گھر موصی کے گھر سے متصل اور ملا ہوا ہوان کے دروازے قریب ہوں یا دور ہوں اور صاحبین نے فرمایا کہ جیران سے مراد ملاصقین بھی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ لوگ بھی اس میں داخل ہیں جو موصی کے محلہ میں رہتے ہیں اور جو موصی کی مسجد کے نمازی ہیں۔

(۳۲/۲۹۹۹) وَمَنْ اَوْصٰی لِاَصْهَارِهٖ فَالْوَصِيَّةُ لِكُلِّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنِ امْرَأَتِهٖ.

حل لغت: اصہار جمع ہے صہر کی، سسر داماد عزیز قریب چاہے شوہر کا ہو چاہے زوجہ کا، بہن کا شوہر یعنی بہنوئی، ہمارے ملک میں، صہر، کا ترجمہ خسر سے کرتے ہیں۔

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی سسرال والوں کیلئے تو وصیت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کیلئے ہوگی۔

تشریح: ایک شخص نے اپنے اصہار کیلئے وصیت کی تو اس وصیت میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ فرمایا کہ بیوی کے تمام ذی رحم محرم اس میں داخل ہوں گے یعنی اس کی بیوی کے اہل قرابت میں سے ہر وہ مرد داخل ہوں گے جسکی قرابت اس کی بیوی کے ساتھ از راہ نسب اس طرح ہو کہ شرعاً وہ اس کا محرم ہو یعنی اس کی زوجہ کو اس کے ساتھ دائمی نکاح کرنا حرام ہو جیسے زوجہ کا باپ اور بھائی اور ماموں اور چچا وغیرہ پس عورت کے ایسے قرابتی اس کے شوہر کے اصہار ہیں اور یہ عرب کا عرف ہے اور ہمارے ملک میں صہر کا ترجمہ خسر سے کرتے ہیں۔

(۳۳/۳۰۰۰) وَمَنْ اَوْصٰی لِاَخْتَانِهٖ فَالْخَتَنُ زَوْجُ كُلِّ ذَاتِ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی اپنے دامادوں کیلئے تو داماد ہر ذی رحم محرم عورت کا شوہر ہوگا۔

تشریح: اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرے اختان کو اتنا مال دے دینا تو اختان میں ہر اس عورت کا شوہر داخل ہوگا جو موصی کی ذی رحم محرم ہے جیسے بہن پھوپھی خالہ وغیرہ، اور اگر عورت وصیت کرے تو اس کے شوہر کے ذی رحم محرم اس میں داخل ہوں گے اس لئے کہ ان سب کو ختن کہتے ہیں اس پر بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ اہل کوفہ کا عرف ہے ورنہ ہمارے عرف میں اختان سے صرف محارم عورتوں کے ازواج مراد ہوں گے۔

(۳۴/۳۰۰۱) وَمَنْ اَوْصٰی لِاَقَارِبِهٖ فَالْوَصِيَّةُ لِلْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِیْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ

وَلَا يَدْخُلُ فِيْهِمُ الْوَالِدَانِ وَالْوَلَدُ وَيَكُوْنُ لِلْاِثْنَيْنِ فَصَاعِداً.

حل لغات: اقارب: رشتہ دار، فصاعداً: یعنی اس سے اوپر اور یہ باعتبار حالیت کے منصوب ہوا کرتا ہے۔

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی قرابتداروں کیلئے تو وصیت اقرب کیلئے ہوگی پھر اس کیلئے جو اس کے بعد اقرب ہو یعنی موصی کا ہر ذی رحم محرم اور داخل نہ ہوں گے ان میں والدین اور اولاد، اور ہوگی دو اور دو سے زیادہ کیلئے۔

تشریح: زید نے اپنے اقرباء کیلئے وصیت کی تو اس میں کون داخل ہوگا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چھ چیزوں کا لحاظ ہوگا (۱) مستحق وہ ہوگا جو موصی کا ذی رحم محرم ہوگا (۲) وہ ذی رحم محرم خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے (۳) اور اس وصیت کا حقدار صرف وہ ہوگا جو موصی کا وارث نہ ہو (۴) اس میں الاقرب فالاقرب کا لحاظ ہوگا لہٰذا اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد کو وصیت نہیں ملے گی جیسا کہ میراث میں ہوتا ہے مثلاً میت کا بیٹا اور پوتا دونوں ہوں تو بیٹا عصبہ ہوگا اور پوتا ساقط، باپ اور دادا میں، باپ عصبہ ہوگا اور دادا ساقط اور دادا کی موجودگی میں پردادا ساقط ہوگا، بھائی اور بھتیجے میں بھائی عصبہ ہوگا اور بھتیجا ساقط چچا اور چچا کے لڑکوں میں چچا عصبہ ہوگا اور چچا کے لڑکے ساقط، (۵) مستحق وصیت یہاں دو یا اس سے زیادہ ہوں گے کیوں کہ اقرباء جمع کا صیغہ ہے اور میراث نے اندر جمع سے مراد دو ہوتے ہیں تو اسی طرح وصیت کے اندر بھی جمع سے مراد کم از کم دو ہوں گے (۶) اس وصیت میں والدین اور اولاد داخل نہ ہوں گی کیوں کہ عرف لسانی میں قریب اس کو کہتے ہیں جو بالواسطہ رشتہ دار ہوں اور والدین اور اولاد براہ راست رشتہ دار ہیں۔

(۳۰۰۲/۳۵) وَاِذَا اَوْصٰى بِذٰلِكَ وَلَهٗ عَمَّانِ وَخَالَانِ فَالْوَصِيَّةُ لِعَمَّيْهِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: اور جب کسی نے وصیت کی یہی اور اس کے دو چچا دو ماموں ہیں تو وصیت اس کے چچاؤں کے لئے ہوگی، امام صاحبؒ کے نزدیک۔

تشریح: امام صاحبؒ کے نزدک وصیت میں میراث کے مثل الاقرب فالاقرب کا قاعدہ جاری ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ قاعدہ نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی نے اپنے اقرباء کے لئے وصیت کی اور اس کے اقرباء میں سے دو چچا اور دو ماموں موجود ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چچا ماموں سے اقرب ہیں، لہٰذا پوری وصیت دونوں چچا لیں گے اور ماموں کو کچھ نہ ملے گا اور صاحبین کے نزدیک وصیت کے چار حصے کر دیئے جائیں اور ہر ایک برابر کا شریک ہوگا۔

(۳۰۰۳/۳۶) وَاِنْ كَانَ لَهٗ عَمٌّ وَخَالَانِ فَلِلْعَمِّ النِّصْفُ وَلِلْخَالَيْنِ النِّصْفُ.

ترجمہ: اور اگر اس کے ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے لئے نصف ہوگی اور دو ماموں کے لئے نصف۔

تشریح: اگر موصی نے اقرباء کے لئے وصیت کی تھی اور اس نے صرف ایک چچا اور دو ماموں چھوڑے ہیں تو چونکہ اقرباء جمع کا صیغہ ہے، جس کے لئے کم از کم دو افراد درکار ہیں اور چچا صرف ایک ہے اس لئے وہ چچا صرف نصف

وصیت کا حقدار ہوگا اور نصف بچ گیا تو اس کو دونوں ماموں لیں گے۔

(۳۰۰۴/۳۷) وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْوَصِيَّةُ لِكُلِّ مَنْ يُنْسَبُ اِلٰى اَقْصٰى اَبٍ لَهُ فِى الْاِسْلَامِ.

ترجمہ: اور صاحبین نے فرمایا کہ وصیت ہر اس کے لئے ہوگی جو منسوب ہو اسلام میں اس کے آخری باپ کی طرف۔

تشریح: زید نے اپنے اقرباء کے لئے وصیت کی تو صاحبین فرماتے ہیں کہ اقرباء میں وہ تمام حضرات داخل ہوں گے جو اسلام کے اندر آخری باپ کی جانب منسوب ہوں گے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کی تفسیر میں دو قول ہیں (۱) یعنی وہ پہلا باپ جو اولاً اسلام لایا ہو جیسے حضرت علیؓ (۲) پہلا وہ باپ جس نے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور وہ مسلمان نہ ہوا ہو جیسے ابو طالب۔ اس اختلاف کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوگا کہ جب کوئی علوی اپنے اقرباء کے لئے وصیت کرے تو پہلی تفسیر کے اعتبار سے اقرباء میں فقط اولاد علیؓ داخل ہوگی اور اولاد جعفر اور اولاد عقیل اس میں داخل نہ ہوگی اور دوسری تفسیر کے اعتبار سے اس میں اولاد علیؓ کے ساتھ ساتھ اولاد جعفر اور اولاد عقیل بھی داخل ہوگی۔
خلاصۂ کلام یہ ہے کہ موصی سے لے کر آخری باپ تک جو اسلام کے اندر ہیں، صاحبین کے نزدیک درمیان کی تمام اولاد خواہ مرد ہوں یا عورتیں اقرب ہوں یا ابعد سب اس وصیت میں داخل ہوں گے۔

(۳۰۰۵/۳۸) وَمَنْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ دَرَاهِمِهٖ اَوْ بِثُلُثِ غَنَمِهٖ فَهَلَكَ ثُلُثَا ذٰلِكَ وَبَقِىَ ثُلُثُهٗ وَهُوَ يَخْرُجُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِىَ مِنْ مَالِهٖ فَلَهٗ جَمِيْعُ مَا بَقِىَ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی کسی کے لئے اپنے دراہم میں سے تہائی کی یا اپنی بکریوں میں سے تہائی کی پس اس کے دو تہائی ہلاک ہو گئے اور اس کا ایک تہائی باقی رہ گیا اور یہ (جو ثلث باقی رہ گیا ہے) اس ماقی مال کے ثلث سے نکل سکتا ہے، تو اس کے لئے باقی ماندہ پورا ہے۔

تشریح: زید کے پاس کچھ دراہم یا کچھ بکریاں ہیں اب وہ وصیت کرتا ہے کہ میرے دراہم کا ایک تہائی فلاں کے لئے وصیت ہے یا کہتا ہے کہ میری بکریوں کا ایک ثلث وصیت ہے تو وصیت صحیح ہے مگر اب یہ واقعہ پیش آیا کہ ان دراہم یا بکریوں میں سے دو ثلث ہلاک ہو گیا اور صرف ایک ثلث باقی رہ گیا ہے اور اس ثلث کے علاوہ موصی کے پاس اتنا مال موجود ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں ثلثان یا اس سے زیادہ ہے تو اب موصی لہ کو کتنا دیا جائے گا؟ تو اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ دراہم میں سے اور بکریوں میں سے جو ثلث باقی ہے وہ پورا ثلث موصیٰ لہ کو دیا جائے گا مثلاً کل ۹۰۰/ دراہم تھے، ان میں ثلث یعنی ۳۰۰/ باقی رہے، اور ۶۰۰/ ہلاک ہو گئے تو ہمارے نزدیک ۳۰۰/ باقی موصی لہ کو دیئے جائیں گے۔

(۳۰۰۶/۳۹) وَمَنْ اَوْصٰی بِثُلُثِ ثِیَابِہٖ فَهَلَكَ ثُلُثَاهَا وَبَقِيَ ثُلُثُهَا وَهُوَ يَخْرُجُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ لَمْ يَسْتَحِقَّ اِلَّا ثُلُثَ مَابَقِيَ مِنَ الثِّيَابِ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی ایک تہائی کپڑوں کی پس ان کپڑوں میں سے دوثلث ختم ہو گئے اور ایک ثلث باقی رہ گیا اور یہ (ثلث باقی) اس کے ماقی مال کے ثلث سے نکل سکتا ہے، تو موصیٰ لہ مستحق نہ ہوگا مگر باقی ماندہ کپڑوں کے ثلث کا۔

تشریح: اگر موصی نے اپنے کپڑوں کے ثلث کی وصیت کی ہو اور اتفاق سے ان کپڑوں میں سے دوثلث ختم ہو جائیں اور صرف ایک ثلث باقی رہ جائے تو موصی لہ کو ماقی کا ثلث ملے گا یا پورا ماقی ملے گا تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر کپڑے مختلف الجنس ہوں تو ماقی کپڑوں کا ثلث ملے گا اور اگر ایک جنس کے ہوں تو پورا ماقی ملے گا اس لئے کہ اتحاد جنس کی صورت میں کپڑے دراہم کے مثل ہو گئے۔

(۳۰۰۷/۴۰) وَمَنْ اَوْصٰی لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ وَلَهٗ مَالٌ عَيْنٌ وَدَيْنٌ فَاِنْ خَرَجَ الْاَلْفُ مِنْ ثُلُثِ الْعَيْنِ دُفِعَتْ اِلَى الْمُوْصٰى لَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَخْرُجْ دُفِعَ اِلَيْهِ ثُلُثُ الْعَيْنِ وَكُلَّمَا خَرَجَ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ اَخَذَ ثُلُثَهٗ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الْاَلْفَ.

حل لغات: عین: نقد۔ دین: قرض۔ یستوفی: استیفاءً پورا حق وصول کرنا۔

ترجمہ: اور جس شخص نے وصیت کی کسی کے لئے ایک ہزار درہم کی اور اس کے لئے کچھ مال نقد ہے اور کچھ قرض ہے پس اگر ہزار نکل جائیں نقد کی تہائی سے تو دے دیے جائیں گے موصی لہ کو اور اگر نہ نکلے تو دے دی جائے گی نقد کی تہائی اور جو مقدار قرض کی وصول ہوتی رہے گی اس میں سے ثلث لیتا رہے گا یہاں تک کہ وہ (موصی لہ) ہزار کو وصول کرے۔

تشریح: زید نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ہزار روپے بکر کو دے دیے جائیں تو وصیت درست ہے، لیکن زید نے کچھ مال تو نقد چھوڑا ہے اور کچھ مال وہ ہے جو لوگوں پر قرض ہے تو بکر کو جو ہزار روپے دیئے جائیں گے یہ نقد میں سے دیئے جائیں گے یا قرض میں سے تو اس کا جواب دیا کہ اگر نقد مال اتنا ہو کہ جس کا ثلث ہزار ہوتا ہو مثلاً تین ہزار یا اس سے زیادہ نقد مال موجود ہے، تو بکر کو ہزار روپے اس نقد مال سے دیئے جائیں گے اور اگر نقد مال اتنا نہیں ہے بلکہ کم ہے مثلاً کل ہزار روپے نقد ہیں اور باقی مال لوگوں پر قرض ہے تو بکر کو ہزار کا تہائی تو نقد میں سے دیا جائے گا اور باقی حصہ اس کو قرض میں سے ملے گا جس کی صورت یہ ہوگی کہ جتنا قرض وصول ہوتا جائے اس کی تہائی بکر کو دے دی جائے یہاں تک کہ اس کا حق پورا ہو جائے یعنی ہزار روپے پورے ہو جائیں۔

(۳۰۰۸/۴۱) وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْحَمْلِ وَبِالْحَمْلِ اِذَا وُضِعَ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ

الْوَصِيَّةِ.

حل لغات: الوصية للحمل: حمل کے لئے کسی چیز کی وصیت کرے، الوصیة بالحمل: حمل کو کسی اور کے لئے وصیت کرے۔

ترجمہ: اور جائز ہے وصیت حمل کیلئے اور حمل کی جب کہ وضع حمل ہو چھ ماہ سے کم میں وصیت کے دن سے۔

حمل کے لئے اور حمل کی وصیت کرنے کا بیان

تشریح: اگر کوئی بچہ پیٹ میں ہے اور اس کے کسی مورث کا انتقال ہو جائے تو حمل کو بھی میراث ملے گی اور میراث اور وصیت گویا کہ دونوں بہنیں ہیں لہٰذا حمل کے لئے وصیت کی جائے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر حمل ہی کی وصیت کر دی جائے تو وہ بھی جائز ہے مثلاً کہے کہ میری باندی کے پیٹ میں جو بچہ ہے یہ فلاں شخص کو دے دینا تو یہ بھی صحیح ہے اور وصیت جائز ہے، لیکن یہ وصیت حمل کے لئے یا حمل کی اس وقت جائز ہے جب کہ حمل پیٹ میں موجود ہو جس کی علامت یہ ہے کہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو جائے۔

(۳۰۰۹/۴۲) وَاِذَا اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ اِلَّا حَمْلَهَا صَحَّتِ الْوَصِيَّةُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ.

ترجمہ: اور جب وصیت کی کسی کے لئے باندی کی اور اس کے حمل کا استثناء کر لیا تو صحیح ہے وصیت اور استثناء۔

تشریح: اگر موصی نے باندی کی وصیت کی اور اس کے حمل کا استثناء کر دیا تو باندی کی وصیت صحیح ہے اور استثناء بھی صحیح ہے پس باندی موصیٰ لہ کی ہوگی اور اس کا حمل موصی کے وارثوں کا ہوگا۔

(۳۰۱۰/۴۳) وَمَنْ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ فَوَلَدَتْ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ قَبْلَ اَنْ يَّقْبَلَ الْمُوْصٰى لَهٗ وَلَدًا ثُمَّ قَبِلَ الْمُوْصٰى لَهٗ وَهُمَا يَخْرُجَانِ مِنَ الثُّلُثِ فَهُمَا لِلْمُوْصٰى لَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَخْرُجَا مِنَ الثُّلُثِ ضُرِبَ بِالثُّلُثِ وَاَخَذَ بِالْحِصَّةِ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فِيْ قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَأْخُذُ ذٰلِكَ مِنَ الْاُمِّ فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ اَخَذَ مِنَ الْوَلَدِ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی کسی کے لئے باندی کی پس اس نے بچہ جنا موصی کی موت کے بعد موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے پھر وصیت قبول کی موصی لہ نے اور وہ دونوں نکل جاتے ہیں تہائی سے تو وہ دونوں موصی لہ کیلئے ہوں گے اور اگر تہائی سے نہ نکلتے ہوں تو شامل کر لئے جائیں گے ثلث میں اور لے گا موصیٰ لہ حصہ ان سب سے صاحبین کے قول میں اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ لے گا موصیٰ لہ اپنا حصہ ماں سے پس اگر کچھ بچ جائے تو لے گا اس کو بچہ سے۔

تشریح: زید نے خالد کے لئے اپنی باندی کی وصیت کی اور زید کی موت کے بعد تقسیم ترکہ اور موصیٰ لہ کے قبول کرنے سے پہلے باندی نے ایک بچہ جنا اس کے بعد موصی لہ نے وصیت کو قبول کیا اور باندی اور بچہ کی قیمت اتنی ہے

کہ یہ دونوں ترکہ کے تہائی سے نکل جاتے ہیں یعنی ترکہ ان کی قیمت کے علاوہ دوثلث یا اس سے زیادہ موجود ہے تو باندی اور بچہ دونوں خالد کو ملیں گے اور اگر ماں اور بچہ دونوں تہائی سے نہ نکلیں تو اس میں امام ابوحنیفہؒ وصاحبین کا اختلاف ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اپنی تہائی ماں سے لیگا اگر ماں سے اس کی تہائی پوری ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اگر کچھ رہ جائے تو اس کمی کو بچہ سے پورا کرلیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک ماں اور بچہ دونوں سے اکٹھے ثلث کو وصول کیا جائیگا۔

مثال: مثلاً زید کے پاس چھ سو درہم ہیں اور ایک باندی ہے جس کی قیمت تین سو درہم ہے اب زید نے اس باندی کی وصیت خالد کے لئے کردی تو وصیت صحیح ہے اور پوری باندی خالد کو ملے گی کیونکہ باندی پورے ترکہ کا تہائی ہے، لیکن زید کی موت کے بعد تقسیم ترکہ سے پہلے اس باندی نے ایک بچہ جنا جس کی قیمت بھی تین سو درہم ہے اب کل ترکہ ۱۲۰۰ر دراہم ہوگیا جس کا تہائی چار سو ہوتا ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک پوری باندی خالد کو دے دی جائے گی مگر ابھی اس کا ثلث پورا نہیں ہوا لہٰذا بچہ کی قیمت کا $\frac{1}{3}$ اور خالد کو دیا جائے گا اب چار سو کی مالیت خالد کو مل چکی ہے، جو بارہ سو کا تہائی ہے اور صاحبین کے نزدیک ماں اور بچہ دونوں کا $\frac{2}{3}$ خالد کو دیا جائے گا اور ماں کا $\frac{2}{3}$ دوسو دراہم ہیں اور بچہ کا $\frac{2}{3}$ بھی دوسو دراہم ہیں، لہٰذا بارہ سو کا ثلث پورا ہوگیا تو خالد کو ان دونوں کا دوثلث ملے گا۔

(۳۰۱۱/۴۴) وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ بِخِدْمَةِ عَبْدِهٖ وَسُكْنٰى دَارِهٖ سِنِيْنَ مَعْلُوْمَةً وَتَجُوْزُ ذٰلِكَ اَبَدًا.

ترجمہ: اور جائز ہے وصیت اپنے غلام کی خدمت کی اور اپنے مکان کی رہائش کی چند معین سالوں کے لئے اور جائز ہے یہ ہمیشہ کے لئے بھی۔

منافع کی وصیت کرنے کا بیان

تشریح: انسان جس طرح اپنی زندگی میں اپنی چیز کے منافع کا مالک دوسروں کو بنا سکتا ہے، اسی طرح انسان کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ اپنی موت کے بعد کسی کو اپنی چیز کے منافع کا مالک بنائے اور جب منافع کی وصیت جائز ہے تو پھر چند ایام کی کرے وہ بھی جائز ہے اور ہمیشہ کے لئے کردے وہ بھی جائز ہے۔

(۳۰۱۲/۴۵) فَاِنْ خَرَجَتْ رَقَبَةُ الْعَبْدِ مِنَ الثُّلُثِ سُلِّمَ اِلَيْهِ لِلْخِدْمَةِ وَاِنْ كَانَ لَا مَالَ لَهٗ غَيْرَهٗ خَدَمَ الْوَرَثَةَ يَوْمَيْنِ وَلِلْمُوْصٰى لَهٗ يَوْمًا.

ترجمہ: پس اگر نکل جائے غلام کا رقبہ تہائی سے تو موصی لہ کے سپرد کردیا جائے گا خدمت کے لئے اور اگر نہ ہو مال غلام کے علاوہ تو خدمت کرے گا ورثاء کی دودن اور موصی لہ کی ایک دن۔

تشریح: زید نے خالد کے لئے غلام کی خدمت کی وصیت کی تھی یا مکان کی رہائش کی وصیت کی تھی اور غلام ومکان کی قیمت سے دوثلث یا اس سے زیادہ مال اور بھی موجود ہے یعنی غلام ومکان تہائی سے نکل جاتا ہے تو غلام ومکان

خالد کے سپرد کر دیا جائے اور اگر موصی کے پاس اس غلام و مکان کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو تو پھر یہ طریقہ اختیار کیا جائے گا کہ مکان کو تین تہائی تقسیم کر کے ایک تہائی موصی لہ کو دیا جائے گا اور دو تہائی ورثاء کی ہوگی اور غلام والی صورت میں غلام ورثاء کی خدمت دو دن کرے گا اور خالد کی ایک دن اور غلام کی تقسیم چونکہ ناممکن ہے اس لئے اس میں باری مقرر کر دی جائے گی۔

(۳۰۱۳/۴۶) فَإِنْ مَاتَ الْمُوْصٰى لَهُ عَادَ إِلَى الْوَرَثَةِ.

ترجمہ: پھر اگر مر جائے موصی لہ تو لوٹ آئے گا موصی بہ ورثاء کی جانب۔

تشریح: زید نے خالد کے لئے اپنے مکان میں رہنے کی وصیت کی تھی اور زید کے انتقال کے بعد وصیت کے مطابق خالد مکان میں رہتا ہے اور اب خالد کا انتقال ہو گیا تو موصی بہ موصی کے ورثاء کے حوالہ ہو جائے گا۔

(۳۰۱۴/۴۷) وَإِنْ مَاتَ الْمُوْصٰى لَهُ فِيْ حَيٰوةِ الْمُوْصِيْ بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ.

ترجمہ: اور اگر مر جائے موصی لہ موصی کی زندگی میں تو باطل ہو جائے گی وصیت۔

تشریح: اور اگر زید کی زندگی میں خالد کا انتقال ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی کیوں کہ موصی کے مرنے کے بعد موصیٰ لہ کا وصیت کو قبول کرنا وصیت کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے اور یہاں موصیٰ لہ پہلے ہی مر گیا تو وصیت کون قبول کرے گا؟

(۳۰۱۵/۴۸) وَإِذَا أَوْصٰى لِوَلَدِ فُلَانٍ فَالْوَصِيَّةُ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى سَوَاءٌ

ترجمہ: اور اگر وصیت کی فلاں کی اولاد کے لئے تو وصیت ان کے درمیان لڑکے اور لڑکی کیلئے برابر ہوگی۔

تشریح: ابن، سے فقط بیٹا مراد ہوتا ہے، اور لفظ ولد سے بیٹا اور بیٹی دونوں مراد ہوتے ہیں، بالفاظ دیگر لفظ ولد حقیقۃً مطلق اولاد کو شامل ہے، لہٰذا جب زید نے ولد خالد کے لئے وصیت کی تو خالد کے لڑکے اور لڑکیاں اس وصیت میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۳۰۱۶/۴۹) وَإِنْ أَوْصٰى لِوَرَثَةِ فُلَانٍ فَالْوَصِيَّةُ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: اور اگر وصیت کرے فلاں کے ورثاء کے لئے تو وصیت ان میں مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہوگی۔

تشریح: زید نے فلاں کے ورثاء کے لئے وصیت کی تو یہاں لڑکے اور لڑکی میں میراث کے مطابق بٹوارہ ہوگا یعنی جو لڑکی کو ملے گا اس سے دوگنا لڑکے کو ملے گا، کیوں کہ لفظ ورثاء کی صراحت اس کی جانب اشارہ ہے کہ زید کا ارادہ

یہی ہے کہ لڑکوں کا حق لڑکیوں سے زیادہ ہو جیسے میراث میں ہوتا ہے۔

(۳۰۱۷/۵۰) وَمَنْ اَوْصٰى لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو بِثُلُثِ مَالِهٖ فَاِذَا عَمْرٌو مَيِّتٌ فَالثُّلُثُ كُلُّهٗ لِزَيْدٍ.

ترجمہ: کسی نے وصیت کی زید اور عمرو کے لئے اپنے تہائی مال کی اور عمرو اس وقت مر چکا تھا تو ساری تہائی زید کے لئے ہوگی۔

تشریح: بکر نے زید اور عمرو دونوں کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی لیکن عمرو زندہ نہیں ہے بلکہ وہ وصیت کرنے سے پہلے ہی مر چکا ہے تو پورا ثلث زید کو ملے گا کیوں کہ میت وصیت کا اہل نہیں ہے اور زید چوں کہ زندہ ہے اور وصیت کا اہل ہے تو عمرو عدم اہلیت کی وجہ سے زید کا مزاحم نہ ہوگا اور اس کو ثلث دیئے جانے سے مانع نہ ہوگا۔

(۳۰۱۸/۵۱) وَاِنْ قَالَ ثُلُثُ مَالِيْ بَيْنَ زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَزَيْدٌ مَيِّتٌ كَانَ لِعَمْرٍو نِصْفُ الثُّلُثِ.

ترجمہ: اور اگر کہے کہ میرا تہائی مال زید اور عمرو کے درمیان ہے اور زید مر چکا ہے تو عمرو کے لئے تہائی کا نصف ہوگا۔

تشریح: اگر موصی وہ الفاظ استعمال کرے جو ماقبل میں گذرے کہ میرے مال کا تہائی زید اور عمرو کے لئے وصیت ہے تو اس کا حکم تو مذکور ہو چکا ہے اور اگر وہ اس کے بجائے لفظ 'بین' استعمال کرے اور یوں کہے کہ میرے مال کا تہائی زید اور عمرو کے درمیان ہے اور ان میں سے زید زندہ نہیں ہے فقط عمرو زندہ ہے تو عمرو کے لئے ثلث کا نصف ہوگا کیوں کہ موصی نے جو لفظ ''بین'' استعمال کیا ہے اس کا تقاضہ یہی ہے کہ موصی ان دونوں میں سے ہر ایک کو ثلث کا نصف دینا چاہتا ہے، اور ماقبل والے مسئلہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ موصی ان دونوں میں سے ہر ایک کو ثلث کا نصف دینا چاہتا ہے۔

(۳۰۱۹/۵۲) وَمَنْ اَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَامَالَ لَهٗ ثُمَّ اكْتَسَبَ مَالاً اِسْتَحَقَّ الْمُوْصٰى لَهٗ ثُلُثَ مَا يَمْلِكُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ.

ترجمہ: اور جس نے وصیت کی اپنے مال کے تہائی کی اور اس کے لئے مال نہیں ہے پھر کچھ مال کمایا تو مستحق ہوگا موصی لہ اس کی تہائی کا جس کا مالک ہو موصی موت کے وقت۔

تشریح: زید نے وصیت کی کہ میرے مال کا تہائی بکر کو دے دینا لیکن زید کے پاس مال نہیں ہے البتہ زید نے بعد وصیت مال کمایا ہے اور بوقت موت مال چھوڑ کر مرتا ہے تو زید بوقت موت جتنے مال کا مالک ہے اس مال کا تہائی موصی لہ کو دیدیا جائے گا۔

كِتَابُ الْفَرَائِضِ

(یہ کتاب ہے فرائض کے احکام کے بیان میں)

فرائض کے لغوی معنی ووجہِ تسمیہ: لفظ فرائض جمع ہے فریضۃ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے متعین چیز چوں کہ میراث میں مستحقین کے حصے متعین ہوتے ہیں اس لئے ان حصوں کو فرائض کہا جاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ علم میراث کو ''فرائض'' اور اس فن کے واقف کار کو فرضی اور فراض کہا جانے لگا۔

اصطلاحی تعریف: فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جاننا ہے جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جائے۔

موضوع: علم فرائض کا موضوع ترکہ اور ورثاء ہیں انہیں دونوں کے احوال سے اس فن میں بحث کی جاتی ہے۔

غرض وغایت: اس فن کی غرض وغایت مستحقین کو ان کے حقوق پہنچانا اور ترکہ کی تقسیم میں غلطی سے بچنا ہے۔

شرعی حکم: اس علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے یعنی بقدر سفر شرعی (موجودہ زمانہ کے اعتبار سے ۸۷ کلومیٹر ۴۰ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے) مقامات کی مسافت میں کم از کم ایک عالم فرائض کا ہونا ضروری ہے ورنہ ان بستیوں میں رہنے والے تمام لوگ گناہ گار ہوں گے۔

شرائط: اس علم کی تین شرطیں ہیں (۱) مورث کی موت (۲) مورث کی موت کے وقت وارث کا وجود۔ (۳) یہ جاننا کہ کس جہت سے وارث بن رہا ہے قرابت کی وجہ سے یا نکاح کی وجہ سے یا ولاء کی وجہ سے۔

ارکان: اس علم کے تین رکن ہیں (۱) وارث (۲) مورِث (میت) (۳) حق موروث یعنی ترکہ

اسباب: (۱) نسب (۲) نکاح (۳) ولاء۔

علم فرائض کی فضیلت: علم الفرائض نہایت اہم اور بڑی فضیلتوں والا علم ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر احکام نماز، روزہ، وغیرہ اجمالاً نازل فرمائے ہیں اور ان کی تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دی ہے اور وراثت کی تمام تفصیلات خود نازل فرمائی ہیں۔

(۱/۳۰۲۰) اَلْمَجْمَعُ عَلٰی تَوْرِیْثِهِمْ مِنَ الذُّكُوْرِ عَشَرَةٌ الْاِبْنُ وَابْنُ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَالْاَبُ وَالْجَدُّ اَبُو الْاَبِ وَاِنْ عَلَا وَالْاَخُ وَالْعَمُّ وَابْنُ الْاَخِ وَابْنُ الْعَمِّ وَالزَّوْجُ وَمَوْلَى النِّعْمَةِ. وَمِنَ الْاُنَاثِ سَبْعٌ اَلْبِنْتُ وَبِنْتُ الْاِبْنِ وَالْاُمُّ وَالْجَدَّةُ وَالْاُخْتُ وَالزَّوْجَةُ وَمَوْلَاةُ النِّعْمَةِ.

حل لغات: ابن الابن: بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا۔ سفل: (نصر، سمع، کرم) تینوں بابوں سے آتا ہے البتہ نصر سے پڑھنا زیادہ بہتر اور مشہور ہے 'کرم' سے پڑھنے کو غلط کہا گیا ہے اس لئے کہ اس کا مصدر سفالۃ بھی ہے جس کے معنی

دنائت وحقارت کے ہیں۔ (الجد: دادا، نانا، دونوں پر اطلاق ہوتا ہے مگر صاحب قدوری نے ابوالاب کہہ کر یہ بات واضح کردی کہ یہاں صرف دادا مراد ہے نانا مراد نہیں ہے کیوں کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے اس کو وراثت نہیں ملتی، کوئی وارث نہ ہوتو اخیر میں نانا یا ماموں کو مال دیا جاتا ہے۔

مولی النعمة: جن کا میت کے ساتھ عتاقت کا تعلق ہے یعنی آزاد کرنے والا آقا اور اس کی اولاد اس کو مولی العتاقہ ومولی النعامہ بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: جن کے وارث ہونے پر اتفاق ہے مردوں میں سے وہ دس ہیں بیٹا پوتا، اگر چہ نیچے کا ہو باپ، جد یعنی باپ کا باپ اگر چہ اوپر تک ہو، بھائی، بھتیجا، چچا، چچازاد بھائی، شوہر آزاد کرنے والا آقا، اور عورتوں میں سے سات ہیں بیٹی، پوتی، ماں، جدہ صحیحہ (دادی اور نانی اوپر تک) بہن، بیوی، آزاد کرنے والی۔

ترکہ درج ذیل ترتیب سے تقسیم ہوگا

تشریح: صاحب قدوری نے اس عبارت میں مطلقاً ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو میراث کے مستحق ہوتے ہیں خواہ اصحاب فرائض کے اعتبار سے خواہ عصبہ کے اعتبار سے یعنی مع اس کے اقسام کے خواہ عصبہ سببی کے اعتبار سے نیز اس چیز کو بھی ملحوظ نہیں رکھا ہے، کہ ان اقسام میں سے کونسی قسم کے لوگ مقدم ہوں گے اور کون مؤخر بلکہ فی الجملہ بیان کردیا ہے۔ مگر ترکہ درج ذیل ترتیب سے تقسیم ہوگا۔

(۱) ترکہ سب سے پہلے اصحاب فرائض کو ملے گا، اصحاب فرائض وہ ورثاء ہیں جن کے حصے شریعت میں متعین ہیں یہ کل بارہ افراد ہیں چار مرد اور آٹھ عورتیں۔ (۱) باپ (۲) جد صحیح (دادا) اوپر تک (۳) اخیافی (ماں شریک) بھائی (۴) شوہر (۵) بیوی (۶) بیٹی (۷) پوتی نیچے تک (۸) حقیقی بہن (۹) علاتی (باپ شریک) بہن (۱۰) اخیافی بہن (۱۱) ماں (۱۲) جدۂ صحیحہ (دادی اور نانی) اوپر تک۔

(۲) ذوی الفروض کے بعد ترکہ عصبہ نسبی کو ملے گا عصبہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ لے لیتے ہیں اور ذوی الفروض نہ ہوتو سارا ترکہ لے لیتے ہیں عصبہ کی دو قسمیں ہیں (۱) عصبہ نسبی (۲) عصبہ سببی، عصبہ نسبی وہ ہیں جن کا میت کے ساتھ ولادت کا تعلق ہے اور عصبہ سببی وہ ہیں جن کا میت کے ساتھ آزادی کا تعلق ہو تفصیل باب العصبات میں آئے گی۔

(۳) ذوی الفروض اور عصبہ نسبی نہ ہوں تو ترکہ عصبہ سببی کو ملے گا۔

(۴) اگر میت کو آزاد کرنے والا فوت ہوگیا تو اس کے عصبہ بنفسہ کو یعنی اس کے بیٹے باپ بھائی بھتیجے اور چچا اور چچازاد بھائیوں کو ترکہ ملے گا اگر یہ بھی نہ ہوں تو اگر آزاد کرنے والا کسی کا غلام تھا تو اس کے آزاد کرنے والے آقا کو ترکہ ملے گا، وہکذا۔

(۵) اگر کسی طرح کے بھی عصبہ نہ ہوں تو باقی ماندہ ترکہ دوبارہ نسبی ذوی الفروض کو حصہ رسد دیا جائے گا (زوجین کو نہیں دیا جائے گا کیوں کہ وہ نسبی وارث نہیں ہیں سببی یعنی رشتہ زوجیت کی وجہ سے وارث ہیں)

(٦) اگر ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا تفصیل ذوی الارحام کے باب میں آئے گی۔

(۷) ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالات کو ترکہ دیا جائے گا۔

(۸) مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہو تو وہ شخص وارث ہوگا جس کے لئے میت نے اپنے غیر سے نسب کا اقرار کیا ہے یعنی کسی مجہول النسب کے بارے میں یہ کہا ہو کہ یہ میرا بھائی یا چچا ہے۔ اور اس کے اس اقرار سے اس کا نسب اس غیر سے ثابت نہ ہوا ہو اور اقرار کرنے والے نے اپنے اقرار سے موت تک رجوع بھی نہ کیا ہو تو وہ مقرلہ بھائی یا چچا ہونے کی حیثیت سے وارث ہوگا۔

(۹) اگر مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہو اور میت نے کسی کے لئے تہائی سے زائد یا سارے ترکہ کی وصیت کی ہو تو تہائی سے زائد یا سارا ترکہ اس موصیٰ لہ کو دیا جائے گا۔

(۱۰) اگر مذکورہ بالا لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو میت کا ترکہ بیت المال یعنی حکومت اسلامیہ کے خزانہ میں جمع کردیا جائے گا جو عامۃ المسلمین کے فقراء وغرباء ومساکین اور حاجت مند لوگوں پر خرچ کیا جائے گا۔ اسلامی خزانہ میں بے راہ روی یا اس کی عدم موجودگی میں زوجین پر رد ہوگا لیکن یاد رہے کہ ذوی الارحام کی موجودگی میں زوجین پر رد نہیں ہوگا، لوگوں سے اس جگہ چوک ہو جاتی ہے۔

نوٹ: آج کل ہندوستان میں چوں کہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے لہٰذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو پھر میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقراء پر صرف کردیا جائے۔

(۲/۳۰۲۱) وَلَا يَرِثُ اَرْبَعَةٌ اَلْمَمْلُوْكُ وَالْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُوْلِ وَالْمُرْتَدُّ وَاَهْلُ الْمِلَّتَيْنِ.

حل لغات: مرتد: اسم فاعل از افتعال لوٹنے والا یہ اصل میں مرتَدِدٌ تھا، دو دال کے ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے پہلی دال کی حرکت کو حذف کرکے ادغام کردیا۔

ترجمہ: اور وارث نہیں ہوتے چار آدمی غلام، قاتل، مقتول کا وارث نہیں ہوتا مرتد اور مختلف دین والے۔

موانع ارث کا بیان

تشریح: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وارث سبب وراثت کے پائے جانے کے باوجود اپنی ذات میں کسی وصف کے پائے جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جاتا ہے ان اوصاف کو موانع ارث کہتے ہیں، صاحب کتاب نے موانع ارث چار بیان کئے ہیں: (۱) رقیت: اگر وارث غلام ہے تو سبب غلامیت کی وجہ سے اپنے مورث کی وراثت سے محروم ہو جاتا

ہے غلامی خواہ کسی بھی طرح کی ہو، چنانچہ عبد خالص مکاتب مدبر ام ولد اور معتق البعض (راجح قول کے مطابق معتق البعض غلام کے حکم میں ہے) میں سے کسی کو وراثت نہیں ملے گی، غلام کے محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غلام اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا اس کا سارا مال آقا کا ہوتا ہے اس لئے اس کو وراثت دینا گویا اس کے آقاء کو وراثت دینا ہے، جومیت کا رشتہ دار نہیں ہے اور غیر رشتہ دار کو بغیر کسی سبب کے وراثت دینا بالا جماع باطل ہے، اس لئے غلام کو وراثت نہیں ملتی۔

(۲) قتل: قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا، قتل کی پانچ قسمیں ہیں: عمد، شبہ عمد، خطا، شبہ خطا اور قتل بالسبب پہلی چار قسموں میں قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے البتہ قتل بالسبب سے قاتل وراثت سے محروم نہیں ہوتا مگر یاد رہے کہ قتل کی یہ چاروں صورتیں اس وقت مانع ارث ہوتی ہیں جب کہ قاتل نے اپنے مورث کو بلا وجہ شرعی قتل کیا ہو، لہٰذا اگر قتل شرعی وجہ سے ہو مثلاً مورث کو قصاصاً قتل کرے یا حد زنا میں رجم کرے یا اپنی جان بچانے کے لئے مجبور ہو کر قتل کرے تو ان صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم نہیں ہوگا۔

قاتل کیوں محروم ہوتا ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ. (ترمذی ج۲ص۳۱) یعنی قاتل وارث نہیں ہوتا۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ من استعجل بالشیء قبل أوانه عوقب بحرمانه. جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے لینا چاہے تو وہ بطور سزا اس چیز سے محروم کر دیا جاتا ہے، اگر قاتل کو وراثت سے محروم نہیں کیا جائے گا تو لوگ میراث کی خاطر مورث کو قتل کریں گے اور نظام عالم تہ وبالا ہو جائے گا۔

(۳) مسلمان مرتد کا وارث ہوگا لیکن مرتد مسلمان کا وارث نہیں ہوگا، کیوں کہ ارتداد بمنزلہ موت ہے تو جس طرح مسلمان اپنے رشتہ دار کا اس کے مرنے کے بعد وارث ہوتا ہے، اسی طرح وہ مرتد کے ارتداد کے بعد اس کا وارث ہوگا اور مرتد کے اموال مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوں گے، اور جس طرح مردہ زندہ کا وارث نہیں ہوتا اسی طرح مرتد کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

(۴) دو مختلف دین والے یعنی مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم (بخاری ۲/۱۰۰۱) یعنی نہ تو مسلمان کافر کا وارث ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا، کفر سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار ہے، خواہ اس کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کا بھی انکار ہو یا نہ ہو، لہٰذا یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، ہندو دھرم وغیرہ سب کفر ہیں، نیز قادیانی بھی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا اور نہ مسلمان قادیانی کا وارث ہوگا، اس لئے کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کرتے ہیں، اس طرح کہ ملعون مرزا کو نبی مانتے ہیں۔

جس طرح مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح کفار بھی آپس میں ایک دوسرے کے

وارث ہوتے ہیں اگرچہ وہ آپس میں اپنے مذہب کے اعتبار سے مختلف ہوں، لہٰذا یہودی اپنے نصرانی رشتہ دار اور نصرانی اپنے یہودی رشتہ دار کے وارث ہوں گے۔ وقس علی ہذا۔

(۳/۳۰۲۲) وَالْفُرُوْضُ الْمَحْدُوْدَةُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى سِتَّةٌ النِّصْفُ وَالرُّبُعُ وَالثُّمُنُ وَالثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ.

ترجمہ: اور وہ حصے جو مقرر ہیں کتاب اللہ میں چھ ہیں آدھا چوتھائی، آٹھواں، دو تہائی، ایک تہائی، چھٹا۔

فروضِ مقدرہ اوران کے مستحقین

تشریح: فروض، فرض کی جمع ہے جس کے معنی ہیں حصہ قرآن پاک میں جو حصے مذکور ہیں ان کی تعداد کل چھ ہے:

(۱)	نصف	(آدھا)	دو میں سے ایک	$\frac{1}{2}$
(۲)	ربع	(چوتھائی)	چار میں سے ایک	$\frac{1}{4}$
(۳)	ثمن	(آٹھواں)	آٹھ میں سے ایک	$\frac{1}{8}$
(۴)	ثلث	(تہائی)	تین میں سے ایک	$\frac{1}{3}$
(۵)	ثلثان	(دو تہائی)	تین میں سے دو	$\frac{2}{3}$
(۶)	سدس	(چھٹا)	چھ میں سے ایک	$\frac{1}{6}$

ان چھ حصوں کے مستحق مختلف حالات میں کل بارہ افراد ہیں چار مرد اور آٹھ عورتیں جن کا تفصیلی بیان مسئلہ (۱) میں ہو چکا ہے۔

(۴/۳۰۲۳) وَالنِّصْفُ فَرْضُ خَمْسَةٍ اَلْبِنْتُ وَبِنْتُ الْاِبْنِ اِذَا لَمْ تَكُنْ بِنْتُ الصُّلْبِ وَالْاُخْتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَالْاُخْتُ لِاَبٍ اِذَا لَمْ تَكُنْ اُخْتٌ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَالزَّوْجُ اِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ وَاِنْ سَفَلَ.

ترجمہ: اور نصف پانچ آدمیوں کا حصہ ہے بیٹی، پوتی جب حقیقی بیٹی نہ ہو حقیقی بہن باپ شریک بہن جب نہ ہو حقیقی بہن اور شوہر جب نہ ہو میت کا بیٹا اور نہ پوتا اگرچہ نیچے کا ہو۔

تشریح: نصف پانے والے پانچ قسم کے ورثاء ہیں:

(۱) لڑکوں کی عدم موجودگی میں اگر صرف ایک لڑکی موجود ہو تو اس کو کل مال کا نصف ملے گا۔

(۲) حقیقی اولاد کی عدم موجودگی میں پوتی اگر ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا۔

(۳) لڑکیوں و پوتیوں کی عدم موجودگی میں حقیقی بہن اگر ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا۔

(۴) حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں اگر علاتی بہن ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا۔

(۵) اگر مرنے والی کی اپنی اولاد بیٹا بیٹی خواہ اسی شوہر سے ہو یا دوسرے کے نطفہ سے نیز پوتا پوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو شوہر نصف ($\frac{1}{2}$) ترکہ کا مستحق ہے۔

(۳۰۲۴/۵) وَالرُّبُعُ لِلزَّوْجِ مَعَ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَلِلْمَرْاَةِ اِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمِيِّتِ وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ.

ترجمہ: اور چوتھائی شوہر کے لئے ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ گو نیچے کا ہو اور بیوی کے لئے ہے جب نہ ہو میت کا بیٹا اور نہ پوتا۔

ربع پانے والے دو وارث ہیں:

تشریح: اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) ہو تو شوہر کو ربع ملے گا یہ بات یاد رہے کہ اولاد عام ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث اور اسی شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے البتہ اولاد کا میت کی وفات کے وقت زندہ ہونا ضروری ہے جو اولاد پہلے وفات پا چکی اس کا اعتبار نہیں۔

(۲) اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک نہ ہو تو بیویوں کو ربع ملے گا بیوی ایک ہو یا ایک سے زیادہ ربع میں سب برابر کی شریک ہوں گی۔

(۳۰۲۵/۶) وَالثُّمُنُ لِلزَّوْجَاتِ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ.

ترجمہ: اور ثمن بیویوں کے لئے ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ۔

ثمن پانے والا ایک وارث ہے

تشریح: ثمن پانے والا صرف ایک ہی وارث ہے، اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی) نیچے تک ہو تو بیوی کو ثمن $\frac{1}{8}$ ملے گا یہاں پر بھی اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ثمن ان سب میں برابر تقسیم ہوگا۔

(۳۰۲۶/۷) وَالثُّلُثَانِ لِكُلِّ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مِمَّنْ فَرْضُهُ النِّصْفُ اِلَّا الزَّوْجَ.

ترجمہ: اور ثلثان ہر دو یا اس سے زائد کیلئے ہے ان لوگوں میں سے جن کا حصہ نصف ہے سوائے شوہر کے۔

ثلثان پانے والے چار قسم کے ورثاء ہیں

تشریح: ثلثان پانے والے چار قسم کے ورثاء ہیں۔

(۱) لڑکوں کی عدم موجودگی میں اگر بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو ان کو ثلثان (دو تہائی) ⅔ حصہ ملے گا جسے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گے۔

(۲) صلبی اولاد کی عدم موجودگی میں پوتیاں اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو ثلثان ملے گا اور ثلثان ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔

(۳) لڑکیوں و پوتیوں کی عدم موجودگی میں حقیقی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ثلثان ملے گا۔

(۴) حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں علاتی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ثلثان ملے گا۔

(۳۰۲۷/۸) وَالثُّلُثُ لِلْاُمِّ اِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ وَلَا اثْنَانِ مِنَ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا وَيُفْرَضُ لَهَا فِيْ مَسْئَلَتَيْنِ ثُلُثُ مَا بَقِيَ وَهُمَا زَوْجٌ وَاَبَوَانِ وَامْرَاَةٌ وَاَبَوَانِ فَلَهَا ثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ الزَّوْجِ اَوِ الزَّوْجَةِ وَهُوَ لِكُلِّ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مِنْ وَلَدِ الْاُمِّ ذُكُوْرُهُمْ وَاُنَاثُهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ.

ترجمہ: اور ثلث ماں کے لئے ہے جب نہ ہو میت کا بیٹا اور نہ پوتا اور نہ دو بھائی اور بہنیں یا اس سے زائد اور مقرر کیا جاتا ہے ماں کے لئے دو مسئلوں میں مابقیہ کا تہائی اور وہ یہ ہے کہ ہو شوہر اور والدین یا بیوی اور والدین پس ماں کے لئے ثلث ہے اس کا جو باقی رہے شوہر یا بیوی کے حصہ کے بعد اور ثلث ہر دو یا زیادہ کے لئے ہے اخیافی بھائی بہنوں سے جس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں۔

ثلث پانے والے دو قسم کے ورثاء ہیں

تشریح: ثلث پانے والے صرف دو قسم کے ورثاء ہیں: (۱) اگر میت کی کوئی اولاد یا بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ نہ ہوں تو ماں کو ثلثِ کل (پورے ترکہ کا تہائی) ملے گا۔

وَیفرض لها الی قوله او الزوجة: اگر میت نے اپنی ماں کے ساتھ اپنے باپ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کو چھوڑا ہے تو ماں کو شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے ترکہ کا تہائی ملے گا اسی کو ثلث مابقیہ یا ثلث مابقی کہا جاتا ہے کتاب میں اسی کو ثلث مابقیہ بعد فرض الزوج اوالزوجۃ کہا گیا ہے یہ صرف دو مسئلوں میں ہوگا۔

(۱) ایک عورت کا انتقال ہو جائے اور پسماندگان میں شوہر اور ماں باپ کو چھوڑ جائے تو اولاً کل مال میں سے شوہر کو حصہ دے دیا جائے گا اس کے بعد مابقیہ میں سے ایک ثلث ماں کو دیا جائے گا اور مابقیہ باپ کو دے دیا جائے گا جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے واضح ہوتا ہے۔

مسئلہ ۶

کریمہ میت

شوہر	ماں	باپ
نصف	ثلث باقی	عصبہ
۳	۱	۲

(۲) ایک مرد کا انتقال ہو جائے اور پسماندگاں میں ایک بیوی اور ماں باپ چھوڑ جائے تو ایسی صورت میں کل مال میں سے اولاً بیوی کا حصہ نکال لیا جائے گا اس کے بعد مابقیہ مال کا ثلث ماں کو دیا جائے گا اور دو ثلث باپ کو ملے گا جیسا کہ اس نقشہ سے واضح ہے۔

مسئلہ ۱۲

زید میت

بیوی	ماں	باپ
ربع	ثلث	عصبہ
۳	۳	۶

وهو لكل اثنين: اس عبارت میں ثلث کل پانے والے دوسرے وارث کا تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر اخیافی بھائی بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو ثلث ملے گا اور اخیافی بہن حقدار ہونے اور حصہ پانے میں سب برابر ہوں گے بھائیوں کو بہنوں سے زیادہ نہ ملے گا۔

سوال: اگر مذکورہ بالا دونوں مسئلوں میں باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کو کیا ملے گا؟

جواب: اس صورت میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کی جگہ اگر دادا ہو تو بھی ماں کو ثلث باقی ہی ملے گا البتہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کو ثلث کل ملے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۹/۳۰۲۸) وَالسُّدُسُ فَرْضُ سَبْعَةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَبَوَيْنِ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَهُوَ لِلْاُمِّ مَعَ الْاِخْوَةِ وَهُوَ لِلْجَدَّاتِ وَالْجَدِّ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَلِبَنَاتِ الْاِبْنِ مَعَ الْبِنْتِ وَلِلْاَخَوَاتِ لِلْاَبِ مَعَ الْاُخْتِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ وَلِلْوَاحِدِ مِنْ وَلَدِ الْاُمِّ.

حل لغت: ولد الام: ماں شریک بھائی بہن۔ (اخیافی)

ترجمہ: اور سدس سات لوگوں کا حصہ ہے (۱) والدین میں سے ہر ایک کے لئے بیٹے یا پوتے کے ساتھ (۲) اور ماں کے لئے بھائیوں کے ساتھ (۳) اور چھٹا ہے دادی کے لئے (۴) اور دادا کے لئے ہے، بیٹے یا پوتے کے ساتھ

(۵) اور پوتیوں کے لئے ہے بیٹی کے ساتھ (۶) اور علاتی بہنوں کے لئے ہے ایک حقیقی بہن کے ساتھ (۷) اور ایک اخیافی بہن کے لئے ہے۔

سدس پانے والے سات قسم کے ورثاء ہیں

تشریح: سدس پانے والے سات قسم کے ورثاء ہیں: (۱) اگر میت نے باپ کے ساتھ اپنی کوئی مذکر اولاد (بیٹا، پوتا، پرپوتا نیچے تک) چھوڑی ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا مذکر اولاد کے ہوتے ہوئے مؤنث کا اعتبار نہیں۔ (۲) اگر ماں کے ساتھ میت کا لڑکا، لڑکی، پوتا پوتی (نیچے تک) میں سے کوئی ہو یا میت کے تینوں قسموں (حقیقی، علاتی، اخیافی) کے بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ ہوں یا بعض حقیقی بعض علاتی اور بعض اخیافی ہوں نیز محض مذکر ہوں یا محض مؤنث ہوں تو اس صورت میں ماں سدس $\frac{1}{6}$ حصہ کی مستحق ہوگی۔ (۳) جدات جدہ کی جمع ہے اور جدہ سے مراد جدۂ صحیحہ ہے۔

جدۂ صحیحہ اس مؤنث اصل بعید کو کہتے ہیں جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے جیسے باپ کی ماں دادا کی ماں ماں کی ماں وغیرہ۔

جدۂ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں: (۱) وارث ہونے کی (۲) محروم ہونے کی یہاں متن میں حالت اولی کا بیان ہے اور حالت ثانیہ کا بیان اگلی عبارت میں ہے۔ خیر اگر کوئی حاجب نہ ہو تو جدۂ صحیحہ کو سدس ملے گا خواہ وہ پدری (دادی) ہو یا مادری (نانی) اور خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ چھٹا حصہ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ جدات کے مستحق ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ فاسدہ نہ ہوں بلکہ صحیحہ ہوں اور مرتبہ میں برابر ہوں یعنی اگر ایک جدہ ایک واسطہ سے نانی ہو تو دوسری بھی ایک ہی واسطہ سے دادی ہو اگر ایک قریب کی ہو اور دوسری دور کی تو قریب والی وارث ہوگی اور دور والی ساقط ہو جائے گی۔

(۴) باپ کی عدم موجودگی میں اور میت کی مذکر اولاد (بیٹا پوتا پرپوتا نیچے تک) ہو تو دادا کو چھٹا حصہ ملے گا۔ (۵) اگر ایک صلبی بیٹی ہو تو پوتیوں کو سدس ملے گا تا کہ دو تہائی جو لڑکیوں کا حصہ ہے وہ پورا ہو جائے۔ (۶) اگر حقیقی بہن ایک ہو تو علاتی بہنوں کو سدس ملے گا یعنی لڑکیوں اور پوتیوں کی طرح بہنوں کو بھی ثلثان سے زیادہ نہیں ملتا ہے تو جب ایک حقیقی بہن نے نصف لے لیا تو ثلثان مکمل ہونے کے لئے سدس بچا یہ علاتی بہنوں کو مل جائے گا تا کہ ثلثان مکمل ہو جائے۔ (۷) اگر میت کے فروع مطلق یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ میں سے اور اصول مذکر یعنی باپ دادا پردادا وغیرہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ایک اخیافی بھائی یا ایک اخیافی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۳۰۲۹/۱۰) وَتَسْقُطُ الْجَدَّاتُ بِالْأُمِّ.

ترجمہ: اور ساقط ہو جاتی ہیں جدات ماں سے۔

جدہ چار صورتوں میں محروم ہوجاتی ہے

تشریح: اس عبارت میں جدہ کی دوسری حالت محروم ہونے کا بیان ہے جدہ درج ذیل چار صورتوں میں ساقط ہوجاتی ہے، (۱) ماں کی وجہ سے تمام جدات ساقط ہوجاتی ہیں، خواہ پدری (دادی) ہوں یا مادری (نانی) (۲) باپ کی وجہ سے صرف پدری جدات (دادیاں) ساقط ہوتی ہیں مادری جدات (نانیاں) ساقط نہیں ہوتیں (۳) دادا کی وجہ سے وہ دادیاں ساقط ہوجاتی ہیں جو دادا کے واسطہ سے ہیں، مثلاً دادا کی ماں دادا کی وجہ سے ساقط ہوجائے گی مگر دادی یعنی دادا کی بیوی دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی (۴) قریب والی جدہ خواہ کسی رشتہ کی ہو دور والی کو ساقط کردیتی ہے خواہ باپ کی جانب کی ہو یا ماں کی جانب کی اور قریب والی وارث ہو رہی ہو یا نہیں۔

(۱۱/۳۰۳۰) وَالْجَدُّ وَالْاِخْوَةُ وَالْاَخَوَاتُ بِالْاَبِ.

ترجمہ: اور دادا بھائی اور بہنیں باپ کی وجہ سے (ساقط ہوجاتے ہیں)

تشریح: اس عبارت میں دو مسئلے بیان کئے ہیں (۱) اگر میت کے دادا کے ساتھ اس کا باپ بھی موجود ہو تو دادا ساقط ہوگا اس لئے کہ باپ کا رشتہ میت سے قریب ہے اور وراثت کا قاعدہ یہ ہے کہ اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد ساقط ہوتا ہے اسی طرح دادا کی وجہ سے پردادا محروم ہوگا۔

(۲) حقیقی اور علاتی بھائی بہنیں باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہوجائیں گی لیکن دادا کی موجودگی میں صاحبین کے نزدیک محروم نہیں ہوتے البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہوجاتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۲/۳۰۳۱) وَيَسْقُطُ وَلَدُ الْاُمِّ بِاَرْبَعَةٍ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَالْاَبِ وَالْجَدِّ.

ترجمہ: اور ساقط ہوجاتے ہیں اخیافی بھائی بہن چار وارثوں سے یعنی بیٹے پوتے باپ اور دادا سے۔

تشریح: اگر میت کی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک ہو یا میت کا باپ دادا اوپر تک ہو تو اخیافی بھائی بہن بالاتفاق محروم ہوجائیں گے۔

(۱۳/۳۰۳۲) وَاِذَا اسْتَكْمَلَتِ الْبَنَاتُ الثُّلُثَيْنِ سَقَطَتْ بَنَاتُ الْاِبْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ بِاِزَائِهِنَّ اَوْ اَسْفَلَ مِنْهُنَّ اِبْنُ اِبْنٍ فَيُعَصِّبُهُنَّ.

ترجمہ: اور جب لے لیں بیٹیاں پورا دو تہائی تو ساقط ہوجاتی ہیں پوتیاں مگر یہ کہ ہو ان کے بالمقابل یا ان سے نیچے کوئی پوتا کہ وہ ان کو عصبہ کردیتا ہے۔

پوتیوں کے حالات میں سے ایک حالت کی تفصیل

تشریح: اگر دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی کیوں کہ ثلثان لڑکیوں نے لے لیا لیکن اگر پوتیوں کے ساتھ کوئی برابر کا پوتا یا میت کا پرپوتا یا سکڑ پوتا ہو تو ساقط ہونے والی پوتیاں ان کے ساتھ عصبہ بالغیر ہو جائیں گی ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ ان کو مل جائے گا اور وہ باہم اس طرح تقسیم کریں گے کہ پوتے کو دوہرا اور پوتی کو اکہرا حصہ ملے گا۔

زید
میت

	فریق اول	فریق ثانی	فریق ثالث
بطن (۱)	ابن (عمرو)	ابن (بکر)	ابن (خالد)
بطن (۲)	ابن بنت (نصف)	ابن	ابن
بطن (۳)	ابن بنت سدس (تکملة للثلثین)	ابن بنت	ابن
بطن (۴)	ابن بنت	ابن بنت	ابن بنت
بطن (۵)	ابن	ابن بنت	ابن بنت
بطن (۶)	ابن	ابن	ابن بنت

اب مذکورہ نقشہ پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ اس میں تین کالم اور چھ بطن ہیں اب فرض کیجئے کہ میت کی صرف پوتیاں ہی زندہ ہیں سارے بیٹے پوتے زید سے پہلے وفات پا چکے ہیں بطن اول میں کسی بھی کالم میں لڑکی نہیں ہے اور بطن ثانی کے کالم اول میں ایک لڑکی ہے کالم ثانی و کالم ثالث میں کوئی لڑکی نہیں ہے، لہٰذا اس لڑکی کو کل مال کا نصف ملے گا اور بطن ثالث میں کالم اول اور کالم ثانی میں ایک ایک لڑکی ہے، مگر کالم ثالث میں کوئی لڑکی نہیں ہے، لہٰذا بطن ثالث کی یہ دونوں لڑکیاں پوتیوں کے درجہ میں ہو کر چھٹے حصے کی حقدار ہوں گی، دو ثلث کو مکمل کرنے کے لئے اس کے بعد بطن رابع میں تینوں کالم میں ایک ایک لڑکی ہے، یہ لڑکیاں ایسی پوتیوں کے درجہ میں ہیں جن سے پہلے دو یا دو سے زائد لڑکیاں ہونے کی وجہ سے محروم ہو گئی ہیں اس لئے کہ اوپر کی لڑکیوں نے دو ثلث کو مکمل کر لیا ہے، پوتیوں کے لئے کچھ نہیں بچا ہے، اب غور طلب بات یہ ہے کہ بطن رابع کی پوتیوں کے ساتھ کوئی پوتا موجود ہو تو وہ بطن رابع کی تمام پوتیوں کو عصبہ بنا دے گا یا بطن خامس یا بطن سادس میں کوئی پوتا ہو اور اس سے اوپر کوئی پوتا نہ ہو تو یہ پوتا اپنے برابر والیوں کو اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ بنا دے گا، اور ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دوہرا حصہ اور مؤنث کو

اکہرا حصہ دیا جائے گا، نیز پوتے سے اوپر کے بطن کی پوتیوں کو پوتے کے درجہ کی پوتیوں سے کوئی فضیلت حاصل نہ ہوگی اس لئے اوپر اور نیچے دونوں درجہ کی پوتیوں کو برابر حصہ ملے گا۔

(۱۴/۳۰۳۳) وَإِذَا اسْتَكْمَلَتِ الْاَخَوَاتُ لِاَبٍ وَاُمٍّ الثُّلُثَيْنِ سَقَطَتِ الْاَخَوَاتُ لِاَبٍ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ اَخٌ لَهُنَّ فَيُعَصِّبُهُنَّ.

ترجمہ: اور جب لے لیں حقیقی بہنیں پورا دو تہائی تو ساقط ہو جائیں گی علاتی بہنیں مگر یہ کہ ہو ان کے ساتھ ان کا بھائی کہ وہ ان کو عصبہ کر دیتا ہے۔

علاتی بہن کی ایک حالت کی تفصیل

تشریح: اگر علاتی بہن کے ساتھ دو یا زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو علاتی بہن ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بہنوں کا کل حصہ ثلثان ہے جس کو حقیقی بہنوں نے لے لیا ہے۔

مسئلہ ۳

مثال میت ———————— رحیمہ

علاتی بہن	۳ر حقیقی بہنیں	چچا
ساقط	ثلثان	عصبہ
	۲	۱

لیکن اگر علاتی بہنوں کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو علاتی بہنیں بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوں گی، اور ذوی الفروض کی موجودگی میں مابقیہ ترکہ اور عدم موجودگی میں سارا ترکہ ان کو ملے گا اور وہ آپس میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ مذکر کو دوہرا حصہ اور مؤنث کو اکہرا حصہ ملے گا۔

مسئلہ ٦

مثال میت ———————— صبیحہ

علاتی بہن	۲ر علاتی بھائی	ماں
عصبہ بالغیر	عصبہ	سدس
۱	۴	۱

باب العصبات

(عصبات کا بیان)

ماقبل سے ربط: ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد اگر ترکہ باقی ہوتو اس کے مستحق عصبات ہوتے ہیں اس لئے ذوی الفروض کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد عصبات کو بیان فرمایا۔

عصبات کی لغوی وصرفی تحقیق: عَصَبۃ: عاصب کی جمع ہے، مذکر مؤنث واحد اور جمع سب کے لئے اسم جنس کی طرح مستعمل ہے اس کی جمع الجمع عصبات ہے عصبہ مرد کے پدری رشتے کو کہتے ہیں اس کا مصدر عَصُوبَۃ ہے بمعنی گھیرنا احاطہ کرنا یہ معنی عَصَّبَ القوم بالرجل سے ماخوذ ہیں یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب چند آدمی کسی کو اپنی حمایت میں لے لیں اور اس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں۔

وجہ تسمیہ: عصبہ بھی میت کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لئے رہتے ہیں اس طرح کہ اوپر باپ کا رشتہ ہوتا ہے نیچے لڑکے کا ایک طرف بھائی اور دوسری طرف چچا کا اس لئے ان کو عصبہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: عصبہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قرآن وحدیث میں متعین نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام ترکہ اور ذوی الفروض کے ساتھ باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

عصبہ کی اولاً دو قسمیں ہیں: (۱) عصبہ نسبی۔ (۲) عصبہ سببی۔

(۱) عصبہ نسبی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو میت کے ساتھ ولادت کا تعلق رکھتے ہیں۔

(۲) **سببی:** وہ عصبہ ہیں جن کا میت کے ساتھ عتاقت کا تعلق ہوتا ہے۔

عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں: (۱) عصبہ بنفسہٖ (۲) عصبہ بغیرہٖ (۳) عصبہ مع غیرہٖ۔

عصبہ بنفسہ: ہر اس مذکر رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے اس تعریف کے اعتبار سے وہ تمام رشتہ دار نکل گئے جو مؤنث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں مثلاً نواسہ کہ لڑکی کے واسطے سے ہوتا ہے نانا کہ ماں کے واسطے سے ہوتا ہے۔

عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں ہیں: (۱) میت کا جزء مذکر یعنی میت کی نسل مذکر یا فروع مذکر چاہے نیچے کی ہوں جیسے لڑکے، پوتے، پڑپوتے وغیرہ۔

(۲) میت کے اصول مذکر چاہے اوپر کے ہوں جیسے باپ پھر دادا پھر پردادا۔ (۳) میت کے اصول قریب کے فروع مذکر اور اصول قریب باپ ہے اور باپ کے فروع مذکر بھائی اور بھائی کی اولاد ہیں جیسے حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی

پھر حقیقی بھائی کے لڑکے پھر علاتی بھائی کے لڑکے اسی طرح نیچے تک۔

(۴) میت کے اصول بعید کے فروع مذکر اور اصول بعید میں دادا پر دادا وغیرہ اور فروع مذکر ان کی اولاد جیسے حقیقی چچا پھر علاتی چچا پھر حقیقی چچا کے لڑکے پھر علاتی چچا کے لڑکے۔ باقی تفصیل سراجی میں آئے گی۔

(۱/۳۰۳۴) وَاَقْرَبُ الْعَصَبَاتِ الْبَنُوْنَ ثُمَّ بَنُوْهُمْ ثُمَّ الْاَبُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ بَنُو الْاَبِ وَهُمُ الْاِخْوَةُ ثُمَّ بَنُو الْجَدِّ وَهُمُ الْاَعْمَامُ ثُمَّ بَنُو اَبِ الْجَدِّ.

ترجمہ: عصبات میں سب سے قریب بیٹے ہیں پھر پوتے پھر باپ پھر دادا پھر باپ کے بیٹے اور وہ بھائی ہیں، پھر دادا کے بیٹے اور وہ چچا ہیں پھر دادا کے باپ کے بیٹے (میت کے باپ کے چچے تائے)

عصبہ بنفسہٖ کے درمیان ترجیح

تشریح: ماقبل میں ترتیب وار عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں، وراثت میں یہی ترتیب ملحوظ رہتی ہے میت کا جزء مذکر میت کے اصول مذکر پر مقدم ہوتا ہے اور اصول مذکر میت کے اصول قریب کے فروع مذکر پر مقدم ہوتے ہیں، اور اصول قریب کے فروع مذکر، اصول بعید کے فروع مذکر پر مقدم ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ پہلی قسم والے عصبہ کو دوسری قسم والے عصبہ پر اور دوسری قسم والے کو تیسری قسم والے پر اور تیسری قسم والے کو چوتھی قسم والے پر ترجیح دی جاتی ہے یعنی لڑکے اور پوتے کی موجودگی میں باپ دادا عصبہ نہیں ہوسکتے اور باپ دادا کی موجودگی میں بھائی عصبہ نہیں ہوسکتے، اور بھائی اور اس کے لڑکے کی موجودگی میں چچا اور اس کے لڑکے عصبہ نہیں ہوسکتے۔

فائدہ: اگر عصبہ بنفسہٖ کی ایک ہی قسم کے متعدد افراد جمع ہوجائیں تو ان میں جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ عصبہ ہوگا اور دور والے ساقط ہوجائیں گے مثلاً (۱) میت کا بیٹا اور پوتا دونوں ہوں تو بیٹا عصبہ ہوگا اور پوتا ساقط۔ (۲) باپ اور دادا میں باپ عصبہ ہوگا اور دادا ساقط اور دادا کی موجودگی میں پردادا ساقط ہوگا۔ (۳) بھائی اور بھتیجے میں بھائی عصبہ ہوگا اور بھتیجا ساقط (۴) چچا اور چچا کے لڑکوں میں چچا عصبہ ہوگا اور چچا کے لڑکے ساقط۔

(۲/۳۰۳۵) وَاِذَا اسْتَوٰى بَنُوْ اَبٍ فِيْ دَرَجَةٍ فَاَوْلٰهُمْ مَنْ كَانَ مِنْ اَبٍ وَاُمٍّ.

ترجمہ: اور جب باپ کے بیٹے برابر ہوں درجہ میں تو زیادہ مستحق وہ ہے جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہو۔

قوت قرابت کا اصول

تشریح: ماقبل کے بیان سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر ایک ہی جہت کے متعدد وارث موجود ہوں تو ان میں قرب قرابت کے اعتبار سے ترکہ تقسیم ہوگا مثلاً بیٹا مقدم ہوگا پوتے پر اب اس متن میں یہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر برابر

درجہ کے کئی عصبہ بنفسہ جمع ہو جائیں اور ان میں قرابت کے اعتبار سے سے فرق ہو ایک دو قرابت والا ہے اور دوسرا ایک قرابت والا تو ان کے مابین تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟ اس کو بیان کیا گیا کہ رشتہ کی قوت کو دیکھا جائے گا جس کا رشتہ زیادہ قوی ہوگا اس کو ترجیح ہوگی، میت کے حقیقی بھائی کو علاتی بھائی پر، حقیقی بہن کو جب بیٹی یا پوتی کی وجہ سے عصبہ ہو تو علاتی بھائی بہن پر حقیقی چچا کو علاتی چچا پر حقیقی بھتیجے کو علاتی بھتیجے پر ترجیح اسی لئے ہے کہ علاتی کا رشتہ صرف باپ سے ہوتا ہے اور حقیقی کا باپ اور ماں دونوں سے یعنی حقیقی کے لئے ماں کا رشتہ وجہ ترجیح بنتا ہے۔

مسئلہ: ۱

مثلاً

میت

حقیقی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بہن
عصبہ	عصبہ	عصبہ بغیرہ
۱	محروم	محروم

مسئلہ: ۲

مثلاً

میت

لڑکی	حقیقی بہن	علاتی بھائی	علاتی بہن
نصف	عصبہ مع غیرہٖ	عصبہ بنفسہ	عصبہ بغیرہ
۱	۱	محروم	محروم

(۳/۳۰۳۶) وَالْاِبْنُ وَابْنُ الْاِبْنِ وَالْاِخْوَۃُ يُقَاسِمُوْنَ اَخَوَاتِهِمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: بیٹا اور پوتا اور بھائی تقسیم کر کے دیں گے اپنی بہنوں کو مذکر کے لئے مؤنث کے دو حصے کے برابر۔

عصبہ بغیرہٖ کی تعریف اور ان کا مصداق

تشریح: یہاں سے عصبہ بغیرہ کا بیان ہے، عصبہ بغیرہ وہ عورتیں ہیں جن کا حصہ شریعت نے ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف یا ثلثان مقرر فرما دیا ہے وہ اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ ہو جاتی ہیں، عصبہ بغیرہ کا مصداق صرف چار عورتیں ہیں (۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاتی بہن۔ بیٹی بیٹے کی وجہ سے، پوتی پوتے کی وجہ سے اور حقیقی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے اور علاتی بہن علاتی بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو جاتی ہیں اور دیگر ذوی الفروض کی موجودگی میں ان سے بچا ہوا اور عدم موجودگی میں سارا ترکہ ان کو مل جائے گا اور وہ آپس میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر مذکر کو دو مؤنث کے حصے کے برابر ملے گا۔

(۴/۳۰۲۷) وَمَنْ عَدَاهُمْ مِنَ الْعَصَبَاتِ يَنفَرِدُ بِالْمِيرَاثِ ذُكُورُهُمْ دُونَ اُنَاثِهِمْ.

ترجمہ: اوران کے علاوہ دیگر عصبات تنہا ہوتے ہیں میراث پانے میں ان کے مرد نہ کہ ان کی عورتیں۔

تشریح: اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ جو بھائی خود عصبہ ہوتا ہے وہ اپنی بہن کو بھی عصبہ بنادیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بہن اصحاب الفرائض میں داخل ہوکر نصف یا ثلثان کی مستحق ہو لہٰذا اگر کوئی بھائی خود عصبہ تو ہے مگر اس کی بہن ذوی الفروض میں سے نہیں ہے تو اس کو اس کا بھائی باوجود خود عصبہ ہونے کے عصبہ نہیں بنائے گا اور تمام کا تمام مال بھائی کو مل جائے گا بہن محروم ہوگی مثلاً چچا اور پھوپھی بھائی بہن ہیں مگر پھوپھی چونکہ اصحاب فرائض میں سے نہیں ہے اس لئے پورا مال چچا کو ملے گا، پھوپھی کو کچھ نہیں ملے گا اسی طرح چچا کی لڑکی لڑکے کے ساتھ یعنی بھتیجی بھتیجے کے ساتھ عصبہ بالغیر نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ سب عورتیں اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں۔

(۵/۳۰۲۸) وَاِذَا لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَالْعَصَبَةُ هُوَ الْمَوْلٰى الْمُعْتِقُ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ مِنْ عَصَبَةِ الْمَوْلٰى.

ترجمہ: اور جب نہ ہو (میت کا) نسبی عصبہ تو آزاد کرنے والا مولیٰ عصبہ ہوتا ہے پھر مولیٰ کے عصبات میں جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

عصبہ سببی کا بیان

تشریح: عصبہ کی دوقسموں نسبی اور سببی میں سے نسبی کا بیان ختم ہوا اب دوسری قسم سببی کا بیان شروع ہوتا ہے، عصبہ سببی ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کا میت کے ساتھ عتاقت کا تعلق ہے یعنی آزاد کرنے والے آقا اوران کی اولاد۔

غلام آزاد کرنیوالے کو آزاد کرنے کے عوض میں بطور نعمت آزاد شدہ غلام کی وراثت ملتی ہے جب کہ غلام کے شرعی ورثاء موجود نہ ہوں اسے ولاء عتق کہتے ہیں۔

عصبات سببیہ کی ترتیب: اگر میت کے ورثاء میں نہ تو اصحاب فرائض ہوں اور نہ ہی نسبی عصبات جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے تو میت کا ترکہ اس کے سببی عصبات کو ملے گا۔

عصبہ سببی (مولی العتاقہ) میں بھی عصبات کی ترتیب وہی ہے جو عصبہ بنفسہٖ کی ہے یعنی اگر معتق موجود نہ ہو تو میراث معتق کی فرع کو ملے گی پھر معتق کی اصل کو پھر معتق کی اصل قریب (باپ) کی فرع کو اور آخر میں معتق کی اصل بعید (دادا پردادا) کی فرع کو، تفصیل درج ذیل ہے۔

معتق کی فرع: اگر معتق موجود نہیں ہوگا تو اس کے لڑکے، پوتے (نیچے تک) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

معتِق کی اصل: اگر معتق کی فرع موجود نہ ہوگی تو اس کے باپ دادا (اوپر تک) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

معتِق کے باپ کی فرع: اگر معتق کی اصل موجود نہیں ہے تو معتق کے بھائی کو آزاد شدہ غلام کی وراثت ملے گی۔

معتِق کے دادا کی فرع: اگر معتق کے بھائی بھی موجود نہ ہوں تو آزاد شدہ غلام کی ولاء اس کے چچا کو ملے گی۔

حاصل یہ کہ معتق کے مذکر عصبات میں غلام کی ولاء دائر رہے گی اور بس۔

اگر ان سب میں سے کوئی نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ معتق بھی کسی کا غلام تھا یا نہیں اگر تھا تو اس کے آقا کو ولاء ملے گی اور وہ زندہ نہ ہو تو پھر اس کے مذکر عصبات میں مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ ولاء تقسیم ہوگی۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ آزاد شدہ غلام کے شرعی ورثاء کی عدم موجودگی میں غلام کی 'ولا' معتق اور اس کے لڑکے پوتے باپ دادا بھائی اور چچاؤں میں دائر رہتی ہے معتق کے مؤنث عصبات کو ولاء نہیں ملتی ایسا اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حق میں ولاء کی نفی فرمائی ہے البتہ آٹھ صورتوں میں عورتوں کو ولاء ملتی ہے، یہ آٹھ صورتیں استثنائی ہیں جن کا تفصیلی بیان انوار القدوری جلد دوم کتاب الولاء میں گذر چکا ہے۔

باب الحجب

(ایک وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہونے کا بیان)

ماقبل سے ربط: ماقبل میں ذوی الفروض اور ان کے تفصیلی احوال اور عصبات کا تفصیلی بیان مذکور ہوا اب اس باب میں حجب کے اصول وقواعد کو بیان کیا جارہا ہے جو درحقیقت ماقبل کے ابواب ہی کا تتمہ اور تکملہ ہے۔

حجب کے لغوی معنی: حجب کے لغوی معنی روکنا اسی سے حاجب دربان، حجاب، پردہ۔

اصطلاحی تعریف: اہل فرائض کی اصطلاح میں حجب کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے مخصوص شخص کا میراث کے لینے سے رک جانا دوسرے شخص کے موجود ہونے کی وجہ سے۔

حجب کی اقسام: حجب کی دو قسمیں ہیں (۱) حجب نقصان (۲) حجب حرمان۔

حجب نقصان: کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے زیادہ حصے کے بجائے کم حصہ پانا جیسا کہ ماں کو اولاد کی عدم موجودگی میں اور دو یا دو سے زیادہ بھائی بہنوں کی عدم موجودگی میں ثلث الکل ملتا ہے لیکن مذکورہ ورثاء کی موجودگی میں ماں کا حصہ ثلث الکل سے سدس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

حجب نقصان پانچ افراد پر طاری ہوتا ہے، شوہر، بیوی، ماں، پوتی اور علاتی بہن تفصیل ہر ایک کے احوال میں گذر چکی ہے۔

حجب حرمان: کسی وارث کا دوسرے وارث کی موجودگی میں وراثت سے بالکل محروم ہو جانا جیسے باپ کی موجودگی میں دادا وراثت پانے سے بالکل محروم ہو جاتا ہے اور صلبی لڑکے کی موجودگی میں پوتے وراثت پانے سے بالکل محروم ہو جاتے ہیں اس حجب کے تعلق سے ورثاء کی دو جماعتیں ہیں ایک وہ جو کبھی محروم نہیں ہوتی یہ چھ افراد ہیں زوجین والدین لڑکے اور لڑکیاں۔

دوسری جماعت ان ورثاء کی ہے جو کبھی محروم ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے، یہ درج ذیل افراد ہیں، دادا، دادی، حقیقی بھائی، حقیقی بہن، علاتی بھائی، علاتی بہن، اخیافی بھائی، اخیافی بہن، پوتا پوتی، حقیقی چچا اور علاتی چچا اور حقیقی اور علاتی بھائیوں اور چچاؤں کے لڑکوں کو بھی اسی میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۱/۳۰۳۹) وَيَحْجُبُ الْأُمُّ مِنَ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ بِالْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْإِبْنِ أَوْ أَخَوَيْنِ.

ترجمہ: اور محجوب ہو جاتی ہے ماں تہائی سے چھٹے کی طرف بیٹے یا پوتے یا دو بھائیوں کے ہونے سے۔

جن پر حجب نقصان طاری ہوتا ہے ان کی تفصیل کا بیان

تشریح: ماں کا حصہ ثلث الکل ہے مگر اولاد کی موجودگی میں دو یا دو سے زیادہ بھائی بہنوں کی موجودگی میں ثلث سے سدس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لہٰذا یہ لوگ حجب نقصان بن گئے۔

(۲/۳۰۴۰) وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْبَنَاتِ لِبَنِي الْإِبْنِ وَأَخَوَاتِهِمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: اور جو باقی بچ جائے بیٹیوں کے حصے سے وہ پوتوں اور ان کی بہنوں کا ہے مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر۔

تشریح: پوتی، اس کا اصل حصہ صلبی اولاد کی عدم موجودگی میں نصف ہے اگر پوتی ایک ہو اور اگر بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتیاں ایک سے زیادہ ہیں تو ان کو ثلثان ملے گا اور ثلثان ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا، مگر ایک لڑکی کی موجودگی میں نصف یا ثلثان سے سدس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اگر دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی کیوں کہ ثلثان لڑکیوں نے لے لیا لیکن اگر پوتیوں کے ساتھ کوئی برابر کا پوتا یا میت کا پر پوتا سکڑ پوتا ہو تو ساقط ہونے والی پوتیاں ان کے ساتھ عصبہ بالغیر ہو جائیں گی ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ ان کو مل جائے گا اور وہ ہم اس طرح تقسیم کریں گے کہ پوتے کو دوہرا اور پوتی کو اکہرا حصہ ملے گا اگر بیٹیاں نہ ہوتی تو سب مال پوتے اور پوتیوں کو ملتا لیکن بیٹیوں کی وجہ سے پوتے اور پوتیوں کو حجب نقصان ہوا۔

(۳/۳۰۴۱) وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْاَخَوَاتِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ لِلْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ مِنَ الْاَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: اور جو باقی رہے حقیقی بہنوں کے حصہ سے وہ علاتی بھائی بہنوں کا ہے مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر۔

تشریح: حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں ایک علاتی بہن کا حصہ نصف ہوتا ہے دو یا دو سے زائد ہوں تو ثلثان ہوتا ہے مگر ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف یا ثلثان سے سدس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، لہٰذا ایک حقیقی بہن علاتی بہنوں کے لئے حجب نقصان ہے اور اگر علاتی بہنوں کے ساتھ علاتی بھائی ہو تو علاتی بہنیں بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوں گی اور ذوی الفروض کی موجودگی میں مابقیہ ترکہ اور عدم موجودگی میں سارا ترکہ ان کو ملے گا اور وہ آپس میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ مذکر کو دوہرا حصہ اور مؤنث کو اکہرا حصہ ملے گا۔

(۴/۳۰۴۲) وَاِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَبَنَاتِ ابْنٍ وَبَنِي ابْنٍ فَلِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَالْبَاقِي لِبَنِي الْاِبْنِ وَاَخَوَاتِهِمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: اور جب چھوڑی ایک بیٹی اور چند پوتیاں اور چند پوتے تو بیٹی کے لئے نصف ہے اور باقی پوتوں اور ان کی بہنوں کا ہے، مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر۔

تشریح: کسی شخص کا انتقال ہو گیا اس نے صرف ایک بیٹی چھوڑی اور چند پوتے و پوتیاں تو بیٹی کو آدھا ملے گا اور باقی آدھا پوتے اور پوتیوں کیلئے بطور عصبہ ہوگا، اس میں پوتے کے لئے پوتی کا دوگنا ہوگا اور پوتی کو ایک گنا ملے گا۔

(۵/۳۰۴۳) وَكَذٰلِكَ الْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْاُخْتِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ لِبَنِي الْاَبِ وَبَنَاتِ الْاَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ.

ترجمہ: اسی طرح جو باقی رہے حقیقی بہن کے حصہ سے وہ علاتی بھائی بہنوں کا ہے مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر۔

تشریح: اس کی تفصیل مسئلہ (۳) میں گذر چکی ہے۔

(۶/۳۰۴۴) وَمَنْ تَرَكَ اِبْنَي عَمٍّ اَحَدُهُمَا اَخٌ لِاُمٍّ فَلِلْاَخِ السُّدُسُ وَالْبَاقِي بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ.

ترجمہ: اور جس نے چھوڑے دو چچازاد بھائی جن میں سے ایک اخیافی بھائی ہے تو اخیافی بھائی کے لئے چھٹا حصہ ہے اور باقی ان میں نصفا نصف ہوگا۔

تشریح: ایک آدمی نے دو چچازاد بھائی چھوڑے ایک چچازاد بھائی اس کا اخیافی (ماں شریک) بھائی بھی ہوتا

تھا تو اولاً اس اخیافی بھائی کو کل مال کا ۱/۶ حصہ ملے گا، پھر جو باقی بچے گا وہ دونوں بھائی بطور عصبہ کے آدھا آدھا تقسیم کریں گے۔

(۳۰۴۵/۷) وَالْمُشْتَرَكَةُ اَنْ تَتْرُكَ الْمَرْاَةُ زَوْجًا وَاُمًّا اَوْ جَدَّةً وَاِخْوَةً مِنْ اُمٍّ وَاَخًا مِنْ اَبٍ وَاُمٍّ فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْاُمِّ السُّدُسُ وَلِاَوْلَادِ الْاُمِّ الثُّلُثُ وَلَاشَيْءَ لِلْاِخْوَةِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ.

حل لغت: المشتركة: یہ مسئلہ مشترکہ ہے کیونکہ اس میں کئی قسم کے بھائی ہیں اور ماں و دادی کا مسئلہ بھی ہے ایک لغت میں المشرکة ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بعض حضرات نے حقیقی بھائی کو ماں شریک بھائی کے حصے میں شریک فرمایا اور بعض نے شریک نہیں فرمایا۔

ترجمہ: مشترکہ مسئلہ یہ ہے کہ چھوڑا عورت نے شوہر ماں یا جدہ (دادی یا نانی) چند اخیافی بھائی اور حقیقی بھائی کو تو شوہر کے لئے نصف ہے اور ماں کے لئے چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیوں کے لئے تہائی اور کچھ نہیں ہے حقیقی بھائیوں کے لئے۔

تشریح: مسئلہ کی تشریح اس طرح ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے وارثین میں شوہر ماں یا جدہ کئی ماں شریک بھائی اور حقیقی بھائی چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ چنانچہ فرمایا کہ شوہر کے لئے کل مال کا آدھا ہے کیوں کہ اولاد کی عدم موجودگی میں شوہر کو کل مال کا نصف ملتا ہے، اور ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے کیونکہ میت کے تینوں قسموں حقیقی، علاتی، اخیافی بھائیوں بہنوں میں سے دو یا زیادہ ہوں تو ماں کو سدس ملا کرتا ہے یا ماں کے نہ ہونے کی صورت میں جدہ ہو تو اسے بھی چھٹا حصہ ملے گا اور اخیافی بھائیوں کو تہائی ملے گا کیوں کہ ایک سے زیادہ اخیافی بھائی ہوں تو ان کو ثلث ملتا ہے، اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا کیوں کہ وہ عصبہ ہیں اس لئے اصحاب فرائض کے بچے ہوئے ترکہ سے ان کو ملتا ہے اور یہاں کچھ نہیں بچا اس لئے یہ محروم رہیں گے۔

باب الرد

(رد کا بیان)

رد کے لغوی و اصطلاحی معنی: رد کے لغوی معنی 'پھیرنا' واپس کرنا، لوٹانا یہ مصدر ہے اور باب نصر ینصر سے رَدَّ یَرُدُّ رَدًّا مستعمل ہے، اور فن فرائض کی اصطلاح میں رد کے معنی جب ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد کچھ ترکہ بچ جائے اور اس کو لینے کے لئے کسی قسم کا عصبہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں انہیں ذوی الفروض پر بچا ہوا ترکہ ان کے سہام کے تناسب کے اعتبار سے لوٹا دیا جاتا ہے اسی کو رد کہا جاتا ہے۔

فائدہ: ردصرف نسبی اصحاب فرائض پر ہوتا ہے ان کو من یرد علیہ کہتے ہیں اور زوجین چوں کہ نسبی رشتہ دار نہیں ہیں اس لئے ان پر رد نہیں ہوتا ان کو من لا یرد علیہ کہتے ہیں رد عول کی ضد ہے عول میں اصل مسئلہ سے حصے بڑھ جاتے ہیں اور رد میں اصل مسئلہ سے حصے کم رہ جاتے ہیں یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے۔

نوٹ: اس باب میں رد کے علاوہ بھی بہت سے مسائل کا تذکرہ ہے اس لئے باب الرد ایک جزوی نام ہے۔

(۱/۳۰۴۶) وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ ذَوِي السِّهَامِ اِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ مَرْدُوْدٌ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ سِهَامِهِمْ اِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ.

ترجمہ: جو مال بچا ہوا ذوی الفروض کے حصے سے جب کہ نہ ہو عصبہ تو دے دیا جائے گا ذوی الفروض کو ان کے حصوں کے موافق سوائے زوجین کے۔

اصحابِ فرائض پر رد جائز ہے یا نہیں؟

تشریح: اصحاب فرائض پر رد کر دینا جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف کے دو دور گذرے ہیں دور اول کا اختلاف صحابہ کا اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں صحابہ کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ (۱) حضرات خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ اس بات کے قائل تھے کہ مابقیہ ترکہ زوجین کے علاوہ تمام ذوی الفروض پر رد کر دیا جائے گا۔

(۲) حضرت زید بن ثابت کے نزدیک ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائے گا بلکہ بچا ہوا ترکہ بیت المال میں جمع کرنا ضروری ہوگا اور دور ثانی کا اختلاف ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔

(۱) ائمہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ زوجین کے علاوہ تمام اصحاب فرائض پر رد ہوگا۔ (۲) حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا لیکن متاخرین شوافع نے بیت المال کے غیر منظم ہونے کی صورت میں حنفیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے، امام مالکؒ کی بھی ایک روایت احناف کے مسلک کے مطابق ہے۔ (ردالمحتار ۵/۵۵۶ مکتبہ رشیدیہ پاکستان)

زوجین پر رد کب جائز ہوتا ہے؟

فائدہ: اگر میاں بیوی کے علاوہ میت کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو مثلاً ذوی الارحام مولی الموالات مقرلہ بالنسب علی الغیر اور موصیٰ لہ بجمیع المال نہ ہوں نیز بیت المال بھی نہ ہو یا بیت المال تو ہو لیکن شرعی نقطہ نظر سے غیر منظم ہو اس میں جمع شدہ مال صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا جاتا ہو تو ان صورتوں میں متاخرین احناف نے زوجین پر رُدّ کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ (ردالمحتار ۵/۵۵۶)

(۲/۳۰۴۷) وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُوْلِ وَالْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ يَتَوَارَثُ بِهٖ اَهْلُهٗ وَلَا يَرِثُ

الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَمَالُ الْمُرْتَدِّ لِوَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا اكْتَسَبَهُ فِيْ حَالِ رِدَّتِهِ فَيْءٌ.

ترجمہ: اور وارث نہیں ہوتا قاتل مقتول کا اور ہر قسم کا کفر ایک ہی مذہب ہے اس کے سبب سے کافر وارث ہوگا دوسرے کا اور وارث نہیں ہوتا مسلمان کافر کا نہ کافر مسلمان کا مرتد کا مال اس کے مسلم ورثاء کا ہے اور جو مال کمایا ہو اس نے ردت کی حالت میں وہ غنیمت ہے۔

تشریح: ان تمام مسائل کی تفصیل کتاب الفرائض کے شروع میں گذر چکی ہے۔

(۳/۳۰۴۸) وَإِذَا غَرِقَ جَمَاعَةٌ اَوْ سَقَطَتْ عَلَيْهِمْ حَائِطٌ فَلَمْ يُعْلَمْ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ اَوَّلًا فَمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ لِلْاَحْيَاءِ مِنْ وَرَثَتِهِ.

ترجمہ: اور اگر ایک جماعت ڈوب جائے یا ان پر دیوار گر جائے اور معلوم نہ ہو کہ پہلے کون مرا ہے تو ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثاء کے لئے ہے۔

ڈوب کر جل کر اور دب کر مرنے والوں کے احکام:

تشریح: اگر چند رشتے دار ایک ساتھ کسی حادثے میں مر جائیں مثلاً کشتی ڈوب جائے یا آگ لگ جائے یا دیوار چھت وغیرہ گر جائے یا میدان جنگ میں لڑتے ہوئے سب شہید ہو جائیں یا چند رشتہ دار کہیں دور دراز ملک میں چلے جائیں اور ان کی سب کی وفات ہو جائے اور کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس کی وفات پہلے اور کس کی وفات بعد میں ہوئی ہے (تقدیم وتاخیر ایک لمحہ کی بھی ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا) تو دوسرے زندہ ورثاء میں ان کی وراثت تقسیم کر دی جائے گی یہ لوگ (ایک حادثہ میں مرنیوالے) ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے یہی مختار مذہب ہے اسی پر فتویٰ ہے، مذکورہ حکم امام اعظمؒ کا آخری قول اور امام مالک وشافعی کا مختار مسلک ہے حضرت علی اور عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت بھی یہی ہے اور علامہ شامی نے اسی کو معتمد کہا ہے۔

مثال: باپ زید اور بیٹا عمر ایک ساتھ ڈوب کر مر گئے باپ نے اپنی بیوی رحیمہ، لڑکی کریمہ اور پوتا بکر (باپ کے ساتھ ڈوبنے والے بیٹے کا بیٹا) چھوڑا اور لڑکے نے بیوی رفیقہ ماں رحیمہ اور لڑکا بکر چھوڑا تو باپ اور بیٹے کا ترکہ دو جگہ الگ الگ تقسیم کیا جائے گا البتہ باپ کو بیٹے اور بیٹے کو باپ کی وراثت نہیں ملے گی تخریج یہ ہے۔

مسئلہ ۸

زید میت

زوجہ (رحیمہ)	بنت (کریمہ)	ابن الابن (بکر)
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

مسئلہ: ۲۴

عمر

میت

زوجہ (رفیقہ)	ام (رحیمہ)	ابن (بکر)
ثمن	سدس	عصبہ
۳	۴	۱۷

اور حضرت علی و ابن مسعودؓ کی ایک روایت یہ ہے کہ جب ایک ساتھ کئی رشتہ دار بیک وقت وفات پا جائیں تو اگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہو تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے اور اگر ایک جانب سے کسی کو وراثت مل رہی ہو تو وہ وارث ہوگا۔

(۴/۳۰۴۹) وَإِذَا اجْتَمَعَ لِلْمَجُوْسِيِّ قَرَابَتَانِ لَوْ تَفَرَّقَتْ فِيْ شَخْصَيْنِ وَرِثَ اَحَدُهُمَا مَعَ الْآخَرِ وُرِّثَ بِهِمَا.

ترجمہ: اور جب جمع ہوں مجوسی کی ایسی دو قرابتیں کہ اگر وہ متفرق ہوں دو شخصوں میں تو ایک دوسرے کا وارث ہو تو وارث ہوگا مجوسی ان میں سے ہر ایک کے ذریعہ سے۔

تشریح: جب۔

(۵/۳۰۵۰) وَلَا يَرِثُ الْمَجُوْسِيُّ بِالْاَنْكِحَةِ الْفَاسِدَةِ الَّتِيْ يَسْتَحِلُّوْنَهَا فِيْ دِيْنِهِمْ.

ترجمہ: اور وارث نہ ہوں گے مجوسی ان فاسد نکاحوں سے جن کو وہ حلال سمجھتے ہیں اپنے دین میں۔

تشریح: مجوسیوں کو ان فاسد نکاحوں کے سبب میراث نہیں ملے گی جن کو وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں مثلاً اپنی ماں بیٹی بہن سے نکاح کرنا وہ حلال سمجھتے ہیں کیوں کہ فاسد نکاح مسلمانوں کے حق میں مثبت توارث نہیں تو مجوسیوں کے حق میں بھی نہ ہوگا۔

(۶/۳۰۵۱) وَعَصَبَةُ وَلَدِ الزِّنَا وَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ مَوْلٰى اُمِّهِمَا.

ترجمہ: اور ولد زنا کا عصبہ اور ولد ملاعنہ کا عصبہ ان کی ماں کا آقا ہے۔

تشریح: زنا سے جو بچہ پیدا ہوا شرعی اعتبار سے اس کا باپ نہیں ہے یا جس عورت سے اس کے شوہر نے لعان کر لیا تو اس بچہ کا رشتہ باپ سے ختم ہو گیا اب وہ باپ ہی نہ رہا اس لئے نہ باپ وارث ہوگا اور نہ باپ کے رشتہ دار وارث ہوں گے، بلکہ اس کا تعلق ماں کے ساتھ ہو گیا اس لئے ماں وارث ہوگی اور ماں کے رشتہ دار وارث ہوں گے اور یہ لڑکا ماں کا وارث ہوگا اور ماں کی جانب سے جو رشتہ دار ہیں ان کا وارث ہوگا۔

تنبیه: ''مولیٰ'' آزاد کرنے والا اور عصبہ دونوں کو عام ہے یعنی جب ماں اصلاً آزاد ہو تو میراث اس کے موالی کے لئے ہے اور وہی عصبہ ہیں، اور اگر ماں آزاد شدہ ہے تو میراث اس کے معتق کے لئے ہے۔

(۳۰۵۲/۷) وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ حَمْلاً وُقِفَ مَالُهُ حَتّٰى تَضَعَ امْرَأَتُهُ حَمْلَهَا فِي قَوْلِ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمه: اور جو شخص مر گیا حمل چھوڑ کر تو موقوف رہے گا اس کا مال یہاں تک کہ جنے اس کی عورت اپنا حمل امام صاحب کے قول میں۔

حمل کی میراث کا بیان

تشریح: اس عبارت میں صاحب کتاب حمل کی میراث کو بیان کرتے ہیں اولاً یہ باتیں ذہن نشیں رکھیں کہ حمل کو بھی میراث ملتی ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو مرا ہوا بچہ پیدا ہوگا تو اس کو میراث نہیں ملے گی نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ مورِث کی موت کے وقت یقیناً پیٹ میں ہو اور یہ بات اس طرح معلوم ہو سکتی ہے کہ وہ اکثر مدت حمل کے اندر پیدا ہو اور حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور احناف کے نزدیک اکثر مدت دو سال ہے چنانچہ اگر مورث کی موت کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو وہ وارث ہوگا اس کے بعد پیدا ہوگا تو وارث نہیں ہوگا کیوں کہ اس صورت میں بوقت موت بچہ کا پیٹ میں ہونا یقینی نہیں، اب صورت مسئلہ سمجھیں اگر عورت قریب الولادت ہو اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہ کی جائے بلکہ تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھا جائے تاکہ تقسیم میں کوئی پریشانی نہ آئے اور قریب الولادت ہونے کا مدار عرف پر ہے اور بعض فقہاء نے ایک ماہ سے کم کو قریب اور اس سے زیادہ کو بعید کہا ہے، لیکن اگر ورثاء انتظار نہ کریں اور ولادت سے پہلے ہی ترکہ تقسیم کرنا چاہیں اور ولادت میں ابھی دیر ہو تو ترکہ تقسیم کر دینا چاہئے بلاوجہ تقسیم ترکہ میں دیر کرنا مناسب نہیں اس صورت میں ترکہ میں سے حمل کا حصہ روک لیا جائے گا اور ایک حمل سے عام طور پر ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے مگر کبھی زیادہ بھی پیدا ہوتے ہیں اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے بچوں کا حصہ روکا جائے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ چار لڑکوں یا چار لڑکیوں میں سے جن کا حصہ زیادہ ہو وہ حمل کے لئے روک لیا جائے باقی ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے امام محمدؒ سے یہ روایت مروی ہے کہ دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کا حصہ حمل کے لیے روکا جائے، تیسرا قول جو مفتی بہ ہے خصافؒ نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ ایک لڑکے یا ایک لڑکی کا حصہ حمل کے لئے روک لیا جائے کیوں کہ عموماً ایک حمل سے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے اور ورثاء سے ضامن لے لیا جائے کہ اگر بچے زیادہ پیدا ہوئے تو وہ ماخوذ ترکہ میں سے زائد بچوں کا حصہ واپس کر دیں گے، حمل کی توریث کا ضابطہ اور طریقہ کیا ہے، اس بارے میں مزید تفصیل سراجی فصل فی الحمل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰۵۳/۸) وَالْجَدُّ اَوْلٰی بِالْمِیْرَاثِ مِنَ الْاِخْوَۃِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی یُقَاسِمُہُمْ اِلَّا اَنْ تَنْقُصَہُ الْمُقَاسَمَۃُ مِنَ الثُّلُثِ.

ترجمہ: اور دادا زیادہ حقدار ہے میراث کا بھائیوں کے مقابلہ میں امام صاحب کے نزدیک اور فرمایا صاحبین نے کہ وہ بھائیوں کے برابر پائے گا مگر یہ کہ کم پہنچے اس کو برابر تقسیم کرنے میں تہائی سے۔

دادا اور بھائی بہنوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا بیان

تشریح: اس عبارت میں صاحب کتاب دادا اور بھائی بہنوں کے درمیان تقسیم ترکہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں، متن میں لفظ 'مقاسمۃ' آیا ہے یہ باب مفاعلہ سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں آپس میں تقسیم کرنا اور اصطلاح میں تقسیم ترکہ میں دادا کو ایک بھائی کی مانند سمجھنا، دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کے محروم ہونے نہ ہونے کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی دو رائیں تھیں۔

پہلی رائے: حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہن محروم ہوں گے، صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت اسی کی تائید کرتی ہے امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور یہی مفتی بہ قول بھی ہے۔

دوسری رائے: حضرت زید بن ثابت کے نزدیک حقیقی بھائی بہن کو دادا کے ساتھ وراثت ملے گی ائمہ ثلاثہ اور احناف میں سے صاحبین اسی کے قائل ہیں۔

اب آپ کے سامنے مقاسمۃ الجد کی دو صورتیں بیان کی جاتی ہیں جو ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی رائے کے مطابق ہیں مگر صاحبین کا قول مفتی بہ نہیں ہے۔

(۱) دادا کے ساتھ صرف حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہوں تو دادا کو مقاسمہ اور پورے ترکہ کی تہائی میں سے جو مفید ہوگا وہ ملے گا یعنی دادا کو ایک بھائی فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ترکہ ملتا ہے تو دادا کو مقاسمہ کے طریقے پر ترکہ دیا جائے گا اور اگر پورے ترکہ کی تہائی دینے میں دادا کو زیادہ ملتا ہے تو پورے ترکہ کی تہائی دی جائے گی۔

(۲) دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہوں اور ذوی الفروض میں سے بھی کوئی ہو، تو اس صورت میں دادا کو مقاسمہ اور ثلث باقی اور سدس کل میں سے جو زیادہ ہوگا وہ ملے گا یعنی اگر مقاسمہ کے طریقہ پر دینے میں دادا کو زیادہ ملتا ہے تو مقاسمہ کے طریقے پر دادا کو دیا جائے گا اور اگر اصحاب فرائض کو دینے کے بعد جو مال بچا ہے اس کی تہائی (ثلث باقی) زیادہ ہے، تو دادا کو ما بقیہ کی تہائی دی جائے گی اور اگر پورے ترکہ کا سدس زیادہ ہے تو دادا کو پورے ترکہ کا سدس دیا جائے گا۔

(۳۰۵۴/۹) وَاِذَا اجْتَمَعَ الْجَدَّاتُ فَالسُّدُسُ لِاَقْرَبِهِنَّ.

ترجمہ: اور جب جمع ہو جائیں جدات تو چھٹا حصہ اس کو ملے گا جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

دادی کے وارث ہونے کی صورت

تشریح: اگر کوئی حاجب نہ ہو تو جدۂ صحیحہ کو 'سدس' ملے گا خواہ وہ پدری (دادی) ہو یا مادری (نانی) اور خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ فاسدہ نہ ہوں بلکہ صحیحہ ہوں اور مرتبہ میں برابر ہوں یعنی اگر ایک جدہ ایک واسطہ سے نانی ہو تو دوسری بھی ایک ہی واسطہ سے دادی ہو اگر ایک قریب کی ہو خواہ کسی رشتہ کی ہو دور والی کو ساقط کر دیتی ہے خواہ باپ کی جانب کی ہو یا ماں کی جانب کی اور قریب والی وارث ہو رہی ہو یا ساقط۔

(۱۰/۳۰۵۵) وَيَحْجُبُ الْجَدُّ أُمَّهُ.

ترجمہ: محجوب کر دیتا ہے دادا اپنی ماں کو۔

تشریح: دادا کی وجہ سے وہ دادیاں ساقط ہو جاتی ہیں جو دادا کے واسطہ سے ہیں مثلاً دادا کی ماں دادا کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی مگر دادی یعنی دادا کی بیوی دادا کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی کیوں کہ دادی کا میت سے رشتہ جوڑنے میں دادا کا واسطہ نہیں آتا اسی طرح پردادا کی وجہ سے پردادا کی بیوی (دادا کی ماں) ساقط نہیں ہوگی اسی طرح اوپر کی دادیوں کا حال سمجھ لینا چاہئے۔

(۱۱/۳۰۵۶) وَلَا تَرِثُ أُمُّ أَبِ الْأُمِّ بِسَهْمٍ.

ترجمہ: اور وارث نہیں ہوتی ماں کے باپ کی ماں کچھ بھی۔

تشریح: ماں کے باپ کی ماں، ماں کی دادی ہوئی اور میت کی پرنانی ہوئی اور پرنانی جدۂ فاسدہ کے دائرہ میں آئے گی اور شریعت نے جدۂ صحیحہ کو ورثاء کی فہرست میں شمار کیا ہے اور جدۂ فاسدہ کو وارثین کی فہرست سے خارج کر دیا ہے کیوں کہ وہ ذوی الارحام میں آتی ہے اس لئے فرمایا کہ نانا کی ماں وارث نہ ہوگی۔

(۱۲/۳۰۵۷) وَكُلُّ جَدَّةٍ تَحْجُبُ أُمَّهَا.

ترجمہ: ہر جدہ محجوب کر دیتی ہے اپنی ماں کو۔

تشریح: دادی ماں کے درجہ میں ہے اور ماں ہو تو دادی اور نانی محروم ہو جاتی ہیں اسی طرح دادی اپنی ماں کو محجوب کر دیتی ہے۔

باب ذوی الارحام

(ذوی الارحام کا بیان)

اصحاب فرائض اور عصبات وغیرہ کی تفصیلی بحث سے فارغ ہونے کے بعد ذوی الارحام کو بیان کرتے ہیں، رَحِمٌ، رِحْمٌ کی جمع ہے اَرْحَام بچہ دانی مطلقا رشتہ داری، ذوالرحم، رشتہ دار خواہ رشتہ باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے۔

اصطلاحی تعریف: میت کے وہ رشتہ دار جن کا حصہ قرآن وحدیث میں مقرر نہیں ہے نہ اجماع سے طے پایا ہے اور نہ وہ عصبات ہیں جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں بھانجہ اور نواسہ۔

(۱/۳۰۵۸) وَاِذَا لَمْ یَکُنْ لِلْمَیِّتِ عَصَبَةٌ وَلَا ذُوْسَهْمٍ وَرِثَهٗ ذُوْوالْاَرْحَامِ.

ترجمہ: جب نہ ہو میت کا عصبہ اور نہ ذوی الفروض تو وارث ہوں گے اس کے ذوی الارحام۔

ذوی الارحام کی توریث میں اختلاف:

تشریح: جب ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے یا نہیں تو اس سلسلہ میں دور صحابہ سے اختلاف چلا آرہا ہے چناں چہ اس بارے میں اکثر صحابہ وتابعین کی رائے یہ ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا، احناف اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے لیکن صحابہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کا مسلک یہ ہے کہ ایسی صورت میں ترکہ بیت المال (اسلامی سرکاری خزانہ) میں رکھ دیا جائے گا ذوی الارحام کو نہیں دیا جائے گا امام مالک وشافعی کا یہی مسلک ہے۔

فائدہ: جو فقہاء، نادار لاچار اور کمانے سے عاجز مسلمانوں کی امداد کی غرض سے بیت المال میں ترکہ رکھنے کی رائے رکھتے ہیں ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ بیت المال شرعی نظم وضبط کے مطابق چلتا ہو مال صحیح مصرف میں خرچ ہوتا ہو اب چوں کہ اس طرح کا کوئی بیت المال موجود نہیں اس لئے متاخرین مالکیہ نے تیسری صدی ہجری کے بعد ذوی الارحام کو ترکہ دینے کا فتویٰ دیا ہے اور فقہاء شافعیہ کی بھی یہی رائے ہے، لہٰذا اب کوئی اختلاف باقی نہیں۔ (المواریث ص۱۸۳)

(۲/۳۰۵۹) وَهُمْ عَشَرَةٌ وَلَدُ الْبِنْتِ وَوَلَدُ الْاُخْتِ وَبِنْتُ الْاَخِ وَبِنْتُ الْعَمِّ وَالْخَالُ وَالْخَالَةُ

وَاَبُو الْاُمِّ وَالْعَمُّ لِاُمٍّ وَالْعَمَّةُ وَوَلَدُ الْاَخِ مِنَ الْاُمِّ وَمَنْ اَدْلٰى بِهِمْ.

ترجمہ: اور وہ دس ہیں: بیٹی کی اولاد، بہن کی اولاد، بھائی کی بیٹی، چچا کی بیٹی، ماموں، خالہ، نانا، اخیافی چچا، پھوپھی، اخیافی بھائی کی اولاد اور جوان سے متعلق ہوں۔

ذوی الارحام کی اقسام کا بیان

تشریح: اس عبارت میں ذوی الارحام کی اقسام کا بیان ہے، استحقاق ارث کے اعتبار سے عصبات کی طرح ذوی الارحام کی بھی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں یعنی (۱) بیٹی کی مذکر و مؤنث اولاد (نواسہ، نواسی، پرنواسہ، پرنواسی نیچے تک) (۲) پوتی کی مذکر و مؤنث اولاد نیچے تک۔

دوسری قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے یعنی (۱) جد فاسد (نانا اور نانا کا باپ اوپر تک) (۲) جدۂ فاسدہ (نانا کی ماں، نانا کی ماں کی ماں)۔

تیسری قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتے ہیں یعنی (۱) حقیقی علاتی اور اخیافی بہن کی مذکر و مؤنث اولاد۔

(۲) حقیقی علاتی اور اخیافی بھائی کی لڑکیاں اور ان بھائیوں کے لڑکوں اور پوتوں کی لڑکیاں۔ (۳) اخیافی بھائیوں کے لڑکے اور ان لڑکوں کی مذکر و مؤنث اولاد۔

چوتھی قسم: وہ ذوی الارحام ہیں جو میت کے دادا اور دادی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، خواہ جد صحیح اور جدۂ صحیحہ ہوں یا جد فاسد اور جدۂ فاسدہ جیسے (۱) باپ کی حقیقی علاتی اور اخیافی بہنیں (پھوپھیاں) اور ان سب پھوپھیوں کے لڑکے لڑکیاں نیچے تک۔ (۲) باپ کے اخیافی بھائی (اخیافی چچا) اور ان کے لڑکے لڑکیاں نیچے تک، حقیقی اور علاتی چچا عصبہ ہوتے ہیں اس لئے ذوی الارحام میں اخیافی کی قید لگائی گئی ہے۔

(۳) ماں کے حقیقی علاتی اور اخیافی بھائی (ماموں) اور ان کے لڑکے لڑکیاں نیچے تک۔ (۴) ماں کی حقیقی علاتی اور اخیافی بہنیں (خالہ) اور ان خالاؤں کی مذکر و مؤنث اولاد نیچے تک۔

فائدہ: علامہ شامی نے چوتھی قسم کے ذوی الارحام کو اور تفصیل سے لکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) حقیقی اور علاتی چچا کی لڑکیاں اور ان سب کی اولاد نیچے تک۔ (۲) میت کے باپ کے اخیافی چچا اور حقیقی علاتی اور اخیافی پھوپھیاں خالائیں اور ماموں (۳) میت کی ماں کے حقیقی علاتی اور اخیافی چچا، پھوپھیاں، خالائیں اور ماموں۔ (۴) پھر جتنی قسمیں گذری ہیں ان سب کی اولاد در اولاد اخیر تک۔

فَاَوْلٰهُمْ مَنْ كَانَ مِنْ وَلَدِ الْمَيِّتِ ثُمَّ وَلَدِ الْاَبَوَيْنِ اَوْ اَحَدِهِمَا وَهُمْ بَنَاتُ الْاِخْوَةِ (۳/۳۰۶۰)

وَاَوْلَادُ الْاَخَوَاتِ ثُمَّ وَلَدُ اَبَوَیْ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا وَهُمُ الْاَخْوَالُ وَالْخَالَاتُ وَالْعَمَّاتُ.

ترجمہ: ان میں سب سے اولیٰ وہ ہے جو میت کی اولاد ہو پھر وہ جو ماں باپ کی یا ان میں سے ایک کی اولاد ہو اور وہ بھتیجیاں اور بہنوں کی اولاد ہیں، پھر والدین کے والدین کی یا ان میں سے ایک کی اولاد ہے اور وہ ماموں خالائیں اور پھوپھیاں ہیں۔

ذوی الارحام کی اقسام میں ترجیح:

تشریح: اس عبارت میں ذوی الارحام کی اقسام میں ترجیح بیان کرتے ہیں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں۔ (۱) وراثت کے لئے سب سے مقدم دوسری قسم ہے، پھر پہلی قسم (۲) وراثت کے لئے سب سے مقدم پہلی قسم ہے، پھر دوسری پھر تیسری پھر چوتھی، جیسا کہ عصبات میں ترجیح کی یہی ترتیب ہے اسی دوسری روایت پر فتویٰ ہے۔

صاحبین ذوی الارحام کی تیسری قسم (یعنی بھائی بہنوں کی اولاد) کو جد فاسد یعنی دوسری قسم پر ترجیح دیتے ہیں۔

اعتراض: صاحبین کا مذہب الجوہرۃ النیرۃ وغیرہ میں جو مذکور ہے متعارض ہے اس لئے کہ "باب الرد" مسئلہ (۸) میں صاحبین دادا کو بھائیوں کے ساتھ محروم نہیں کرتے اور یہاں محروم کر دیتے ہیں (اس لئے فتویٰ امام اعظمؒ کے قول پر ہے)

(۴/۳۰۶۱) وَاِذَا اسْتَوٰی وَلَدُ اَبٍ فِیْ دَرَجَةٍ فَاَوْلٰهُمْ مَنْ اَدْلٰی بِوَارِثٍ وَاَقْرَبُهُمْ اَوْلٰی مِنْ اَبْعَدِهِمْ.

ترجمہ: اور جب برابر ہوں باپ کی اولاد درجہ میں تو ان میں اولیٰ وہ ہے جو میت کے زیادہ قریب ہو کسی وارث کے ذریعہ سے اور قریب والا اولیٰ ہوگا بعیدی رشتہ والے سے۔

قوت قرابت وجہ ترجیح ہوگی

تشریح: اگر سب اولاد برابر رشتہ کی ہو اور بعض وارث کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی تو وارث کی اولاد، وارث ہوگی اور ذوی الارحام کی اولاد محروم ہوگی، یعنی قوت قرابت وجہ ترجیح ہوگی جیسے ایک بیٹی کی نواسی ہے اور دوسرے بیٹے کی نواسی ہے میت کے لئے دونوں کی رشتہ داری برابر درجہ کی ہے لیکن بیٹے کی بیٹی یعنی پوتی وارث ہے اس لئے اس کی بیٹی یعنی بیٹے کی نواسی کو دیا جائے گا اور بیٹی کی بیٹی وارث نہیں ہے اس لئے اس کی نواسی کو نہیں دیا جائے گا اس کے بعد ایک قاعدہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اولاد میت سے رشتہ میں قریب ہوں اور بعض دور تو قریب والی اولاد وارث ہوگی اور دور والی محروم ہوگی یعنی 'الاقرب فالاقرب' کا قاعدہ جاری ہوگا جیسے نواسی (بیٹی کی بیٹی) اور پوتی کی لڑکی ہو تو نواسی وارث ہوگی اور پوتی کی لڑکی محروم ہوگی کیوں کہ نواسی ایک درجہ اقرب ہے۔

(۳۰۶۲/۵) وَاَبُو الْاُمِّ اَوْلٰی مِنْ وَلَدِ الْاَخِ وَالْاُخْتِ.

ترجمہ: اور نانا اولیٰ ہے بھائی بہن کی اولاد سے۔

تشریح: میت کی بھتیجی ہو، یا بھانجا ہو اور بھانجی ہو اور نانا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نانا مقدم ہوگا بھتیجی، بھانجا اور بھانجی سے، جیسا کہ مفتی بہ روایت مسئلہ (۳) میں گذر چکی ہے کہ قسم ثانی مقدم ہوگی قسم ثالث پر۔

(۳۰۶۳/۶) وَالْمُعْتِقُ اَحَقُّ بِالْفَاضِلِ مِنْ سَهْمِ ذَوِی السِّهَامِ اِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ سِوَاهُ.

حل لغت: سهم ذوی السهام: حصے والا کا حصہ۔

ترجمہ: اور آزاد کرنے والا زیادہ حقدار ہے، بچے ہوئے مال کا ذوی الفروض سے جب کہ نہ ہو کوئی عصبہ اس کے علاوہ۔

تشریح: آزاد شدہ غلام مرا اس نے اصحاب فرائض اور عصبہ کے طور پر آزاد کرنے والے آقا کو چھوڑا، آقا کے علاوہ کوئی قریبی عصبہ نہیں تھا تو ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد بقیہ مال آزاد کرنے والے آقا کو ملے گا، اور ذوی الارحام محروم ہوں گے۔

(۳۰۶۴/۷) وَمَوْلَى الْمُوَالَاتِ يَرِثُ.

ترجمہ: اور مولی الموالات وارث ہوتا ہے۔

تشریح: ذوی الفروض عصبات اور ذوی الارحام کی عدم موجودگی میں ترکہ مولی الموالات میں تقسیم ہوگا، موالات کے معنی ہیں دوستی کرنا اور فقہ کی اصطلاح میں ایک خاص قسم کے معاہدہ کو موالات کہا جاتا ہے۔

احناف کے نزدیک میراث میں یہ عقد معتبر ہے شوافع کے نزدیک معتبر نہیں۔

(۳۰۶۵/۸) وَاِذَا تَرَكَ الْمُعْتَقُ اَبَ مَوْلَاهُ وَابْنَ مَوْلَاهُ فَمَالُهُ لِلْاِبْنِ عِنْدَهُمَا وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْاَبِ السُّدُسُ وَالْبَاقِیْ لِلْاِبْنِ.

ترجمہ: اور جب چھوڑا آزاد شدہ نے اپنے آقا کے باپ اور اپنے آقا کے بیٹے کو، تو اس کا مال بیٹے کا ہے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ باپ کے لئے چھٹا حصہ ہے اور باقی بیٹے کے لئے ہے۔

تشریح: اگر معتق کے متعدد عصبات ہوں مثلاً آزاد شدہ غلام نے اپنے آزاد کرنے والے کے باپ کو اور بیٹے کو چھوڑا دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے آزاد کرنے والے کے بیٹے اور دادا کو چھوڑا تو ان دونوں صورتوں میں طرفین کے نزدیک باپ اور دادا محروم ہوں گے اور تمام ترکہ معتق کے لڑکے کو ملے گا برخلاف امام ابو یوسفؒ کے کہ وہ دوسری صورت میں معتق کے دادا کے محروم ہونے کے تو قائل ہیں گویا دوسرا مسئلہ تو متفق علیہ ہے مگر پہلی صورت میں ان کا

مذہب یہ ہے کہ ولاء کا چھٹا حصہ ۱/۶ باپ کو ملے گا اور باقی ماندہ لڑکے کو ملے گا، مفتی بہ قول طرفین کا ہے۔

(۹/۳۰۶۶) فَإِنْ تَرَكَ جَدَّ مَوْلَاهُ وَاَخَا مَوْلَاهُ فَالْمَالُ لِلْجَدِّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: اگر آزاد شدہ غلام نے آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی چھوڑا تو مال دادا کا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ مال دونوں کا ہوگا۔

تشریح: آزادشدہ غلام نے آقا کے دادا اور اس کے بھائی کو چھوڑا تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ سارا مال دادا کے لئے ہوگا اور آقا کا بھائی محروم ہوگا کیوں کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی یا علاتی بھائی بہنیں وارث نہیں ہوسکتے بلکہ محروم ہوجائیں گے، فکذا فی الولاء اسی پر حنفیہ کا فتویٰ ہے، صاحبین کے نزدیک دادا کی موجودگی میں حقیقی یا علاتی بھائی بہنیں محروم نہ ہوں گے بلکہ دادا کو ایک بھائی کے درجہ میں رکھ کر وراثت تقسیم ہوگی لہٰذا دادا اور بھائی کو ولاء بھی نصفا نصف ملے گی۔

(۱۰/۳۰۶۷) وَلَا يُبَاعُ الْوَلَاءُ وَلَا يُوْهَبُ.

ترجمہ: اور نہ بیچا جائے ولاء کو اور نہ ہبہ کیا جائے۔

ولاء کی بیع اور ہبہ کے ناجائز ہونے کی وجہ:

تشریح: ولاء الموالاۃ اور ولاء العتاقہ (تعریفات انوار القدوری جلد دوم کتاب الولاء میں دیکھیں) کی بیع دو وجہ سے ناجائز ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے حقوق شرعیہ ہیں جو قابل انتقال نہیں ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اس بیع میں دھوکہ پایا جارہا ہے وہ اس طرح کہ مشتری کی طرف سے ثمن کا ملنا یقینی ہے لیکن دوسری جانب سے معلوم نہیں کہ مشتری کو کچھ ملے گا بھی یا نہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ مشتری حصول ولاء سے پہلے ہی مرجائے اور اگر مشتری کو ولاء ملے بھی تو پتہ نہیں کہ کتنی ملے گی؟ تو مشتری کی طرف سے رقم کی ادائیگی بطور ثمن کے یقینی ہے جب کہ دوسری طرف سے عوض کا ملنا یقینی نہیں ہے بلکہ متوہم ہے اور یہی دھوکہ ہے اور موالاۃ کے ہبہ میں ناجائز ہونے کی صرف پہلی وجہ پائی جارہی ہے، کہ یہ قابل انتقال نہیں ہے البتہ اس میں دھوکہ والی وجہ نہیں ہوسکتی کیوں کہ دھوکہ تو صرف عقود معاوضہ میں حرام ہوتا ہے عقود تبرع میں دھوکہ حرام اور ناجائز نہیں ہوتا۔

☆☆☆

باب حساب الفرائض

(مسئلہ بنانے کے قواعد کا بیان)

ضروری نوٹ: قرآن کریم کے اندر وارثین کے جن حصوں کی مقدار متعین کردی گئی ہے وہ کل چھ ہیں جن کو دو کالموں میں پیش کیا جاتا ہے۔

کالم اول	کالم ثانی
نصف	ثلثان
ربع	ثلث
ثمن	سدس

اب دونوں کالموں میں پانچ اصول قائم ہوں گے (۱) اگر صرف ایک حصہ پانے والے آجائیں تو اس حصہ کے ہمنام والے عدد سے مسئلہ بنائیں گے مثلاً اگر نصف پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۲/ سے بنے گا، ربع پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۴/ سے بنے گا، ثمن پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۸/ سے بنے گا، ثلث یا ثلثان پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۳/ سے بنے گا سدس پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۶/ سے بنے گا۔

(۲) ایک کالم کے متعدد سہام پانے والے آجائیں تو چھوٹے والے سہام کے عدد سے مسئلہ بنائیں گے مثلاً نصف اور ربع پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۴/ سے بنے گا۔

(۳) کالم اول کا نصف کالم ثانی کے کسی سہم سے بھی مل جائے تو مسئلہ ۶/ سے بنائیں گے مثلاً نصف پانے والے اور ثلث پانے والے یا نصف پانے والے اور سدس پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۶/ سے بنے گا۔

(۴) کالم اول کا ربع کالم ثانی کے کسی سہم سے بھی مل جائے تو مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا مثلاً ربع پانے والے اور ثلث پانے والے آجائیں تو مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا۔

(۵) کالم اول کا ثمن کالم ثانی کے کسی سہم سے بھی مل جائے تو مسئلہ ۲۴ سے بنے گا۔

(۱/۳۰۶۸) اِذَا كَانَ فِي الْمَسْئَلَةِ نِصْفٌ وَنِصْفٌ اَوْ نِصْفٌ وَمَا بَقِيَ فَاَصْلُهَا مِنَ اثْنَيْنِ.

ترجمہ: جب مسئلہ میں دو نصف ہوں یا ایک نصف اور مابقیہ ہو تو اصل مسئلہ دو سے بنے گا۔

تشریح: جب مسئلہ میں دو نصف ہوں مثلاً میت ایک شوہر اور ایک حقیقی بہن چھوڑے یا ایک نصف ہو اور باقی ہو مثلاً شوہر اور چچا چھوڑے تو دونوں صورتوں میں مسئلہ دو سے بنے گا۔

(۲/۳۰۶۹) وَاِنْ كَانَ فِيهَا ثُلُثٌ وَمَا بَقِيَ اَوْ ثُلُثَانِ وَمَا بَقِيَ فَاَصْلُهَا مِنْ ثَلٰثَةٍ.

ترجمہ: اور اگر ہو اس میں تہائی اور مابقیہ یا دو تہائی اور مابقیہ تو اصل مسئلہ تین سے بنے گا۔

تشریح: ثلث اور مابقیہ کی مثال مثلاً ماں اور چچا وارث ہوں، ثلثان اور مابقیہ جیسے دو لڑکیاں اور چچا وارث ہوں تو اصل مسئلہ تین سے بنے گا۔

مسئلہ: ۳

میت ——— عاطف

۲ر لڑکیاں	چچا
ثلثان	عصبہ
۲	۱

(۳/۳۰۷۰) وَاِنْ كَانَ فِيهَا رُبُعٌ وَمَا بَقِيَ اَوْ رُبُعٌ وَنِصْفٌ فَاَصْلُهَا مِنْ اَرْبَعَةٍ.

ترجمہ: اور اگر ہو اس میں ربع اور مابقیہ یا ربع اور نصف تو اصل مسئلہ ۴ر سے ہوگا۔

تشریح: ربع اور مابقیہ کی مثال جیسے ایک بیوی اور چچا چھوڑا تو مسئلہ ۴ر سے بنے گا۔

مسئلہ: ۴

مثال میت ——— خویلد

زوجہ	عم
ربع	عصبہ بنفسہ
۱	۳

ربع اور نصف کی مثال:

مسئلہ: ۴

مثال میت ———

شوہر	ایک بیٹی	چچا
۱	۲	۱

(۴/۳۰۷۱) وَاِنْ كَانَ فِيهَا ثُمُنٌ وَمَا بَقِيَ اَوْ ثُمُنٌ وَنِصْفٌ فَاَصْلُهَا مِنْ ثَمَانِيَةٍ.

ترجمہ: اور اگر ہو اس میں ثمن اور مابقیہ یا ثمن اور نصف تو اصل مسئلہ ۸ر سے بنے گا۔

تشریح: ثمن اور مابقیہ کی مثال:

مسئلہ: ۸

مثال میت ـــــــــــ زاہد

زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ بنفسہ
۱	۷

مسئلہ: ۸

ثمن اور نصف کی مثال میت ـــــــــــ ساجد

بیوی	ایک بیٹی	چچا
۱	۴	۳

(۵/۳۰۷۲) وَاِنْ كَانَ فِيْهَا نِصْفٌ وَثُلُثٌ اَوْ نِصْفٌ وَسُدُسٌ فَاَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَتَعُوْلُ اِلَى سَبْعَةٍ وَثَمَانِيَةٍ وَتِسْعَةٍ وَعَشَرَةٍ.

ترجمہ: اور اگر ہو اس میں نصف اور ثلث یا نصف اور سدس تو اصل مسئلہ ٦/ سے بنے گا، جو عول کرے گا سات آٹھ نو دس کی طرف۔

عول کے لغوی واصطلاحی معنی

تشریح: عول کے لغوی معنی زیادتی اور غلبہ کے ہیں عربی محاورہ ہے عال المیز انُ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب ترازو کا ایک پلڑا دوسرے پلڑے میں زیادتی کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: مخرج سے حصوں کے بڑھ جانے کی صورت میں مخرج کے اجزاء میں اضافہ کرنا جیسے ایک خربوزہ چار میں تقسیم کرنا ہو تو اس کے چار حصے کریں گے لیکن اگر لینے والے پانچ ہو جائیں تو اس کے چار کے بجائے پانچ حصے کریں گے یہی مطلب مخرج کے اجزاء میں اضافہ کا ہے اور اسی کا نام عول ہے۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ ٦/ کا عول ۱۰/ تک آتا ہے ہر ایک کی مثال ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ $\frac{۷}{۶}$

میت ـــــــــــ نزہت

شوہر	حقیقی بہن	اخیافی بہن
نصف	نصف	سدس
۳	۳	۱

مسئلہ ع $\frac{۸}{۶}$

میت ——— نکہت

شوہر	۲؍حقیقی بہنیں	ام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

مسئلہ ع $\frac{۹}{۶}$

میت ——— عشرت

شوہر	۲؍حقیقی بہنیں	۲،اخیافی بہنیں
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

مسئلہ ع $\frac{۱۰}{۶}$

میت ——— رفعت

شوہر	۲؍حقیقی بہنیں	۲؍اخیافی بہنیں	ام
۳	۴	۲	۱

(۶/۳۰۷۳) وَاِنْ كَانَ مَعَ الرُّبْعِ ثُلُثٌ اَوْ سُدُسٌ فَاَصْلُهَا مِنَ اثْنَىْ عَشَرَ وَتَعُوْلُ اِلٰى ثَلٰثَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ وَسَبْعَةَ عَشَرَ.

ترجمہ: اوراگر ہو ربع کے ساتھ ثلث یا سدس تو اصل مسئلہ بارہ سے بنے گا، جو عول کرے گا تیرہ پندرہ سترہ کی طرف۔

تشریح: اگر مسئلہ میں ربع کے ساتھ ثلث یا سدس ہو تو اصل مسئلہ بارہ سے بنے گا اور بارہ کا عول تیرہ، پندرہ اور سترہ آتا ہے یعنی طاق عدد میں عول آتا ہے، ہر ایک کی مثال ذیل میں درج ہے۔

مسئلہ ع $\frac{۱۳}{۱۲}$

میت ——— ظفر

بیوی	دو حقیقی بہنیں	ایک اخیافی بہن
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

مسئلہ ع ۱۵/۱۲

میت ـــــــــــــــ ظفیر

بیوی	دو حقیقی بہنیں	دو اخیافی بہنیں
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

مسئلہ ع ۱۷/۱۲

میت ـــــــــــــــ مظفر

بیوی	دو حقیقی بہنیں	۲ر اخیافی بہنیں	ماں
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۸	۴	۲

(۳۰۷۴/۷) وَاِذَا كَانَ مَعَ الثُّمُنِ سُدُسَانِ اَوْ ثُلُثَانِ فَاَصْلُهَا مِنْ اَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ وَتَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ.

ترجمہ: اور جب ہو ثمن کے ساتھ دو سدس یا دو ثلث تو اصل مسئلہ چوبیس سے بنے گا اور عول کرے گا ستائیس کی طرف۔

تشریح: اگر ثمن کے ساتھ سدسان یا ثلثان ہوں تو اصل مسئلہ ۲۴ر سے ہوگا اور جمہور امت کے نزدیک ۲۴ر کا عول صرف ۲۷ر آتا ہے، اس کے علاوہ نہیں آتا مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ۲۴ر کے دو عول آتے ہیں (۱) ۲۷ر (۲) ۳۱ر جمہور امت کا فتویٰ حضرات جمہور کے قول کے مطابق ہے۔

۲۴ر کا عول عندالجمہور

مسئلہ ع ۲۷/۲۴

میت ـــــــــــــــ کریمہ

بیوی	دو لڑکیاں	ماں	باپ
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
۳	۱۶	۴	۴

۲۴ کا عول عندابن مسعود

مسئلہ $\frac{۳۱}{۲۴}$ع

میت ——————— کریمہ

بیوی	ابن (کافر یا قاتل)	ام	۲/حقیقی بہنیں	۲/اخیافی بہنیں
ثمن	محروم	سدس	ثلثان	ثلث
۳		۴	۱۶	۸

لیکن جمہور فقہاء اور احناف کے نزدیک بارہ سے مسئلہ بنے گا اور سترہ سے عائلہ ہوجائے گا جیسے

مسئلہ $\frac{۱۷}{۱۲}$ع

میت ——————— افروز

بیوی	ماں	۲/حقیقی بہنیں	۲/اخیافی بہنیں	ابن (کافر)
ربع	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۲	۸	۴	

(۳۰۷۵/۸) وَاِذَا انْقَسَمَتِ الْمَسْئَلَةُ عَلَى الْوَرَثَةِ فَقَدْ صَحَّتْ وَاِنْ لَّمْ تَنْقَسِمْ سِهَامُ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ عَلَيْهِمْ فَاضْرِبْ عَدَدَهُمْ فِيْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا اِنْ كَانَتْ عَائِلَةً فَمَا خَرَجَ صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْئَلَةُ كَامْرَأَةٍ وَاَخَوَيْنِ لِلْمَرْأَةِ الرُّبُعُ سَهْمٌ وَلِلْاَخَوَيْنِ مَا بَقِيَ ثَلٰثَةُ اَسْهُمٍ وَلَا تَنْقَسِمُ عَلَيْهِمَا فَاضْرِبْ اثْنَيْنِ فِيْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فَتَكُوْنُ ثَمَانِيَةً وَمِنْهَا تَصِحُّ الْمَسْئَلَةُ.

ترجمہ: اور جب برابر تقسیم ہوجائے مسئلہ ورثاء پر تو وہ صحیح ہوگیا اور اگر تقسیم نہ ہوں ان میں سے کسی ایک فریق کے حصے ان پر تو ضرب دے اس فریق کے عدد کو اصل مسئلہ میں اور اس کے عول میں اگر عول والا ہو پس جو حاصل ضرب ہو اس سے مسئلہ صحیح ہوگا جیسے بیوی اور دو بھائی کہ بیوی کا ربع ہے ایک حصہ اور دو بھائیوں کے لئے بقیہ تین حصے ہیں جو ان پر تقسیم نہیں ہوتے پس ضرب دے دو کو اصل مسئلہ میں تو یہ آٹھ ہوجائیں گے اور اسی سے مسئلہ صحیح ہوگا۔

تصحیح کا بیان

تشریح: اگر ہر فریق کے حصے ان کے رؤس پر بلا کسر تقسیم ہوجائیں تو ضرب کی کوئی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۶

مثال میت ———————

ماں	باپ	لڑکی	لڑکی
سدس	سدس وعصبہ	ثلثان	
۱	۱	۲	۲

اس مثال میں چھ سے مسئلہ بنا ماں اور باپ کو ایک ایک سہام ملے اور دونوں لڑکیوں کو دو دو سہام ملے ہر وارث پر سہام بلا کسر تقسیم ہو گئے اس لئے ضرب کی ضرورت نہیں پڑی، اور اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے سہام ورؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی تصحیح سے ہر فریق کے سہام نکالنے کے لئے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو مضروب میں ضرب دیا جائے گا، مثلاً کسی نے ایک بیوی اور دو بھائی وارث چھوڑے، تو چوتھائی مال زوجہ کا ہے اور باقی دو بھائیوں کا لیکن باقی تین حصے ہیں جو ان دونوں پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتے، لہٰذا دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دی جائیگی اور اصل مسئلہ چار سے ہے تو دو کو چار میں ضرب دینے سے آٹھ ہو گئے پس آٹھ سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی یعنی زوجہ کو دو سہام اور ہر بھائی کو تین تین سہام ملیں گے۔

مسئلہ $\frac{\text{۸}}{\text{۴}}$ ع

مثال میت

بیوی		بھائی	③	بھائی
$\frac{\text{۱}}{\text{۴}}$		۳		۳

عول میں ضرب دینے کی مثال

مسئلہ ت $\frac{\text{۴۵}}{}$ ع $\frac{\text{۱۵}}{\text{۱۲}}$

میت ذکری

شوہر	باپ	ماں	۶ رلڑکیاں
ربع	سدس وعصبہ	سدس	ثلثان
$\frac{\text{۳}}{\text{۹}}$	$\frac{\text{۲}}{\text{۶}}$	$\frac{\text{۲}}{\text{۶}}$	$\frac{\text{۸}}{\text{۲۴}}$

وضاحت: یہ مسئلہ عائلہ ہے شوہر کو تین سہام باپ کو دو سہام اور ماں کو دو سہام ملے ہیں ان میں سے کسی پر کسر واقع نہیں ہوتی مگر چھ لڑکیوں کو آٹھ سہام ملے ہیں جو ان پر برابر تقسیم نہیں ہوتے اور عدد رؤس (چھ) اور سہام (آٹھ) میں توافق بالنصف ہے چھ کا وفق 'تین' اور آٹھ کا وفق 'چار' ہے۔

پس چھ کے وفق '۳' کو عول ۱۵ رمیں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۴۵ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی پھر تصحیح سے مذکورہ بالا طریقہ پر ہر فریق کے سہام نکالے گئے۔

(۳۰۷۶/۹) فَاِنْ وَافَقَ سِهَامُهُمْ عَدَدَهُمْ فَاضْرِبْ وَفْقَ عَدَدِهِمْ فِیْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ كَامْرَأَةٍ وَسِتَّةِ اِخْوَةٍ لِلْمَرْأَةِ الرُّبُعُ وَلِلْاِخْوَةِ ثَلٰثَةُ اَسْهُمٍ لَاتَنْقَسِمُ عَلَيْهِمْ فَاضْرِبْ ثُلُثَ عَدَدِهِمْ فِیْ اَصْلِ

الْمَسْئَلَةِ وَمِنْهَا تَصِحُّ.

ترجمہ: اگر توافق ہو سہام اور عدد روٗس میں تو ضرب دے وفق عدد کو اصل مسئلہ میں جیسے ایک بیوی اور چھ بھائی بیوی کے لئے چوتھائی ہے اور بھائیوں کے لئے تین سہام ہیں جو ان پر تقسیم نہیں ہوتے تو ان کے ثلث عدد یعنی دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دے اسی سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

توافق اور وفق کی تعریف

تشریح: صورتِ مسئلہ سمجھنے سے قبل یہ باتیں ذہن میں رکھیں -توافق- دو عددوں میں سے چھوٹا عدد تو بڑے کو نہ کاٹے البتہ کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جو دونوں کو کاٹ دے تو ان دونوں عددوں کی آپسی نسبت کو ''توافق'' کہیں گے۔

وفق: تیسرا عدد دونوں کو ''جتنی مرتبہ'' میں کاٹتا ہے اس کو اس عدد کا ''وفق'' کہتے ہیں جیسے آٹھ اور بیس ان میں سے ایک دوسرے کو نہیں کاٹتا البتہ چار ان دونوں کو کاٹتا ہے آٹھ کو دو بار میں اور بیس کو پانچ بار میں تو ان دونوں عددوں میں ''توافق بالربع'' کی نسبت ہوگی آٹھ کا وفق دو ہوگا اور بیس کا پانچ، اب دیکھو کہ اگر سہام ورثاء اور ان کے اعداد میں توافق ہو تو ان کے وفق عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔

نوٹ: لفظ توافق تداخل کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مسئلہ $\frac{8}{4}$

میت		مذکر
بیوی		٦ / بھائی
ربع		$\frac{3}{6}$
$\frac{1}{2}$		

وضاحت: بھائی کے عدد روٗس (چھ) اور سہام (تین) میں تداخل کی نسبت ہے عدد روٗس کے ''دخل'' (دو) کو اصل مسئلہ (چار) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب آٹھ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر بیوی کو اصل مسئلہ (چار) سے ملے ہوئے سہام (ایک) کو مضروب (دو) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (دو) بیوی کا حصہ نکلا اور بھائی کو اصل مسئلہ (چار) سے ملے ہوئے سہام (تین) کو مضروب (دو) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (چھ) بھائیوں کا تصحیح سے حصہ نکلا۔

(۳۰۷۷/۱۰) فَإِنْ لَمْ تَنْقَسِمْ سِهَامُ فَرِيْقَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَاضْرِبْ أَحَدَ الْفَرِيْقَيْنِ فِي الْآخَرِ ثُمَّ اجْتَمَعَ فِي الْفَرِيْقِ الثَّالِثِ ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ.

ترجمہ: اگر تقسیم نہ ہوں دو فریق یا اس سے زیادہ کے سہام تو ضرب دے ایک فریق کے عدد کو دوسرے میں پھر حاصل ضرب کو ضرب دے تیسرے فریق کے عدد میں پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔

نسبت تباین کا بیان

تشریح: جب بھی دو عددوں کا تحقق ہوگا تو ان کے مابین چار نسبتوں تماثل، تداخل توافق تباین میں سے کوئی ایک نسبت ضرور پائی جائے گی اس عبارت میں تباین کی صورت کو بیان فرمایا ہے لہٰذا اولاً تباین کی تعریف جان لینا ضروری ہے۔

تباین: ایسے دو عددوں کی نسبت کو کہتے ہیں جو نہ تو برابر ہوں نہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو کاٹے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو کاٹے جیسے چار اور پانچ یہ نہ برابر ہیں نہ چھوٹا بڑے کو کاٹتا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو کاٹتا ہے، صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو اور ہر ایک کے عدد رؤس میں 'تباین' کی نسبت ہو تو ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیا جائے پھر حاصل ضرب کو تیسرے عدد میں ضرب دیا جائے پھر جو حاصل ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

مسئلہ $\frac{\text{ت ۳۶۰}}{۱۲}$

مثال میت ——— احمد

۲/ بیویاں	۵/ دادیاں	۳/ اخیافی بہنیں	۱/ چچا
۳	۲	۴	۳
۹۰	۶۰	۱۲۰	۹۰
۴۵	۱۲	۴۰	

وضاحت: دو اور پانچ میں تباین کی نسبت ہے اس لئے دو کو پانچ میں ضرب دیا، حاصل ضرب دس ہوا، پھر حاصل ضرب دس اور اگلے عدد میں بھی تباین کی نسبت ہے، اس لئے دس کو تین میں ضرب دیا تو حاصل ضرب تیس ہو گیا پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ بارہ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہو گیا اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی پھر ورثاء کے سہام کی تخریج کے لئے اصل مسئلہ بارہ سے ملے ہوئے سہام کو مضروب تیس میں ضرب دیا تو ہر فریق کا حصہ نکل آیا پھر حاصل ضرب کو عدد رؤس پر تقسیم کیا تو ہر فرد کا حصہ نکل آیا۔

(۳۰۷۸/۱۱) فَإِنْ تَسَاوَتِ الْاَعْدَادُ اَجْزَأَ اَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ كَامْرَأَتَيْنِ وَاَخَوَيْنِ فَاضْرِبِ اثْنَيْنِ فِيْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ.

ترجمہ: اگر برابر ہوں اعداد تو کافی ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کے لئے جیسے دو بیویاں اور دو بھائی پس ضرب دے دو کو اصل مسئلہ میں۔

نسبت تماثل کا بیان

تشریح: اس عبارت میں نسبت تماثل مع مثال کے بیان کی ہے۔

تماثل کی تعریف: ایک عدد کا دوسرے عدد کے برابر اور ہم مثل ہونا جیسے ۴-۴ = دونوں برابر اور ہم مثل ہیں، اس طرح کے دو عددوں کے درمیان جو نسبت ہوگی وہ تماثل کی نسبت کہلاتی ہے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ فریق پر کسر واقع ہو جائے اور ان کے عدد رؤس اور عدد رؤس کے درمیان میں تماثل کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں کسی بھی ایک فریق کے عدد رؤس کو لے کر اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے تو اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ $\frac{8}{4}$ تہ

میت ———————— احمد

۲/بیویاں	۲/بھائی
۱	۳
۲	۶

وضاحت: وارث دو بیویاں اور دو بھائی ہیں تو اصل مسئلہ چار سے بنا اور ہر فریق پر کسر واقع ہے اس لئے دو کو چار میں ضرب دیا آٹھ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی جس میں دو سہام دونوں بیویوں کے اور چھ سہام دونوں بھائیوں کو ملیں گے۔

(۱۲/۳۰۷۹) وَاِنْ كَانَ اَحَدُ الْعَدَدَيْنِ جُزْءً مِنَ الْآخَرِ اَغْنَى الْاَكْثَرُ عَنِ الْاَقَلِّ كَاَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَاَخَوَيْنِ اِذَا ضَرَبْتَ الْاَرْبَعَةَ اَجْزَاكَ عَنِ الْآخَرِ.

ترجمہ: اور اگر دو عددوں میں سے ایک فریق کا عدد جزء ہو دوسرے فریق کے عدد کا تو کفایت کرے گا اکثر اقل سے جیسے چار بیویاں اور دو بھائی کہ جب تو ضرب دے چار کو تو کفایت کرے گا دوسرے سے۔

نسبت تداخل کا بیان

تشریح: اس عبارت میں نسبت تداخل کو سمجھایا ہے، تداخل کے لغوی معنی تو ایک چیز کا دوسری چیز میں گھسنا اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ دو مختلف عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے عدد کو کاٹ دے تو دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی مثلاً تین اور نو ان میں تین نو کو تین بار میں کاٹ دیتا ہے، صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب متعدد فریق پر کسر واقع ہو رہی ہو تو اعداد رؤس میں جو عدد بڑا ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدو یہ ضرب دینا باقی اعداد کے لئے بھی کافی ہو جائے گا حاصل ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

مسئلہ تــ $\frac{۱۶}{۴}$

مثال میت ——————————— احمد

۴؍بیویاں	۲؍بھائی
$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۳}{۱۲}$

(۱۳/۳۰۸۰) فَاِنْ وَافَقَ اَحَدُ الْعَدَدَيْنِ الْآخَرَ ضَرَبْتَ وَفْقَ اَحَدِهِمَا فِيْ جَمِيْعِ الْآخَرِ ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِيْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ كَاَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَاُخْتٍ وَسِتَّةِ اَعْمَامٍ فَالسِّتَّةُ تُوَافِقُ الْاَرْبَعَةَ بِالنِّصْفِ فَاضْرِبْ نِصْفَ اَحَدِهِمَا فِيْ جَمِيْعِ الْآخَرِ ثُمَّ فِيْ اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ تَكُوْنُ ثَمَانِيَةً وَّاَرْبَعِيْنَ وَمِنْهَا تَصِحُّ الْمَسْئَلَةُ.

ترجمہ: اگر توافق ہو دونوں فریقوں کے عدد میں تو ضرب دے ۲ میں سے ایک کے وفق سے دوسرے کے کل میں پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں، جیسے چار بیویاں اور ایک بہن اور چھ چچا کہ چھ اور چار میں توافق بالنصف ہے، تو ان میں سے ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دے پھر اصل مسئلہ میں ضرب دے تو یہ اڑتالیس ہوں گے اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

نسبت توافق کا بیان

تشریح: نسبت کی اقسام اربعہ میں سے توافق کا بیان ہے، توافق کی تعریف مسئلہ (۱۰) کے تحت گذر چکی ہے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر وارثوں کی کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو اور ان کے عدد رؤس کے درمیان 'توافق' کی نسبت ہو تو کسی بھی ایک جماعت کے عدد رؤس کے وفق کو دوسری جماعت کے پورے عدد رؤس میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب اور تیسری جماعت کے عدد رؤس کے درمیان نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی نسبت ہو تو حاصل ضرب کو تیسری جماعت کے عدد رؤس کے وفق میں ضرب دیں گے پھر آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے تو مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ تــ $\frac{۴۸}{۴}$

توافق بالنصف

مثال میت ——————————— حمدان

۴؍زوجہ	ایک بہن	۶؍چچا
$\frac{۱}{۱۲}$	$\frac{۲}{۲۴}$	$\frac{۱}{۱۲}$
۳	۲۴	۲

وضاحت: چھ اور چار میں توافق کی نسبت تھی دو کا عدد دونوں کو فنا کر رہا تھا اسلئے چھ کو چار کے وفق دو میں ضرب دیا تو بارہ ہوا پھر بارہ کو اصل مسئلہ ۴؍میں ضرب دیا تو اڑتالیس ہوا بارہ سے اصل مسئلہ چار میں ضرب دیا تھا اسلئے بارہ سے

بیویوں کا حصہ ایک میں ضرب دیا تو بارہ آئے گا جو چار بیویوں کا حصہ ہے اسی طرح بارہ سے بہن کے حصے دو میں ضرب دیں تو چوبیس آئے گا اسی طرح بارہ سے چھ چچا کا حصہ ایک میں ضرب دیں تو بارہ آئے گا جو چھ چچاؤں کا حصہ ہے۔

(۱۴/۳۰۸۱) فَإِذَا صَحَّتِ الْمَسْئَلَةُ فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ فِي التَّرِكَةِ ثُمَّ اقْسِمْ مَا اجْتَمَعَ عَلَى مَا صَحَّتْ مِنْهُ الْفَرِيضَةُ يَخْرُجُ حَقُّ الْوَارِثِ.

ترجمہ: جب صحیح ہو جائے مسئلہ تو ضرب دے ہر وارث کے سہام کو ترکہ میں پھر تقسیم کر حاصل ضرب کو اس پر جس سے مسئلہ صحیح ہوا ہے تو ہر وارث کا حق نکل آئے گا۔

ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

تشریح: ترکہ میں سے ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت دیکھی جائے اگر تباین کی نسبت ہو تو ہر وارث کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں ان کو پورے ترکہ میں ضرب دیا جائے پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت ترکہ میں سے اس وارث کا حصہ ہوگا۔

ترکہ اور تصحیح کے درمیان تباین کی مثال

مسئلہ ۶

میت ــــــــــــــ احمد ترکہ ۷/ دینار

بنت	بنت	ام	اب
ثلثان		سدس	سدس
۲	۲	۱	۱
۲ ۲/۶	۲ ۲/۶	۱ ۱/۶	۱ ۱/۶

....

وضاحت: ترکہ میں سے لڑکی کا حصہ معلوم کرنے کے لئے اس کے تصحیح سے ملے ہوئے سہام (دو) کو ترکہ (سات) میں ضرب دیا پھر حاصل ضرب (چودہ) کو تصحیح (چھ) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۲ ۲/۶ ایک لڑکی کا ترکہ میں سے حصہ ہوا دوسری لڑکی کو بھی اتنا ہی ملے گا۔

ماں کو تصحیح سے ملے ہوئے سہام ایک کو کل ترکہ سات میں ضرب دیا پھر حاصل ضرب سات کو چھ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۱ ۱/۶ ماں کا حصہ ہوا، باپ کا حصہ بھی بعینہ اسی طرح نکلے گا۔ اب تمام اعداد کو جوڑ کر دیکھ لیں کہ ترکہ (۷ دینار) پورا تقسیم ہوا یا نہیں؟ سالم عددوں کو جوڑنے کا طریقہ تو واضح ہے اور کسور کو جوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ لکیر کے اوپر کے اعداد کو

جمع کریں اگر ان کا مجموعہ چھ ہو جائے تو وہ ایک کامل ہو گیا اس کو سالم اعداد میں جمع کر دیں۔

(۳۰۸۲/۱۵) وَاِذَا لَمْ تُقْسِمِ التَّرِكَةُ حَتّٰى مَاتَ اَحَدُ الْوَرَثَةِ فَاِنْ كَانَ مَا يُصِيْبُهُ مِنَ الْمَيِّتِ الْاَوَّلِ يَنْقَسِمُ عَلٰى عَدَدِ وَرَثَتِهٖ فَقَدْ صَحَّتِ الْمَسْئَلَتَانِ مِمَّا صَحَّتِ الْاُوْلٰى وَاِنْ لَّمْ تَنْقَسِمْ صَحَّتْ فَرِيْضَةُ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ بِالطَّرِيْقَةِ الَّتِيْ ذَكَرْنَاهَا ثُمَّ ضَرَبْتَ اِحْدَى الْمَسْئَلَتَيْنِ فِي الْاُخْرٰى وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ بَيْنَ سِهَامِ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ وَمَا صَحَّتْ مِنْهُ فَرِيْضَةٌ مُوَافَقَةٌ فَاِنْ كَانَتْ سِهَامُهُمْ مُوَافَقَةً فَاضْرِبْ وَفْقَ الْمَسْئَلَةِ الثَّانِيَةِ فِي الْاُوْلٰى فَمَا اجْتَمَعَ صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْئَلَتَانِ وَكُلُّ مَنْ لَّهُ شَيْءٌ مِنَ الْمَسْئَلَةِ الْاُوْلٰى مَضْرُوْبٌ فِيْمَا صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْئَلَةُ الثَّانِيَةُ وَمَنْ كَانَ لَهٗ شَيْءٌ مِنَ الْمَسْئَلَةِ الثَّانِيَةِ مَضْرُوْبٌ فِيْ وَفْقِ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ وَاِذَا صَحَّتْ مَسْئَلَةُ الْمُنَاسَخَةِ وَاَرَدْتَّ مَعْرِفَةَ مَا يُصِيْبُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ حِسَابِ الدَّرَاهِمِ قَسَمْتَ مَا صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْئَلَةُ عَلٰى ثَمَانِيَةٍ وَاَرْبَعِيْنَ فَمَا خَرَجَ اَخَذْتَ لَهٗ مِنْ سِهَامِ كُلِّ وَارِثٍ حَبَّةً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ: ابھی تقسیم نہ ہوا تھا ترکہ کہ کوئی وارث مر گیا پس اگر ہو وہ جو پہنچتا ہے اس کو پہلی میت سے تقسیم ہو جاتا ہے اس کے وارثوں کی تعداد پر تو صحیح ہو جائیں گے دونوں مسئلے اسی سے جس سے صحیح ہوا ہے پہلا مسئلہ اور اگر تقسیم نہ ہو تو صحیح ہوگا میت ثانی کا فریضہ اس طریقہ سے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے پھر ضرب دے گا تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں اگر نہ ہو میت ثانی کے سہام میں اور اس میں جس سے صحیح ہوا ہے فریضہ موافقت اور اگر ان کے سہام میں موافقت ہو تو ضرب دے دوسرے مسئلہ کے وفق کو پہلے مسئلہ میں پس جو حاصل ضرب ہو اس سے صحیح ہوں گے دونوں مسئلے اور جس کو کچھ ملا ہے پہلے مسئلہ سے وہ ضرب دیا جائے گا اس سے جس سے صحیح ہوا ہے دوسرا مسئلہ اور جس کو کچھ ملا ہے دوسرے مسئلہ سے وہ ضرب دیا جائے گا میت ثانی کے ترکہ کے وفق میں جب صحیح ہو جائے مناسخہ کا مسئلہ اور چاہے تو اس حصہ کو معلوم کرنا جو پہنچتا ہے ہر ایک کو دراہم کے حساب سے تو تقسیم کر دے اس عدد کو جس سے صحیح ہوا ہے مسئلہ اڑتالیس پر پھر جو خارج قسمت ہو ہر وارث کے سہام سے اس کا حصہ لے لے اور اللہ ہی درستگی کو زیادہ جاننے والا ہے۔

تشریح: یہاں سے مناسخہ کے احکام کا بیان ہے۔

مناسخه کے لغوی: مناسخہ مفاعلۃ کا مصدر ہے نسخ سے مشتق ہے زائل کرنا، باطل کرنا، نقل کرنا۔

اصطلاحی تعریف: بعض یا تمام وارثوں کے حصوں کا ان کے بعد والوں کی طرف استحقاق وراثت کی وجہ سے منتقل ہو جانا۔

چند اصطلاحات: (۱) مورث اعلیٰ: مناسخہ میں سب سے پہلا مرنے والا۔ (۲) مافی الید: اس کا مختصر 'مف' ہے (یعنی میم اور بے نقطہ کی فا) میت کے حصہ کو کہتے ہیں جو اسے اوپر کے ایک یا چند مورثوں سے ملا ہوا سے میت

کی لمبی لکیر کی بائیں جانب لکھا جاتا ہے۔

(۳) **قبر کا نشان**: ہر میت کا مافی الید نقل کرنے کے بعد نقل کئے ہوئے حصے کو فوراً گھیر دیا جاتا ہے جس کی ہیأت لـــا یہ ہوتی ہے اساتذہ اس کو علامت قبر کہتے ہیں، یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ مر چکا ہے، اور اس کے حصے منتقل ہو گئے ہیں۔

(۴) **المبلغ**: مناسخہ کے آخری حاصل ضرب کو کہتے ہیں۔

الاحیاء: تمام زندہ ورثاء کو کہتے ہیں اخیر میں اسے خوب لمبائی میں لکھ کر اس کے نیچے تمام زندہ ورثاء کے نام اور ناموں کے نیچے ان کے حصے لکھے جاتے ہیں۔

چند ہدایات:

(۱) مناسخہ میں آئے ہوئے تمام افراد (وارث مورث) کے نام مع رشتہ لکھنا ضروری ہے (۲) ہر دوسری میت کے وارثوں کے نام اور رشتے لکھتے وقت اوپر کے ورثاء کو ایک نظر دیکھ لینا چاہئے اس لئے کہ ایک وارث کو کئی رشتوں کی وجہ سے متعدد جگہوں سے وراثت مل سکتی ہے۔ (۳) تصحیح ثانی اور مافی الید میں جو بھی نسبت ہو میت کی لمبی لکیر کے درمیان واضح کر دینی چاہئے۔ (۴) اگر میت کو متعدد جگہوں سے حصے ملے ہیں تو مافی الید لکھتے وقت متعدد حصوں کو اور الاحیاءُ لکھتے وقت ہر وارث کے متعدد حصوں کو جوڑ لینا چاہئے۔

نوٹ: ان میں سے ہر بات کا لحاظ ضروری ہے ورنہ غلطی ہو سکتی ہے۔

اصولِ مناسخہ

پہلے میت اول کے مسئلہ کی تصحیح گذشتہ قواعد کی روشنی میں کر لی جائے اور میت اول کے ورثاء کو سہام دے دیئے جائیں پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے اور میت ثانی کا حصہ جو میت اول سے ملا ہے اسے میت کی لمبی لکیر کی بائیں جانب مافی الید کا نشان بنا کر لکھ لیا جائے پھر میت ثانی کی تصحیح اور مافی الید میں نسبت دیکھی جائے۔

(۱) اگر تماثل کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں مافی الید اس بطن کی تصحیح پر برابر تقسیم ہو جائے گا اور آگے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بطن اول کی تصحیح ہی دونوں بطنوں کی تصحیح شمار ہوگی۔

تماثل کی مثال:

مسئلہ ۳

میتـــ

ابن (جمال)	بنت (جمیلہ)
②	۱

مسئلہ ۲

میت ـــــــــــــــ جمال مف۲

ابن (کمال)	ابن (اکمل)
۱	۱

المبلغ ۳

الاحیـــــــــــاء

جمیلہ	کمال	اکمل
۱	۱	۱

وضاحت: تصحیح ثانی اور مافی الید میں تماثل کی نسبت ہے، اس لئے مزید کچھ نہیں کیا گیا جمیل کا ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوااور ہر زندہ وارث کوایک ایک ملا۔

(۲) اگر تصحیح اور مافی الید میں توافق کی نسبت ہوتو دونوں کا وفق نکال لواور جس عدد سے وفق نکلے اس کو 'بینھما توافق' لکھ کر ظاہر کردو پھر تصحیح کے وفق کو بطن اول کی تصحیح میں ضرب دے دو حاصل ضرب دونوں بطن کی تصحیح ہو جائے گی پھر مافی الید کے وفق کو اس کے ورثاء کے سہام (جو ان کو اسی مسئلہ کی تصحیح سے ملے ہیں) میں ضرب دے دو حاصل ضرب ہر وارث کا حصہ ہوگا اور بطن اول میں ورثاء کو جو سہام اس بطن کی تصحیح سے ملے تھے ان کو تصحیح ثانی کے وفق میں (جس کو تصحیح اول میں ضرب دی گئی ہے اس کو عدد مضروب بھی کہا جاتا ہے) ضرب دے دو حاصل ضرب ان ورثاء کا حصہ ہوگا۔

توافق کی مثال:

توافق کی مثال

مسئلہ $\frac{32}{\frac{12}{4}}$ باقی ۳ مسئلہ رد $\frac{4}{6}$

میت ـــــــــــــــ فاطمہ

زوج (شکیل)	بنت (عشرت)	ام (بتول)
$\frac{1}{\frac{4}{8}}$	$\frac{3}{9}$	$\frac{1}{\frac{3}{6}}$

مسئلہ $\frac{2}{6}$

توافق بالثلث عشرت مف $\frac{3}{9}$

میت

اب (شکیل)	ابن (سلمان)	جدہ (بتول)
سدس	عصبہ	سدس
$\frac{1}{3}$	$\frac{4}{12}$	$\frac{1}{3}$

المبلغ ۳۲

الاحیـــاء

شکیل	سلمان	بتول
۱۱	۱۲	۹

حسب بیان سائل مرحومہ فاطمہ کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی المیراث وعدم موانع ارث ۳۲ سہام پر تقسیم ہو کر اس کے ورثاء مذکورہ بالا (جن کا شمار تین ہے) کو تفصیل مذکور مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔

العبد وسیم احمد خادم جامعہ ۲۱/۷/۲۸ھ

(۳) اگر بطن ثانی کی تصحیح اور اس کے مافی الید میں تباین کی نسبت ہو تو تصحیح کے کل عدد کو بطن اول کی تصحیح میں ضرب دے دو حاصل ضرب دونوں بطن کی تصحیح ہو جائے گی اس نسبت کو "بینهما تباین" لکھ کر ظاہر کر دو اور مافی الید کے کل کو اس کے ورثاء کے سہام میں ضرب دو تو حاصل ضرب ہر وارث کا حصہ ہوگا اور بطن اول کے ورثاء کے سہام کو اسی عدد مضروب (جو بطن ثانی کی تصحیح ہے) میں ضرب دے دو تو حاصل ضرب ہر وارث کے سہام ہوں گے پھر دونوں بطن کے ورثاء کے سہام جوڑ کر دیکھ لو اگر وہ مبلغ (جو دونوں تصحیح کا مجموعہ اور ٹوٹل ہے) کے برابر ہوں تو مسئلہ صحیح ہوگا ورنہ غلط ہوگا اس پر نظر ثانی کی جائے۔

تباین کی مثال

مسئلہ ع ۱۲ / ۱۳ ت ۹۱

میتــ مسیح الرحمٰن

زوجہ	اخت	علاتی بہن	اخیافی بہن
(مہ جبین)	(سیارہ)	(حمیدہ)	(محمدی)
ربع	نصف ٦	سدس	سدس
۳ / ۲۱		۲ / ۱۴	۲ / ۱۴

مسئلہ ع ٦ / ۷

میتــــــــــــــــــــ تباین. سیارہ مف ٦

زوج (حنیف)	علاتی بہن (حمیدہ)	اخیافی (محمدی)
نصف	نصف	سدس
۳ / ۱۸	۳ / ۱۸	۱ / ٦

المبلغ ۹۱

الاحیــــــــــــــــــــــــــــــــــاء

مہ جبیر	حمیدہ	محمدی	حنیف
۲۱	۳۲	۲۰	۱۸

حسب بیان سائل مرحوم مسیح الرحمٰن کا کل ترکہ بعد ادائگی حقوق متقدمہ علی المیراث وعدم موانع ارث ۹۱ر سہام پر تقسیم ہوکر اس کے ورثاء مذکورہ بالا کو بتفصیل مذکور مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

العبد، وسیم احمد ۲۱/۷/۲۸ھ

فائدہ: مذکورہ اصول صرف دو بطنوں کے مناسخہ کے لئے ہیں اگر تین بطنوں کا مناسخہ ہوتو تیسرے بطن کو میت ثانی کے قائم مقام بنایا جائے گا اور پہلے دونوں بطنوں کو میت اول کے درجہ میں رکھ کر مذکورہ بالا قاعدہ جاری کیا جائے گا اور اگر چار بطنوں کا مناسخہ ہوتو پہلے تینوں بطنوں کو میت اول اور چوتھے بطن کو میت ثانی اور پانچ بطنوں کا مناسخہ ہوتو پہلے چاروں بطنوں کو میت اول اور پانچویں بطن کو میت ثانی مان کر قواعد جاری کریں گے، وہکذا، اگر کئی بطنوں کا مناسخہ ہوتو پہلے تمام بطنوں کی تصحیح کر لینی چاہئے اس سے مناسخہ بنانے میں سہولت ہوتی ہے۔

ذیل کی مثال بیک وقت تماثل، توافق اور تباین تینوں نسبتوں کی ہے۔

مسئلہ ۴ / ۱۲ / ۳۲ / ۱۲۸

بطن اول

میت　　باقی ۳　　مسئلہ رد ۴/۶　　فاطمہ

زوج (شکیل)	بنت (اسرانہ)	ام (رشیدن)
ربع	نصف	سدس
۱	۳	۱
۴	۹	۳
		۶

مسئلہ ۴

بطن ثانی

میت　　(تماثل)　　شکیل مف ۴

زوجہ (شکیلہ)	اب (اللہ دیا)	ام (بتول)
ربع	عصبہ	ثلث باقی
۱	۲	۱
۲	۴	۲
۸	۱۶	۸

مسئلہ $\frac{۲}{۶}$

بطن ثالث

بینهما توفق بالثلث — اسرانہ مف $\frac{۳}{۹}$

میت

جدہ (نانی رشیدن)	ابن (عبدالوحید)	ابن عبدالکریم	بنت (عائشہ)
سدس $\frac{۱}{۳}$	عصبہ		
	$\frac{۲}{۶}$ ۲۴	$\frac{۲}{۶}$ ۲۴	$\frac{۱}{۳}$ ۱۲

مسئلہ $\frac{۴}{۲}$

بطن رابع

(تباین) — رشیدن مف ۹

میت

زوج (عبدالواجد)	اخ (اصغر)	اخ (اکبر)
نصف	عصبہ $\frac{۱}{۲}$	
$\frac{۱}{۲}$ ۱۸	$\frac{۱}{۹}$	$\frac{۱}{۹}$

المبلغ ۱۲۸

الاحیاء

شکیلہ	اللہ دیا	بتول	عبدالوحید	عبدالکریم	عائشہ	عبدالواجد	اصغر	اکبر
۸	۱۶	۸	۲۴	۲۴	۱۲	۱۸	۹	۹

حسب بیان سائل فاطمہ مرحومہ کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی المیراث وعدم موانع ارث ۱۲۸ سہام پر تقسیم ہوکر اس کے ورثاء مذکورہ بالا (جن کا شمار نو ہے) کو تفصیل مذکور مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

العبد وسیم احمد خادم جامعہ ۲۲/۷/۲۸ھ

(۱۶/۳۰۸۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَآخِرًا وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمَسْئُوْلُ اَنْ یَنْفَع بہ عَلٰی قَدْرِ الْإِخْلاصِ فِیْہِ اِنَّہُ اَکرم مَسْئُوْل وصلّی اللّٰہ عَلٰی خَاتم الاَنْبِیَاْءِ وصفوۃ المرسلین، سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الطاھرات صلاۃً وسلاما دائمین ماتعاقبت الاوقات وتواصلت البرکات آمین یا رب العالمین.

آج مورخہ ۲۲؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۶؍اگست ۲۰۰۷ء بروز دوشنبہ شب سہ شنبہ ۹ بج کر پندرہ منٹ پر، رب ذوالجلال خالق السموات والارض کے بے پایاں احسان عظیم اور حضرات اساتذہ کرام ومخلص احباب کی دعاؤں کی بدولت سے یہ شرح اپنے اختتام کو پہنچی پروردگار عالم کی بارگاہ میں بصمیم قلب دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر ۔ت دارین کا ذریعہ بنائے۔

۳۰۸/۱۷) رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ.

خاص تیرے ہی لئے ہے اے خدا حمد وشکر وفضل واحسان عطاء

العبد وسیم احمد غفرلہ ولوالدیہ
خادم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ
۲۲/۷/۲۸ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆
☆☆☆☆
☆☆☆
☆☆
☆